

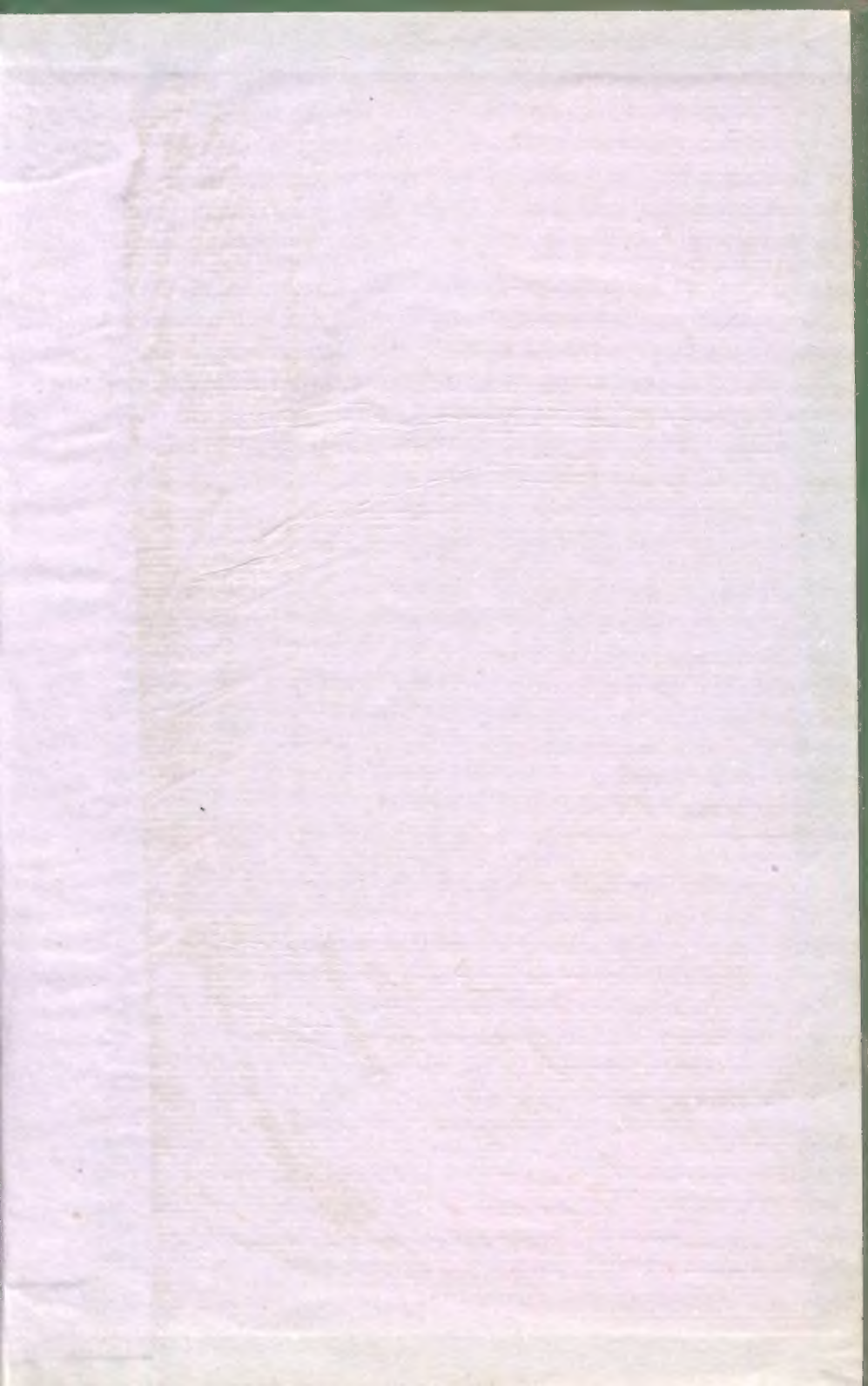
سبحانك اللهم رب العالمين

معارج النبوة

جلد دوم

مترجمہ: مولانا محمد امجد علی شاہ

مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور



صبح ولادت کے شام ہجرت



محکم بنو بیہ گنج بخش روضہ لاہور

کتاب	معارف النبوت
مصنف	علامہ ملا معین واعظ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ
ترجمہ	مولانا حکیم محمد اصغر صاحب۔ فاروقی
موضوع	سیرت خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
رکن	دوم۔ سوم، ولادت سے ہجرت تک
طابع	مکائن پرنٹنگ پریس۔ لاہور
ناشر	ملقبہ نبویہ۔ گنج بخش روڈ۔ لاہور
سال طبع اردو	۱۳۳۵ھ
صفحات	۶۱۶
قیمت	۱۸۰ روپے

موضوعات و عنوانات کتب

نمبر شمار	عنوانات (رکن دوم)	صفحہ
۱	ولادت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم	۱۷
۲	تورات میں سرکارِ دو عالم کا تذکرہ	۲۰
۳	انجیل میں سرکارِ دو عالم کا تذکرہ	۲۱
۴	ظہورِ قدسی کی بشارتیں	۲۵
۵	واقعہ جبہ ایل امین	۲۵
۶	بشارتِ حضرت آدم علیہ السلام	۲۶
۷	بشارتِ حضرت شیدائے علیہ السلام	۳۱
۸	بشارتِ حضرت نوح علیہ السلام	۳۱
۹	بشارتِ حضرت ابراہیم علیہ السلام	۳۲
۱۰	بشارتِ حضرت یوسف علیہ السلام	۳۲
۱۱	بشارتِ حضرت موسیٰ علیہ السلام	۳۲
۱۲	بشارتِ حضرت داؤد علیہ السلام	۳۵
۱۳	بشارتِ حضرت سلیمان علیہ السلام	۳۶
۱۴	بشارتِ حضرت شعیب علیہ السلام	۳۶
۱۵	بشارتِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام	۳۸
۱۶	مقدمین حکماء اور علماء اقوام عالم کی شہادتیں	۳۹

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱۷	مرشد بن کلال کا خواب	۴۴
۱۸	شاہ سیف بن خطاب النیراکی بشارت	۴۸
۱۹	حضرت عبدالمطلب کو بشارت	۵۵
۲۰	ربیعہ بن النضر کا خواب	۵۹
۲۱	بشارت سیطع اور حضور کی آمد	۶۲
۲۲	بخت نصر کا بھولا بھڑا خواب	۶۵
۲۳	پیغمبر آخر الزماں پر جنات کی شہادت	۶۷
۲۴	خاطر بن مالک کا بن کی شہادت	۷۰
۲۵	انبیاء کرام کی زیارت	۷۱
۲۶	حضور کے صفاتی اسماء مبارکہ	۷۶
۲۷	بحالات مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم	۸۰
۲۸	اسم گرامی کے حروف کی برکات	۸۲
۲۹	احادیث میں حضور کے اسمائے گرامی	۸۲
۳۰	ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم	۸۴
۳۱	تاریخ ولادت اور وقت سعادت	۸۴
۳۲	موسم بہار میں ولادت مصطفیٰ	۸۸
۳۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت میں حکمت	۹۱
۳۴	ولادت کے وقت اور واقعات کا ظہور	۹۲
۳۵	حضرت عبدالمطلب کی حضور کے چہرہ انور پر نگاہ اولین	۹۶
۳۶	حضرت عبدالمطلب در آمنے پر	۹۷

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۹۸	صفید بنت عبد المطلب کی روایت	۳۷
۹۹	عثمان بن ابی العاص کی والدہ کی روایت	۳۸
۱۰۰	حضرت عبد الرحمن بن عوف کی والدہ کی روایت	۳۹
۱۰۲	حنو کی ولادت کی خبر سے یہودیوں کو پریشانی	۴۰
۱۰۲	مدینہ کے یہودی ولادت مصطفیٰ سے کانپ اٹھے	۴۱
۱۰۲	مدینہ والوں میں ولادت کی خبر میں خوشی	۴۲
۱۰۳	ولادت کی گواہی یہودیوں کی زبان سے	۴۳
۱۰۳	تیری ہیبت تھی کہ ہرست تھر تھرا کے گر گیا	۴۴
۱۰۴	بادشاہان وقت پر مہر سکوت	۴۵
۱۰۵	دیوان کسریٰ زمین بوس ہو گئے	۴۶
۱۰۹	حنو کی رضاعت کے واقعات	۴۷
۱۱۰	تویبہ دودھ پلاتی ہیں	۴۸
۱۱۱	حنو کی رضاعت کے ابتدائی حالات	۴۹
۱۱۲	بنی سعد کی عورتیں مکہ میں	۵۰
۱۱۷	بھلی ساعت میں آئی دولت ایمان ہاتھوں میں!	۵۱
۱۱۹	حلیہ اپنے گھر کو روانہ ہوتی ہیں	۵۲
۱۲۱	حنو آئے از گفتگو فرماتے ہیں	۵۳
۱۲۲	فور خدا کی کرنیں	۵۴
۱۲۴	دودھ پھڑانے کے بعد کے واقعات	۵۵
۱۲۵	واقعہ شق الصدر	۵۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۱۲۹	علیمہ مکہ کو واپس جاتی ہیں	۵۷
۱۳۲	شق الصدر کی حقیقت	۵۸
۱۳۵	صفر سنی کے چند واقعات	۵۹
۱۳۶	حضرت آمنہ کی وفات	۶۰
۱۳۷	حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں	۶۱
۱۳۸	حنو کی رفاقت اور حضرت عبدالمطلب کی مٹاؤ استقامت	۶۲
۱۴۰	رحمت کا بادل گھبرا گیا!	۶۳
۱۴۰	حضرت عبدالمطلب حضور کے مشفق تھے	۶۴
۱۴۲	حضرت عبدالمطلب کی وفات	۶۵
۱۴۷	حضور حضرت ابوطالب کی تربیت میں	۶۶
۱۵۰	شام کا سفر	۶۷
۱۵۱	بحیرہ راہب	۶۸
۱۵۹	حرب الفجار ثانی	۶۹
۱۶۷	حلف الفضول	۷۰
۱۸۳	حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا	۷۱
۱۸۹	بنائے کعبۃ اللہ	۷۲
۱۹۲	آدم علیہ السلام کے زمانے سے کعبۃ اللہ کی کیفیت	۷۳
۱۹۵	زید بن عمر بن طفیل	۷۴
۱۹۹	رُکنِ سوم	۷۵
۲۰۳	آنحضرت پر وحی کا نزول	۷۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۰۴	حکمتِ روئیدہ صادقہ قبل از وحی	۷۷
۲۰۵	پہاڑ میں گوشہ نشین ہونے میں مصالح	۷۸
۲۰۸	نزولِ وحی	۷۹
۲۱۰	حکمتِ فخر و ن	۸۰
۲۱۳	ورقہ بن نوفل کی گواہی	۸۱
۲۱۴	ناموس اکبر	۸۲
۲۱۵	ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف آوری	۸۳
۲۱۶	ورقہ جنت میں	۸۴
۲۱۶	عداس راہب سے طاقات	۸۵
۲۱۷	وحی الہی میں عارضی رکاوٹ	۸۶
۲۱۸	دوبارہ وحی اور سورہ مدثر	۸۷
۲۱۸	تاخیر وحی میں حکمت	۸۸
۲۱۹	ابتداءئے وحی	۸۹
۲۱۹	تحقیقِ ابتداءئے وحی	۹۰
۲۱۹	سورہ فاتحہ کا نزول	۹۱
۲۲۰	کیفیتِ وحی	۹۲
۲۲۲	وحی کا حبلال	۹۳
۲۲۳	حنور کی تبلیغ پر لبیک کہنے والے	۹۴
۲۲۳	حضرت خدیجہ کا اسلام لانا	۹۵
۲۲۳	حضرت خدیجہ غارِ حرا میں	۹۶

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۹۷	حضرت علی کا ایمان لانا	۲۲۴
۹۸	زید بن حارثہ کا ایمان لانا	۲۲۶
۹۹	حضرت ابوبکر صدیق کا ایمان لانا	۲۲۹
۱۰۰	درخت کی گواہی	۲۳۰
۱۰۱	صدیق اکبر کی کوشش سے ایمان لانے والے	۲۳۴
۱۰۲	حضرت عثمان غنی کا ایمان لانا	۲۳۵
۱۰۳	سعد بن ابی وقاص کا ایمان لانا	۲۳۶
۱۰۴	حضرت ابو عبد الرحمن بن عوف کا ایمان لانا	۲۳۷
۱۰۵	آسمان پر شیطان کی آمد و رفت بند ہو گئی	۲۳۹
۱۰۶	ابلیس کی پریشانی	۲۴۰
۱۰۷	اعلانِ تبلیغ	۲۴۰
۱۰۸	رؤسا قریش حضرت ابوطالب کی خدمت میں	۲۴۲
۱۰۹	صحابہ کرام پر مشرکین کے مظالم	۲۴۷
۱۱۰	بُڑے ہمسائے	۲۴۸
۱۱۱	ولید بن مغیرہ کے تاثرات	۲۵۰
۱۱۲	رؤسا مکہ کو تشویش	۲۵۲
۱۱۳	قتل کے مشورے	۲۵۴
۱۱۴	مقد بن ربیعہ کی گفتگو	۲۵۴
۱۱۵	دعا کی مستبولیت	۲۵۶
۱۱۶	مزدِ صحابہ پر مشرکین کے مظالم	۲۵۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۵۷	حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر تشدد	۱۱۷
۲۶۰	عمار یا سر مقام عشق میں	۱۱۸
۲۶۲	ہجرت حبشہ	۱۱۹
۲۶۲	ہجرت ادنیٰ	۱۲۰
۲۶۲	ہجرت کے اسباب	۱۲۱
۲۶۳	نزول سورہ النجم	۱۲۲
۲۶۵	مہاجرین حبشہ کی واپسی	۱۲۳
۲۶۶	عثمان بن مظعون کا ولید بن مغیرہ کی حمایت میں خروج	۱۲۴
۲۶۷	ہجرت ثانیہ	۱۲۵
۲۶۷	نجاشی کا حسن سلوک	۱۲۶
۲۶۸	ہجرت حضرت صدیق اکبر	۱۲۷
۲۷۰	نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کی خلاف خطوط	۱۲۸
۲۷۵	ابتداءئے سلطنت نجاشی اور اس کا انصاف	۱۲۹
۲۷۷	نجاشی کا ایمان لانا	۱۳۰
۲۷۸	حبشہ کے راہب حضور کی خدمت میں	۱۳۱
۲۷۹	نجاشی کو فتح بدر کی خوشی	۱۳۲
۲۸۰	حضرت حمزہ کا ایمان لانا	۱۳۳
۲۸۷	حبیب کی دلداری کیلئے فرشتوں کی حاضری	۱۳۴
۲۹۱	حضرت عمر بن الخطاب کا ایمان لانا	۱۳۵
۳۰۰	بعثت کا آٹھواں سال	۱۳۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۳۰۵	فارسوں کا رومیوں پر قبضہ	۱۳۷
۳۱۵	حنوف سے استہزاء کرنے والوں کا انجام	۱۳۸
۳۱۶	ابوطالب کی وفات	۱۳۹
۳۲۲	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات	۱۴۰
۳۲۴	حضرت خدیجہ کی خصوصیات	۱۴۱
۳۲۸	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف کو سفر	۱۴۲
۳۳۰	نصرانی غلام عداس کا ایمان لانا	۱۴۳
۳۳۳	جنات کا ایمان لانا	۱۴۴
۳۳۷	طفیل بن عمرو دوسی کا ایمان لانا	۱۴۵
۳۴۱	حضرت عائشہ سے نکاح	۱۴۶
۳۴۲	حضرت سودہ سے نکاح	۱۴۷
۳۴۴	گمراہ لوگوں سے مکالمہ	۱۴۸
۳۴۴	حضور کے خلاف قریش کا اجتماع	۱۴۹
۳۴۷	ابو جہل کی ایذا رسانی	۱۵۰
۳۴۸	ابولہب اور اس کی بیوی	۱۵۱
۳۵۰	امیتہ بن خلف کو سزا	۱۵۲
۳۵۰	عاص بن داہل کا شہر	۱۵۳
۳۵۱	نضر بن الحارث کا مناظرہ	۱۵۴
۳۵۲	عقبہ بن ابی حنیظہ کی حرکت	۱۵۵
۳۵۲	ولید بن مغیرہ کی گستاخی	۱۵۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۳۵۲	ابی بن خلف کی شہادت	۱۵۷
۳۵۲	اسود بن المطب کی گستاخیاں	۱۵۸
۳۵۷	معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم	۱۵۹
۳۵۷	حکمت معراج	۱۶۰
۳۷۵	واقفہ معراج پر ابتدائی اشارات	۱۶۱
۳۷۶	پہلے آسمان کی سیر	۱۶۲
۳۷۷	دوسرے آسمان کے واقعات	۱۶۳
۳۷۷	تیسرے آسمان کی سیر	۱۶۴
۳۷۹	چوتھے آسمان پر	۱۶۵
۳۸۰	پانچویں آسمان پر شانِ رسول	۱۶۶
۳۸۰	چھٹے آسمان پر جلوہ فرمائی	۱۶۷
۳۸۱	ساتویں آسمان پر قدم	۱۶۸
۳۸۲	بہشت قدمِ رسول کو بوسہ دیتی ہے	۱۶۹
۳۸۳	جنت بلال حبشی کو بخش دی گئی	۱۷۰
۳۸۴	رات کے وقت معراج کی حکمتیں	۱۷۱
۳۹۷	مکہ سے بیت المقدس تک	۱۷۲
۴۰۰	براق کا انتخاب	۱۷۳
۴۰۱	سفر معراج کا آغاز	۱۷۴
۴۰۲	براق کا حلیہ	۱۷۵
۴۰۴	براق اور خیالِ امت	۱۷۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۴۰۷	اسرافیل غاشیہ برداری کرتے ہیں	۱۷۷
۴۱۱	بیت المقدس میں تشریف آوری	۱۷۸
۴۱۱	امامت ابنسیرا و سابقین	۱۷۹
۴۱۳	خصائص مصطفیٰ	۱۸۰
۴۱۴	بیت المقدس سے آسمان تک	۱۸۱
۴۱۶	عجائبات آسمان اول	۱۸۲
۴۱۶	طائفہ قیام میں	۱۸۳
۴۱۷	سیدنا آدم سے ملاقات	۱۸۴
۴۱۸	نیکوں کا اجر پانے والے	۱۸۵
۴۱۸	غنا میں کوتاہی کرنے والے	۱۸۶
۴۱۹	زکوٰۃ دینے والے	۱۸۷
۴۱۹	بدکار لوگ	۱۸۸
۴۱۹	تسخیر اڑانے والے	۱۸۹
۴۱۹	خیانت کار لوگ	۱۹۰
۴۲۰	بادشاہوں کے خوشامدی	۱۹۱
۴۲۰	شراب نوشوں کا حشر	۱۹۲
۴۲۰	جھوٹی گواہی دینے والے	۱۹۳
۴۲۱	سود خور غدا اب الہی میں	۱۹۴
۴۲۱	فتنوں کو مزا	۱۹۵
۴۲۱	نافرمان عورتیں	۱۹۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۴۲۱	سنا فقین کا مقام	۱۹۷
۴۲۲	والدین کے نام نہ مان	۱۹۸
۴۲۲	گانے والے فنکار	۱۹۹
۴۲۲	رعد اپنے اصلی روپ میں	۲۰۰
۴۲۳	بحر المیوان	۲۰۱
۴۲۴	اسرافیل استقبال کرتے ہیں	۲۰۲
۴۲۴	رکوع گزار فرشتے	۲۰۳
۴۲۴	حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ سے ملاقات	۲۰۴
۴۲۵	قائم الرزق سے ملاقات	۲۰۵
۴۲۵	قندیل نور	۲۰۶
۴۲۶	سر بسجود فرشتے	۲۰۷
۴۲۶	حضرت یوسف علیہ السلام سے معاف	۲۰۸
۴۲۶	حضرت داؤد اور حضرت سلیمان سے ملاقات	۲۰۹
۴۲۷	شکروں کا حشر	۲۱۰
۴۲۸	موسے علیہ السلام سے ملاقات	۲۱۱
۴۲۹	دو زانو فرشتے	۲۱۲
۴۲۹	خواتین صالحات سے ملاقات	۲۱۳
۴۳۰	عزرائیل استقبال کرتے ہیں	۲۱۴
۴۳۲	بحر النج	۲۱۵
۴۳۲	فرشتوں نے حضور کی اقتدار کی	۲۱۶

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۲۳۲	سورج خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے	۲۱۷
۲۳۵	حضرت ابراہیم سے ملاقات	۲۱۸
۲۳۶	مشرکین عذاب میں	۲۱۹
۲۳۷	باب الامان	۲۲۰
۲۳۸	مالک - دوزخ کا نگران	۲۲۱
۲۳۹	حضرت نوح اور حضرت ادریس سے ملاقات	۲۲۲
۲۴۰	میکائیل سے ملاقات	۲۲۳
۲۴۱	بحرہ اخضر	۲۲۴
۲۴۲	عابد فرشتے قیام میں	۲۲۵
۲۴۳	حضرت ابراہیم کی حضور اکرم کو وصیت	۲۲۶
۲۴۴	عجائبات سدرۃ المنتقی	۲۲۷
۲۴۵	حضرت جبرائیل علیہ السلام کا قیام	۲۲۸
۲۴۶	کوثر بہتی رہی	۲۲۹
۲۴۷	چشمہ سلیل	۲۳۰
۲۴۸	مقام قربت	۲۳۱
۲۴۹	دنی فترتی، (فکان قاب قوسین) (لفظ و اشارت)	۲۳۲
۲۵۰	قاب قوسین	۲۳۳
۲۵۱	قرب حضور اکرم	۲۳۴
۲۵۲	الحمیات کے لطائف و اشارات	۲۳۵
۲۵۳	آیہ کریمہ امن الرسول	۲۳۶
۲۵۴	فادحی الی عبدہ ما ادحی	۲۳۷
۲۵۵	ایجاب غار و روزہ	۲۳۸

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۵۰۷	بہشت کے عجائبات	۲۳۹
۵۰۹	بہشت کی دیواریں، (بہشت کے محلات	۲۴۰
۵۱۰	بہشت کی نہریں	۲۴۱
۵۱۱	بہشت کے باغات	۲۴۲
۵۱۳	جنت کے چشے	۲۴۳
۵۱۵	جنت کا خاص محل (سات محل)	۲۴۴
۵۱۶	محلات کی کنجیاں۔ حضرت ادریس باغِ جنان میں۔	۲۴۵
۵۱۷	طبقاتِ جہنم اور اس کے عجائبات	۲۴۶
۵۲۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا	۲۴۷
۵۲۶	مقامِ قاب قوسین سے واپسی	۲۴۸
۵۳۲	معراج سے واپسی کے بعد	۲۴۹
۵۳۷	جنوں سے ملاقات۔ حضرت ابوبکر واقعہ معراج کی تصدیق کرتے ہیں	۲۵۰
۵۴۰	حضور نے بیت المقدس کی علامات بتا دیں	۲۵۱
۵۴۲	ادواتِ نماز کا تقدر	۲۵۲
۵۴۲	فوائد معراجیہ	۲۵۳
۵۴۷	واقعہ شرح الصدر	۲۵۴
۵۴۸	انبیاء علیہم السلام کا آسمانِ قیام	۲۵۵
۵۴۹	پچاس نمازوں کی فرضیت	۲۵۶
۵۵۰	دیدارِ الہی کی کیفیت	۲۵۷
۵۵۳	مشاہدہ جمالِ الہی کے وقت سجدہ نہ کرنے میں حکمت	۲۵۸
۵۵۵	اصحابِ اربعہ آسمانوں پر	۲۵۹
۵۵۶	بہشت کی ٹھنڈی ہوائیں	۲۶۰

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار
۵۵۷	جہنم کی آواز	۲۶۱
۵۵۷	عشاق جنت میں	۲۶۲
۵۵۸	ساتویں آسمان کی خاموشی	۲۶۳
۵۵۸	ساق عرش الہی	۲۶۴
۵۵۸	عرش معلیٰ کے منبر	۲۶۵
۵۵۹	امت کے لیے مغفرت	۲۶۶
۵۶۲	مقام حبلال خداوندی	۲۶۷
۵۶۳	معصومین امت	۲۶۸
۵۶۴	خداوند تعالیٰ سے ہمکلامی	۲۶۹
۵۶۷	لطائف معراجیہ	۲۷۰
۵۷۸	معراج کے مدارج	۲۷۱
۶۰۱	بیعت عقبہ اولیٰ	۲۷۲
۶۰۲	سعد بن معاذ کا ایمان لانا	۲۷۳
۶۰۴	بیعت عقبہ ثانیہ	۲۷۴
۶۰۶	مدینہ والوں کا اعلانِ جانثاری	۲۷۵
۶۰۸	شیطان اہل مدینہ کے ایمان سے کانپ گیا	۲۷۶
۶۰۹	ہجرت کی اجازت	۲۷۷
۶۱۱	مہاجرین کے قافلے	۲۷۸
۶۱۱	حضرت عمر ہجرت کرتے ہیں	۲۷۹
	سید ابرار کے خلاف	۲۸۰
۶۱۲	اشرار کے مشورے	

رکن دوم

ولادت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

اس رکن (دوم) میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت طیبہ کا ذکر جمیل ہوگا میلادِ پاک کے ابتدائی حالات، شواہد، دلائل اور واقعات بیان کئے جائیں گے آپ کی رضاعت سے لے کر نزولِ وحی کے واقعات کی تفصیل ہوگی۔ یہ رکن سات بابوں پر مشتمل ہوگا۔ باب اول چھ فصلوں میں تقسیم کیا گیا ہے جن میں وہ بشارتیں بیان کی گئی ہیں جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی شاہدِ عادل ہیں۔

اگرچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارتوں کو احاطہ تحریر میں لانا ناممکن ہے لیکن ان بیحد حساب بشارتوں میں سے ہم چند ایک کا بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ یہ بشارتیں صحیح روایات سے ثابت ہو چکی ہیں۔ مصنفِ آدم علیہ السلام میں بہت سی ایسی بشارتیں ملتی ہیں جن کے متعلق ماہرانِ فنون تاریخ و سیر اور احادیث و اخبار کے محققین نے یوں تحقیق کی ہے کہ حضرت جلالِ احادیث جلِ ذکرہؒ نو صحائفِ آدم صلی اللہ علیہ السلام میں اس انداز سے ذکر فرمایا ہے جس میں حضور کے کمالات و اوصاف حسن و جمال کی تعریف اور نعتِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بیان کی گئی ہے۔ فرمایا کہ میں وہ خدا ہوں جو ذوالجلال والا کرام کے اوصاف سے متصف ہوں۔ ساکنانِ حرمِ مکہ اور مسجدِ حرام میرے ہی بندے اور میرے ہی عبادت گزار ہیں۔ اس گھر کے زائرین میرے مہمان ہیں۔ اس خطہٴ زمین کو اہل آسمان و اہل زمین سے زیارت کرنے والوں کو معمور کرتا ہوں۔ مشتاقانِ شوق کے سلسلے بے نیگہ کہتے ہوئے آسمانوں کے کنارے اور زمینوں کے گوشوں سے کشاں کشاں چلے آتے ہیں میرے گھر کے راستہٴ زولیدہ مو اور گرد آلود چہروں کے ساتھ برہنہ پا کفن بردوش کائناتِ ارضی کے گوشے گوشے سے جمع ہوتے رہتے ہیں۔ کبھی غنوں کی طرح یہ لوگ کوہ و بیابان میں سرگردان رہتے ہیں اور کبھی لیلیٰ کی طرح

حرم کے غلوت کدوں میں جاگزیں ہوتے رہتے ہیں یہ عاشق افکار خیزاں۔ اکھوں سے آنسو بہاتے اور اپنے مطلوب کی تلاش میں کَبِیْکَ وَحَدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ کے نعرے بلند کرتے ہوئے جمع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے نعروں کی گونج آسمانوں کی پہنائیوں کو معمور کر دیتی ہے۔ ان کی تسبیح کے آوازے زمین کی گہرائیوں سے لے کر آسمانوں کی بلندیوں کو چھوتے رہتے ہیں۔

اے آدم! جو شخص میرے اس گھر کی زیارت سے مشرف ہوگا اسے میری زیارت نصیب ہوگی اور وہ میرے ہی خواں احسان پر مہمان ہوگا اور میرے ہی کرم و احسان سے محفوظ ہوگا اور اسے میں اپنے وصال سے مشرف فرماؤں گا۔ ایک وقت آئے گا کہ تیری اولاد میں سے ایک سلیم القلب اور کریم النفس انسان آئے گا جس کا نام ابراہیم ہوگا وہ میرے گھر کی تعمیر کرے گا۔ اسے ظاہری عمارت کی شکل دے گا۔ آب زمزم کا چشمہ اسی حرم کی حدود میں ظاہر ہوگا۔ میں ابراہیم کو حرم کے تمام مناسک اور شائر سکھا دوں گا پھر دنیا کے ہر گوشے سے مٹھا اور مخصوص لوگوں کو اس سرزمین میں آباد کروں گا یہ لوگ میرے گھر کا احترام کریں گے اور اس کی عزت و توقیر میں اضافہ کرتے رہیں گے۔ سستی کہ یہ سلسلہ تیرے فرزند ارجمند تک جو تیری اولاد سے افضل ترین ہوگا پہنچے گا۔ اس کا نام نامی مُحَمَّد ہوگا۔ وہ حسن و جمال میں بدر کامل ہوگا اور اوصاف و کمال میں انسانوں کا امام اور پیشوا ہوگا۔ اس شہر کی امامت اور پیشوائی اسی پیغمبر اور عالی ہمت ہستی کو بخشی جائے گی وہ اس گھر کے احترام کو زندہ کرے گا اور قیام قیامت تک اسے میری عبادت گاہ اور زیارت گاہ بنا دیگا۔ وہ برگزیدہ پیغمبر خاتم الانبیاء ہوگا۔ رسول آخر الزمان ہوگا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت عبدالرحمن بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے یہ گفتگو سننے کے بعد کہا۔

صلوا علیہ ما ظہر البدر والہلال	صلوا علیہ ما طلع الشمس والقمر
سرفتر مودت و دیباچہ کمال	مقصود و آفرینش و مخدوم کائنات
باہج بادشاہ پندیرفتہ انتقال !	آں بادشاہ تخت بمرک کہ ملک او
نصراہ اوست سورۃ الشمس راقبال	گیسوے اوست آیت التلیل را سواد

از عین احمد ست کہ اعیان پرید شد دال است محمد بن الف و ما و میم طال
مندرجہ بالا عبارت حضرت آدم علیہ السلام کے صحیفہ کا اقتباس ہے جسے عجمی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے
دوسری وہ روایات جو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف و کمالات کے متعلق انبیاءِ کرام
کے صحائف اور آسمانی کتابوں میں عربی یا سریانی زبان میں ملتے ہیں۔ وہ زبانِ عربی میں منتقل ہو
چکے ہیں ہم حضرت نوح کے صحائف سے لے گئی عربی عبارت پیش کرتے ہیں اسی طرح
دوسری کتابوں میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف جن الفاظ میں بیان کئے گئے
ہیں ذیل میں درج کرتے ہیں۔

أَقَاذِكْرَ أَنْحَضْتَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي صَعْفِ نُوْحٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَبْدُ أَمِينِ السَّاءِ
جَزِيلِ الْعَطَاءِ دَائِمِ الْبِكَاءِ دَائِمِ الذِّكْرِ رُؤُوفِ الْقَلْبِ طَوِيلِ الْحُزْنِ عَظِيمِ الرَّجَاءِ قَلِيلِ الْمُنْ كَثِيرِ الْحَيَاءِ
كَثِيرِ الْوَفَاءِ كَاتِمِ السِّرِّ أَقَا فِي صَعْفِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَبْدُ كَانِ الْوَفَاءِ حَكِيمًا رُفُوفًا قَائِمًا فِي أَمْرِ اللَّهِ
كَرِيمًا مُصَادِقًا مُوقِنًا بِعَدْلِهِ مُسْتَمِرًّا فِي عِبَادَةِ اللَّهِ مُلْقًى بِرِضَاءِ اللَّهِ وَدُودًا وَافِيًا أَقَا فِي التَّوَرِّ
عَبْدٌ قَاطِعُ الشَّهَوَاتِ وَغَافِرُ الْغَنِيَّاتِ وَكَاتِمُ الْمَصِيبَاتِ صَوَامُ النَّهَارِ خَاشِعًا مُنِيبًا قَوَامُ اللَّيْلِ خَاضِعًا
قَرِيبًا زَاهِدًا فِي السَّرْبِ أَهْلُهُ غَرِيبًا أَقَا فِي الزُّبَيْرِ عَبْدٌ شَرِيفُ الْهَيْئَةِ حَبِيبُ الْفُقَرَاءِ لَطِيفُ الْعَطِيَّةِ
طَبِيبُ الْاَغْنِيَاءِ جَمِيلُ الْعَشْرَةِ تَقِي الْاَتْقِيَاءِ سَهْلٌ عِنْدَ الْعَاهِدَةِ عَدْلٌ عِنْدَ الْقَاسِمَةِ سَبَاقٌ عِنْدَ
الْعَامِلَةِ شَجَاعَةٌ عِنْدَ الْمُفَانِلَةِ يَعِظُ الْكَبِيرَ يَعِظُ الْوَقَارَ يَقْرُبُ الصَّغِيرَ لَشِدَّةِ انْفِعَارِهِ وَيُشْكِرُ
الْيَسِيرَ لِقِلَّةِ اهْتِدَارِهِ وَيَرْحَمُ الْاَسِيرَ بِرُؤُوفَةٍ اضْطَرَّ بِهِ يَسَامُ عَنْ غَيْرِ ضَحْكَ اِمَى غَيْرِ كَانِبٍ وَلَا
قَارِي وَمُتَوَاضِعٌ عَنْ غَيْرِ عِزٍّ مُتَوَاضِعٌ اِلَى حَزَانِ دَائِمِ الْفِكْرِ مَنْ غَيْرِ حَزْنٍ أَقَا فِي الْاَنْجِيلِ عَبْدٌ
بَاسِطُ الْكُفَّيْنِ بَطِي الْغَضَبِ بِذَلِ السَّلَامِ رَزِينُ الْعَقْلِ سَمِيحُ النَّفْسِ سَرِيعُ الْحَلِّ شَرِيفُ
الْفَخْرِ صَبِيحُ الرَّجَاءِ طَبِيبُ الْكَلَامِ طَوِيلُ الصَّمْتِ طَلَقَ الْوَجْهَ صَبِيبُ الْاَنَامِ عَظِيمُ الْخَطَرِ قَلِيلُ
الضَّحْكَ قَلِيلُ التَّعَمُّ قَلِيلُ الْمَلَامِ كَثِيرُ الْفِكْرِ كَثِيرُ التَّبَسُّمِ لَطِيفُ الطَّبْعِ مَلِيحُ الْقَوْلِ مَاسِمُ
الْخَلْقِ صَبُورُ النِّظَرِ وَرَرٌ بَعْضُهُ رَوَايَاتُ عَبْدِ لَيْسَ بِكَوْنٍ وَلَا نَجِيلٍ وَلَا حَرِيصٍ وَلَا خَوَلٍ وَلَا
خَدَاعٍ وَلَا سَبَابٍ وَلَا طَعَامٍ وَلَا طَنَانٍ وَلَا غِيَابٍ وَلَا عَجُولٍ وَلَا غِيَاظٍ وَلَا غَدَارٍ وَلَا غَشَاقٍ
وَلَا كَسُولٍ وَلَا نَصَابٍ وَلَا مَكَاوَرٍ وَلَا بَلَوَعٍ۔

تورات میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو درشت خو ہوں گے اور نہ ہی سخت دل۔ بازار میں بلند آواز سے کسی کو نہ بلائیں گے۔ بدی کا بدلہ بدی میں نہیں دیں گے بلکہ جرائم کو قلم عفو سے معاف فرما دیا کریں گے آپ کی امت بے پناہ اوصاف کی مالک ہوگی وہ اللہ کی تکبیر اور تذکیر بلند کرتے رہیں گے ان کے آزار نیم پنڈلی تک ہوں گے۔ وہ چہار اندام (یعنی ہاتھ۔ پاؤں۔ منہ اور مسح) کا وضو کریں گے۔ ان کے منادی یعنی مؤذن فضا میں اذانیں دیں گے۔ بلند عمارتوں اور میناروں پر کھڑے ہو کر خدا کی تکبیر کہیں گے۔ ان کے اوصاف جنگ اور نماز میں ایک جیسے ہوں گے وہ رات کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کرنے کھڑے ہوں گے۔ نبی آخر الزمان مکہ میں پیدا ہوں گے مدینہ میں جائیں گے آپ کی حکومت مدینہ سے لے کر شام تک وسیع ہوگی۔ معلوم ہونا چاہیے یہ میرا بندہ محمد ہوگا جس کا نام متوکل ہوگا اسے اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھاؤں گا جب تک تمام ٹیڑھے راستے اس کے دین منقسم پر نہ آجائیں گے اور باطل دین اس کے دین حق سے نیدھے نہ ہو جائیں گے۔ یہ اس طرح ہوگا کہ وہ تمام مخلوقات کو دین توحید کی طرف دعوت دے گا۔ اس کی دعوت کی برکات سے بے نور آنکھوں کو روشنی۔ بے بہرہ کانوں کو قوت سماعت اور محبوب دلوں کو بصیرت عطا کروں گا۔ لوگوں کے معاملات سے حجاب کے سارے اندھیرے اٹھ جائیں گے۔

فنی نودہ کلی یحییٰ ویدھب

بندر رسول اللہ اشرف الدنیا

غبار مر کہن تنس کحل کو اکب
بجھت ماہ شاور روان لولاک

شد آن مہ منظر انجم مواکب
بطلعت شمسہ ایوان افلاک

زبور میں یوں لکھا ہے۔ جامعہ محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت کو یوں خطاب ہوا فاضل
 الرحمتہ علی شفتیک من اجل فلک باریک اللہ علیک الی آخرہ یہ خطاب اس موضوع کی
 دلیل ہے کہ اس کی رحمت کے سمندروں کا شیریں پانی اور اس کے فضل و کرم کے ٹھنڈے چٹھے
 تیرے لب و دندان کے مہون منت ہیں۔ لے سید الانبیاء۔ لے سید اصفیاء ازل سے ابتدا تک
 تیرے یہ چٹھے اور یہ سمندر موجزن ہیں۔ یہ تیرے وہ الفاظ ہیں جو ابدان و موتیوں کی طرح تیرے لطف و
 عنایت کے ترجمان ہیں ہیں خیر و برکت کی ساری اصناف کا مالک ہوں میں ہزار ہا ہزار احوال و
 آماں تیرے تابع کر رہا ہوں چنانچہ تیغ ہمت کو نیام عزم سے باہر نکال لیں اور مردانگی کے بازو
 کی قوت سے زمانہ کے منکرین کی بدبختیوں کے سر قلم کر دے اور اپنی فصیح البیان زبان کو
 اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء سے کبھی خاموش نہ رکھیں۔ مجھے اپنی ذات کی قسم ہے کہ تیری حمد و ثناء دنیا
 بھر کے تعریف کرنے والوں کی تعریفوں پر حاوی ہوگی۔ آپ اعلیٰ کلمۃ اللہ میں کوشاں رہیں آپ
 کا بازوئے نبوت ناموس شریعت کی قوت سے مضبوط ہو گیا ہے۔ دنیا بھر کے شہنشاہوں کی
 گردنیں اور زمانے بھر کے سرکشوں کے سر آپ کے قبضہ اقتدار اور اختیار کے سامنے خم ہو جائیں گے

ظفرت بفخر لا ینال المرسل بعض علائک العرش والفرش لا قوا
 ظہور رسول اللہ اضحیٰ من الضحیٰ فتنن بہ الاعداء طرًا انغابط

اے از تو کشادہ لطف معبود بر خلق در خندان جو
 از دولت تو وجود دارد ! ہر چیز کہ گشتہ است موجود
 ہم مدح تو بود ذکر مونس ! ہم نعت تو بودہ درود و او
 بازار عباد صفات ہر نکتہ نمودہ در منفود

انجیل میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ

انجیل میں خطاب : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل میں خطاب ہوا۔ اے

بتول کے بیٹے! اور مُبَشِّرًا بِرَسُولٍ مَی بشارت دینے والے مبشر سنو! اور دل کے کانوں سے سنو! اور اس پر ایمان و یقین کے ساتھ عمل کرو! ایں تمہارا خداوند تمہیں خطاب کر رہا ہوں کہ تمہارے وجود کے درخت کو بہارِ فطرت کے ساتھ میں قدرت کی نہر کے کنارے پر ازواجِ تعلقات اور انسانی امتزاجی کے تکلفات کے بغیر ہی کائناتِ ارضی میں لگایا ہے اور تمہاری ذات کے بوستان کے پودے کو نبوت کے درجہ کمال تک پہنچایا ہے۔ میرے آستانہ عبودیت میں محکف ہو جاؤ! اور میری وحدانیت اور فردانیت کا اعتراف کرو۔ انجیل کے احکامات کو قبول کرو۔ اپنے متبعین (حواریوں) کو میری خداوندی اور الوہیت سے واقف کرو اور پھر محمدؐ عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی بشارت سناؤ۔ وہ عربی النسل ہاشمی النسب اولاد عبدالمطلب علیہ الصلوٰۃ والسلام موعودِ انبیاء ہوگا۔ مقصودِ اصفیاء ہوگا۔ اس کے اوصاف و کمالات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اونٹ کی سواری کرے گا۔ اگر اس کی کسی ایک منکوحات (ازواجِ مطہرات) ہونگی لیکن سلسلہ نسل صرف ایک ہی زوجہ سے جاری ہوگا۔ قیامت کے دن جنت الفردوس میں تمہاری ماں مریمؑ کا رفیق ہوگا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے حضور سرور کائنات کی ایک دختر نیک اختر ہوگی جو خاتونِ جنت ہوگی اور بالوں سے مجلہ کرامت ہوگی۔ اس کے صفِ عصمت اور درجِ عفت کے دو موتی پرورش پائیں گے جو گوشتوارہ سوش اور مرکزہ دائرہ فرش ہوں گے یہ دونوں زندگی بھر قواعد دین و اسلام کو جاری کریں گے۔ عاقبت الامرجعہ شہادت نوش کریں گے۔ انہیں انہی کی قوم شہید کرے گی جو دین کے معاملات میں افراط و تفریط میں مبتلا ہو جائے گی۔ اس کا قبلہ بیت الاحرام ہوگا حج کے مواقع پر احرام باندھے گا۔ حقیقت میں زمین و آسمان کا مرکز۔ جمیع مذنبین کا شفیع اور دَمًا اَسْلَفْنَاكَ الْاَمْرَ حَمْدًا لِلْعَالَمِیْنَ کے منشور کا دیباچہ ہوگا۔ وہ صاحب مقام محمود ہوگا۔ وحش کوثر کا مالک ہوگا۔ سجادہ اخلاص بقدم اختصاص بچھائے گا۔ زبان بے زبان قرآن آیات سے مزین ہوگی ذکرِ خداوندی وردِ زبان ہوگا۔ جب آنکھیں خواب آلود ہونگی۔ دل بیدار ہوگا۔ غافل نہیں ہوگا۔ مقام شفاعت پر تباہ حال گناہ گاروں کی خبر گیری کرے گا قیامت کی صبح کو۔ ارباب کرامت کی ہزاروں زبانیں نفسی نفسی کی آوازوں سے ہانپ رہی ہوں گی۔ مگر صرف اسی کو زبانِ معجز لسان امتی امتی کی صدائے شفاعت سے معمور ہوگی۔ صُورِ اسرافیل کی دہشتناک آواز اِنَّ اللہ

يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُورِ کا مقدمہ ہوگی اس دن تمام چھوٹے بڑے یَوْمَ يُؤْخَذُ بِالنَّاصِي کے ڈر کے
سمے ہوئے اسی دن دامن شفاعت میں پناہ پائیں گے ایک اور روایت میں یوں آیا ہے
کہ اس خطاب کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا۔ عیسیٰ! تم بھی نبوت
محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرو۔ ان پر ایمان لاؤ اور اپنے آپ کو ان کا امتی کہو
جو شخص بھی ان کا زمانہ پائے ان پر ایمان لائے۔ اگر میرے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ
ہوتے نہ دنیا ہوتی نہ آدم نہ بہشت نہ دوزخ کو پیدا کیا جاتا۔ یہ دنیا و عقبی کبھی ظہور
میں نہ آتے۔

تا شبے نیست صبح ہستی زاد آفتابے چو اونداز و یاد !
فیض فضل خداست دایہ او فر پڑ ہمارے سایہ او
اوست تقدیرہ خزانہ بود ہمہ عالم طفیل او مقصود
یہ تھا اوصاف کمال محمدی اور نعمت جلال و جمال احمدی کا ترجمہ جو توریت اور انجیل میں سبیل
تعظیم و تکریم آیا ہے۔ سید الابرار کے فضائل اور کمالات میں ہزاروں دوسری روایات دوسری
آسمانی کتابوں اور صحائف میں جا بجا ملتی ہیں۔ ہم اس موقع پر صرف انہیں پر اکتفا کرتے
ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ وَعَلَيْهِمُ التَّكْلَانُ وَلِنَعْمَ

عقبہ کل النبیین یترب ولا مرسل الا للاحمد یخطب
بتورۃ موسیٰ نعتہ وصفاتہ وانجیل عیسیٰ فی المدایح یطنب

توئی شاہ ایوان ختم المہمل توئی ماہ تاباں ہادی اسبیل
بہ پیش تو آدم جو خاک کے براہ ز شرم تو یوسف چو آبے بچاہ
نجات از تو بود آنکہ لوح نجی ! ز ظلمت بنور تو شد مطہی !
ز بور محبتی ست یک لمعہ یید کہ موسیٰ در آمد بگفت و شنید
میخ از کف ساختہ مرہشش کہ تا مردہ جان یافتہ از دیش
توئی شاہ داین جملہ خلیل تواند تو مقصود و اینہا طفیل تواند

وہب بن منبہ کی روایت ۱ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے آسمانی کتابوں کے مطالعہ کے دوران

پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پیغمبر صاحب کتاب کو خطاب فرمایا۔ اے پیغمبر اٹھو! اور اپنی امت کے جمع میں اعلان کرو۔ اے آسمان بگوش بوش سُن۔ اے زمین تم خاموش ہو کر سنو! کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بنی اسرائیل کا حال بیان کرے میں نے ان کو اپنی گوناگوں نعمتوں سے پرورش دی۔ اپنی مہربانیوں سے نوازا اور تمام خلایق سے بڑھ کر ان پر انعام و اکرام کئے۔ یہ لوگ بھیڑ بکریوں کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ تمام کو جمع کیا اور خطرات سے محفوظ کیا مگر انہوں نے اس نعمت کا شکریہ ادا نہ کیا بلکہ یہ آپس میں لڑتے رہے ان لوگوں پر افسوس ہے میں نے جس دن آسمان و زمین کو پیدا کیا ہر چیز کا ایک ایک وقت مقرر کر دیا۔ اگر بنی اسرائیل کو علم غیب ہے تو انہیں کہو کہ یہ بتائیں کہ حضور کی پشت کب ہوگی اور آپ کا دین و نبی کے دوسرے دینوں پر کب غالب ہوگا۔ دوسرے دین کب مٹو خ ہوں گے۔ اس کے مٹانے اور انصار کون لوگ ہوں گے سُن لو! میں اپنا اتنی رسول بھیجوں گا۔ وہ بڑے تسکین و وقار سے آگے بازاروں میں اونچی آواز میں نہیں لگائے گا۔ بیہودہ باتوں سے اجتناب کرے گا۔ نیکیوں میں سبقت کرے گا ایسے میں پسندیدہ اوصاف سے اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کروں گا۔ اس کی زبان لوگوں کے لئے تسکین دل و جان بناؤں گا۔ اس کا ضمیر تقویٰ کا معدن ہوگا۔ اس کی سیرت عدل و انصاف کا آئینہ دار ہوگی۔ اس کی ملت اسلام پر ہوگی۔ اسے دنیا بھر کی قوموں میں ممتاز مقام دوں گا۔ فقر سے غنا جہالت سے ہدایت تک پہنچاؤں گا۔ حضور کی برکت سے اُن کے متفرق دلوں کو یکجا کروں گا۔ ان کی مختلف طبیعتوں کو شیر و شکر بنا دوں گا۔ اس کی امت کو اخلاص و اطاعت کی وجہ سے بہترین امت بنا دوں گا۔ مسجدوں میں نمازیں پڑھیں گے۔ بسا اوقات تسبیح و تحمید و تہجد میں مصروف رہیں گے۔ اللہ کی رضا پر اپنے مال و دولت۔ اولاد و ثروت سے دست بردار ہوں گے۔ اللہ کی راہ میں کفار سے جہاد کریں گے۔ ان کی صفیں نماز اور جہاد میں یکساں طور پر مربوط و منصوص ہوں گی وہ ارکان نماز پوری طرح ادا کریں گے۔ جہاں کہیں جائیں گے اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور کمال کا اقرار کریں گے۔ باتوں کو نماز میں ادا کریں گے۔ دن کو اس کے

احکام کی اتباع کریں گے۔ دن کی روشنی میں میدان جنگ میں دشمنوں کے مقابلے میں شیر غزائ کی طرح آئیں گے۔ رات کے وقت اپنے اللہ کے حضور گڑ گڑا کر التجائیں کریں گے یہ مقام میرے فضل و کرم کی عطائے میں جسے چاہوں دوں گا کیونکہ میں مالک فضل عظیم اور کرم عظیم ہوں۔

فصل سوم ظہور قدسی کی بشارتیں

اس فصل میں وہ بشارتیں درج کی گئی ہیں جن کا تعلق ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام سے ہے۔ ایسی بشارتیں حد و حساب سے باہر ہیں۔ لیکن ہم صرف پندرہ بشارتوں کو بیان کریں گے۔ یہ بشارتیں معتبر کتابوں سے لی گئی ہیں ہر ایک واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمال رتبہ اور اعلیٰ درجہ کا اظہار کرتا ہے۔

واقعہ جبرائیل امین علیہ السلام ۱
تاج الذکرین اور شمار الفردیس میں یہ واقعہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی زبانی درج ہے کہ حضرت رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ یَا مُحَمَّدُ۔ جس دن اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت وجود عطا فرمایا تو مجھے اٹھارہ ہزار سال عرش مجید کے نیچے ساکن ہونے کا حکم دیا پھر مجھے پوچھا مَنْ خَلَقْتُ (جبرائیل تمہیں کس نے پیدا کیا ہے) میں نے کہا۔ اے پروردگار

مَنْ أَنْتَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُعَبَّدُ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَأَنَا الْعَبْدُ الذَّلِيلُ الْخَاضِعُ الْمُنْقَادُ لِعِبَادِكَ پھر مجھے پورے اٹھارہ ہزار سال کوئی خطاب نہ کیا گیا۔ پھر دریافت فرمایا۔ مَنْ خَلَقْتُ وَمَنْ أَنَا (جبرائیل تمہیں کس نے پیدا کیا اور میں کون ہوں؟) میں نے کہا۔ اے پروردگار انت خالق و دناقی

و محیی و ممیت و باعظی و وارثی وانا العبد الضعیف المسکین المستکین پھر اٹھارہ ہزار سال مجھے خطاب سے نہ نوازا گیا۔ پھر مجھے خطاب ہوا اور مجھے پوچھا گیا "میں کون ہوں اور تم کون ہو؟ میں نے عرض کی۔ انت اللہ الخالق الباری وانا العبد العائذ الخاضع الخاشع پھر اللہ تعالیٰ

نے فرمایا۔ جبرائیل تم نے صحیح کہا۔ میں نے جرأت کرتے ہوئے عرض کی۔ اے اللہ مجھے پیدا کرنے سے پہلے تو نے کوئی اور مخلوق بھی پیدا فرمائی ہے۔ حکم ہوا۔ سامنے دیکھو۔ میں نے

اس نور کے دائیں بائیں جنوب و شمال میں نور کے لڑگو چار ہالے دیکھے۔ یس نے دریافت کیا یا اللہ۔ یہ نور کون ہے اس کی ضیاؤں سے میری آنکھیں چندھیائی جا رہی ہیں۔ فرمایا۔ یہ نور اس شخص کا ہے جس کی خاطر میں نے تجھے پیدا کیا ہے۔ تمام فرشتوں اور دوسری مخلوقات کو صرف اسی کی برکت سے پیدا کروں گا۔ اور اس کے وجود گرامی کو ان سب پر مشرف و مکرم بنا دیا ہے عرش کرسی لوح و قلم بہشت۔ دوزخ اسی مہستی کے طفیل عالم وجود میں آئیں گے۔ حبیبی و صبی و نبی و سیرتی و خلقی مُحَمَّد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے دریافت کیا۔ یا اللہ۔ یہ چار نور کے ہالے کون ہیں۔ فرمایا۔ آپ کے دائیں طرف آپ کے وزیر ابابکر صدیق اکبر ہیں بائیں طرف آپ کے مشیر عمر بن الخطاب ہیں۔ آپ کے آگے آپ کے حبیب عثمان بن عفان اور آپ کے پیچھے آپ کے چچا زاد بھائی حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ رضی اللہ عنہم۔

نمار الفرائس میں پیچھے کی جگہ حضرت عثمان بن عفان بیان کی گئی ہے اور سامنے حضرت علی المرتضیٰ تشریف فرما ہیں۔ یس نے دریافت کیا۔ اے اللہ۔ یہ پانچ افراد کتنے برگزیدہ ہیں۔ یہ میرے دوست ہوں گے جو ان کو دوست رکھے گا میں اسے دوست رکھوں گا۔ جو ان سے دشمنی رکھے گا میں اس سے دشمنی کروں گا۔ ان کے دوستوں کا دوست اور ان کے دشمنوں کا دشمن۔ ان کے دوستوں کو بہشت میں اپنی رضاؤں گا۔ اور ان کے دشمنوں کو دوزخ کی آگ میں اپنے قہر میں مبتلا کروں گا۔ واللہ المنتقم من الضلال۔

بشارات حضرت آدم صلی اللہ علیہ السلام؛ ریاض المذکرین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی ہے کہ حضور نے فرمایا

ان آدم لما نظر الى ساق العرش راي مكتوبا عليه لا اله الا الله مُحَمَّدُ الرَّسُولُ اللهُ مَنْ اذنب ذنبا فلا مغفرة ولا تقبلة الا بالصلوة على مُحَمَّدٍ عبده وَرَسُولِهِ سب سے پہلی بار جب حضرت آدم نے عرش اعلیٰ پر نگاہ ڈالی تو لکھا پایا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُولُ اللَّهُ جو گناہ کا مرتکب ہو گا اس کا گناہ اس وقت تک معاف نہ کیا جائے گا جب تک وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھ لے) میں نے پوچھا۔ یا اللہ۔ مُحَمَّد کون ہیں۔ فرمایا یہ آپ کی اولاد میں سے ایک نامور فرزند ہیں۔ ان کے نام کا پہلا حرف میم میرے صفت

ملک سے ماخذ ہے۔ دوسرا حرف ج میرے حلم سے لیا گیا ہے دوسری میم میرے مجد و کرم سے لی گئی ہے اور دال میرے دین کی علامت ہے۔ میں اپنے ملک، حلم و مجد اور دین اسلام کی قسم کھاتا ہوں۔ آپ کی اتباع سے میرے نبی پر درود پڑھے گائیں اسے جنت میں داخل کر دیں گا۔ جب تک سید برگزیدہ اور نور و دیدہ کی اتباع نہ کی جائے گی اور اس پر درود نہ پڑھے گا بہشت میں داخل نہ ہونے دوں گا۔

نام تو ز نام اوست مشتق	اسے منظر اسم قل ہوا الحق
کز روز ازل بزرگواری	تو سایہ نور کرد گاری
بر تخت وصال اہل وحبی	چون منظر ملک و حلم و عہدی
در پردہ درآید از پناہست	ہر کس کہ قدم نہد براہست
تا حاجت عالمی برآری	بکشائے کف امیدواری

بشارت اول حضرت آدم علیہ السلام : شرح تعریف میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ سیدنا آدمؑ نے پایہ عرش پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نے

دیکھا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رتبہ ذہن و قلب میں مرتسم ہو گیا۔ بہشت میں داخل ہوئے تو مشرق و مغرب، در و دیوار، اشجار و اذان مار غرضیکہ ہر طرف اسم محمدؐ کی جلوہ فرمایاں ہیں۔ ایک دن حضرت ثبیت علیہ السلام سے اسی موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو نام محمدؐ سے آراستہ نہ ہو حتیٰ کہ عرش و کرسی لوح و قلم۔ مدارج جنان منازل رضوان کو اسم محمدؐ سے مزین پایا جو حضرت ثبیت علیہ السلام نے اپنے والد مکرم سے پوچھا۔ آیا آپ بلند مرتبت ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام خاموش رہے مگر تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا۔ بیٹا محمد رسول اللہ کی تعریف میں میری ایک بات ہی یاد رکھ لو جو مجھے اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے وَكَانَ

لَمَّا خَلَقْتَ الْاَفْلَاقَ وَلَا الدُّنْيَا وَلَا الْآخِرَةَ وَلَا السَّمَوَاتِ وَلَا الْاَرْضَ وَلَا الْعَرْشَ وَلَا الْكُرْسِيَّ وَلَا

الْوَحَّ لَا لِقَاحٍ وَلَا الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا مُحَمَّدًا خَلَقْتَ يَا اَدَمَ۔ اسے آدم یہ اجرام علویہ اور

اجسام سفلیہ تو تمہاری خاطر بنائے گئے ہیں مگر تم میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہو۔

بشارت چہارم۔ حضرت آدم علیہ السلام
سیرگازرونی میں کعب الاحبار کے حوالے سے یہ روایت بھی لکھی گئی ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام

کے وجود منور کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصباحِ نور سے ضیا بخشی گئی تو سرکارِ دو عالم کا نورِ نبوت حضرت آدم علیہ السلام کی جبینِ پُر نور سے درخشاں ہونے لگا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس نور کی بصیرت سے حیونٹی کے قدموں کی آواز سن سکتے ہیں۔ آپ نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی۔ یا اللہ۔ یہ زمزمہ کیا ہے۔ فرمایا۔ یہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسبیح کا زمزمہ ہے جو تمہارے خمیر میں ملایا گیا تھا۔ وہ تمہارا فرزند ہوگا اور تم اس کے باپ۔

اسے خوشحال آنچنان مندرزند کہ پدر را با دست استظہار

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ نور محمدی کو اپنے مقام سے اٹھا کر مغرب و غفران کے دریا کی طرح رواں کیا گیا پھر یہ نور پوری تابانیوں کے ساتھ پانچ سو سال کی مسافت طے کر کے حضرت آدم کے پاس پہنچا۔ خواب سے بیدار ہوئے تو اس نور کی شعاعوں کو دیکھنے سے آنکھیں چندھیا گئیں اور آنکھوں کا نور بے نور ہونے لگا۔ پوچھا یا اللہ۔ یہ کیا نور ہے جو ہر روشنی کو خیرہ کرتا جاتا ہے۔ حکم ہوا۔ یہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں اس کے رتبہ کو اعلیٰ علیتین سے بلند تر کر دوں گا۔ اس کی امت سے اپنے بہشت کو مہر دوں گا۔ اس کا کلام ساری دنیا سے افصح ہوگا۔ اس پر قرآن نازل کروں گا جو کبھی متروک نہ ہوگا اس کے بعد ہر پیغمبر کے لئے ایک ایک کرسی بچھا دی گئی۔ ان کرسیوں سے سب سے اونچی کرسی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے لائی گئی۔ حضرت آدم علیہ السلام کی پٹیاں سے نور کی ضیا نکلتی اور ہر نبی اپنے لئے مخصوص کرسی پر بیجاں ہوتی جاتی۔ جب سرکارِ دو عالم کی کرسی پر نور کی بارشیں ہونے لگیں تو حضرت آدم نے دیکھا کہ ستر ہزار شعاعیں اس کرسی پر نور سے ابھر رہی ہیں۔ لاکھ ملکوت ان انوار کی پمکت سے نوازے جا رہے ہیں۔ آپ کا اسم گرامی عرشِ اعظم کے پردوں پر منقش ہے۔ ہر طرف سے مشقِ طعنہ کی خوش کن خوشبو کے جھونکے آرہے ہیں۔ آسمان و زمین کی حرکتیں مسرت و شادمانی کا گہوارہ بن گئیں ہیں۔ ہر مخلوق سے یہ آواز آرہی ہے کہ یہ نور سرور و شہنشاہ ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ آدم! تمہیں صد بار مبارک ہو کہ یہ نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔

بیٹے ہوں گے۔ دربارِ خداوندی سے صدا آئی۔ یہ بندہ میرا پسندیدہ اور حبیب ہے۔ یہ دینِ حقیقت پر مبعوث ہوگا۔ شفاعتِ کبریٰ کے اختیارات کا مالک ہوگا اور میرے خاص بندوں میں سے ہوگا وہ دنیا والوں کے لئے نور ہوگا جو اس نور کی اتباع کرے گا بہشت میں جگہ پائے گا۔ آسمانوں پر اسے احمد کے نام سے پکارا جاتا ہے زمین پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ سمندروں میں حاجی کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا یا اللہ سمندروں میں آپ کا نام حاجی کیوں ہے۔ فرمایا آپ کے وجود سے کفر و شر کیل سا یہاں محو ہو جائیں گی۔ آپ کا زمانہ قیامت کے قریب تر ہوگا۔ وہ ذکر میں اول پیغمبروں ہوگا اور لعنت میں آخرین انبیاء ہوگا۔ کوئی پیغمبر آپ سے بلند تر نہ ہوگا اور کوئی امت امتِ محمدیہ سے اعلیٰ نہ ہوگی۔ میرے حبیب کی امت ہمیشہ پاک ہوگی اس کا نور آسمان و زمین کے درمیان ستاروں کے نور کی طرح درخشاں ہوگا۔

اسی طرح دوسری بار حضرت آدم علیہ السلام پر نور محمدی کو جلوہ گر کیا گیا وہ ایسا دکھائی دیا کہ اسے نورانی خلعت اور شرف و مجد کے لباس سے مزین فرما دیا گیا ہے وہ پیغام رسالت پہنچانے لگے اور اپنے ساتھیوں کو علم و حلم و رحمت و شفقت کا خوگر بناتے گئے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے آپ کی امت کے مہاجر و انصار۔ ابرار و اخیار پر اللہ کے انعامات کی بارشیں ہوتی دیکھیں حضرت ابراہیم کو دائیں ہاتھ حضرت اسماعیل کو بائیں جانب اور باقی انبیاء کو خدمت میں کھڑے پایا اول حضور کی تعظیم میں دست بستہ دیکھا تو انتہائے مسرت سے اتنے مسکرائے کہ مشرق و مغرب آپ کی ملکوت کی نورانیت سے روشن ہو گئے۔ نہایت خوشی سے عرض کی۔ یا اللہ۔ میرے لئے بس اتنا فخر ہی کافی ہے کہ آپ میری اولاد میں سے ہیں حضرت آدم نے یہ کہتے ہوئے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فتح و نصرت کے لئے دعا کی اور آپ کے وجود پاک پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے اظہارِ افتخار کیا۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت عبدالرحمن بن زید انصاری روایت

بشارتِ پنجم حضرت آدم علیہ السلام ۱ کرتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام

نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں نسلِ انسانیت کا بہترین فرد ہوں گا مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ

و سلم فضیلت میں مجھ سے بڑھ کر ہوں گے۔ فضیلت کی وجوہات میں سے ایک تو یہ ہے کہ آپ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا شیطان کے مقابلہ میں آپ کی مددگار رہیں جبکہ میری بیوی حواء شیطان کی مددگار بنی اور میری لغزش کا سبب بنی۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے شیطان (نفس) کو بھی مسلمان بنا دیا جبکہ میرا شیطان (نفس) اسی طرح کفر و عصیان پر قائم رہا۔

بشارت ششم حضرت آدم علیہ السلام : **کریہ کی تفسیر میں** **فَقَلَّطَ آدَمُ مِنْ رَحْمَةِ كَلِمَاتٍ** حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اس آیت فرماتے ہیں کہ حضرت آدم اور حواء جنت کے تخت پر جلوہ فرما تھے اور اپنی ابدی زندگی پر نازاں تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے تاکہ حضرت آدم کو جنت کے منازل اور محلات کی سیر کرائے حضرت جبرائیل آپ کا ہاتھ پکڑے ایک ایسے محل کے سامنے آئے جس کی ایک اینٹ سونے اور ایک اینٹ چاندی کی تھی۔ دروازے زرد اور اخضر کے بنے ہوئے تھے محل کے اندر تخت بچھے تھے جن پر یاقوت سُرخ سے لکھا ہوا تھا۔ ہر تخت پر ایک نورانی محراب بنی ہوئی تھی اس تخت پر ایک حسن و جمال کا پیکر جلوہ فرما تھا جس کے سر پر ایک نورانی تاج ضیا پاشیاں کر رہا تھا۔ کانوں میں موتی حلقہ گوش تھے۔ گردن میں نورانی حائل اوریاں تھی۔ حضرت آدم اس صلیح و صبیح حسن کے پیکر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو گئے اور انگشت ہنداں ہو گئے۔ حواء کے حسن و جمال کو فراموش کرتے ہوئے کہنے لگا۔ اللہ یہ کون ہے؟ فرمایا۔ یہ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کی صورت ہے جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی ہوں گی۔ سر پر یہ نورانی تاج آپ کے والد کا سایہ نور ہے۔ یہ نورانی ہار آپ کے شوہر نادر حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں۔ کانوں کے دو آئینے شہزادگان حسنین رضی اللہ عنہما ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے نظر اٹھا کر دیکھا تو یاقوت و دروازے کھلے نظر آئے۔ ہر دروازہ پر ایک ایک کتاب پڑھی ہے جس پر کلمہ نور سے لکھا ہوا ہے اَنَا الْمُحَمَّدُ وَ هَذَا مُحَمَّدٌ۔ دوسری پر اَنَا الْعَلِیُّ وَ هَذَا عَلِیُّ لکھا ہوا ہے تیسری کتاب پر اَنَا الْفَاطِمَةُ وَ هَذِهِ الْفَاطِمَةُ لکھا ہوا ہے چوتھی پر اَنَا الْحُسَيْنُ وَ هَذَا الْحُسَيْنُ لکھا دیکھا۔ پانچویں پر مَعْنٰی اَحْسَنُ وَ هَذَا الْحُسَيْنُ لکھا پایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت

آدم علیہ السلام کو کہا۔ ان اسماء گرامی اور کلمات نامی کو یاد کر لیں شاید ایک دن ان کی برکات سے آپ کے مسائل حل ہوں جب کہ ایک وقت آیا کہ تین سو سال تک ایک ابتلا میں آکر مدتوں روتے رہے جس تک نہ لائے غیب سے یہ بات نہائی حاصل ہوئی تو آپ نے کہا یا محمود و یا علی الاعلیٰ و یا علیٰ وفاطمہ و یا محسن و یا منک الاحسان اسالت بالجملة اور پھر کہا بحق محمد و علی و فاطمہ و الحسن و الحسين ان تغفر لی و تغفر لی بالقد جباب باری تعالیٰ سے آواز آئی۔ اے آدم اگر ان پانچ ناموں کی وساطت سے اپنی ساری اولاد کے گناہوں سے مغفرت چاہتے تو آج میں تمہاری یہ دعا بھی قبول کر لیتا۔ یہی وجہ ہے کہ فرمایا۔ تَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَتٍ فَتَأْتِيهِ قَتَابٌ عَلَيْهِ۔

بشارت حضرت شیدت علیہ السلام : خلاصۃ الخلق میں لکھا ہے کہ جب حضرت آدمؑ زمین پر وارد ہوئے تو خدا تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ

حضرت آدم علیہ السلام کو فرمایا کہ اپنے بیٹے حضرت شیدتؑ سے عمل لیں اور وصایا و مواثیق پر کار بند کریں کہ وہ نور کابل السرور و سید الانبیاء اور گوہر ازہر سدا لافضیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی صورت بھی نماض نہ کریں اور یہ وصایا نسل بعد نسل جاری رہیں چنانچہ جب تک حضرت شیدت علیہ السلام زندہ رہے ان کی زبان پر ورد و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاری رہا۔

بشارت حضرت نوح علیہ السلام : حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مصروف تھے تو حکم ہوا اس کشتی کے ۱۲۴۰۰۰ ایک

لاکھ چوبیس ہزار استخفے بنائے جائیں اور ان پر تمام انبیاء کرام کے اسماء گرامی تحریر کئے جائیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی مدد سے یہ اسماء گرامی ترسم کر دیئے گئے دوسرے دن جب کام شروع کیا تو دیکھا کہ تمام اسماء محو ہو چکے ہیں بڑے متعجب ہوئے۔ دوسرے دن دیکھے تو ایسا ہی واقعہ دیکھا تیسرے روز وحی آئی اور حکم ہوا کہ ان تمام اسماء انبیاء کا آغاز ہمارے نام نامی سے کرو اور ختم میرے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر کرو۔ اس طرح یہ کشتی اللہ کی پناہ میں رہی اور شیطان کے حملے ناکام ہو گئے۔ حضرت نوحؑ اس غیبی تعلیم کی روشنی میں انبیاء کرام کے اسماء گرامی کو لکھتے گئے۔ خدائے رب العالمین کے نام سے آغاز کیا جب آخرین اسم گرامی محمد رسول اللہؐ کندہ کیا گیا تو غیب سے آواز آئی یا نوحؑ

المن قد تمت سفینتک (اب تمہاری کشتی مکمل ہو گئی ہے)۔

کشتی کے تمام تختے جوڑ دیئے گئے تو آخر میں صرف چار تختوں کی بجھ باقی رہ گئی۔ حضرت جبرائیل سے مشورہ کیا کہ ان چار تختوں پر کن اسماء گرامی کو لکھا جائے۔ حضرت جبرائیل نے فرمایا۔ اے شیخ الانبیاء! سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چار دوست ہوں گے۔ ان تختوں پر ان کے نام لکھ دیئے جائیں یہ چار نام اسلام کے درختانِ ستارے ہیں۔ ان اسماء کی برکت سے آفاتِ سماوی سے محفوظ رہا جاسکتا ہے۔

پچانوچہ حضرت نوح علیہ السلام کی یہ عظیم الشان کشتی انبیاءِ کرام کے اسماء گرامی اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ناموں سے معمور ہو گئی۔ ان پاکیزہ ناموں کی برکت سے اس تاریخی طوفان میں تباہ ہونے سے بچ گئی اسی طرح اگر انسان اللہ تعالیٰ کی محبت۔ انبیاءِ عظیم السلام کی تصدیق۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع اور چار صحابہ رسول کی اُلفت سے آراستہ نہ ہوگا اور اس کے دل پر یہ اسماء نقش نہ ہونگے تو طوفانِ برزخ سے اپنے آپ کو سلامت نہیں لے جاسکے گا۔

چہ غم خویم کہ در دل غم خدا داریم	درون سینہ ہمہ مہمہ مصطفیٰ داریم
برام صدق و صفا میر و دم تا مقصود	کہ رہنمائے چو یاران مصطفیٰ داریم
بذیل رحمتش از مہر لیل نجمتہ منیق	بروز شہر ہمہ دست التجا داریم

بشارت حضرت ابراہیم علیہ السلام؛ حضرت ابوالوامہؓ باہلی نے حضور علیہ السلام کی حدیث

بیان کی ہے کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بہشت

کو خواب میں دیکھا۔ بہشت کی وسعت زمین و آسمان دونوں کی وسعت کے برابر ہے۔ آپ نے پوچھا یہ مبارک جگہ اور پر امن مقام کس کی ملکیت ہے آواز آئی۔ اُعِدَّتْ لِمُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دَائِمًا (اے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کے لئے تیار کیا گیا ہے) جنت کے باغوں کی جڑوں کی تلاش کی گئی تو وہ شہادت ان لا الہ الا اللہ بنائی گئی تھیں کوئٹھیں دیکھی گئیں تو مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللہ سے بنی تھیں پھلوں کو دیکھا گیا تو وہ مُبْتَحَنُ اللہ وَالْخُذْلُ لِللہ سے بنائے گئے تھے۔ خواب سے بیدار ہوئے تو اپنی قوم کو بلا کر سارا واقعہ بیان کیا۔ قوم نے پوچھا کہ یا غلیل اللہ ہمیں محمد رسول اللہ اور ان کی امت کا پورا پورا تعارف کرائیں تاکہ ان کی جلالت

اور قدر و منزلت کا ہمیں بھی علم ہو۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقہ شانِ مصطفیٰ بیان نہ کر سکے
 اللہ کے حضور میں سجدہ ریز ہوئے اور جلالتِ عظمتِ استقامت علیہ وآلہ وسلم کے بیان کا تذکرہ
 چاہا، حضرت جبرائیل امین آئے اور کہا: ابراہیمؑ سرائیقاؤ! غم نہ کرو حضرت جبرائیلؑ نے خواب کا سارا واقعہ
 سنایا اور قوم کے تشکیاق کا اظہار کیا۔ چونکہ مجھے: ذالمر شامل، محاسن اور فناءلِ مصطفیٰ علیہ وآلہ وسلم
 وآلہ وسلم کا حقہ معلوم نہ تھے مجھے جواب میں مائل تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا: کائناتِ مصطفیٰ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مکمل طور پر بیان کرنا تو میرے بھی اختیار سے باہر ہے ہاں۔ رتبہ و درجہ جلالت
 دریافت کرنا ہوں۔ دربارِ خداوندی میں یہ مسئلہ پیش کیا گیا تو حکم ہوا: جبرائیل! محمدؐ میرے رسولؐ میں نبی میں
 وصی میں میری مخلوق کے بہترین فرد میں میں نے اپنے بندوں کی طرف بہترین انتخاب اور اعلیٰ ترین بخت
 کیا ہے اور کائناتِ انسی و سادی سے بہتر میں۔ آپ کی امت سابق اور اواخر انبیاء کی امتوں سے بہترین
 ہے مجھے اپنے عزت و جلال کی قسم ہے اور مجھے اپنے مجد و کرم کی قسم ہے میں نے اپنے محبوب کو برگزیدہ
 خلق کیا اور اس کی امت کو آسمان و زمین کی پیدائش سے میں ہزار سال پہلے پیدا فرمایا اور میدانِ آخر
 میں ذہ نام امتوں میں سے پہلے اور عمدہ صورت میں انھیں گے جو داد و مرداد غرور و حجلین متہم ہیں
 ماحمین مرد و بن مغبوطین یغبطہم الانبیاء و امہا قیامت کے دن وہ تمام نبیوں سے
 مبرا ہوں گے تمام نوجوان ہوں گے خوبصورت ہوں گے ان کے ہاتھ پاؤں اور چہرے نوری ہوں گے
 یہ نور ان کے دھوکے خنیاؤں کی وجہ سے ہوگا۔ ان کے سروں پر تاج ہوں گے ان کی نعمتیں منتشر
 ہوں گی وہ خوش و خرم ہوں گے۔ ان کی حالت انبیاءِ معظم کی طرح ہوگی۔ تمام امتوں کے درجوں
 سے بلند کہ درجہ ہوگا۔ وہ منبرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارد گرد ہوں گے۔ ان کی پٹیاں ہوں
 پر تجل و قدر سے یہ کلمہ ثبت ہوگا: اِنَّا لِلّٰہِ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ اسے جبرائیلؑ یہ مختصر ہی تعریف ہے جو
 تم نے رسولِ مقبول اور ان کا امت کے بارے میں سنی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام واپس آئے اور حضرت
 ابراہیمؑ نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا: یا رب اجعلنی من امتِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔
 ”اے اللہ مجھے امتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بنا۔“

نبی طہ کر عالم شد طفیلش نلیل از سفر و اندازانِ خیلش
 مراد کن فلکان مقصود کو نین ! کان ابروئے بزم قباب تو سین

بشارت حضرت یوسف علیہ السلام :

حضرت یوسف علیہ السلام کو پادشہ کنعان میں بعض غیبی احوال واضح ہوئے چنانچہ درجہات جنت حور و قصور دیکھے، عرش مجید کو ملائکہ کی فوری جماعتوں کے ساتھ دیکھا۔ عرش کے ارد گرد کے ماحول و ملاحظہ کیا۔ بہت سے ملائکہ کو مشغول استغفار پایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کے تعلق کے بارے میں پوچھا تو آپ نے بتایا: حضور نبی الرحمة و شفیع الامتہ حضرت یوسف علیہ السلام نے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے اس مصیبت سے نجات چاہی اللہ تعالیٰ نے اس نام کی برکت سے کنوئیں میں ایک ایسا درخت پیدا کیا جس کی شاخیں کناروں کو چھو رہی تھیں۔ میوے لگے پکے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی جبروت قناعت کا ثمرہ بن کر نیکو بنے اور پھر حضور پر نور کی برکت سے اس چاہ قناعت سے نجات پائی اور حضرت کی دولت اور عزت و منزلت کے مقامات پر پہنچے۔

بشارت حضرت موسیٰ علیہ السلام :

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ و ماکنہ بحکائب الطوارک کا دینارہ کی انبر میں کہتے ہیں کہ جب سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو تورات کی الواح عطا ہوئیں تو آپ مسرت و سرور میں وادی طور میں کھڑے ہو کر بارگاہ الہی میں عطا کرنے لگے۔ اے اللہ! تو نے مجھے اتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے جو اس سے پہلے کسی کے حصے نہیں آئی۔ وحی آئی۔ موسیٰ! میں نے اپنے بندوں کے دلوں پر نگاہ کی تو تمہارے دل سے متواضع مجھے کوئی بھی دل نہ ملا۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے تمہیں اپنی رسالت اور کلام سے سرفراز فرمایا: فَخَذُّكَ مَا أَتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ۔ میں نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے۔ لے لو۔ اور سرگزار بن جاؤ۔ مزید فرمایا: وَهَمَّتْ عَلَى التَّوْحِيدِ وَ عَلَى حُبِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم اور توحید اور حب محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون میں جن کی محبت تیری توحید کے ساتھ وابستہ ہے اور جس کا اسم گرامی موت کے وقت بھی ضروری ہے۔ فرمایا۔ موسیٰ! محمد رسول اللہ وہ ہیں جن کا نام نامی تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے ہی عرش عظیم کے کنکروں پر بکھ دیا تھا۔ فرمایا لے موسیٰ! تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے نزدیک آتا رہوں جتنی تمہاری بات تمہاری زبان ہے۔ تمہارا

خیال دل سے تمہارا روح بدن سے تمہارا نور بصیرت آنکھ سے تمہاری سماعت کان سے تمہاری آنکھوں کی سیاسی تمہاری آنکھوں کی سفیدی سے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یا اللہ۔ میری آرزو اور میری تمنا تو یہی ہے کہ میں تیرے قریب تر رہوں۔ فرمایا۔ موسیٰ! پھر میرے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بے پناہ درود پاک پڑھا کرو۔ اور بنی اسرائیل کو پیغام پہنچا دو کہ جو بھی میرے دربار میں آئے گا۔ اور اس کے دل میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا انکار ہوگا اسے دوزخ کے شعلوں کے حوالے کر دیا جائے گا اور اسے حجابات میں چھپا دیا جائے گا وہ میرے دربار کی دولت سے محروم رہ جائے گا اور درود بنا دیا جائے گا کوئی فرشتہ اس پر رحم نہیں کرے گا کوئی نبی شفاعت نہیں کرے گا فرشتے ان کے لئے جہنم کے دروازے کھول دیں گے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یا الہی۔ مجھے بتایا جائے کہ محمد رسول اللہ کون ہیں جن کے درود کے بغیر تیرا تقرب مجھے نصیب نہیں ہو سکتا۔ فرمایا۔ اے موسیٰ! اگر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی امت کو پیدا نہ کرتا۔ تو میں جنت و دوزخ۔ آفتاب و مانتاب۔ یل و نمار۔ ملائکہ مقررین۔ انبیاء مرسلین حتیٰ کہ تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔ اگر تم بھی نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار نہیں کرو گے اور اس پر درود نہ پڑھو گے تو تمہیں بھی آتش دوزخ میں پھینک دیا جائے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے اللہ! میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی رسالت و فضیلت کی گواہی دیتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ بے پناہ درود پڑھوں گا مگر ایک سوال کرنے کی اجازت چاہتا ہوں مجھے اس سوال کا جواب ملنا چاہیئے۔ کیا میں تیرا زیادہ محبوب ہوں یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ فرمایا۔ موسیٰ! تم میرے کلیم ہو۔ محمد میرے حبیب ہیں۔ کلیم وہ ہوتا ہے جو اللہ سے محبت کرے لیکن حبیب وہ ہوتا ہے جسے میں چاہوں۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے۔ فرمایا۔ کلیم وہ ہے جو اللہ سے محبت کرے اور جو چیز اللہ کو پسند ہو اسے بجا لائے مگر حبیب وہ ہوتا ہے خدا اس سے محبت کرے اور جو وہ چاہے خدا وہ کرے۔ کلیم رات بھر قیام کرتا ہے اور دن بھر روزہ رکھتا ہے۔ متواتر پالیس روزے رکھتا ہے۔ چالیس راتیں بیدار رہتا ہے پھر باکرہ و ادی سینا پر آکر مجھ سے ہم کلام ہو سکتا ہے حبیب وہ ہوتا ہے کہ اپنے بستر استراحت پر آرام فرما رہا ہو اور خدا جبرائیل علیہ السلام کو اس کے

دروازے پر بھیجے اور اسے آنکھ جھپکتے اوپر لے آئے اور اسے وہ مقام حاصل ہو کہ میری کسی مخلوق کو نصیب نہ ہوا۔ اے موسیٰ! میں نے تم سے اس وقت کلام کیا جب تم طور سینا پر تھے۔ مگر میں نے اپنے حبیب سے اس وقت گفتگو کی جب وہ قَابِ قَوْسَيْنِ اُدُؤنی کے مقام پر تھا۔

بَاعِلَى السَّمَاءِ تَكَلَّمَ بَرَبَهُ وَجَبْرِیْلُ نَائِي وَالْحَبِیْبُ مُقَرَّبُ
بَعَثْتُ سَيِّدَنَا عَلٰی كُلِّ اُمَّةٍ وَمَا تَنَا فَيَمَّا النَّبِيُّونَ تَرْغَبُ

بشارت حضرت داؤد علیہ السلام : حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہِ الہی میں دُعا کی۔ اے اللہ! میں جب زبور کی تلاوت کرتا

ہوں تو مجھے ایک نور نظر آتا ہے۔ میرا حراب خوشی سے جھومنے لگتا ہے اور میرا قلب و جگر انتہائی راحت محسوس کرتا ہے۔ میرا حجبہ منور ہو جاتا ہے۔ اللہ! وہ نور کیا ہے؟ فرمایا: یہ نور محمدی ہے۔ میں نے اسی نور کی طفیل دنیا، آخرت، آدم، حوا، جنت اور دوزخ کو پیدا فرمایا تھا۔ حضرت داؤد نے بلند آواز سے نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیا تو پرندے جنگلی وحشی کو وہ وحشت بیا باں اور صحرا سے ایک گونج آئی کہ صدقت یا داؤد اے داؤد! آپ نے صحیح کہا۔ اسی مضمون کو کلامِ الہی سے بیان کیا۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَاكَ دَاوُدَ مِنْهَا فُضْلًا يٰ اٰجِبَالُ اَوْفِيْ مَعَهُ وَالطَّيْرُ اس دن کے بعد جب کبھی زبور کی تلاوت فرمانے لگتے تو لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بڑھ لیتے

بشارت حضرت سلیمان علیہ السلام : ایک دفعہ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لاؤ لشکر سمیت اصطر سے یمن جا رہے تھے۔ یہ لشکر

ہوا میں اڑتا جا رہا تھا کہ مدینہ پاک کی سرزمین کے نزدیک ہو کر گزرا تو فرمانے لگے۔ ان ہذا دار حجة نبی اخر الزمان طوبی لمن امن بہ و اتبعہ یہ مقام نبی آخر الزمان کا دارالہجرت ہے وہ بڑا خوش نصیب ہوگا جو آپ کی اتباع کرے اور آپ پر ایمان لائے گا۔ وادی مدینہ سے گذر کر جب آپ سرزمین مکہ میں پہنچے تو نیچے دیکھا کہ مشرکین مکہ ہزاروں بُت خانے آباد کر رہے ہیں حضرت سلیمان علیہ السلام اس مقام سے خاموشی سے آگے بڑھ گئے تو کعبۃ اللہ باکلام رب العزت

میں دیا اور عرض کی کہ اے اللہ۔ یہ تیرے پیغمبر جس کے پاس اولیاء اللہ کا ایک لشکر ہے اور تیرے نیک بندوں کا مجمع ہے۔ وادی مکہ سے گزر گئے اور قدم رنجہ نہیں فرمایا نہ نماز ادا کی نہ تسبیح و ذکر کیا حالانکہ مشرکین اپنے بتوں کو پوج رہے ہیں خداوند تعالیٰ نے فرمایا۔ اے کعبہ عظیم وہ وقت آنے والا ہے کہ تیری سرزمین کو سجدہ کرنے والوں سے بھر دیا جائے گا اور اپنا آخرین کلام قرآن مجید اسی سرزمین پر نازل کروں گا اور اپنا عظیم اور پیارا نبی اسی شہر میں مبعوث کروں گا۔ وہ نبی مجھے سب سے زیادہ عزیز ہوگا۔ میں ایک ایسی جماعت بھیجوں گا جو تعمیر کعبہ میں مصروف ہو جائے گا اور پھر لوگ کعبۃ اللہ کا طواف کریں گے اور زیارت کو آیا کریں گے حتیٰ کہ اس خطہ پاک کو پُر امن بنا دوں گا اور اس سرزمین سے بتوں کی الالش اور نجاست کو صاف کر دیا جائے گا اور شیاطین یہاں سے بھاگ جائیں گے اور مشرکین کا ناتانہ کر دیا جائے گا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام اس وادی میں تشریف لائے اور کعبۃ اللہ میں نماز و قیام فرمایا اور کعبہ کے پاس ہی پانچ ہزار اونٹ۔ پانچ ہزار گائے اور بیس ہزار دُبے قربان کئے اور اپنی قوم کے معززین کو خطاب کرتے ہوئے بتایا یہ وہ مقام ہے جہاں نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں گے۔ اللہ کی نصرت اور تائید انہیں حاصل ہوگی آپ کا حکم اور نازیانہ مخالفین پر نافذ ہوگا۔ آپ کی بیعت اور شوکت سے مخالف ایک ماہ کی راہ تک دُور رہیں گے۔ دُور و نزدیک کے لوگ اپنے بیگانے سب حکم حق پر ایمان لائیں گے کرنے والوں کے تحفے اور پیغام رسالت کی راہ میں کھرنے ہونے والی رکاوٹیں ان کے مقاصد کے سامنے نہ ٹھہریں گی۔

وہ کتنے خوش نصیب لوگ ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت موجود ہوں گے اور دولتِ ایمان سے مالا مال ہوں گے۔ حاضرین نے دریافت کیا۔ یا نبی اللہ! آپ کے اور نبی آخر الزماں کے درمیان کتنا عرصہ ہوگا۔ آپ نے بتایا تقریباً ایک ہزار سال۔ یہ بشرات دینے کے بعد آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور وادی نخل سے گزرتے ہوئے آگے بڑھے۔ (عزلس از ثعلبی)

آپ نے اپنی قوم کو بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دو ایسے سوار دکھائے ہیں۔ ایک گدھے پر سوار تھا

بشارت حضرت شعیب علیہ السلام

اور ایک اونٹ پر گدھا سوار مانتاب و آفتاب کے حُسن کا مالک تھا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے مگر مشہور سوار آفتاب و مانتاب کے حُسن کو شرماتا تھا یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔

بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام : امام ثعلبی نے عرائس میں لکھا ہے کہ ایک دن

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریں پھیل کا شکار کر رہے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہاں سے گذر ہوا۔ آپ نے پوچھا کیا کہے ہو؟ کہنے لگے پھیل کا شکار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: او۔ میرے ساتھ مل کر انسانوں کا شکار کریں۔ انہوں نے پوچھا: اے نوجوان! تمہارا کیا نام ہے اور کیا کام کرتے ہو؟ آپ نے بتایا: میں عیسیٰ ابن مریم ہوں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ انہوں نے دریافت کیا کیا آپ سے بڑھ کر کسی اور رسول کو مرتبہ ملا فرمایا۔ ہاں پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اگر میں ان کے فعلین پا میں کھڑا ہو سکوں تو میری خوش قسمتی ہے چنانچہ سارے حواری آپ پر ایمان لے آئے اور اتباع کرنے لگے۔ انہیں جہاں بھوک لگتی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مانگتے۔ آپ زمیں پر ہاتھ مارتے اور ہر ایک کے لئے دو دو روٹیاں نکال کر دیتے اور بھوک دور کرتے جب کوئی پیاسا ہوتا تو زمیں سے صاف اور ٹھنڈا پانی نکال پیتے اور پیاس بجھاتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریں ایک دوسرے سے مل کر رہتے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ پر فخر کرتے اور کہا کرتے اے ابن مریم! بھلا ہم سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے جس وقت ہم چلتے ہیں کھانا مل جاتا ہے جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے تول مل جاتا ہے ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور اتباع کرتے ہیں اس کھانے پانی اور ایمان اور اتباع کی دولت سے ہمارے دل تمام دنیاوی آلائشوں سے پاک ہو گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا تم میں سے افضل وہ ہے جو اپنے ہاتھ سے کھائے اور اس محنت کی کمائی سے کھائے اس کے بعد وہ کاشت کاری کرتے اور محنت سے روزی کم کر کھاتے۔

انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے یہ الفاظ درج ہیں: "میں اپنے رب اور تمہارے

رب کی طرف جا رہا ہوں میں فار قلیط کے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ فار قلیط جو میری

شہادت دے گا جس طرح میں اس کی حقانیت کی گواہی دے رہا ہوں۔ وہ تمہارے

نے تمام بیہوشوں کی وضاحت کر کے گا۔ فاطمہؑ سے مراد حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اس کے معنی احمد کے معنی سے بڑے قریب ہیں۔ ہر کار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں یوں ہے کہ پہلی امتیں ہمیشہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام لیواؤں کی تکذیب کرتی رہتی تھیں۔ یہودی تو ہر معاملہ میں آپ پر الزام تراشی کیا کرتے تھے حتیٰ کہ حضورؐ کو تشریف لانے تو عصمتِ یم اور دیگر واقعات کی تصدیق فرمائی اور یہودیوں کے الزامات اور بہتانوں کو رد فرمایا۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ وہ اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں اور اپنی امت کو بھی ہدایت کر دو کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لائیں۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو دوزخ و بہشت کو پیدا نہ کیا جاتا جب میں نے مشن کو پانی پر نصب کیا تو وہ کانپنے لگا اور چکر کھانے لگا میں نے لا اِلهَ اِلَّا اللہُ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اس پر کھ دیا تو اس کے برکات سے ساکن ہو گیا۔ جب عرض معلیٰ کا اضطراب کلمہ پاک کی برکات سے تسکین پا سکتا ہے تو بندہ مومن کا دل اُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ اٰمَنًا کی روشنی میں خوف و قلق خشیت و بہشت سے بھی سکون پائے گا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ اسی نکتہ کی تصدیق ہے۔

فصل چہارم منتقدینِ حکماء اور علماء اقوامِ عالم کی شہادتیں

قدیم زمانہ کے مؤرخین سیرت نگار اور تذکرہ نگار حضرات نے اپنی مشہور و معروف تصانیف سے اہل علم کی معلومات میں بے پناہ اضافہ کیا ہے انہوں نے اپنی نگارشات کے موتی بکھیرے ہیں رنگین عبارات کے دریا بہا دیئے ہیں۔ ان واقعات میں بادشاہ کشور کشادہ صاحبِ قرآن و خسر و مالی لئے بادشاہ نشان مسمیٰ بہ جمہیر بن درود و ملقب بہ ملک تبع جو زمانہ قدیم کے شہنشاہوں سے برتر سمجھا جاتا ہے۔ اور اپنی عقل و دیانت کی وجہ سے صدیوں ممتاز جہاں رہا ہے کے حالات کو بڑی

تقصید سے بیان کیا گیا ہے چنانچہ محمد اسحاق اپنے مغازی میں لکھتے ہیں کہ تبع ان پانچ بادشاہوں میں سے ایک تھا جنہوں نے کائناتِ ارضی پر اپنا قبضہ کر رکھا تھا اس کے پاس اس زمانہ میں بہت بڑا لشکر تھا جس کی تعداد ایک سو تین ہزار سوار اور ایک سو تیرہ ہزار پیادہ سپاہی پر مشتمل تھی یہ شخص رسم جہاں کشائی تدبیر جہاں بانی تعمیر ویرانی اور تحیرِ مالک کے نام اصولوں کو جانتا تھا اس کے دانشمند دربار اور معروف اراکینِ مملکت بڑے دانش مند زمانہ تھے ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی یہ پُرشکوہ لشکر ایک دفعہ مکہ مکرمہ کے نواح سے گذرا تو اہل مکہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور ان کے استقبال و خاطر و مدارات کی طرف خیال نہ کیا اہل مکہ کے اس رویہ سے بادشاہ بڑا کبھی غمگین ہوا اور ان کے متکبرانہ رویہ پر بڑا غضبناک ہوا اس نے اپنے خاص وزیر سے صلح کی میں مشورہ کیا اور اہل مکہ کے اس ناروا سلوک کی وجہ معلوم کی تو وزیر نے بتایا اسے بادشاہ سلامت آپ تو اقوامِ عالم کی خصوصیات کو اچھی طرح جانتے ہیں اہل عرب و راصل اپنی جہالت پر ہی مازاں ہیں چونکہ اس خطہ پاک کو اُنِ ملکہِ ایتنی کا خطاب حاصل ہے وہ اسی فخر و تکبر میں کسی کو حساتیر میں نہیں لاتے بادشاہ نے حکم دیا کہ کعبۃ اللہ کو برباد و مسمار کر دیا جائے اور اہل مکہ کا قتل عام کیا جائے یہ خیال اتنے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کے سر میں شدید درد مسلط کر دیا اس کے ناک کان منہ اور دانتوں سے خون بہنے بہنے لگا حکماء و اطباء کے علاج کار نہ ہوئے اور یہ شدت تیز سے تیز تر ہوتی گئی حتیٰ کہ اسی تکلیف سے موت کے کنارے جا پہنچا بادشاہ نے وزیر کو بلا کر کہا کہ میں مختلف ممالک کے چار ہزار حکماء سے علاج کرا چکا ہوں لیکن بیماری دور نہیں ہوئی بلکہ ان اطباء نے اپنے بخر کا اعتراف کر دیا ہے بادشاہ کی بے بسی دیکھتے ہوئے ایک بہت دانانے ہو نگاہ بصیرت کا مالک تھا کہا اگر بادشاہ مجھے اپنے دل کا حال بلا کم و کاست بتا دے تو میں علاج کر سکتا ہوں اور میں جو بھی سوال کروں اس کا جواب سچ دے تو اسے صحت ہو سکتی ہے بادشاہ نے دانانے کی ساری شرطیں مان کر علیحدہ کمرے میں بلایا دانانے بادشاہ سے مختلف سوالات کرتا رہا جب بات یہاں تک پہنچی کہ بادشاہ کو کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے اور اہل مکہ کے قتل عام کرنے کا ارادہ ظاہر کرنا پڑا دانانے نے فوراً کہا کہ آپ کی بیماری کی جڑ تو یہی خیال ہے اسے بادشاہ وقتاً بہ وقت بات ذہن نشین کر لیں کہ اس گھر کا مالک غیب و اسرار کا جاننے والا ہے بہتر یہ ہے کہ اس ارادے کو اپنے دل سے نکال دو

تاکہ دین و دنیا کی نعمتیں آپ کے حصہ میں آئیں۔ بادشاہ نے اپنے خیالاً بدلے۔ توبہ کی کعبۃ اللہ اور اہل مکہ کے لئے نیک ارادے کا اظہار کرنے لگا۔ ابھی وانا کرے سے باہر نہیں گیا تھا کہ بادشاہ شفا یاب ہو گیا چنانچہ بادشاہ اس واقعہ کے بعد اپنے دین سے تائب ہو کر دامن اسلام میں آگیا اور ملت ابراہیمی میں شامل ہو گیا کعبۃ اللہ کی تعظیم و اکرام کرنے لگا۔ علما، مکتہ سے زیارت کے طریقے اور حج کے مناسک معلوم کئے۔ خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اہل مکتہ کی عظمت و شان و عظمت کی چنانچہ مکہ کے تمام امیر و غریب۔ ادنیٰ و اعلیٰ اس ضیافت میں شریک ہوئے۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ ضیافت میں پانی کی جگہ شہد خالص دیا جائے۔ سارا دن یہی کام کرتا۔ مجاوران کعبہ کا خصوصی احترام کرتا۔ غلاف کعبہ ریشم نایاب سے تیار کرایا گیا مگر خواب میں دیکھا کہ یہ ریشمی غلاف کعبۃ اللہ کے نمایان شان نہیں ہو سکتا۔ کوئی اور کپڑا مہیا کیا جائے دوسرے دن خوشبودار کپڑا تیار کیا گیا لیکن پھر بھی یہی خواب دیکھی کہ یہ کپڑا نمایان شان نہیں تمیر سے روز سات پر دوں والا غلاف تیار کیا گیا جس میں بر دی پانی اور حریر استعمال ہوا تھا۔ اس خدمت کا صلہ یہ ہلا کہ قیامت تک غلاف کعبہ کے لئے اعلیٰ سے اعلیٰ پیرے کا انتخاب کیا جاتا رہے چنانچہ وقت کے بادشاہ ہمیشہ کعبۃ اللہ کے لباس کو تیار کرنا اپنا فرض خیال کرتے ہیں۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ بتوں کو کعبۃ اللہ سے ہٹا دیا جائے اور ناپاک عورتوں کا داخلہ بند کر دیا جائے اور کعبۃ اللہ کے در و دیوار کو قربانی کے خون سے آلودہ نہ کیا جائے۔ اس نے کعبۃ اللہ کا ایک بہت بڑا دروازہ بنوایا۔ اس پر مضبوط سانا لگا کر چابی مجاوران کعبہ کے حوالے کر دی۔ پھر وہاں سے مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ ان دنوں مدینہ کے شہر کو چٹا غاں کیا گیا۔ روشنیوں سے شہر کو بے نقع نور بنا دیا گیا۔ ہر طرف پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ چار ہزار حکما میں سے نہایت عقل مند حکم جس کا نام شامول تھا۔ حکم دیا کہ اس شہر کے مستقبل کے متعلق ایک نقشہ تیار کیا جائے اور مجھے بتایا جائے کہ اس کی تمیر و ترقی کے لئے کیا کرنا چاہیے حکما نے حساب لگا کر بتایا کہ ایک وقت آئے گا کہ اس شہر میں نبی آخر الزمان ہجرت کر کے قیام فرما ہوں گے شامول کی ان باتوں کے بعد بادشاہ کے حکما نے عہد کیا کہ ہم لوگ اس شہر کو بار و بقیہ بنا کر قیام کریں اور اس آخر الزمان نبی کا انتظار کریں اور عہد و موافق کئے کہ اگر ہماری موت کے بعد وہ نبی آخر الزمان تشریف لائیں تو ہماری اولاد

اس کی اتباع کرے۔ بادشاہ کو خبر ہوئی تو اس نے اپنے وزیر اعظم عیسیٰ کو لایا تاکہ ان لوگوں سے اس موضوع پر گفتگو کی جائے۔ ان علما و حکماء نے بتایا کہ ہمارا علم یہی بتاتا ہے کہ یہ مبارک موضع اور متبرک شہر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت گاہ ہوگا۔ اس نبی آخر الزماں کا اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں عصا ہوگا۔ اونٹنی پر سوار ہوگا۔ صاحبِ قرآن و فیل ہوگا۔ صاحبِ لوار اور منبر ہوگا اور لوگوں کو کہلائے گا: اَللّٰهُمَّ مُحَمَّدٌ سَأَلَ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِرِہٖاۤیَہِ پڑھائے گا مکہ میں پیدا ہوگا۔ مدینہ میں ہجرت کر کے قیام کرے گا اور یہی شہر اس کا مافن ہوگا۔ اب ہمارا فیصلہ تو یہ ہے کہ اسی شہر میں قیام کریں ہو سکتا ہے کہ ہماری اولاد میں سے کسی کو اس نبی کی زیارت نصیب ہو تو وہ دولتِ امان و اتباع سے بہرہ ور ہو سکے۔ وزیر اعظم ان کی گفتگو سن کر دل ہی دل میں کہنے لگا کہ میں بھی اسی شہر میں قیام کروں گا مگر بادشاہ کے سامنے ان حضرات کی گفتگو بیان کی تو بادشاہ نے بھی یہی نیت کر لی لیکن ظاہری طور پر اس ارادہ کا اظہار اس لئے نہ کرے تاکہ اس کے پاس ایک عظیم لشکر اور کثیر ہمارا ہی تھے۔ ہو سکتا تھا کہ ان میں مخالفت ہو جاتی البتہ اس نے یہ حکم دیا کہ ان چار ہزار حکماء کے لئے عظیمہ عظیمہ مکانات تعمیر کر دیئے جائیں اور ان مکانات میں ان حکماء کو خوب صورت کنیزیں دے دی جائیں تاکہ افزائشِ نسل کا سلسلہ جاری رہ سکے اور ہر ایک کے لئے زمینی کی تمام سہولتیں مہیا کر دی گئیں تاکہ کوئی دل برداشتہ ہو کر شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ ایک نہایت نفیس کتاب میں ایک خط تحریر کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام نامی اور اسم گرامی سے معنون تھا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

”وہابی معبود صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبد اللہ خاتم النبیین و رسول رب العالمین من تبع من حمیر بن دودع“ اَتَا بَعْدَ مَا مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاٰی اَمْنٌ بِكَ وَهَلْکَ بِكَ الَّذِیْ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَ عَلٰی دَیْنِکَ وَ سُنَّتِکَ وَ اَمْنٌ بِرَبِّکَ وَ رَبِّ کُلِّ شَیْءٍ مَا جَاءَ مِنْ رَبِّکَ مِنْ شَرَائِعِ الْاِیْمَانِ وَ الْاِسْلَامِ وَ اَنَا قَبِلْتُ ذٰلَکَ فَاِنْ اُورِکَ فَکَ فِہَا وَ نَعِمْتَ وَاِنْ لَمْ اُورِکَ فَکَ فَاَشْفَعُ لِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا تَنْفِیْ فَاِنَّیْ مِنْ اُمَّتِکَ الْاَوَّلِیْنَ وَ تَابِعْتُکَ قَبْلَ مَجِئِکَ وَ قَبْلَ اَرْسَالِ اللّٰهِ تَعَالٰی اِیَّاکَ وَ اَنَا عَلٰی مِلَّتِکَ وَ مِلَّتْ اَبِیْکَ اِبْرٰہِیْمَ خَلِیْلَ اللّٰهِ عَلَیْہِ السَّلَامُ“

اس کے بعد اس پر سونے کی مہر ثبت کر دی گئی جس میں کہ اس مہر پر یہ کلمہ منقوش تھا۔

لہذا امر من قبل ومن بعد دیوفضل یفرح المذمنون۔ خط کو شامول کے سپرد کیا اور اس کی حفاظت کرنے کی وصیت کی اور کہا کہ اگر تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری سے شرفیاب ہو جاؤ اور اس پیغمبر کی بعثت کا زمانہ تمہیں سیر آجائے تو اس مخلصانہ خط کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاص ملازمین کے سپرد کرنا وگرنہ اپنی اولاد کے سپرد کریں اور انہیں اس کی حفاظت کی تاکید کریں نسل بعد نسل اسی لہرت کرتے رہیں یہاں تک کہ اس سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمیہا اثر نگاہ رحمت کے سامنے پیش ہو ان مہات سے فارغ ہونے کے بعد بتبع شہر حبیب کے باشندوں سے رخصت ہوا اور مدینہ سے کوچ کر کے ہندوستان کے یقستان میں پہنچا وہاں اس نے داعی اجل کو لبیک کہا اور دیں سپرد خاک ہوا۔ کہتے ہیں کہ اس کے یوم وفات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم ولادت تک پورے ایک ہزار سال کا زمانہ تھا

پیش از رسیدن تو بہ پیش از ہزار سال
بتبع در آرزوے تبع بودن تو بود!

وہ انصار جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت اور مدد کی۔ تبع کے ان چار ہزار حکماء کی اولاد سے تھے جنہوں نے مدینہ میں قیام کیا اور بتبع کا وہ خط ان کے بیٹوں اور بیٹیوں سے اولاد تک منقل ہوتا رہا یہاں تک کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ جو شامول کے اکیسویں بیٹے تھے تک پہنچا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ کی لہرت متوجہ ہونے کی خبر پہنچی اس نامہ نامی اور معیفہ گرامی کو ایک معتبر شخص جس کا کنیت ابو یعلیٰ تھی کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استقبال کے لئے بھیجا۔ جب اس نے قبیلہ بنی سلیم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ابو یعلیٰ ہے اور بتبع کا خط تیرے پاس ہے وہ شخص بڑا حیران ہوا حالانکہ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچانتا نہیں تھا۔ اُس نے کہا آپ کون ہیں۔ مجھے آپ کے چہرہ پر جاؤد کا کوئی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ فرمایا۔ انا محمد بن عبد اللہ ہاتھ اکتاب۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں خط دیجئے۔ ابو یعلیٰ نے انتہائی انضباط سے خط سپردہ میں لپٹا ہوا تھا۔ نکالا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ جب آپ خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو زبان سے تین مرتبہ اس کلمہ کو فرمایا۔ مرحبا باخ الصالح۔ ابو یعلیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضری سے شرفیاب

جو چکا تو آپ نے اسے واپسی کا حکم فرمایا تاکہ اہل شرب کو نیک عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم میں منت لزوم سے آگاہ کرے۔ ابوبعلی جسے متا یہ خوش خبری سنانا ہر شخص نے اسے اپنی حیثیت کے مطابق عطیات دیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر فرحان و نازاں تھے اور زبان حال سے کہتے تھے۔

رسید آہ شہر رسید آہ شہر بیار انید الیوان را	فرو برید سا عد ہا بزلے خوب کنعاں را
بلہ یاران کہ بخت آمد گہ اختیار رخت آمد	سیلما نے بخت آمد بلے عزل شیطان را
بگو پیش مناجات بگو اسرار حاجات	سیلماں خود ہمید اند زبان جملہ مرغان را

مرشد بن کلال کا خواب -

مرشد بن کلال صاحب جاہ جلال اور عظیم المرتبت بادشاہ تھا۔ ایک رات اس نے ایک خوفناک خواب دیکھا جس کی دہشت سے اس کا آرام و راحت جاتا رہا۔ بیدار ہونے کے بعد اس کا دل و دماغ اس خواب کے نقوش سے بالکل خالی تھا یعنی اسے اپنا خواب بھول گیا اور نیاں کی وجہ سے اس کی تشویش خاطر میں مزید اضافہ ہو گیا اور انتہائی رنج سے اس نے سارا جہاں اپنی ماں کو سنایا جو فن کہانت میں یدِ طولیٰ رکھتی تھی خواب کی فراموشی کے باعث وہ بھی تعبیر سے قاصر رہی اس نے تمام کاموں کو جمع کر دیا سب نے بیک زبان کہا کہ اگر خواب یاد ہوتا تو یقیناً ہم اس کی تعبیر بتا سکتے تھے جب عروس خواب کا چہرہ پر وہ حجابات میں مستور ہے تو اس کی تعبیر دینا اور اس مشکل عقدہ کو ناخن تدبیر سے سکون بے حد دشوار امر ہے۔ کامن اعتراف بخیر کے بعد منتشر ہو گئے اور اس مسئلہ کے حل اور اس کی مابیت کی دریافت کے لئے (جو مرشد کے لئے بیحد اہمیت کا حامل تھا) اس نے اپنی تمام تر توجہ مرکوز کر دی تھی حتیٰ کہ ایک روز نہایت انقباض اور پریشانی کی حالت میں شکار کو نکل کھڑا ہوا اور گھوڑا ایک ہرن کے تعاقب میں دوڑا دیا یہاں تک کہ اپنے خدام اور لشکر دھرم سے دور جانکلا زیادہ دوڑ دھوپ قلبی اضطراب اور تہارت آفتاب کے باعث بد حال ہو گیا وہ کسی سایہ کی تلاش میں تھا تاکہ قدر سے استراحت کر سکے اسی اثنا میں ایک پہاڑ کے دامن میں جا پہنچا وہاں ایک دو گھروں پر اس کی نظر پڑی جو ایک غار کے پاس واقع

تھے۔ اس نے دیکھا کہ ایک بڑھیا اس کے استقبال کے لئے چلی آرہی ہے اس نے چند دہان
 اس سے ٹھہرنے کی درخواست کی مگر وہ اس کی درخواست سے انکار کر دیا اور اس پر وہاں نزول اجلال فرمایا اطمینان
 اور سکون سے بستر استراحت پر جا بیٹھا حتیٰ کہ منینہ نے معاملے اپنی آغوش میں لے لیا جب وہ
 خواب سے بیدار ہوا تو اس نے ایک دوشیزہ کو دیکھا جو حسن و جمال میں یکساں روزگار تھی اور
 کمال عشوہ و ناز سے اس کے سر لے کر جلوہ افروز تھی۔ موزوں شکل و شمائل اور حسن و حسرتوں کے ساتھ
 بیش بہا مختلف سنہری اور روپری زیورات سے آراستہ و پیراستہ تھی اس کے زماروں کے گرد
 ایسا ہالہ بنا ہوا تھا جس سے صباحت اور ملاحیت کی تڑاوشس ہوئی تھی۔ گویا وہ ایک ایسے آفتاب
 و زمشندہ کی مثال تھی جس کی نقاب کے اندر سے ضیا پاشیاں ہو رہی تھیں اس کے خمیدہ ابرو اس
 کی پیشانی کے فلک پر قوس قزح کی طرح دمک رہے تھے اس کے گھنگریلے بال بفتہ کی طرح اس کے
 چہرے پر چمکانے والے کناں کے حلقہ کئے ہوئے تھے اور اس کا یا قوتی دہن ہنگام بہم ہوا کے جھونکوں سے
 کھلے ہوئے انار کی طرح باضربہ نواز تھا اس کی زلفوں کی کندیں مجرد دلوں کے شکار کے لئے صیاد
 کے دام کے مشابہ تھے اس کی زیبائی میں اضافہ کرنے والے چمکدار دانت سلاک مروارید کی طرح
 اس کے دہن کے حقیق کی ڈبیریں ایسے لگتے تھے گویا فیروزہ رنگ آسمان کے برج میں پروں جگمگا
 رہے ہوں اور ناظر کے سرور و انبساط میں اضافہ کا باعث تھے۔

بمروارید دندانہائے پُر نور صدف را ب دندان داہ اندور
 ہوشگر چوں حقیق آب دادہ در گیسو چون کند تاب دادہ
 فسونگر کردہ بر خود چشم خود را زبان بستہ برابر و چشم بد را
 مختصر یہ کہ یہ خوب و دوشیزہ مژد کی خواب گاہ کے میں آئی اور اس سے سلسلہ تکلم شروع کیا اور
 اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے شاہ نامدار خدا کرے آپ تمام نفکرات اور پریشانیوں سے محفوظ
 رہیں اور اپنی تمام آرزوؤں اور مقاصد سے بہرہ ور ہوں کیا آپ کسانا تناول فرمائیں گے۔ مژدہ کو
 اس انداز گفتگو سے اپنا بھولا بسرا خواب یاد آیا لیکن اسے اندیشہ ہوا کہ مبادا کوئی دشمن میری
 اس تنہائی کے سبب مجھ پر غالب آجائے اور راج شاہی سے اس بہانے مجھے قہر و نفرت و پستی
 میں پھینک دے۔ یہ سوچ کر اس نے بے اعتنائی کا مظاہرہ کیا اور کوئی جواب نہ دیا اس دوشیزہ

نے جو عقل و دانش اور فہم و فراست سے بہرہ وافر رکھتی تھی۔ شاہ دیباہ کے خاطر خاطر کو زنگ اندیشہ سے دھو دیا۔ جب اس نے اسے ہر طرح مطمئن کر دیا تو بادشاہ کی شاہ اور تعریف شروع کر دی کہ اے شاہ ذہیر تبت ! اور اے شہنشاہ عالم آرا نام روئے زمین بابتہ فرہی ولا غری آپ کے تن نازنین پر فدا ہے اور آپ کے سراپردہ عظمت و جلال پر نظر بد نہ لگے اور نہ کوئی آپہنچ کئے اے بادشاہ سلامت ! کسی قسم کے اندیشہ کو خاطر میں نہ لائیے اور کسی طرح کی سراسیمگی کا بار آناڑ اپنے دل نازک پر نہ اٹھائیے۔ ہمیں آپ کی غمدِ مہینت سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں اور ہماری آرزوؤں کے کنگروں تک رسائی آپ کی اور غرض آپ کی مرہونِ منت ہے۔ جب مرشد کا دل ہر قسم کے دوسلوں اور اندیشوں سے خالی ہو گیا تو دسترخوان چٹا لیا جب وہ کھانے سے فارغ ہوا تو اس لڑکی نے خالص دودھ کا پیالہ پیش کیا تاکہ بادشاہ نوش جان کرے۔ بادشاہ اس حبیبہ کی شیریں بیانی فیضِ لکھلائی اور اس کے زنگ و دھنگ سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے عزمِ مصمم کر لیا کہ قانونِ الہیہ کے مطابق اسے اپنے حرمِ ناز میں بازیاب کرے گا۔ اس نے اس سے پوچھا کہ اے پاکیزہ مناد ! تیرا نام کیا ہے اس نے کہا میرا نام عقیرا ہے۔ بادشاہ نے اس سے دریافت کیا کہ تو نے جس کو بادشاہ کے نام سے یاد کیا اور گوئے دعا اس کے میدانِ شہاد میں چھینکا تو یقیناً تو اس کا نام و نسب اور اسم و لقب بھی جانتی ہوگی اس نے جواب دیا بیشک شاہ جہاں جواں بخت سلیمان تختِ فلک صدر ملکِ قدر۔

مند عرو و جلال مرکزِ دائرہ اقبال مرشد بن کلال کہ جس نے تمام عالی مرتبہ کاہنوں کو اس مشکل عقدہ کے حل کے لئے جو اس کے خاطر خاطر میں نہاں تھا جمع کیا لیکن ان سے اس مسئلہ کا حل نہ ہوا اور کسی شخص نے اس کا راز دلی آشکارا نہ کیا اور نہ ہی اس کے خدشے سے اسے نکالا شاہ نے سوال کیا۔ اے عقیرا کیا تو اس حقیقت پہاں سے باخبر ہے اور ان اسرارِ نہانی سے پردہ اٹھا سکتی اس نے کہا ہاں۔ اے بادشاہ سلامت ! آپ نے ایک خواب دیکھا ہے خواب پریشان کن ہوتا ہے اس خواب کی حقیقت اور اس کی تعبیر سے پوری طرح باخبر ہوں مرشد یہ بات سن کر کھل اٹھا۔ جس طرح نیم سحر کے چٹو جانے سے پھول کھل اٹھتا ہے انتہائی مسرت کے عالم میں اس نے کہا کہ اے عقیرا ! اس عروسِ زیبا کے رخ سے نقاب اٹھا۔ عقیرا بولی ! آپ نے یہ خواب دیکھا ہے کہ بگولوں پر بگولے اٹھ رہے ہیں اور آسمان کی طرف رواں دواں ہیں اور اس کے اندر آگ کے

شے چمک رہے ہیں اور اس سے چاروں طرف دھواں پھیل رہا ہے اس کے بعد آپ نے ایک نہر دیکھی جو چشمہ آفتاب سے زیادہ روشن اور آب وار موتی کی طرح رواں ہے۔ آفتاب غیبی کا آواز آپ کی سماعت سے ٹکرا رہا ہے کہ وہ لوگوں کو یہ پانی پینے کی دعوت دے رہے ہیں کہتے ہیں کہ جو شمس بطور عدل و انصاف شفاف پانی سے ایک چلو بھر پانی پی لے وہ سیراب ہو جائے اور جو بسبیل جور و جفا اس پانی کو نوش جام کرے وہ حرص و آرز کا شکار ہو جائے اور محرومی اور نقصان میں مبتلا ہوگا

مرشد نے تعریف کی اور کہا بیشک مجھے جو خواب نظر آیا وہ یہی تھا۔ اب تو اسکی تعبیر بتا! عقیرا نے تعبیر بتانی شروع کی کہ وہ بگولے جو اندر رہے تھے وہ لوک اور سلاطین اور وہ دھواں جو فضا میں منتشر ہو رہا تھا وہ مخالفوں کی فود ہے اور جو آگ کے شعلے چمک رہے تھے وہ دوست ہیں جو نور بکھیر رہے ہیں اور وہ جو پانی کی نہر بہہ رہی تھی اس سے مراد علم نافی پر اور شریعت شاست اور وہ ہستی پیغمبر شافع سے عبارت ہے جس نے اس نہر سے اندازہ کے مطابق پانی پیا وہ طبع حسدا اور برگزیدہ ہے اور جس نے حیوانوں کی طرح پانی پیا وہ حرص و آرز کا مظہر ہے سے جھگڑا لو گنہگار کی طرف اشارہ ہے یعنی جو صاحب عدل و انصاف ہوگا اس کو تتبع کرے گا اور وہ گمراہی اور ضلالت کی وادی کی تشنگی سے محفوظ و مامون رہے گا اور جو افراط و تفریط کا مرتکب ہوگا اس کی مخالفت کرنا جمالت و کسالت کے سمندر میں غرق ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

مرشد نے سوال کیا کہ پیغمبر صلوات اللہ علیہ کے ساتھ مبعوث ہونگے یا جنگ و جدال کیساتھ؟ اس نے جواب دیا قسم ہے اس خدا کے عز و جل کی کہ جس نے آسمان کو بلندی کے ساتھ تخلیق فرمایا اور آسمان سے زمین پر بارش نازل ہوئی کہ یہ پیغمبر برحق مخالفین حکم الہی کی غور ریزی کی رسم کو بالکل ختم کر دیں گے اور شاموں کا اوداد کو کنیز اور ظلام بنائیں گے۔

مرشد نے پوچھا اے عقیرا! یہ پیغمبر لوگوں کو کس بات کی دعوت دیں گے۔ بولی کہ نماز روزہ علمہ نبی بہت سنی۔ جوئے سے اور فال گیری احتساب اور تمام معاصی اور گناہوں سے پرہیز و احتراز کی دعوت دیں گے۔

پوچھا ان کا کس قبیلہ سے تعلق ہوگا ؟

عقیرا بولی مضر بن نزار کی نسل سے ہوں گے اور ان کی اپنے قبیلہ سے زبردست جنگیں ہوں گی یہاں تک کہ ان کا بے دریغ کشت و خون ہوگا۔

مژدہ بولا جب یہ پیغمبر اپنے خاندان کُنبہ اور قبیلہ کو تباہ و برباد کر دیں گے تو ان کی استمداد اور معاونت کون کرے گا ؟

عقیرا نے کہا اطراف و جوانب کے اشراف کہ ان کی نگاہ بصیرت کل توفیق و تحقیق سے روشن اور نور ایمان و معرفت سے منور ہوگی وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوامر کو گوشِ حق نبوش سے سنیں گے اور جس چیز کی طرف رہنمائی کریں گے بدل و جان اسے تسلیم کریں گے اور آپ کے احکام پر ”سمعنا و اطعنا“ کا نعرہ لگائیں گے اس کے احسان کی بشارت پر ہزار جان سے فدا ہونگے جب طغیان سے سوال و جواب کا خاتمہ ہو گیا اور گفتگو کی بساط لپیٹ دی گئی۔ ملک مژدہ کو عقیرا کے ساتھ اسم مناحت کا رجال دل و جان سے ابھرا اور وہ تفحیر میں غرق ہو گیا عقیرا نے فراست سے سمجھ لیا اور یوں گویا ہوئی اسے بادشاہ ذی جاہ !

میرا منگتیر ایک مرد غیور اور بے باک ہے اور اس ضمن میں اصرار نقصان اور ہلاکت کا موجب ہوگا پھر بادشاہ سلامت خاوندی کے خیال سے درگزر سے اور فوراً اگھوڑے پر سوار ہو کر اپنی لشکر و سپاہ سے جا ملے اور ایک سو اسیل اونٹ ہدیہ کے طور پر عقیرا کے پاس بھیجے اور اس داستان کو سفر روزگار پر قیامت تک کے لئے بطور یادگار چھوڑا۔

۳۔ شاہ سیف بن ذی النیرن کی بشارت

محققین فن تاریخ و ناقلانِ سخن و آثار نے اپنے الفاظ و گوہر بار کے ذریعے اس طسِ اظہارِ خیال فرمایا کہ سیف بن ذی النیرن سلاطینِ من کے خاندان سے تعلق رکھتا تھا ایک مدت تک گردشِ روزگار کے باعث ملک و بار شاہی تخت و تاج سے محروم رہا اور اپنے ملک و وطن

کو خیر باد کہہ کر دیارِ غیر میں جا پڑا اور دورِ زمانہ تھے مصائب و آلام کے در اس پر واکہ دیے اس کی حکومت سے معزولی اور جلا وطنی کا سبب یہ تھا کہ جب ملکِ مین پر ابرہہ کا قبضہ ہو گیا جیسا کہ سورہ النحلؓ میں بیان ہوا اس نے اپنے اثر و تسلط کے بعد ظلم و ستم شروع کر دیا اور عدل و انصاف کا دروازہ حاجت مندوں پر بند کر دیا اور بادشاہوں اور بے گناہوں کو اس پر پابند و سلاسل کر دیا۔ اسی زمانے میں حمیر کے بادشاہوں میں ذی النیرن عقل و شعور اور شجاعت و تہور میں تمام بادشاہوں میں ممتاز تھا۔ اس کے حریمِ نانہ میں ایک مہ لقا مٹی کے زہرہ کی مانند آسمانِ حسن پر فضل و کمال کے ترانے گاتی تھی اور آفتابِ مشرق کی طرح اوجِ دلبری پر اپنا ایوانِ شرف تعمیر کرتی تھی اور بادشاہ کا اس حرمِ محترم سے ایک فرزند ارجبند تو لہد ہوا اس کا نام سیف تھا اور ابھی اس فرزندِ دلہند کی شیرخواری کا زمانہ بھی ختم نہ ہوا تھا کہ ابرہہ کا دست ہوس اس کی ماں پر جا پڑا نتیجہ یہ نکلا کہ غیور ذی النیرن نے اس کو چھوڑ دیا اور کالِ حرمت اور غرّت سے وہاں سے چل کھڑا ہوا۔ وطنِ عزیز سے مفارقتِ اختیاری کی اور بادیہ پیمائے عرصہ جہاں ہوا۔ سب سے پہلے روم گیا اور دربارِ قیصری میں فریادی ہوا چونکہ قیصر ابرہہ کی طرح عیسائی مذہب سے تعلق رکھتا تھا گویا ابرہہ کا ہم مسلک تھا لہذا اس کی طرف اس نے توجہ نہ کی ذی النیرن روم سے محروم لوٹا اور نوشیروان کی طرف ایران کا رخ کیا اور اپنی پُر درد داستان اس کو سنائی۔ نوشیروان نے اس کے خاندان کی عظمت اور ابرہہ کی حرکتِ شنیعہ کے باعث اس سے اظہارِ ہمدردی کیا مگر چونکہ سرزمینِ ایران سے مین تک پہنچنے میں سمندرِ حامل تھا یا دہشتناک جنگل و صحرا بنا بیر، اسے اس کی امداد کی کوئی راہ سمجھائی نہ دی فی الوقت ذی النیرن کو دس ہزار درہمِ انعام کے طور پر عطا کئے۔ ذی النیرن نے یہ رقم لے کر اپنی پگڑی میں ڈال لی اور اسے تقسیم کرتا ہوا جب اپنی قیام گاہ پر پہنچا تو اس کے پاس ایک حبّہ بھی نہ بچا جب نوشیروان نے یہ بات سنی تو کہا ذی النیرن و دودمان اربابِ احسان سے تعلق رکھتا ہے اُس کے اس اقدام میں کوئی نہ کوئی ضرور اثر ہے۔ جب اس کے بارے میں اس سے استفسار کیا تو ذی النیرن نے کہا۔ معاذ اللہ ان درموں کے لٹانے سے اظہارِ تحیقہ مفسود نہیں تھا بلکہ اس سے غرض یہ تھی کہ شاہِ عالی وقار کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہم اس ملک سے

آئے ہیں کہ جس کی خاک سرتاپا زروسیم ہے ہم سونے چاندی کے لئے اس شہ والا تبار کے
 ہاں نہیں آئے بلکہ ہلکا غشایہ تھا کہ لشکر و سپاہ سے ہم کو خوش کر کے ہماری سلطنت میں
 ہمیں واپس بھیجا جاتا تاکہ ہم تیغ ابار کے زخم دشمن کو لگا کر بھڑکتی ہوئی آتش دل کو فرو کر سکیں
 اور اپنی غصہ کی آندھی سے ابرہہ کے تاج و تخت کو خاک کے برابر کر دیتے نوشیرواں نے
 اس کے عذر کو قبول کیا اور اس کی دل جوئی کی اور اصلاح کار کی طرف متوجہ ہوا لیکن قضا نے
 اس کو مہلت نہ دی اور ذی النیرن کی دلی مراد بر نہ آئی اور اس نے عالم جاودانی کی طرف کوچ
 کیا۔ ذی النیرن کا لڑکا ابرہہ کے گھر پر وان چڑھتا رہا اور اس کی ماں کے بطن سے ابرہہ کے
 دو اور لڑکے پیدا ہوئے ایک کننوم دوسرا مروق۔ سیف بچپن سے یہ سمجھتا تھا کہ میں
 ابرہہ کا لڑکا ہوں اور یہ میرے حقیقی بھائی ہیں چونکہ وہ ہر بات میں ان پر فضیلت رکھتا تھا
 لہذا وہ ان کے سامنے کبھی نہ جھکتا۔ ایک روز اثنائے گفتگو میں اس کے بھائی نے اس کی سرزنش
 کی اور کہا تو ہمارا غلام ہے تو کس منہ سے ہمارے ساتھ مقابلہ کی بات کرتا ہے۔ سیف
 اس بات پر بھڑک اٹھا تلوار اٹھالی اور ماں کے پاس آیا اور کہا سچی سچی بات بتا کہ
 میرا باپ کون ہے ورنہ میں تجھے بھی اور اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔ اس کی
 ماں رو پڑی اور کہنے لگی اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے دل کے سرور۔ تو
 شرافت و نسب میں تمام شاہزادوں سے اعلیٰ ہے اور تیرا باپ ذی النیرن تھا۔ شاہانِ مین میں
 سے، قدرتی حالات ایسے ہوئے کہ یہ بدقوم اُپلید صورت۔ بد سیرت۔ بد نهاد ہم پر غالب
 آگئی اور آزادوں کو غلام اور شاہزادوں کو اسیر کر لیا اور تتر بتر کر دیا۔ ابرہہ نے تیری ماں
 کو جبراً قہراً تیرے باپ سے چھینا اور اب تیرا باپ اسی غم میں در بدر کی ٹھوکیں کھاتا پھر
 رہا ہے سیف نے کہا تمہیں معلوم ہے کہ اس نے کس ملک کی راہ لی۔ لئے بتایا کہ میں نے
 سنا ہے کہ اس نے ایران کا رخ کیا ہے اس کے بعد اس کا کوئی پتہ نہ چلا کہ وہاں سے وہ کہاں
 گیا اور اس کا کیا بنا۔ سیف نے کہا کہ میں بھی رخصت ہوتا ہوں تاکہ ان جشیوں سے نجات
 حاصل کرے جو مجھے غلام کہتے ہیں اس کے بعد اپنی ماں کو الوداع کہا اور حسبِ مقدر
 اسلحہ سواری اور روپیہ پیسے لے کر اپنے باپ اور اس انصاف پسند بادشاہ یعنی اپنے باپ

کے خدام کے ساتھ جو باقی رہ گئے تھے روم کے سفر پر روانہ ہو گئے جب قیصر کے دربار میں پہنچا تو قیصر نے ان کی کوئی پذیرائی نہ کی۔ روم سے محروم دیالوس ہو کر پھر وہ شاہ عادل نوشیروان کے پاس آیا۔ جب اپنا حال بادشاہ سے بیان کیا تو اس نے پہچان لیا کہ یہ ذی النیرن کا بیٹا ہے اس کی عقل و فہم اور پختہ رائی کا پتہ تو اسی وقت حکم فرمایا کہ اس کو میرے پاس لایا جائے اور اس کی دل نواز باتیں سنیں تو اس کے باپ کے حق خدمت اور اس کے کمال عقلی اور شرف حسب و نسب کے باعث سیف کو نوازا اور پوری عزت و اکرام سے پیش آیا اور فی الغور سزا روپے انعام دیئے اس نے بھی باپ کی طرح سارے روپے لٹا دیئے اور باپ ہی کی طرح کا جواب دیا۔ نوشیروان کو جب اس کا پتہ چلا تو کہا اصل سے خطا نہیں ہوتی تب اسے یقین ہو گیا کہ یہ ذی النیرن ہی کا لڑکا ہے پس نوشیروان نے اراکین سلطنت سے مشورہ کیا کہ اس کا باپ ہمارے دربار میں آیا اور بے نیل مرام لڑکا اور آخر کار سفر آخرت اختیار کیا۔ اب اس کا بیٹا منظرِ اور سو گوار غم دیدہ اور ستم رسیدہ ہمارے پاس پہنچا ہے اس کے باپ کا ہم پر تعلق ہے اب بتاؤ کہ کیا کیا جائے کہ اسے اس کی سلطنت میں شاد کام بھیجیں اور اسے اور اس کے خالو اوسے کو جیشہ کے ظلم و ستم سے نجات دلائیں۔ سب نے کہا ہمارے لشکر کا ولایت جیش تک پہنچنے کا راستہ بے حد دشوار گزار ہے۔ نوشیروان نے قاضی القضاۃ کی طرف رخ کیا اور پوچھا کہ اس سلسلہ میں تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ایسے بہت سے جنگ باز اور بہادر سپاہی ہمارے پاس موجود ہیں کہ جنہیں قتل کا مستوجب قرار دیا گیا ہے اور جو شاہی حکم سے قید میں پٹے ہوئے ہیں اگر رائے عالی یوں ہو تو انہیں قید سے نکال کر اور اسلحہ جنگ دے کر انہیں شہزادے کے ساتھ بھیجا جائے اگر یہ دریا میں غرق ہو جائیں یا کسی جنگل میں ہلاک ہو جائیں تو وہ جس سزا کے مستحق تھے گویا وہ سزا ان کو مل گئی اگر ان کی سزا مشکور ہو گئی اور وہ کامیابی سے ہم کنار ہو جائیں تو یہ شہزادہ اپنے مستقر پر واپس ہو جائے گا اور یوں ان لوگوں کی یہ خدمت ان کے گناہوں اور تقصیرات کا کفارہ ہو جائے گی نوشیروان نے موبد موبدان (قاضی القضاۃ) کی رائے سے اتفاق کیا کہ ان تمام لوگوں جن کو چھانسی کا حکم ہو چکا ہے آزاد کر دیا جائے چنانچہ ان سے ایک لشکر ترتیب دیا گیا اور ان کو مسلح کر کے سیف

کے ہم رکاب یمن کی جانب بھیجا گیا ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا کہ جس کی عمر ایک سو سال سے
 متجاوز ہو چکی تھی اور آج تک سرزمینِ عجم میں اس کی کمان کوئی بھی زہ نہ کر سکا تھا اور وہ تیراٹری
 اور معرکہ پرداز ی میں ایران کے دیروں میں یگانہ تھا اور راستہ مارنے اور قافلوں کو لوٹنے کی ہر
 سے ایک مدت سے نوشیرواں کی قید میں پڑا تھا۔ اسے ابہروز کا رگڑ کے نام سے
 پکارا جاتا تھا۔ عرب اسے دہروز کہا کرتے تھے نوشیرواں نے کہا بہروز اس لشکر کا سپہ سالار
 ہو گا لیکن سیف کی سرکردگی میں الفصہ سیف مایں کے لشکر کے ساتھ ساحلِ دریائے فارس تک
 جا پہنچا۔ وہاں کشتی میں بیٹھے اور مقدر نے ساتھ دیا چنانچہ سلامتی سے دریا پار کر کے عدن میں نزل
 ہوئے جب اس بات کا چرچا عدن میں ہوا کہ نوشیرواں نے سیف کو توارا ہے اور اسے
 اپنی فوج عطا کی ہے تو یہ سنتے ہی حمیر کے شاہزادے اور یمن کے عرب قبائل اس کی طرف دوڑے
 اور اس کی والیسی اور ملاقات سے بہت خوش ہوئے ابراہم کے مرنے کے بعد یمن کی سلطنت
 اس کے بیٹے مکتوم کے ہاتھ لگی اور اس کی وفات کے بعد اس کے بھائی مروق کو حکمرانی
 نصیب ہوئی جب اس نے فوج کی آمد کی خبر سنی تو اس سے بہت متاثر ہوا اور بہروز کے
 پاس ایک قاصد بھیجا اور اسے پیغام دیا کہ یہ لڑکا یعنی سیف آپ کو اور نوشیرواں کو دھوکہ
 دے کر مقابلہ پر اُتر آیا ہے مجھے شرم آتی ہے کہ میں آپ سے مقابلہ کروں۔ اب اگر آپ واپس
 چلے جائیں تو زادوراء (یعنی اخراجات جنگ و سفر) حاضر ہیں اگر اس ملک میں آپ قیام کرنا
 چاہیں تو ہر طرح کے اسباب عیش و طرب آپ کے لئے حاصل ہوں گے جب قاصد نے بہروز
 کو یہ پیغام دیا تو اس نے ایک مہینہ کی مہلت طلب کی۔ مروق نے اس کی درخواست قبول کر لی
 اور اس ایک ماہ میں کئی ہجری سیف سے اُٹے اور میعاد مقررہ کے بعد بات جنگ پر اٹھ ہی
 مروق نے اپنے بیٹے کو دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ سیف سے جنگ کرنے کے لئے بھیجا بہروز
 نے بھی اپنے بیٹے کو ان کی نبرد آزمائی کے لئے مقرر کیا۔ اٹھارہ ہزار سپاہ باہم مقابل
 ہوئی۔ عجمیوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ مروق نے راہِ فرار اختیار کی۔ مروق کا بیٹا اس جنگ
 میں مارا گیا بہروز کا لڑکا ان کا تقاب کر نے لگا وہ بھی اتفاق سے کسی دشمن کے ہاتھوں
 قتل ہو گیا مروق نے اپنے بیٹے کے غم میں دوسرے روز تمام اہلِ حبشہ کو اکٹھا کیا۔ بہروز کی

جنگ کے لئے ایک لاکھ آزمودہ کار آدمی تیار ہو گئے۔ بہروز پانچ ہزار چھتری تیر اندازوں اور آٹھ سو عجیوں کو لئے کتہ مروق کے مقابلہ کے لئے نکلا اس نے ایک کپڑا منگوایا اور اپنے ابروؤں پر باندھ لیا اس طرح کہ اس سے اس کے ابروئے چشم چھپ گئے۔ جب دونوں کے لشکر ایک دوسرے کے سامنے صف آرا ہوئے اور چھری بادشاہ جو سیف کی حمایت میں آئے تھے انہیں بہروز نے اطراف لشکر میں متعین کیا تاکہ وہ حبشہ کے لشکر کو مشغول رکھیں اس کے بعد بہروز نے اپنی کمان کا چیلہ چڑھایا اور مروق جو حبشہ کا بادشاہ تھا قلب لشکر میں بہروز کے ساتھ مقابلہ میں ڈٹ گیا۔ اس کے سر پہ تاج تھا اس تاج پر ہاتھ کی سمت آفتاب کی مانند چمکدار یا قوت آدیناں تھے جس سے نگاہ خیرہ ہوتی تھی۔ بہروز کی کبر سنی کی وجہ سے بصارت کمزور تھی اور اسے دشمنوں کی صفیں جیسا کہ چاہئے تھا نظر نہ آتی تھیں پوچھا کہ حبشہ کا بادشاہ کس سواری پر فرکشی ہے اسے بتایا گیا کہ وہ ہاتھی پر سوار ہے اس نے کہا کہ اس لڑائی کا کوئی لطف نہیں کہ ہاتھی ایک عظیم المرتبت سواری ہے اس پر مروق ہاتھی سے اتر آیا اور گھوڑے پر سوار ہو گیا بہروز نے کہا کہ اب بھی وہ بات نہیں کہ گھوڑا سر و شرف کی سواری ہے حتیٰ کہ مروق خچر پر سوار ہو گیا اب اس نے کہا کہ وقت آگیا ہے کہ روئے زمین کو اس ناپاک خبیث حبشی سے پاک کر دیا جائے خچر گدھے کی اولاد ہے اور گدھا ولت اور بد بختی کا مرکب ہے اور جو شخص گھوڑے سے خچر پر آ بیٹھے وہ سریرہ آرائے سلطنت نہیں ہو سکتا (یادہ حکومت کے لائق نہیں) اس نے حکم دیا کہ کمان کا رخ مروق کی طرف کر دیا جائے۔ بہروز نے کہا کہ جب تیر اپنے مقام پر پہنچے اگر سپاہ حبشہ اپنی جگہ سے حرکت میں آجائیں اور لڑائی سے دست بردار ہو کہ پراگندہ حال اور جان سے بیزار بادشاہ کے ارد گرد جمع ہونے لگیں تو سمجھو کہ تیر نشانہ پر جا بیٹھا ورنہ بصورت دیگر فوراً دوسرا تیر میرے حوالے کیا جائے جب بہروز نے تیر جو فتح مندی کا پیغام ہے اچھوڑا اس کا تیر ایسا صبح نشانہ پر لگا کہ اس یا قوت کو جو مروق کے ہاتھ پر لٹک رہا تھا وہ ٹکڑے کرتا ہوا اس کے بھیجے سے پار ہو گیا۔

عنان اجل از کسین کمان در آمد بہروز از جولان کمان
ز شمش چنان زو قدر بر نشان کہ احنت گفتش قضا ز آسمان

معا مرقہ چھر سے گر پڑا اور حبشہ کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ اچانک ایرانی حمیرلوں اور حبشیوں میں ایک شور برپا ہو گیا۔ حبشی راہ فرار اختیار کر گئے اور ایرانیوں نے حبشیوں کے لشکر کا تعاقب کرنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ساری روئے زمین کو ان سیاہ فاموں کے خون سے لالہ زار بنا دیا اس کے بعد فتح و نصرت کے شادیانے بجاتے سیف ذوالنیرین مظفر و منصور مین کے قصر عمان میں (کہ اس زرنشاں سداق نیلگوں یعنی آسمان) کے نیچے اس عمارت کی نظیر نہیں تھی۔ سیف بمسال استحکام تخت نشین ہو گیا۔ ہروز نے مابین میں نوشیرواں کے ہاتھ فتح کی خوشخبری بھیجی۔ نوشیرواں نے ہروز کو لکھا کہ مین کی سلطنت ذی النیرین کے حوالے کر کے ایران کی فوج کے ساتھ وطن لوٹ آئے ہروز نے تعمیل حکم کرتے ہوئے کئی قیمتی مشورے سیف کو دیئے اور نوشیرواں کی خدمت میں روانہ ہوا۔ مین کی مکمل حکومت سیف کے زیرِ نگین آگئی اطراف و اکناف کے تمام اکابر رؤسا اور شرفاء تہنیت کے لئے سیف ذوالنیرین شاہ مین کے پاس آنے لگے حتیٰ کہ تمام قریش کے سردار مبارکباد دیتے ہوئے نہایت فرح و انبساط کے ساتھ دوڑے دوڑے ایوان عالی کے آستان کی زمین بوسی کے لئے اکٹھے ہو گئے اور بادشاہ حکومت پناہ کی ملازمت سے سرفراز ہونے لگے اور رؤساء قریش میں سے عبدالمطلب بن ہاشم و وہب بن عبدمناف و زہیر بن امیہ عبدالمطلب و طلحہ بن خویلد عبد اللہ بن جدعان اور ان کے علاوہ اور لوگ بھی ان سر بلندوں میں مجمع میں جو سینہ ادب پر ہاتھ باندھے کہنے سے چلے آئے۔ عبدالمطلب نے تحائف اور ہدیے پیش کر کے اس دل پسند بادشاہ کو اس انداز سے تبریک دی کہ اس کے رنقاہ کی تالش بھی اس میں شامل تھی چنانچہ ساری انجمن سے غلغلہ تعریف اوج علیین تک جا پہنچا اس طرح اس کے شرف حسب و نسب کا بادشاہ کو پتہ چلا۔ اس نے کہا اہلاً و سہلاً عبدالمطلب تو قومیرا خواہزادہ ہے اور ہمارے تلمط اور مہربانی کا مستحق ہے کیونکہ بادشاہ کی ماں بھی قبیلہ بنی نجار کے شرفاء میں سے تھی بادشاہ نے ان کی تشریف آوری پر بطور اظہارِ مسرت۔ اشرف قریش کی ضیافت کی اور اعلیٰ و ارفع ماکولات و مشروبات سے ان کی تواضع کی حتیٰ کہ ایک مہینہ تک ان کو دار الحانے کی اجازت نہ ملی۔

سیف حضرت عبدالمطلب کو حضورؐ مدت مذکور کے اختتام پر سیف ذی النینر کی بعثت کی بشارت دیتے ہیں :-۔ نے ایک روز عبدالمطلب کو اپنی خلوت خاص میں بابائی کاشرف عطا کیا اپنے مخفی خزانوں کے اسرار میں سے ایک راز پنہاں سے پردہ اٹھایا کہنے لگا کہ ایک عرصہ ہوا غیبی امور میں سے ایک اہم بات اور امر مشیت جس کے وقوع میں ذرہ برابر شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہمارے آئینہ ضمیر میں منعکس ہوا ہے لیکن اس کے اظہار سے میں اندیشہ ناک ہوں کہ کہیں اغیار اس سرخفی سے آگاہ نہ ہو جائیں اس لئے آشکارا طور پر میں اس کی تفصیل بیان نہیں کر سکتا تھا چونکہ آپ کے محرم ہیں اور ان الزار کے مطلع ہیں لہذا آپ سے میں یہ راز بیان کرتا ہوں۔

سرے کے مراتب است باغیر تو چھی گوئم تو دانی و من و انم اظہار نمینوا ہم اور یہ ایک ایسا راز ہے کہ جس سے اہل بصیرت اور ارباب راز ہی باخبر ہو سکتے ہیں مجھے امید ہے کہ آشناؤں اور بیگانوں کے سامنے اس راز بستہ سے آپ بھی پردہ نہ اٹھائیں گے اور اس عروس با پردہ پر نامحرموں کو راہ نہیں دیں گے جب تک کہ اس کے ظہور کا وقت نہ آئے۔ ویسے ضرورت کے موقع پر دلہن کا پردہ بھی نامناسب ہے لے سرورِ قریش! اور لے سرور و انبساط کے منبع آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسرار خفی و راز ہائے پنہانی میں سے ایک راز عنقریب پردہ ظہور پر رونما ہوگا جو نہ صرف زندوں کے لئے بلکہ مردوں کے واسطے بھی فخر و مباہات کا موجب ہے اور اہل ارض کے ساکنوں کے لئے بھی قوت اور قدرت میں اضافہ کا سبب ہوگا۔ مکہ شریف کے باشندوں کے لئے عام طور پر اور آپ کے لئے خاص طور پر عبدالمطلب کو اس مرتبہ راز آشکارا ہونا جو اس کی سر بلندی کا ذریعہ ہوگا نہایت مستحسن نظر آیا عبدالمطلب نے کہا کہ اے سلطان رفیع الشان رعایا برلایا کا نوازا۔ آپ کی ذات والا صفات پر منہ صر ہے لہذا ازراہ کرم اس مستور حقیقت کا اجمالی طور پر تذکرہ فرمائیں اور ارباب رحمت پر کرم کے دروازے وافرمائیں ع۔

بدان کرم کہ تو داری امید واری ہمت

بادشاہ نے فرمایا کہ لے جدر حرم اور لے سرور محترم! مکہ مکرم کے حرم کی چار دیواری میں ایک

ایک بزرگ مہمان خانہ عدم سے اپنا قدیم کرم بارگاہِ شہود میں رکھیں گے اور عرصہ جہاں کو اپنے وجود باوجود سے منور فرمائیں گے۔ ان کی دیگر علامتوں میں ایک علامت یہ ہوگی کہ اُن کے دلوں کندھوں کے درمیان حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کی طرح ایک خوب صورت تل ہوگا جو جن و انس کے لئے امن و امان کا ضامن ہوگا اس کے نور کے طور کی وجہ سے ظلمت اور تاریکی کا خاتمہ ہو جائیگا اس سعید شخصیت کی وجہ سے آپ اور آپ کے بعد آنے والوں پر فخر و مباهات سے آسمانوں کے قبة کے لنگرہ سے جامِ کمرائے گا اور قیامت تک نسلاً بعد نسل آپ کے اور آپ کی اولاد کے خاندان دیگر مخلوقات کے مقابل بزرگی و برتری قائم اور باقی رہے گی۔ عبد اللہ نے کہا میری بزرگی اور مقام بلند کا کیا کہنا ہے کہ آپ کی محفل گرامی سے بہترین خلعت و اکرام اور عزت و احترام کا اعزاز بیکر لوٹ رہا ہوں وگرنہ مجلس عالی کا رعب و اب اور سکھ و اُغا اور متواتر رہتا تو اس حقیقت کا اس سے پہلے اس طرح اعلان ہوتا کہ لوگوں کے لئے اس میں شکوک و شبہات کی قطعاً گنجائش نہ ہوتی۔ بادشاہ نے کہا کہ اے دو دمان عرب کے بادشاہ اور اے آسمان ادب کے چاند اب وقت آگیا ہے کہ وہ سعادت مآب فرزندِ آدمؑ کی طرح برگزیدہ شیت کی سی نسبت رکھنے والا اور یس کی سی پاکدامنی کا حامل نور کا سادامی دین النبی ملت ابراہیمی کا عبا پوشش۔ اسماعیل کی مانند راہِ خدا میں اپنے آپ کو پیش کرنے والا۔ یعقوب کا سامجت والا۔ یوسف کا سا خوب صورت۔ موسیٰ کی مانند اللہ سے کلام کرنے والا۔ داؤد کی سی طاقت لبانی اور سلیمان کی سی حشمت اور لقمان کی سی حکمت اور سکندر کی سی شجاعت۔ یحییٰ کی سی عصمت عیسیٰ کی سی طہارت کا حامل رفیع الشان مستند نام صلوات اللہ علیہ و علیہم اجمعین عالم ظہور میں قدم رنجہ فرمائے گا اور وہ یتیم و غریب ہوگا اور ان کے دادا اور چچا انکی کفالت فرمائیں گے اس وقت تک کہ اللہ تعالیٰ ان کی بعثت کو آشکارا فرمائے گا اور مسند نبوت پر بیٹھائے گا اور خلعت رسالت پہنائے گا اور اس کے باوصف کہ وہ کھنا پڑھنا نہ جانتے ہوں گے۔ سابقہ صحائف پر منوخی کا قلم پھیر دیں گے اور اس نبی مبارک کے قدم کی وجہ سے اولیاء اللہ کی ولایت کے جاہ و جلال کا جھنڈا سر بلند اور اعداء سب ناچیز ہو جائیں گے اور مہتوں اور بُت پرستوں کا بازار سرد ہو جائیگا وہ اللہ کی عبادت کریں گے امر بالمعروف کریں گے

اور منکرات سے منع فرمائیں گے اور اس سے خود بھی اجتناب کریں گے شیطان کے جہاں جہاں
 ہونے کا وہم و گمان ہے وہاں وہاں اس کے خلوت خالوں میں شبہ کاری کے لئے سنگ باری
 کریں گے اور باوجود اس کے کہ محبوبی میں ہوں گے عبادت الہی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ
 فرمائیں گے۔ عبدالمطلب نے کہا آپ کی شاہانہ نوازشات سے امید ہے کہ اس حقیقت کی
 اپنے گوہر بار لفظوں میں صراحت اور تشریح فرمائیں گے۔ سیف بن ذی النیرن نے کہا خداوند کعبہ
 اور رب العزت کی قسم ہے کہ ہمارے یہاں یہ بات پایہ یقین کو پہنچ گئی ہے کہ ان کے حقیقی دادا
 آپ ہوں گے اور جو کچھ میں آپ سے کہہ رہا ہوں حق اور عین صداقت تصور فرمائیں کہ میں نے
 کتب آسمانی میں اسی طرح مطالعہ کیا ہے۔ عبدالمطلب فوراً سجدہ شکر بجالائے ملک ذی النیرن
 نے کہا سراٹھائیے کہ ان اسرار سے کہ جن کا کچھ حصہ آپ پر ظاہر اور روشن ہو گیا اسے مخفی رکھیں
 عبدالمطلب نے سر سجدہ سے اٹھایا اور پایہ تخت شہر یار سے علم تقریر بلند کیا کہ ملازمان شاہی پر
 یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ میرے ایک لڑکا تمھان کا نام (حضرت) عبداللہ تھا جو جمال صورت
 اور کمال سیرت سے متصف تھا وہ میرے تمام بچوں میں سے مجھے زیادہ محبوب تھا اس نذر کی بنا
 پر جو میں نے مانی تھی قرعہ ذبح اس کے نام نکلا اس کا فدیہ سو اونٹ قرار پایا اس کی شان کے
 اہتمام میں آمنہ بنت وہب بن عبد مناف کو جو زیور عفت و جمال سے آراستہ تھی اس کے ساتھ
 رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ آمنہ کے دوران حمل پیر دل بند قرۃ العین عبداللہ بن عفوان جوانی
 میں بساط زندگی کو پیٹ کر سخت حیات سے سخت مہمت پر منتقل ہوئے یعنی لڑی ملک بقاء ہوئے
 اور مجھے غم جدائی اور آتش اشتیاق میں جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔

ایں چہ سوزست کہ آتش بدل آفرخت مرا کہ چوں زد شعلہ بیکبار فرو سوخت مرا

دل کہ در عشق بتے داد بے تقسیم نکتہ از ورق صبر نیا موخت مرا

اس حسرتناک واقعہ کے بعد آمنہ کے فرزند تو لد ہوا اور وہ علامات جو حضور شہر یار نے بیان
 فرمائے ان کی ذات میں موجود ہیں۔ ان کے خصائل حمیدہ اور کردار ستودہ کی بنا پر میں نے ان کا
 (حضرت) محمد نام رکھا ہے اور ابھی کہ ایام طفلی کا دور ہے بزرگی کے الوار اور فضیلت
 کے آثار ان کی ناصبیہ اقبال سے ظاہر ہیں جیسا کہ اہل شعور اور دانائے حضرات اس کا مشاہدہ کرتے

میں اور اسی بنا پر بیش از بیش ان کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں اور اسی محبت کی وجہ سے جو مجھے اس بچہ سے ہے میں ان کو ان کے باپ عبد اللہ کا قائم مقام سمجھتا ہوں بلکہ عبد اللہ کو زندہ تصور کرتا ہوں۔ ۷۰

زندہ است کہے کہ درویش مماند خلفی بیادگار شش
عبد المطلب کے اس واقعہ کے گوش گزار کرنے کے بعد بادشاہ نے اس وصیت میں بڑے مبالغہ سے کام لیا کہ عبد المطلب اس صورت حال کو خاص و عام سے خصوصاً حاسد یہودیوں سے پوشیدہ رکھا اور اپنی قوم میں سے بھی کسی کو اس سلسلہ میں اپنا محرم راز نہ بنانا یقین کرو کہ جب اس کی سرداری کا خطبہ منبر سعادت پر پڑھا جائے گا قریش اس کی مخالفت اور جھگڑے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے اور اسے درمیان سے ہٹانا اس کے درپے ہوں گے اور اسے اس کے کارنیک سے منع کرنے کی کوشش کریں گے حتیٰ کہ وہ مجبور ہو کے مکہ سے مدینہ کو ہجرت کر جائیں گے اور ان کا دین اس سرزمین میں غلبہ حاصل کرے گا اسے کاشش! میں اس وقت زندگی کے رہوار پر سوار ہو کر مناصبت پر استوار ہوتا تو اپنے مسلح عساکر ان کے استحکام کے لئے مدینہ بھیجتا اور اس کے دین درست اور طریق مستقیم کی نصرت و حمایت میں کما حقہ جد و جہد کرتا لیکن میرا یہ غالب خیال ہے کہ اس شرف سے سعادت اندوز ہونا پر وہ غیب میں مستور ہے اور ان نقوش کی تحریر میرے صفحہ حیات سے بہت پہلے ہے۔ ۷۱

یارب چہ آرزوست کہ روزے ہزار بار در کام عاشقان نشکست ست روزگار
گر صد ہزار وعدہ دہد مژ ترا سپہر زانہایکے وفانکند با تو روزگار
روایت ہے کہ حضور انور کی مخالفت کی وصیت تمام ہونے کے بعد عبد المطلب اور ان کے ساتھ قریش کے ان دس رؤسا کو جو شاہ مظفر اور سپاہ شکر کامران کی مبارک باد دینے آئے تھے شاہانہ انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا یعنی ان میں سے ہر ایک کو دس غلام دس کنیزیں دو یعنی چادریں پانچ رطل سونا دس رطل چاندی ایک رطل مشک آدھ سیر عنبر اور ایک سواونٹ عطا فرمائے اور عبد المطلب کو ان سب کے برابر انعام سے نوازا اور انہیں ان کے وطن محبوب اور مکین معروف واجب الاحترام مکہ بحرہ جانے کی اجازت دی اس شرط پر کہ ہر سال آئیں اور

تجدید ملاقات کریں اور کما حقہ اسباب محبت و نایات کے درو فرمائیں لیکن آرزوں کے بر آنے سے پہلے قضاے الہی سے اسی سال یہ نیک خصائل اور حامل کردار حمیدہ سیف بن ذی النیرین شکار کا متمنا میں دام اجل کا شکار ہو گیا اور اسے دوبارہ عبدالمطلب کی ملاقات نصیب نہیں ہوئی لیکن اس کی دل پسند باتیں عبدالمطلب کی خواب تعبیر کے لئے تقویت بخش ثابت ہوئیں جو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے قبل دیکھا تھا چوتھا واقعہ عبدالمطلب کا خواب تھا جو مطالب اور مقاصد کے حصول کا ذریعہ تھا اور یہ واقعہ حالات عبدالمطلب کی فصل میں گزرا۔

ربیعہ بن النضر کا خواب اور اس کی تعبیر

محمد اسحاق اور ان کے علاوہ دوسرے علماء تواریخ نے نقل کیا ہے جب حمیروں کا دور حکومت ختم ہوا اور ربیعہ بن النضر تخت حکومت پر فائز ہوا اور یمن کی سلطنت پر اس کو کامل دسترس حاصل ہو گئی تو اس نے ایک رات ایک خواب دیکھا کہ اس سے زیادہ عجیب خواب اس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس بولناک خواب سے وہ سخت ہراساں ہوا اور اس سے دہشت زدہ ہو کر وہ جاگ پڑا اور اتفاقاً اس خواب کو بھول گیا لیکن اس کا خوف و ہراس اس کے دل میں باقی رہ گیا یعنی کہتے ہیں کہ اس نے قصداً اس خواب کو پوشیدہ رکھا تاکہ کاہنوں کی مہارت کا امتحان ہو سکے اور اس کا دل اس کی تعبیر سے تسلی پائے۔ اس نے حکم دیا کہ اطراف و اکناف سے ساحلوں منبجوں اور کامیوں کو بلایا جائے جب سب جمع ہو گئے تو کہا کہ میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے اور وہ یاد نہیں رہا۔ اگر تم میں سے کوئی میرے خواب کی تعبیر بیان کرے تو بلند مراتب اور اعلیٰ العالیات سے مخصوص کیا جائے گا۔ سمجھوں نے کہا کہ اگر خواب آئینہ دل پر ظاہر ہوتا تو لازماً ہم فوراً اس کی تعبیر دیتے لیکن خواب کی فراموشی کی وجہ سے اس کی تعبیر ہم سے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔ ربیعہ غضبناک ہو گیا اور کہا کہ میں نے تم لوگوں کی تربیت ایسے ہی مشکل مسائل کے حل کے لئے کی ہے اگر یہ واقعہ اسی طرح مبہم رہا تو تمہیں عبرتناک سزا دی جائے گی۔ انہوں نے کہا

کہ اس قسم کی پیچیدگی کو صرف دو کاہنوں کی رائے سے سلجھایا جاسکتا ہے جو کہ اس قسم کے معاملوں کے حل کے لئے زیور کمال سے آراستہ ہیں اور فنِ کہانت میں یگانہ روزگار ہیں۔ علم نجوم اور اہل غیبی کی خبریں دینے میں منفرد ہیں ایک کا نام اس میں سے سیطیح ہے اور دوسرے کا شق ہے بادشاہ نے قاصد بھیج کر ان دونوں کو بلایا کہ فوراً اس کے حضور میں حاضر ہوں پہلے سیطیح کو تنہا بلایا اور کہا میں نے ایک خوفناک خواب دیکھا ہے اور پھر اسے بھول گیا ہوں مجھے وہ خواب اور اس کی تعبیر بتا! سیطیح نے بڑے مقفی انداز میں جیسا کہ عرب کے کاہنوں کی عادت ہوتی ہے پہلے اس کا خواب اسے بتایا کہ آپ نے خواب میں یہ دیکھا ہے کہ ایک جلی ہوئی سیاہ شے تاریکی سے نکل کر سرزمینِ یمن میں داخل ہوئی ہے اور جو بھی کاٹہ سر نظر آیا اسے جلا کر خاکستر کر دیا اس نے کہا ٹھیک ہے میرا خواب یہی ہے اب اس کی تعبیر بیان کر۔ سیطیح نے کہا کہ مجھے سوگند ہے مدینہ سے یمن تک جو دو سنگستان (پتھریلی سرزمین یا پتھریلے پہاڑ) ہیں اور ان میں جو متحرک اور ڈسنے والی مخلوق ہے ان کو پیدا کرنے والے کی کہتماری اس سرزمین میں حبشہ کے لوگ آئیں گے اور یمن کی کھوت پر قبضہ کر لیں گے اس نے کہا اے سیطیح یہ ہمارے لئے بہت تشویشناک بات ہے اور اس واقعہ سے ہمارا دل سخت مضطرب ہوا۔ تو یہ بتا کہ کیا یہ حادثہ ہمارے عہد میں وقوع پذیر ہوگا یا ہمارے بعد؟ سیطیح نے کہا کہ اس کا وقوع آپ کے زمانہ میں نہیں ہوگا بلکہ آپ کے ستر سال بعد اس کی شروعات ہوں گی یعنی اس فتنہ کے ابتدائی آثار کا ظہور ہوگا۔ بادشاہ نے کہا حبشی مین پہ غلبہ پالیں گے تو کیا سلطنتِ یمن پر ان کا قبضہ دائمی ہوگا؟ کاہن نے کہا نہیں تھوڑے ہی عرصہ میں وہ نیست نابود اور نگوں سر ہو جائیں گے اور ان کا ملیا میٹ ہونا اور ان کی شکست و ریخت کا سہرا ذوالنیرین کی اولاد کے سر ہوگا وہ ایک بادشاہ ہوگا خوش کام اور نجیب کہ ان کے بعد دولت اور مراد کے ساتھ تختِ عدل و داد پر فائز ہوگا اور اس کا ظہور ملکِ عجم کے بادشاہ نوشیروان کے تعاون سے ہوگا۔ ذوالنیرین کا بیٹا ملکِ یمن سے شاہِ عجم کے پاس جا کر استمداد کی درخواست کرے گا اور وہاں سے ایران کے پہلوانوں کو کہ جن کے نیزے پر دینِ شکن اور ان کی تیریں جو ز اگداز ہونگی لے آئے گا اور حبشیوں کو کو قتل اور گدھوں کا لقمہ بنا دے گا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ اے سیطیح یہ بادشاہ ذوالنیرین کی نسل اور حمیر کے خاندان سے تعلق رکھتا ہے یہ سلطنت

اس کی نسل میں دوٹا رہے گی۔ کہا نہیں اس کے ہاتھ سے بھی یہ سلطنت نکل جائے گی۔ پوچھا کہ ان تمام شروود و تن اور انقلابات روزگار کے بعد یہ ملک کس کے قبضہ اقتدار میں منتقل ہوگا اور حکومت کس کے ہاتھ جائے گی کہانی ذکی و تائبہ الوحی من العلیٰ اس پیغمبر کے ہاتھ لگے گی جو پائی اور پارسیائی میں سرتاج نسل آدم اور فخر عرب و عجم ہوں گے اور وہ اپنی فضیلت و شرف میں شامی یعنی عراقی اور حجر اسود کی ترکیب کا خلاصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں گے۔ کردگار آفتاب و اسحاق اور عامل زمین و زمان اور خالق مکیں و مملکت کی ان پر وحی نازل ہوگی۔ پوچھا کہ یہ پیغمبر کس نسل سے ہوں گے کہا کہ قریش کے غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی نسل سے ہوں گے اور یہ ملک قیامت تک ان کی نسل میں رہے گا۔ ربیعہ چونکہ اس ملت موحدہ سے ناواقف الراقبتہ کے آنے سے بے خبر تھا لہذا اسے حیرت بلالے حیرت کا سامنا ہوا۔ اس نے اس نور کی وضاحت چاہی کہ کیا زمانہ کی کوئی انتہا بھی ہوگی اس نے کہا ہاں لے شاہ کا مگر اس کا ایک دن خاتمہ بھی ہوگا اور ان شب و روز کے سرانجام کا بھی ایک روز آئے گا ایقار دن جس دن آدم علیہ السلام کی اگلی پھلی اولاد کو اکٹھا کیا جائے گا اور خطبہ لمن الملك اليوم لله الواحد القہل اٹھارہ ہزار جہانوں پر پڑھا جائے گا اور چاند اور سورج کو دنیا سے ناپید کر دیا جائے گا اور ان نیلگوں قبوں کے اجسام کے خول کو بے نیازی کے تیشہ سے منہدم کر دیا جائے گا۔ اور یہ ہمیں تناسے جو میخوں کی حدود کو حاکم پر گزے ہوئے ہیں ان کو ایک ایک کر کے اکھیر دیا جائے گا اور بڑے بڑے کو ہان رکھنے والے سختی اونٹوں یعنی پہاڑوں کو زمین کی بساط پر شطرنج کے ناٹھی کی طرح گھمایا اور پھرایا جائے گا اور جو آج شاہ شطرنج کی مانند عرصہ گیتی میں عدل و ناستی کی راہ پر گامزن ہوا۔ اسے مرگ حقیقی کی مات سے بچا کر جنت کے آئندہ دروازوں میں سے جس دروازے سے وہ جانا چاہے گا جنت الفردوس میں لے جا کر بٹھا دیا جائے گا اور جو فرزند کی طرح اس جہان بے بنیاد میں کچ زقار ہوگا اس کے لئے آگے بڑھے ہوئے پیادے اس کے رُخ زندہ پر سُرخ گھوڑے دوڑا دیں گے۔

ربیعہ نے کہا اے سبط! تو مجھے سرا سید کہنے کے لئے یہ باتیں کہہ رہا ہے یا حقیقت میں ایسا ہوگا۔ سبط نے قسم اٹھائی یہ والشفق والفسق والفلق انما انبأ تک بالحق یعنی نبی کی سُرخ

اور رات کی سیاہی اور دن کی سپیدی کی قسم کی جو کچھ میں نے آپ سے کہا وہ حق و صداقت پر مبنی ہے اور البتہ اس کا وقوع ہوگا جب بادشاہ سیط کے "مناظرہ و مباحثہ" سے فارغ ہوا تو شق بن صعب بجلی کو کہ وہ بھی ایک زبردست کاہن تھا خلوت میں طلب کیا اور اس سے بھی تعبیر لوچی اس نے بھی لفظ بلفظ سیط کی طرح تفصیل سے تعبیر بیان کی اس نے بھی بہتر اولاد آدم علیہ السلام اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خاتمہ کلام کیا۔ چونکہ ربیعہ نے ان دونوں بابائے فن نجوم کو لفظاً اور معناً ایک دوسرے سے متفق پایا اور اسے شق بجلی نے قیامت کے ہولناک واقعات سے پہلے ہی آگاہ کر رکھا تھا اور ظلم و تشدد کی قیامت میں جو سزا ملے گی اور عدل و احسان کے ثواب و جزا کا اس سے تذکرہ کر دیا تھا اور بہشت اور دوزخ کی اس کو ڈراؤ اور بشارت دے چکا تھا لہذا ربیعہ یہ تساری باتیں سن کر بنے حد گھبرایا اور زرارہ زار رونے لگا اس کے بعد اس نے بُت پرستی ترک کر دی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آیا اور رعایا برابرا کے ساتھ ظلم و تعدی سے باز آیا اور شفقت اور انصاف کا ہاتھ رعایا کے سر پر رکھا اور اسے یقین ہو گیا کہ حبشی مین میں ضرور آئیں گے لہذا ان کی شامت سے بدترین واقعات ظہور میں آئیں گے تو اس نے مصلحت اس بات میں سمجھی کہ اپنے گھر والوں کو کسی دوسرے ملک میں منتقل کر دے چنانچہ دریائے فرات کے کنارے اپنے اہل و عیال کو منتقل کر دیا اور شاپور کے زیر سایہ سرزمین جبرہ میں اقامت اختیار کر لی اور وہاں اس کی اولاد بادشاہت کے درجہ تک پہنچی اُن میں سے ایک نعمان بن منذر تھا کہ جس کا باپ بہرام گور کا مرتب تھا اس کے مرنے کے بعد بہرام نے اس کے لڑکے منذر کی خدمت بڑی مستعدی سے سرانجام دی حتیٰ کہ بہرام صاحب تخت و تاج ہو گیا۔

بشارت سیط اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک جماعت مکمل طور پر حقائق سے آگاہی حاصل کرنے کے لئے سیط کو ایک روز مکہ لے

کی آمد

آئی اور قبیلہ قریش میں سے ایک شخص تھے عقیل بن عباس جو اس کی زیارت کے لئے گئے اور اس کے ہاں جاتے ہوئے ایک سنہری تلوار اور رومی نیزہ سیط کے لئے بطور تحفہ لیتے

گئے اور سیطح کا امتحان لینے کے لئے ہدیہ کو مخفی رکھا سیطح نے جیسے ہی عقیل کو دیکھا تو فوراً ان کا ہاتھ پکڑا اور کہا دانائے اسرار! نہاں اہل یافا عہد کرنے والوں اور کعبہ کی قسم کہ آپ وہ شخص ہیں کہ ایک ہندی تلوار اور رومی نیزہ لے آئے ہیں انہوں نے اس کی تصدیق کی اور اس کی فہم و فراست کے کمال کا اعتراف کیا پھر اس نے ان سے پوچھا کہ آپ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں کہا کہ میں بنی جمیع کے قبیلہ کا ایک فرد ہوں اس پر سیطح نے رسم جاہلیت کے مطابق قسم کھائی اور کہا کہ آپ قبیلہ جمیع سے نہیں بلکہ قبیلہ قصی بن کلاب سے نسبت رکھتے ہیں انہوں نے اس کی بھی تصدیق کی اور کہا کہ اے سیطح تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ایک عرصہ دراز سے تیری دانش و ذہانت اور علم کمانت کی مہارت کی ہم نے شہرت سن رکھی تھی اور ہمیں آرزو تھی کہ تیری خدمت میں حاضر ہوں اور تجھ سے مستقبل کے بارے نفع و نقصان پر مشتمل سوالات کریں استفسارات کریں چنانچہ تجھ سے درخواست ہے کہ ہمارے زمانے میں اور ہمارے بعد جو واقعات رونما ہوں گے انہیں بیان کر اور حکومتوں کے انقلاب اور اقوام و ملل کے تغیر و تبدیلی کے بارے میں پیشین گوئی کر۔ سیطح نے کہا کہ میں وہی کچھ بیان کروں گا جو خدا نے تعالیٰ نے میرے دل میں افشا فرمایا ہے آپ کو جاننا چاہیے کہ آپ کی فتنال سرکش جانوروں کی سی ہے کہ آپ میں کسی قسم کا فاعل قانون نہیں اب وقت آگیا ہے کہ آپ کا کام تمام ہو اور آپ افسانہ بن جائیں۔ آج آپ اپنی اہل عرب اور اہل عجم بالکل ایک جیسے ہیں۔ فقدان بصیرت اور ضلالت و گمراہی میں آپ مبتلا ہیں۔ آپ میں علم ہے نہ شعور لیکن آپ کی آنے والی نسلیں ایسی ہوں گی کہ جو علم و حکمت سے آراستہ ہوں گی اور فہم و ذکا سے پیراستہ ہوں گے توڑ پھینکیں گی حتیٰ کہ طلبِ شہیت میں شہرِ روم تک جا پہنچیں گی اس سے پوچھا گیا کہ اے سیطح اچھی طرح سوچ سمجھ کہ بتا بلکہ تحقیق کے ساتھ بتا۔ اس نے سوگند اٹھائی کہ آپ کی نسل میں ایک ایسی قوم پیدا ہوگی جو بت شکن ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی قائل ہوگی یعنی موحد ہوگی اس سے سوال کیا گیا کہ قریش کے بہت سے قبیلے ہیں اس جماعت کا سردار کس قبیلہ سے ہوگا اس نے کہا بخدا اس کا سردار بنی عبد مناف میں سے ہوگا کہماؤرا وضاحت کرنا کہ وہ کس شہر سے اٹھے گا اس نے قسم کھا کر کہا کہ وہ پیغمبر شہر مکہ سے اٹھے گا اور بت پرستوں کے مسلک کا خاتمہ کر دے گا اور دین حق کو اقطارِ عالم میں پھیلا

دے گا اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے گا (یعنی وہ اس دنیا سے فانی سے رحلت فرما جائیں گے) اس کے وصال کے بعد صدیق رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوں گے اور حضرت صدیق کے بعد ایک باشکوہ اور پرہیزگار و جلال شخص ان کی جگہ لے گا اور ان کے بعد ایک بہت باخلاق اور جہاں دیدہ انسان مندر نشین خلافت ہوں گے لیکن (باغیوں کا) ایک گروہ ان کو قتل (شہید) کر دے گا اور ان کا سالار کارواں ایک ایسا آدمی ہوگا جو پرہیزگار و دانا اور پارسا ہوگا اس کے زمانے میں بڑی جنگیں اور خون ریزی ہوگی اور وہ اس لئے کہ ایک بہت اور جنگ جو شخص اس پر خروج کرے گا جب اس کا عہد حکومت ختم ہو جائے گا یہ حکومت عتبات کے خاندان میں آجائے گی اور وہ ایک عرصہ دراز تک اس پر فرمانروائی کریں گے اسی طرح مزید چند قرون کے حالات اس نے بیان کئے چنانچہ حاضرین کو اس کی علم و آگہی میں کوئی شک و شبہ نہ رہا کہ وہ علم نجوم میں یگانہ روزگار اور منفرد حیثیت رکھتا ہے۔

کتب تاریخ میں مرقوم ہے کہ سیطخ بنی زب کے قبیلہ کا کاہن تھا اللہ ملک سبا کا باشندہ تھا اس کی بیٹ عجیب تھی اور وہ یوں کہ اس میں بڑیاں جوڑ اور بند نہیں تھیں اس کے ہتھ کی بڑیاں اور انگلیاں تھیں لیکن وہ کھڑے ہونے پر قادر نہیں تھا مگر اس وقت جب وہ غضناک ہوتا اس وقت وہ کھڑا ہوتا اور بیٹھنا جب لوگ چاہتے کہ وہ اپنی کمانت کا مظاہرہ کرے اور نیبی حالات بیان کرے تو اسے خوب ہلاتے جلاتے جس طرح چھپا چھ کی شک کو بلایا جاتا ہے اس وقت اس کی سانس رک جاتی اور وہ غیبی امور کی خبر دینے لگ جاتا اس کے الفاظ فیض و بلیغ ہوتے جب لوگ چاہتے کہ اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائیں تو اسے فولڈ کر لیتے جس طرح کپڑوں کو تہ کر لیتے ہیں اور صندوق میں رکھ کر اپنے ساتھ لے جاتے کہتے ہیں کہ اس کا چہرہ اس کے سینہ پر تھا یعنی اس کا سر تھا نہ گردن۔ اس کا سال ولادت میل الحرم تھا حسن و کرم کے زمانہ ولادت تک اس نے عمر بانی چنانچہ کچھ حال اس کا انشاء اللہ بیان کیا جا رہا اس سیلاب سے جو میل الحرم کے نام سے مشہور ہے وہ زیوار جو بلقیس نے ملک سبا میں نمبر کی تھی شکستہ ہو گئی اور اس کی وجہ سے تمام ملک اہل سبا میں تباہی مچ گئی اور ان کے گھر اور ان کی قیام گاہیں ان کے کھران نعمت کی دہر سے منہدم ہو گئے یوں سیطخ وہاں سے

نکل کر شہر عام میں ایک موضع مآرب میں اقامت پذیر ہو گیا اور وہاں وودت باسعادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک زندہ رہا۔ وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیطس سے پوچھا گیا کہ تو نے علم کھانت کہاں سے سیکھا تو وہ بتایا کرتا تھا کہ ایک عزت منوی علیہ السلام کے اللہ سے کلام کے ہنگام کو طور پر چوہی سے غیب کی باتوں پر آگاہ ہو گئی اس نے مجھے ان راز ہائے سر بستہ سے باخبر کیا اور میں وہ واقعات لوگوں سے بیان کر دیا کرتا ہوں۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ بخت نصر نے

بخت نصر کا بھول بھولا اور اس کی تعبیر : بنی اسرائیل میں بڑی خرابی کے بعد کہ بہت سوں کو قتل قید اور جلا وطن کیا۔ اس نے ایک دہشتناک خواب دیکھا اور اسے بھول گیا اس نے جادو گروں اور کابھنوں کو طلب کیا اور اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ انہوں نے کہا۔ خواب کی تعبیر اس کے بیان کرنے کے بعد ہی ہو سکتی چونکہ خواب اسے بھول چکا تھا اور خوف اور رعب کے اثرات ہی باقی رہ گئے تھے خواب کی تحقیق اور تعبیر کا خوابش مند تھا۔ اس نے کابھنوں سے کہا۔ میں نے تمہاری تربیت اسی قسم کی منہم کے لئے کی ہے اب تمہیں تین روز کی مہلت ہے اگر تم نے میرے خواب کی تعبیر بیان کر دی تو فہما دگر نہ تم تمام کو قتل کر دوں گا یہ خبر لوگوں میں مشہور ہو گئی۔ انہی دنوں دانیال علیہ السلام اس کی قید میں مقید تھے۔ داروغہ جیل سے کہا کیا تم میرا تذکرہ بادشاہ کے پاس کر سکتے ہو کیونکہ میں اس کا خواب بھی جانتا ہوں اور اس کی تعبیر سے واقف ہوں۔ داروغہ جیل نے یہ بات بخت نصر کو بتائی۔ اس نے دانیال علیہ السلام کو بلایا۔ جب وہ اس کے پاس آئے تو اسے سجدہ نہ کیا جیسا کہ سجدہ کرنے کی قوم کو عادت تھی۔ بخت نصر نے غلوت میں ان سے پوچھا کہ آپ نے مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا انہوں نے کہا۔ میرا خدا ہے جس نے مجھے خواب کی تعبیر اس شرط پر سکھائی ہے کہ اس کے علاوہ کسی کو سجدہ نہ کر دوں اس خوف سے کہ یہ علم مجھ سے ضائع نہ ہو جائے اور تمہارے خواب سے عہدہ برانہ ہو سکوں اور میرا خون بہا دیا جائے میں نے سجدہ نہیں کیا۔ مجھے علم تھا کہ میرا سجدہ نہ کرنا آپ کے لئے اس رنج و اندوہ سے آسان ہوگا جس میں آپ مبتلا ہیں اور سجدہ کا نہ کرنا آپ کے لئے بھی

اختیار کیا ہے۔ بخت نصر نے کہا۔ میرے نزدیک کوئی شخص بھی آپ سے زیادہ قابل اعتماد نہیں کیونکہ آپ نے اپنے خدا کے عہد کو پورا کیا اور میرے نزدیک بہترین شخص وہ ہے جو اپنے خدا تعالیٰ کے عہد کو پورا کرے پھر پوچھا کہ آپ میرے خواب اور اس کی تعبیر کو جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے ایک بڑا بت دیکھا ہے جس کا اوپر کا حصہ سونے کا درمیانی حصہ چاندی اور سرین تانبے کے۔ پنڈلیاں لوہے اور اس کے قدم مٹی کے تھے۔ اسی اثنا میں کہ آپ اسے دیکھ رہے تھے اور آپ کی نظریں وہ بہت خوب صورت اور مرغوب دکھائی دیتا تھا کہ اچانک آسمان سے پتھر گرا اور اس بت کے سر پر لگا اور اسے ایسا پیس دیا گویا کہ وہ آتا ہے۔ سونا۔ چاندی۔ تانبا۔ لوہا اور مٹی آپس میں ایسے مل گئے تھے کہ اگر تمام جن و انسان بھی اکٹھے ہو جائیں تو انہیں جدا نہیں کر سکتے تھے اور اس کے اجزاء اس طرح متفرق ہو گئے تھے کہ اگر ہوا چلتی تو گمان ہوتا ہے کہ کچھ بھی باقی نہ چھوڑتی۔ آپ اس پتھر کو دیکھ رہے تھے جو آسمان سے گرا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ وہ بڑا ہوا ہے اور بڑا ہو رہا ہے یہاں تک کہ اس نے تمام روئے زمین کو ڈھانپ لیا ہے حتیٰ کہ زمین و آسمان اور پتھر کے سوا آپ کو کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔ بخت نصر نے کہا آپ نے سچ کہا وہ خواب جو میں نے دیکھا ہے یہی تھا اس کی تعبیر بیان کیجئے۔ حضرت دانیالؑ نے فرمایا۔ یہ بت سابقہ امتیں میں سونا یہ امت ہے جس میں آپ ہیں چاندی وہ امت ہے جو آپ کے بعد ہوگی جس کا ملک آپ کا بیٹا ہوگا۔ تانبا اور لوہا اہل روم اور فارس ہیں اور ٹیکری اہل مین ہیں جن کے بادشاہ روم اور فارس کے ہوتے ہیں لیکن وہ پتھر جس کے ذریعہ اس بت کو کوٹا گیا وہ یمنیہ ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ خدا تعالیٰ ایک پیغمبر عرب میں مبعوث فرمائے گا جو تمام ادیان کو باطل کر دے گا اور تمام روئے زمین کو گھیرے گا۔

اے ناسخ کیش ہبل وے محمد سدازل
طاوس باغ لم یزل غقبائے قاف کبیریا
درباب کا قنوم زرہ شد نامہ عمرم سیاہ
پشتم زبار غم دو تاہ دست شفاعت برکش

پیغمبرِ آخر الزمان کی بعثت پر نبیّات کی شہاد

خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ابو عامر راسب سید انبیاء و رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے پہلے کفر و غلالت سے منحرف اور دینِ خفیف کی حقیقت اور اس کی جلالت کا اعتراف کرتا تھا اور ملتِ ابراہیمی کا پیروکار تھا۔ ماثِ پنتا اور اطراف و اکنافِ عالم میں پھرتا تھا اور احبارِ یہود اور علماءِ نصاریٰ سے ملتِ خلیل علیہ السلام کی تحقیق کرتا تھا تاکہ وہ انہیں نبیِ آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور ملتِ ابراہیمی کے احبار کی خبر دیں۔ ابو عامر اوصافِ کمال اور نعمتِ جمال محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فریفتہ و عاشق تھا حَدَّثَ الْعِلْمَ مِنْ أَفْوَاجِ الرِّجَالِ کے متقاضی کے مطابق ہمیشہ علماء و فضلاء اور ارباب دانش و بینش سے اوصاف و بیانِ اخلاقِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوچھتا رہتا تھا اور اپنے اوقات کو اس کے افادہ و استفادہ میں مصروف رکھتا تھا مجلسوں اور محفلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محسن و مہمات کے نقوش سامعین کے دلوں پر ڈالتا تھا ایک روز اس دُورِ جرج کی محفل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثناء بیان کر رہا تھا ابو الیثم خزاعی کہ وہ بھی ایک خدا کی پیش کرنے والا تھا نے کہا۔ اے ابو عامر! اگر تم انہیں پالو تو کیا تم ان کی صفت اس سے زیادہ کر دے اس نے کہا۔ ہاں۔ خدا کی قسم میں نے جن دانش سے ان کی بہت صفت سنی ہے گویا کہ وہ میرے مشاہدہ میں ہیں ابو الیثم نے حیران ہو کر کہا یہ تو ہو سکتا ہے کہ انسانوں میں سے علماء نے آسانی کتب سے ان کی صفات معلوم کر کے تجھے بتائی ہوں لیکن جو خدا سے خبر حاصل ہونا عجیب ہے۔ اب اگر اس سلسلہ میں کوئی خبر جلتے ہو تو کہو۔

ابو عامر نے کہا کہ ایک مرتبہ میں نے سنا کہ ولایتِ مین میں ایک قاصد یہاں جواب کہ اس فن میں اس کی نظیر نہیں اس کی شوقِ ملاقات نے بے چینی سے گریبانِ اختیار کو پکڑا ماہِ ربیعِ چوتھ ماہِ حرم ہے تلواریں میان میں ہوتی ہیں میں ملکِ مین کو چل دیا۔ ایک رات چاندنی رات تھی اور میں اونٹِ اُنکے لئے جا رہا تھا فیر نے مجھ پر غلبہ کیا میں جب بیدار ہوا تو خود

کو ایک نامعلوم بیابان میں دیکھا جس کے اطراف میں آگ دور سے ستاروں کی مانند دکھائی دیتی تھی میں اس آگ کی طرف چل دیا جب میں نزدیک پہنچا آگ کے ارد گرد نہایت مہیب شکل صورت لوگوں کو دیکھا جن کی شکلیں انسانوں جیسی نہیں تھیں میں سمجھ گیا کہ جن ہیں میں بہت ڈرا۔ میرے اونٹ نے مارے ڈر کے بھاگنا شروع کر دیا یہاں تک کہ مارے دہشت کے وہ دوزخوں ہو کر بیٹھ گیا اور سوار اور اونٹ دونوں کے اعضاء پر لرزہ طاری ہو گیا اس حال میں میں نے خود کو اونٹ سے گرا دیا۔ ان میں سے بعض میری طرف بھاگے ہیں فریاد کرنے لگا اور پناہ چاہی۔

ان میں سے ہی ایک جماعت اس گروہ کو روکنے کے لئے آگئی جنہوں نے ہمارا قصد کیا تھا انہوں نے اگر انہیں بنا دیا۔ ان میں سے چار افراد نے اگر مجھے سلام کیا اور بیٹھ گئے۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون سے قبیلہ سے ہے میں نے کہا۔ قیلہ کے بطن سے قبیلہ غسان سے ہوں اور قبیلہ اس عورت کا نام ہے جس کی اولاد قبیلہ اوس اور خزرج ہیں۔ اس نے کہہ دیا۔ اگر ہم تجھے ہلاک کر دیں اور تیرا خون بہائیں تو تیرا کیا خیال ہے میں نے کہا کیا میں تمہاری پناہ میں نہیں آیا؟ انہوں نے مجھ پر رحم کیا پھر انہوں نے میری غرض و نہایت پوچھی۔ میں نے تمام صورت حال بیان کر دی کہ میرا ارادہ تھا کہ میں یہیں باکرہ کاہنوں سے غیبی حالات معلوم کروں۔ میں نے کہا غیبی باتوں میں ہم کاہنوں کے اقوال پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ تم سے سنتے ہیں اب میں تمہیں بحق قسم دیتا ہوں کہ مجھے آئندہ واقعات کی خبر دو میں چاہتا ہوں کہ بلا واسطہ تم سے خبریں سنوں تمہیں نے چوتھے کی طرف اشارہ کیا کہ ہم سب میں وہ زیادہ دانائے اس سے سوال کرتے ہیں اپنا مقصد اس سے دریافت کیا۔ اس نے کہا اے ابو عامر! تیرے لئے عورت و کرامت ہے اس علم کو سیکھنا کہ جو کسی کتاب میں نہیں ہو گا۔ قسم ہے مجھے اس ذات کی جو بیا بالوں کے میدان کو آباد کرنے والا اور بارشوں کو برسانے والا ہے کہ یقیناً باریک کراؤٹوں والے تیز رفتار حضرت کھاکار تہ دکھانے والے آئیں گے۔ کفار کے ساتھ جنگ کے لئے اجماع کرنے والے ہونگے آشکارا اور پوشیدہ نیکی کرنے کی سب سے زیادہ نصیحت کرنے والے ہوں گے اور یقیناً آسمان سے ایک کلام اترے گا جو لوگوں کو نیکی کی اتباع اور برے کاموں سے بچنے پر مشتمل ہو گا۔ تنگیجو اور ترش رو کے ناک میں فراز برداری کی تکمیل دے گا۔ تند خو کو نرم کرے گا اور افسانہ گوئی کو خاموش کر دے گا۔

اے ابو عامر! یقیناً حق سبحانہ و تعالیٰ ناپاک لوگوں کی زیادتی اور ظلم سے غضبناک ہوا اور وہ وقت قریب پہنچ چکا ہے کہ پردہ غیب سے ایسے شخص کو مبعوث کریں جو سرکش و جبار بادشاہوں کی گردن توڑنے والا ہو اور سرکش ظالموں کے تکبر و غرور کو پست کرنے والا ہو۔ ابو عامر نے کہا: میں نے پوچھا کہ یہ عزیز جو پیدا ہوگا اور دلی خوشی اور سرور کو بڑھائے گا بادشاہ ہوگا یا پیغمبر۔ اس نے کہا: پناہ بخدا! کہ وہ سلاطین سے ہو بلکہ وہ شریف النفس لطیف الصفات پیغمبر ہوگا صلی اللہ علیہ وسلم وہ ایک محبت و شفقت سے آراستہ علم و تواضع و نفا و حسن خلق اور صدق گفتار سے پیراستہ رسول ہوگا۔ معدنِ جود، منبع الطاف، نافہ نافع، آبِ حیات، عبدِ منان سے کستوری کی سی خوشبو والا ہوگا۔ ابو عامر نے کہا: میں نے اس دانا متکلم سے دریافت کیا کیا یہ ممکن ہے کہ جس طرح آپ نے مجھے اس کے حسب و نسب ظاہری سے واقف کیا ہے اس کی شکل و صورت اور بیعت سے بھی مطلع فرمائیں تاکہ میں اس جگہ سے کافی علم اور پوری معلومات کے ساتھ اپنے وطن کو لوٹوں۔ اس نے جواب دیا: ہاں۔ یقیناً آپ کا چہرہ اقدس منور اور مصفا، آپ کا قدم مبارک نہ زیادہ طویل اور نہ زیادہ کوتاہ، عریض بلکہ بلندی معتدل ہوگی۔ اگر آزرہ ہوگا تو صبر کرے گا۔ انتقام میں بلند بازی نہیں کرے گا۔ چشم مبارک کشادہ، دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت، آپ کی آنکھوں کی سفیدی میں سُرخ ڈھبے ہوں گے، لکھا پڑھا نہیں ہوگا لیکن حقائقِ علوم کو جاننے والا ہوگا۔ دین حنیف کے ساتھ مبعوث ہوگا۔ دین میں مدابنت نہیں کرے گا۔ کاتبوں کے اسرار حقائق سے واقف، مقبول ترین وہ بندہ ہے جو اس کی اتباع کی سعادت سے فیروز مندی و فلاح پائے، اور مقبول وہ غلام ہے جو اس کی دولتِ ملازمت میں دوڑے۔ اس کہنے والے جن نے مجھے کہا: اے ابو عامر! چاہیے کہ تو ان باتوں پر یقین کرے اور یہ خبر لوحِ تحقیق سے بڑھی ہوئی سمجھے، میں نے یہ صریح حکایت اور صریح روایت ملائکہ ملکوت اور صدر نشینانِ خطارِ حیرت سے سنی ہے اور اس علم کو حاصل کرنے میں مشقت اور رنج برداشت کئے ہیں

سالمہا خون خورہ ام شہباز بروز آورہ ام
 تابہ انتم حدیث عشق را تفسیر چسیت
 ابو عامر کہتا ہے کہ ان مقدمات کی تکمیل کے بعد وہ گروہ میرزا نظروں سے غائب ہو گیا۔ میں وہاں کھڑا رہا، جب صبح ہوئی میں نے وطن مالوت کا رخ کیا اور میں جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔

حیرت پر حیرت ہے کہ یہ ابو عامر جس نے یہ نام دلائل کو برائین شاہدہ کئے تھے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ دعوت میں مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی
 طلب میں کسی شخص کو بھیجا اور اسے اپنے دین مبین کی دعوت دی جس کی وجہ سے مطلقاً آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لایا ہر چند اس کے ہم وطنوں نے جنہوں نے کسی مرتبہ اس سے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات و معامد سے تھے اسے کہا کہ کیا تو بھی اس صادق پیغمبر
 کی تصدیق کرنے کی وصیت نہیں کرتا تھا؟ اب ان کی تصدیق کر کے ان پر ایمان کیوں نہیں
 لاتا۔ چونکہ سعادت ازلی اس کے قرین حال نہیں تھی، کتنا تھا کہ یہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نبی آخر الزماں نہیں ہے جو میرا مقصد و مقصود اور مطلب و مطلوب تھا اور ابھی حال بالکل
 مطلع سے ظہور پذیر نہیں ہوا۔ بیت۔

وہ اس چہ کو رست کہ در شاہ راہ عشق با صد ہزار رہبر سینندہ رہ گئی

خطیر بن مالک کاہن کی شہادت

قصہ یوں ہوا کہ لیب بن مالک
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدت

میں تھا کہ منجین کی باتیں ہونے لگیں۔ لیب نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے
 پہلے جس شخص کو معلوم ہوا کہ آسمان جنوں سے محفوظ ہو گیا ہے اور وہ چھری چھپے باتیں سننے سے
 روک دیئے گئے ہیں۔ میں تھا۔ صورت واقعہ یوں ہوئی کہ ایک دو سو ستر سالہ عمر رسیدہ خطیر بن مالک
 نامی نجومی تھا وہ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ علم نجوم کا ماہر تھا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ آسمان
 میں یہ رات ستاروں کی جو بوجھاڑ ہوتی ہے۔ تارے ٹوٹتے ہیں اس کے متعلق آپ کو کچھ علم ہے
 ہم خوفزدہ ہیں ایسا نہ ہو کہ اس ضمن میں کوئی ایسا معاملہ ہو کہ جو پریشانی کا باعث ہو۔ اس نے کہا
 صبح کے وقت آتا تاکہ میں تجھے اس کی خبر دوں کہ یہ کیوں اترتے ہیں۔ ہم صبح کے وقت مقررہ جگہ
 پر ساتھیوں کے ساتھ گئے۔ ہم نے خطیر کو دیکھا کہ وہ آسمان کی طرف رخ کر کے کھڑا ہے جب
 ہم نے اسے آواز دی تو اس نے ہمیں اشارہ سے چپ رہنے کو کہا۔ اچانک ایک بڑا ستارہ
 گر اخطیہ پڑھا اور چند کلمات کہے جو شیطانوں کے عمل کو مائل کرنے پر دلالت کرتے تھے اور ان

کی زلت، و خواری کا متمنی تھا۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ اے گروہ نبی خطان میں تمہیں سچی خبر دینا ہوں اور کعبہ اور اس کے ارکان کی قسم کھاتا ہوں کہ لڑکے شیطانوں کو اشتراق صبح سے منع کر دیا گیا ہے اور صاعقہ آگ ان پر برسائی جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ عظیم القدر پیغمبر قرآن کے ساتھ جس میں حلال و حرام کا بیان ہے ظاہر ہونے والا ہے اس کے دلائل شعاع آفتاب کی طرح ظاہر و واضح ہوں گے۔ بُت پرستی کے دین کو باطل کر دے گا۔ میں نے کہا اے ابا حطیر تم عجیب قصہ بیان کرتے ہو میری قوم کا کیا حال ہوگا۔ اس نے کہا ان کے لئے سب سے جہتر یہی ہے کہ وہ اس کی اتباع کریں اور اس کی مخالفت سے پرہیز کریں اس کی نبوت کا اظہار بطحا کی فضا میں ہوگا۔ اس پر قرآن نازل ہوگا۔ میں نے کہا اے خطیر وہ کون سے قبیلہ سے ہوگا اس نے کہا مجھے زندگی و عیش کی قسم ہے کہ وہ قریش ہی سے ہوگا اس میں طیش نہیں ہوگا۔ اس کے حکم میں کوئی کھوٹ نہیں ہوگا۔ بنی قحطان اور دوسرے قبائل سے بہت سا لشکر اس کے پاس جمع ہو جائیگا میں نے پوچھا کس قبیلہ سے فراہم ہوں گے اس نے کہا قریش سے۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ مجھے کعبہ اور ارکان کعبہ کی قسم کہ بزرگ و برتر ہاشم کی نسل سے ہوگا۔ کفار و فجار کے قتل کے لئے مبعوث ہوگا۔ یہ قصہ مجھے بڑے بڑے دیوؤں سے سنا ہوا ہے۔ پھر اس نے کہا اَللّٰهُمَّ اَحْبِبْ حَقَّ مُحَمَّدٍ وَحَقِّ مُحَمَّدٍ بِمَا جَاءَ مِنْ رُوحٍ دِیْنِے گئے۔ پھر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا تین روز کے بعد ہوش میں آیا اور کہا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ جب یہ حکایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیان کی گئی فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ اس نے مقام نبوت سے بات کی ہے وہ قیامت کے روز اٹھایا جائے گا اور وہ سنا ایک آیت ہوگا۔ وَاللّٰهُ الْمَکْدُوْنِ۔

فصل ششم

ہشام بن مالک کہتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے ایک

مریت سے ساتھ ہر قل شاہ روم کے پاس بطور

قائد بھیجا تاکہ اسے اسلام کی دعوت دوں جب ہم شہر دمشق میں جو جلیلہ بن اہم غسانی جو طوب

شام میں سے ہے کا دار الخلافہ پہنچے ہم نے ایک بلند مرتبہ شخص کو دیکھا جو بلند مرتبہ باشعور

انبیاء کرام کی زیارت

کی مانند سخت کے اوپر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے ہمارے پاس ایک ترجمان بھیجا۔ اس نے ہم سے حقیقت حال اور مقصد پوچھا۔ ہم نے کہا۔ ہم صرف جلد ہی سے بات کریں گے اگر یہ نہ ہو سکا تو ہم جلد واپس چلے جائیں گے۔ القصد جب ہم اس کی مجلس میں داخل ہوئے۔ ہم نے اسے سب سے پہلے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے قبول نہ کی۔ ہم نے دیکھا کہ وہ زرد سیاہ لباس پہنے ہوئے ہے ہم نے اس کی وجہ پوچھی اس نے کہا۔ یہ سیاہ لباس میں نے اس سبب سے پہن رکھا ہے کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ جب تک تمہیں شام سے باہر نہ نکال دوں اسے نہیں اتاروں گا۔ ہم نے کہا قسم بخدا، اسی جگہ جہاں تو بیٹھا ہے ہم تجھے گرفتار کریں گے اور اس ملک میں تجھ سے بڑے بادشاہ کو بھی انشاء اللہ قبضہ میں کریں گے کیونکہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں بتلاد دی ہے اور وعدہ فرمایا ہے جلد ہی تمہیں وہ لوگ نہیں ہو جو اس ملک کے مالک بنیں گے کیونکہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جو دن کو شام تک روزہ رکھیں گے ہم نے کہا ہماری شریعت بھی اسی طرح ہے۔ ثُمَّ آتَمُوا الصِّيَامَ إِلَى الثَّيْلِ جب ہم نے یہ کہا اس کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ اس نے کہا تمہیں قیصر کے پاس بھیجا گیا ہے۔ روم میں جاؤ دیکھیں وہاں تمہارا معاملہ کیا ہوتا ہے۔ ایک رہنما کو ہمارے ساتھ کر دیا اور قیصر کے پاس بھیج دیا جب ہم قیصر کے دارالسلطنت میں پہنچے۔ رہنما نے کہا کہ اس شہر میں تمہارا اونٹوں پر سوار رہنا مناسب نہیں۔ شہر میں دوسری سواریاں اختیار کرو ہم نے کہا ہم اسی وضع پر ہرقل کی بارگاہ تک جائیں گے جب یہ بات انہوں نے ہرقل سے کہی۔ ہرقل نے کہا ان کو اختیار ہے۔ ہم تلوار حائل کئے ہوئے اپنے اونٹوں پر سوار شہر میں داخل ہوئے جب قیصر کے محل کے دروازے کے باہر آئے ہم نے اونٹوں کو ہٹا دیا اور بلند آواز سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کہا۔ اس کلمہ کی جہالت سے قیصر کا محل تند ہوا سے کھجور کے درخت کی مانند لرز اٹھا۔ قیصر نے اس حال میں ہمیں دیکھا اور بالا خانے سے ہمیں دیکھتا تھا۔ جب اس نے یہ واقعہ مشاہدہ کیا ہمارے پاس ایک شخص کو بھیجا اور کہا اپنے دین کا اظہار کرو اور جو سوال بھی تمہارا ہو پیش کرو۔ ہم نے جواب دیا کہ ہمیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ وصیت کی ہے کہ ہم قیصر کے علاوہ کسی سے بات نہ کریں۔ قیصر نے حاضری کی اجازت دیدی۔ جب ہم اندر داخل ہوئے۔ ہم نے دیکھا

کہ وہ تخت پر بیٹھا ہوا ہے اور ایک جماعت قوتی ہیکل وجیم اس کے تخت کے سامنے بیٹھی ہوئی ہے اور کچھ کھڑے ہیں۔ یہ بھی بادشاہ کی مانند سرخ کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ جب اس نے ہمیں دیکھا۔ ہنسا اور تر جان سے کہا کہ ان سے پوچھو کہ انہوں نے اپنے دستور کے مطابق ہمیں سلام کیوں نہیں کیا۔ ہم نے کہا، ہمارے لئے تمہیں سلام کہنا جائز نہیں جیسا کہ تمہارے لئے ہمیں سلام کہنا روا نہیں۔ اس نے پوچھا کہ تم اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کہتے ہو۔ ہم نے کہا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سُلَیْمَانَ اس نے پوچھا کہ وہ کس طرح جواب دیتا ہے۔ ہم نے جواب دیا۔ اسی لفظ کے ساتھ اس نے پوچھا کہ تمہاری سب سے افضل اور بزرگ بات کون سی ہے ہم نے کہا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سُلَیْمَانَ جب ہم نے یہ کہا دوسری مرتبہ بالا خانہ محل کے ساتھ لڑنا اٹھا۔ مرقل نے کہا جب تم اپنے گھروں میں اس کلمہ کو اپنی زبان سے ادا کرتے ہو تو اس سے یہی خاصیت پیدا ہوتی ہے۔ ہم نے کہا۔ ہم نے کبھی بھی اپنے گھروں میں یہ کیفیت مشاہدہ نہیں کی۔ قصیر نے کہا۔ کاش! یہ کلمہ کتنے وقت تمہارے اوپر گر پڑتے اور میرا بھی آدھا ملک جانا رہتا۔ ہم نے پوچھا کس سبب سے۔ اس نے کہا آدھے ملک کا حملاتے رہنا میرے لئے نبوت و دین محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آشکارا ہونے سے زیادہ آسان ہے۔

شواہد النبوت میں ہے کہ اس بات کا یہ مفہوم تھا کہ جب یہ لرزہ اور جنبش تمام منازل مسکن میں محقق ہوتا تو یہ خصائص نبوت سے نہ ہوتا بلکہ حیلوں اور شعبدوں سے ہوتا۔

سیرگادرونی میں ہے کہ یہ جو اس نے کہا کہ اگر یہ لرزہ عام ہوتا تو میں اسے پسند کرتا کہ نصف ملک تمہیں دے دیتا کیونکہ نبوت کے مناسب یہ ہے کہ یہ بات ہر جگہ ہوتی وگرنہ یہ حیل کے نیلہ قریب ہے۔ بشام نے کہا اس کے بعد ہر قل نے ہم سے دوسری چیزوں کے متعلق سوال کیے ہماری طرف سے تمام کے ثانی جواب دیئے گئے اس کے بعد ہماری نماز اور روزے کے متعلق سوال کیا۔ ہم نے اس کا صحیح صحیح جواب دیا پھر اس نے ہمیں ایک دل کشا مقام اور روح افزا منزل میں ٹھہرایا اور ہماری خدمت و تواضع میں بہت کوشش کی۔ تین روز کے بعد اس نے ہمیں اپنی مجلس میں طلب کیا اور چند باتیں دریافت کیں جب ہم جواب سے فارغ ہو گئے تو اس نے ایک بڑا زراں دروز ملع صندوق منگوایا۔ اس صندوق میں چھوٹے چھوٹے بہت سے خانے تھے اور ہر ایک

کا الگ دروازہ تھا اور ہر دروازہ پر قفل لگا ہوا تھا اس نے ایک دروازہ کو کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اسے کھولا اس پر ایک شخص کی تصویر تھی۔ سرخ چہرہ۔ فراخ چشم۔ بلند گردن اور بے ریش۔ بارعب چہرہ تھا۔ اس نے پوچھا جانتے ہو یہ کون ہے۔ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ آدم علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے دوسرا دروازہ کھولا۔ ایک سیاہ ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس ریشم کے ٹکڑے پر ایک مرد کی تصویر بھی سفید رو۔ گھنگھریالے بال۔ سیاہ چشم۔ بڑا سر اور عمدہ دائری مٹی۔ اس نے پوچھا جانتے ہو یہ کون ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ نوح علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور ایک دوسرا ریشم کا ٹکڑا نکالا۔ اس میں ایک سفید رو۔ روشن چشم کشادہ پیشانی۔ سنواں ناک اور سفید دائری خنداں و شگفتہ تصویر تھی اس نے پوچھا اسے پہچانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں۔ اس نے کہا یہ ابراہیم علیہ السلام کی ہیں۔ دوسرا دروازہ کھولا اور دوسرا ٹکڑا نکالا اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت تھی اس تصویر کی تعظیم میں اٹھ کھڑا ہو گیا اور پھر بیٹھ گیا اور کہا تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ میرے خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصویر ہے۔ ہم نے کہا۔ بخدا اسی طرح ہے گویا کہ بعینہ یہ آپ ہی ہیں پھر تھوڑی دیر ہمیں دیکھا اور کہا یہ پیغمبر آخر الزمان کی تصویر ہے۔ اس تصویر کو جلد نکلنے میں میرا مقصد تمہارا امتحان تھا۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور سیاہ رنگ کے ریشم کا ٹکڑا نکالا جس پر گندم گوں۔ سیاہ مو۔ تیز چشم۔ عمدہ نگاہ۔ بند منہ۔ غلیظ لب غصناک مرد کی تصویر تھی اس نے کہا اسے پہچانتے ہو؟ ہم نے کہا نہیں کہنے لگا یہ موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے پہلو میں موسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک اور تصویر تھی جس کے سیاہ بال کشادہ پیشانی اور گول اکھیں تھیں اس نے پوچھا اسے جانتے ہو؟ ہم نے کہا۔ نہیں۔ اس نے کہا یہ موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہارون علیہ السلام کی تصویر ہے۔ پھر اس نے ایک اور دروازہ کھولا اور دوسرا ریشم کا ٹکڑا نکالا اس میں گندم گوں۔ لکھے ہوئے بال۔ خوب صورت اور غصناک مرد کی تصویر تھی۔ اس نے کہا۔ یہ لوط علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک اور سفید سرخی مائل صورت دکھائی اس کی گردن تو واضح اختیار کرنے والوں کی طرح ایک طرف کو جھکی ہوئی تھی چہرہ خوب صورت تھا۔ اس نے کہا یہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تصویر ہے۔ اس کے بعد ایک اور تصویر ظاہر کی جو اسحاق علیہ السلام

لی طرح مٹی گمان کے نچلے ہونٹ پر تل تھا اس نے کہا یہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی تصویر ہے پھر اس نے ایک اور تصویر دکھائی سفید سرخی مائل چمکدار پیشانی جن کے چہرہ پر تواضع کا اثر ظاہر تھا خوش قامت۔ ستواں ناک۔ اس نے کہا یہ اسماعیل علیہ السلام کی تصویر ہے جو تمہارے پیغمبر کا جدِ اعلیٰ ہے اس کے بعد آدم علیہ السلام کی تصویر جیسی ایک تصویر دکھائی اور کہا کہ یہ یوسف علیہ السلام کی صورت ہے۔ اس ریشم کے ٹکڑے سے ایک سفید ٹکڑا باہر نکالا اس پر ایک سرخ رنگ۔ باریک ساق۔ مربع شکم۔ میانہ قد جس نے تلوار حائل کی ہوئی مٹی کی تصویر نکالی اور کہا یہ داؤد علیہ السلام کی تصویر ہے پھر سفید ریشم ہی کے ٹکڑا پر ایک اور مرد بڑا سر لمبے پاؤں۔ گھوڑے پر سوار کی تصویر دکھائی اور کہا یہ سلیمان علیہ السلام کی تصویر ہے پھر اس نے سیاہ ریشم کے ٹکڑے پر سفید سیاہ ریش۔ گھنے بال۔ نیچو چشم۔ خوبصورت مرد کی تصویر دکھائی اور کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صورت ہے۔ انبیاء کی صورتیں ملاحظہ کرنے کے بعد ہم نے قبیر سے پوچھا کہ یہ تصویریں کس طرح حاصل ہوئی ہیں اور تمہی ان صورتوں سے کیا خصوصیت ہے ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت پر قباس کرتے ہوئے یقین سے جانتے ہیں کہ تمام تصویریں اپنے اصل کے مطابق ہیں یعنی تمام گزشتہ انبیاء علیہم السلام۔ ہر قتل نے جواب دیا کہ آدم علیہ السلام نے مصور حقیقی ھُوَ الْكَذِي يُصَوِّرُ كَمَا رَفِي الْكَرَامَ كَيْفَ يَشَاءُ سے سوال کیا کہ ان کی اولاد خصوصاً وہ اولاد جو شرف نبوت سے مشرف ہو اسے دکھائے۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے ان کی خاطر اور ان کی درخواست کی وجہ سے انبیاء علیہم السلام کی تصویریں ان کے پاس بھیجیں اور بلاد مغرب میں آدم علیہ السلام کے خزانہ میں محفوظ تھیں جب ذوالقرنین وہاں پہنچا انہیں نکال کر دانیال پیغمبر علیہ السلام کے سپرد کیں۔ اس نے انہیں ریشم کے ٹکڑوں پر منتقل کیا وہاں سے بادشاہوں کے خزانوں میں منتقل ہوئیں اب یہ ہم تک پہنچی ہیں اور یہ یلعینیم وہی تصویریں ہیں جو دانیال علیہ السلام تک پہنچی تھیں اس بات سے مجھے پورا اطمینان ہو گیا کہ تمہارے پیغمبر کی صورت ذات شریف کے موافق اور مطابق ہے اس سے اور باقی صورتوں کی اپنی ذات کے ساتھ مطابقت یقینی طور پر معلوم ہو گئی ہے۔ کاش خدا تعالیٰ مجھے توفیق عنایت فرمائے کہ سلطنت سے دستِ تصرف کو تازہ کروں اور تمہارے غلاموں کی غلامی میں کمر بستہ ہو جاؤں یہاں تک کہ موت آرزوؤں کے دامن کو پکڑے اور زندگی کا چرخی۔ موت کی تند و تیز زندگی سے گل ہو جائے۔

مشام کہتا ہے کہ ہر قتل نے ہمیں واپس رواں لگی کے وقت انواع و اقسام شاہانہ الطاف اور خروانہ عنایات سے نوازا۔ جب ہم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس واپس آئے۔ ہم نے تمام صورت حال بیان کی۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمے اور فرمایا: پیارہ ہر قتل! اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اسے دولت اسلام نصیب ہوتی۔ پھر فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل کتاب نے میری صفات تورات و انجیل میں پڑھی ہیں اور جانتے ہیں اور جانتے ہیں اور حق تعالیٰ نے مجھے اس کی اطلاع دی ہے۔ يَحْيٰى مَنَّا مَكْتُوبًا عِنْدَ هٰذَا فِي التَّوْرَةِ وَالْاِنْجِيلِ

برائے تو شد ہر دو عالم مکون	زمر تو منشور ایمان مبرہن
بفیض نوال تو گلے سے معنی	شگفتہ بہر سینہ و باغ گلشن
خزور جالت بصر گشتہ آگہ	بوصف کمالت زبان گشتہ الکن
بتوریت مؤسسے و انجیل لکھے	صفات کمال تو گشتہ مبین
بہنگام ایباد غیب و شہادت	تو مقصود بالذات بودی معین

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفاتی اسماء مبارکہ اور القاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو القاسم ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہلے صاحبزادے کا اسم گرامی قاسم تھا اور عربوں کا طریقہ ہے کہ پہلے فرزند کے ساتھ کنیت اختیار کرتے ہیں اور دوسری روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوسرا فرزند ابراہیم ماریہ قطیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پیدا ہوا تو جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کنیت ابو ابراہیم رکھی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ قرآن مجید اور احادیث میں جو مذکور ہیں ایک سو اور بعض نے اسمائے الٰہی جل و علا کے مطابق احادیث معتبرہ میں ننانوے اسماء متیقن فرمائے ہیں اور بعض نے زیادہ بیان کئے ہیں راقم الحروف نے وہ اسماء جو قرآن مجید میں ہیں اور احادیث معتبرہ میں اس

کے مطابق شواہد ہے اس نسخہ میں درج کئے ہیں اور وہ آیات ۱۱ ان پر شاہد ہیں ذکر کی میں تاکہ اس کی حقیقت پر کسی کو شبہ نہ رہے۔

پہلا محمد قَالَ اللَّهُ تَعَالَى مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ اور محمد کا معنی۔ حمد میں لائق تہا ہی یعنی بہت تعریف کیا ہوا۔ محمود۔ عَسَى أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَحْمُودًا اور کہتے ہیں کہ شفاعت کی قبولیت کے وقت اگر آپ کو اس نام سے پکارتے ہیں۔ احمد۔ مَبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ اور احمد کا معنی حمد میں لائق تہا ہی یعنی بہت تعریف کرنے والا۔ ابوالقلم جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا۔ المصطفى. اللَّهُ يُصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ الْحَبِيبُ وَكَانَ اللَّهُ يُخْتِمْ مِنْ رَسُولِهِ مَنْ يَشَاءُ الْمُتَضَلُّ الْأَمَلُ أَنْ تَرْضَى مِنْ رَسُولِ الْمُقْتَدَى لَقَدْ كَانَ كَلَّمَ فِي رَسُولِ اللَّهِ أَحَدًا حَسَنَةً الْبَيِّنَاتِ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ الْمُفَضَّلُ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ الْمَعَزَّ وَلَقَدْ رُفِعَ الْمَوْقِرُ وَلَوْ قَرُّهُ الْمُقَرَّبُ أَذْأَدَى الْمُؤَيَّدِ وَأَيَّدَهُ بِجُودٍ لَمْ تَرَوْهَا الْمَعْلَمُ وَعَلِمَتْكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ الْحَكَمُ حَتَّى يَحْكُمَكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمُ الْعَالَمُ فَأَعْلَمَ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَاكِمُ أَنْ أَحْكُمَ بَيْنَهُمُ الْحَاكِمُ وَخَالَفَهُ النَّبِيُّ الشَّاكِرُ وَكَانَ مِنَ الشَّاكِرِينَ الْذَاكَ وَادَّكَرْتَ رَبُّكَ الصَّابِرُ وَلَيْتَكَ فَاصْبِرْ الطَّاهِرُ طَهَّ الْعَابِدُ قَاعِدُ رَبُّكَ السَّاجِدُ وَكَانَ مِنَ السَّاجِدِينَ الشَّاهِدُ إِنْ أَسْمَلْتَكَ شَاهِدُ الْمَبَشِّرُ وَمُبَشِّرُ الْنَذِيرِ وَنَذِيرُ الدَّاعِي وَدَاعِي إِلَى اللَّهِ يَأْذِنُهُ السَّرَاجُ وَسِرَاجُ الْمُنِيرِ الصَّاحِبُ مَا صَلَّحَ صَاحِبُهُ الْأَمْرُ يَأْمُرُهُمُ بِالْمَعْرُوفِ النَّاهِي وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ الرَّاضِي لَعَلَّكَ تَرْضَوُ الْقَاضِي إِذَا أَهَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا الْهَادِي وَإِنَّكَ لَتَهْدِي السَّالِ أَتْلُ مَا أُوحِيَ إِلَيْكَ الْقَادِي أَقْرَأَ بِاسْمِ رَبِّكَ الْمُهْدَى وَيَهْدِيكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا الْمَعْلَى إِنَّكَ لَكُنْتَ الْمُسْتَهْزِئِينَ الْمَصْلَى فَصَلِّ رَبُّكَ السَّادِي سَبِّحْنَا مَادِيَا الْمُبْلَغُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ الْمُبِينُ لِنُبَيِّنَ لِلنَّاسِ الْعِلْمُ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ الْمَذْكُرُ إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرُ النَّذَلُ يَأْتِيهِ الْمَرْبُورُ الدَّرَجَةُ يَأْتِيهِ الْمَدْعُورُ الْمَطْبَرُ وَيَطْهَرُ كَمْ تَطْهَرُ الْمَصْدَقُ مُصَدِّقُ الْبَيِّنِينَ يَذِيهِ الْمُؤْمِنُ آمَنَ الرَّسُولُ الْمَسْجُوتُ سَبِّحُوا بِاسْمِ رَبِّكَ الرَّقْلُ وَرَقْلُ الْقُرْآنُ تَرْتِيلًا الْمُتَبَلُّ وَتَقَبَّلَ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا الْمُتَوَكَّلُ وَلَوْ كُنَّ عَلَى اللَّهِ التَّمْجِدُ وَمِنْ أَيْلٍ فَتَعَجَّدَ بِهِ نَافِلَةً لَكَ الْمُسْتَعْدُّ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ الْمُسْتَغْفَرُ فَاسْتَغْفِرْ لَكَ الْمُسْتَقِيمُ

فَاسْتَقَرَّ كَمَا أَمَرَتْ الْمَرْسَلُ أَنَا أَنَا مَلَكَ الرَّسُولُ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ الْمَوْعِدُ
 مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَالَى الشَّهِيدَ وَجَنَابَكَ عَلَى هُوَ لَأَعْلَمُ شَهِيدًا الْعِزِّ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
 الْحَرِصُ حَرِصٌ عَلَيْكُمْ الرُّؤُفَ وَبِلَاؤُكُمْ رُؤُفَ الرَّحِيمِ وَجَنَابُ الْكَرِيمِ إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ
 الْبَشِيرِ لِلنَّاسِ كَثِيرًا الْإِيمَنُ رَسُولُ الْإِيمَنِ الْإِيمَنُ الْإِيمَنُ الْإِيمَنُ الْإِيمَنُ الْإِيمَنُ الْإِيمَنُ الْإِيمَنُ
 بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مَعْصُومًا وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ الْحَفُوفُ يَحْفَظُونَكَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ
 الْمَرْفُوعُ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ الْمَنْصُورُ وَيَنْصُرُكَ اللَّهُ نَصْرًا عَظِيمًا الْمَغْفُورُ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ
 الْأُمُورَ فَاسْتَقَرَّ كَمَا أَمَرَتْ الْحَقُّ لَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْحَقِّ النُّورُ لَقَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ الْبُرْهَانُ
 لَقَدْ جَاءَكُمْ بِبُرْهَانٍ الْبَيِّنَةِ قَدْ جَاءَكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّكُمْ الْهَدْيُ إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَى الرَّحْمَتُ
 وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ الْعَمَّةُ كَيْفَ كُنْتَ لِقَاءَ اللَّهِ الْعَبْدُ أَسْرَى بِعَبِيدِهِ الْعَجَبُ
 وَالْعَجَبُ الْعَجَبُ وَالْعَجَبُ الْفَلَّ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ الْجَمُّ وَالْجَمُّ إِذَا هُوَ الْبَدْرُ طَهَّ مَا أُنْزِلْنَا
 الشَّمْسُ وَالشَّمْسُ وَصَلَّحَهَا عَبْدُ اللَّهِ وَإِنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ الْإِمَامُ الْحَاشِي الْإِمَامُ الْإِمَامُ الْإِمَامُ
 الْقَاسِمُ وَالْقَاسِمُ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَدَى
 جَبْرِ بْنِ مَطْعَمٍ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنْ لِيَ
 أَسْمَاءُ فِي السَّمَاءِ وَأَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْحَاشِي الَّذِي مَحَى الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِي الَّذِي كَبَّرَ النَّاسَ
 عَلَى قَدَمِي وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِي لَيْسَ بَعْدِي نَبِيٌّ قَالَ هُبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمَطْلُبِ فِي مَدْحِ قَدِيصًا صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ شَعْرُ

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَكْرَمَ أَحْمَدُ
 وَشَقَّ لَهُ مِنْ أَسْمَاءٍ لِيَجْلِسَ
 يَتَفَضَّلُ عَلَيْهِ وَاللَّهُ أَعْلَى وَأَمَجَدُ
 فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُودٌ وَهَذَا مُحَمَّدٌ

أَمَّا الْقَابِ بِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْأَوَّلُ صَاحِبُ الْبُلُقِ وَصَاحِبُ النَّجِّ وَصَاحِبُ الْمَرَاجِ
 وَصَاحِبُ الْمَهْرَةِ وَالتَّغْلِينِ وَصَاحِبُ الْخَاتَمِ وَالْعِلْمِ وَصَاحِبُ الْبُرْهَانِ وَالْحُجَّةِ وَصَاحِبُ
 الْحَوْضِ الْمَوْجُودِ وَصَاحِبُ الْمَقَامِ الْمَحْمُودِ وَصَاحِبُ الْوَسِيلَةِ وَصَاحِبُ الْفَضِيلَةِ وَصَاحِبُ الدَّرَجَةِ
 الْمَرْفُوعَةِ وَصَاحِبُ الشَّفَاعَةِ سَيِّدُ فَلَدِ أَدَمَ سَيِّدُ الْمُرْجَلِينَ إِمَامُ الْمُتَّقِينَ قَائِدُ الْفِرَقِ الْمَجْلِبِينَ حَبِيبُ اللَّهِ
 تَجْلِيلُ اللَّهِ الْعُرْوَةُ الْوُثْقَى الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيمُ

سابقہ کتابوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی، توریت میں میزمبذ، انجیل میں طاب طاب، زبور میں عاقب اور بعض صحیفوں میں روم اور بعض میں اولایا اور بعض دوسروں میں ایا اور بعض میں فارقلیط اور بعض میں ضحک اور بعض میں شمع، بعض میں امیدا بعض میں مازماذ اور بعض میں مختار، بعض میں روح الحق بعض میں مقیم السنۃ، بعض میں مقدس اور بعض میں حرز الایمن، بعض میں تقسیم، بعض میں نبی الملاحۃ اور بعض میں قتال ہے۔ یہ اسماء دراصل صفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن چونکہ سابقہ کتابوں میں ان ناموں کے ساتھ مشہور اور مذکور تھے، اسماء میں ان کو شمار کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آسمانوں میں اسماء، آسمان دنیا میں مجتبیٰ، آسمان دوم میں موعیٰ، تیسرے آسمان پر مزکیا، چوتھے آسمان میں حبیب، پانچویں میں محب، چھٹے میں مطہر، ساتویں میں مقرب ہے۔

زمینوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء گرامی، طبقہ اولیٰ میں معظم، دوسرے میں مبیل، تیسرے میں محب، چوتھے میں مشرف، پانچویں میں مطہر، چھٹے میں امین اللہ اور ساتویں میں نور اللہ، انواع مخلوقات میں سے ہر نوع میں اسماء گرامی، جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاملین عرش، مصطفیٰ کہتے ہیں کہ وہ بیان مختار، روحانیات، مکرم اور ساقی عرش پر حبیب اللہ دوم، کرسی کی پیشانی پر رسول اللہ، لوح محفوظ پر صفی اللہ، سوم شجر طوبیٰ کے اوراق پر صفوۃ اللہ، چہارم، لوار الحمد خیرۃ اللہ، پنجم، اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبداللہ، ششم، دوسرے ملائکہ کے درمیان

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو عبد الحمید کہتے ہیں، ہفتم، انبیاء علیہم السلام کے نزدیک عبد الوہاب، ہشتم، شیاطین کے نزدیک عبد القہار، نواں جنات کے نزدیک عبد الرحیم، دسواں پہاڑوں کے رہنے والوں کے نزدیک عبد الحنان، گیارہواں، جلال کے رہنے والوں کے نزدیک عبد القادر، بارہواں، سمندر میں رہنے والوں کے ہاں عبد القدوس، تیرہواں، زمین کے گہرے

مکوڑوں کے نزدیک عبد الغیث، چودہواں، خوش کے نزدیک عبد الزقاق، پندرہواں، میر کے نزدیک عبد اللہ، دھوش کے نزدیک عبد المؤمن، سولہواں، پرندوں کے نزدیک آپکا نام عبد الغفار ہے، لطیفہ۔ لوگوں کے عرف میں اس لوگوں ہے کہ جب کسی فرزند کے متعلق بہت

آہتمام کرتے ہیں تو اس کی پیدائش سے پہلے اس کا ایک نام رکھتے ہیں اس کے ناموں کی خصوصیت اور تحمین کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت بلال اہدیت چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال محبت رکھتے تھے ان تمام اسماء شریفہ سے ان کو مخصوص فرمایا اور ہر طائفہ میں ایک نام کے ساتھ مخصوص کیا اور اس سے بھی زیادہ لطیف یہ کہ کلام مجید میں جس جگہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب فرمایا عزت و کرامت کے نام سے یاد فرمایا۔ اسم علامت سے یاد نہیں فرمایا جیسا کہ فرمایا يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ۔ اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرافت اور بزرگی کا اظہار ہوتا ہے پھر ارباب دانش و نبیش کے درمیان یہ قاعدہ مقرر ہے کہ کثیرۃ الاسماء تدل علی شرف المسمیٰ کیونکہ جب فرزند باپ کے نزدیک عزیز و مکرم ہوتا ہے اس کے لئے بہت سے نام تجویز کرتا ہے۔ لامحالہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ننانوے نام اپنے اسماء حسنی کے مطابق ترتیب فرمائے تاکہ ان کی رفعت جاہ و مرتبہ پر دلالت کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جاہ و مرتبہ اور بڑے وَرَفَعْنَاكَ ذَٰلِكَ متحقق ہو۔

سنو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالاتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی امت کی برکت مشابہ کرو۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو اٹھارہ ناموں سے یاد کیا اور اپنی کتاب کو بھی یعنی قرآن مجید کو آیات سے مخصوص کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان ناموں سے یاد فرمایا ہے پھر اس امت کے شکستگان کو بھی ان ناموں میں شریک کیا۔ اول۔ خود کو نور کہا۔ اللَّهُ نُورٌ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ اپنی کتاب کو بھی نور کہا وَاللَّيْلُ نُّورٌ اور اپنے رسول کو بھی نور کہا قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ اور میں بھی اس دولت سے سعادت بخشی فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ دوم۔ خود کو عزیز کہا إِنَّ اللَّهَ لَعَزِيزٌ اپنی کتاب کو بھی عزیز کہا وَلِلَّهِ الْكِتَابُ عَزِيزٌ اور اپنے رسول کو بھی عزیز کہا لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ ہم گمراہوں کو بھی عزیز کہا وَلِلَّهِ الْهَزْءُ وَلِلرَّسُولِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ سوم۔ خود کو عظیم کہا هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ اپنی کتاب کو بھی عظیم کہا وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَنَافِي وَالْعُلُوبِ الْعَظِيمِ اپنے رسول کو بھی عظیم کہا وَاكُنْ لَّعَلِّ خَلْقٍ عَظِيمٍ میں بھی عظیم کہا فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا چہارم۔ خود کو کریم کہا يَرْبُّكَ الْكَرِيمُ الذی

اپنی کتاب کو بھی کریم کہا اِنَّہٗ لَقَرَّانٌ کَرِیْمٌ اپنے رسول کو بھی کریم کہا اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ
 ہمیں بھی کریم کہا وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنیٓ اٰدَمَ بِنَحْمٍ خود کو شہید کہا وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا اپنی کتاب
 کو بھی شہید کہا وَیَتْلُوْہٗ شَہٰدًا اپنے نبی کو بھی شہید کہا وَجَنّٰکَ عَلٰی ہٰذَا شَہِیْدًا ہم
 کو بھی شہید کہا وَتَلُوْا شَہِیْدًا عَلٰی النَّاسِ ششم خود کو حق کہا ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الْحَقُّ
 اپنی کتاب کو بھی حق کہا حَتّٰی جَآءَہُمُ الْحَقُّ اپنے نبی کو بھی حق کہا یٰۤاٰیُّہَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الْحَقُّ
 ہم کو بھی حق کہا اَفَلٰنَکُمْ ہُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا (۷) خود کو مبین کہا حَوَالِیْ الْمُنِیْنِ اپنی
 کتاب کو بھی مبین کہا وَالْکِتٰبِ الْمُنِیْنِ اپنے نبی کو بھی مبین کہا اَنَا الشَّہِیْدُ الْمُنِیْنِ اس کی
 امت کو بھی مبین کہا وَاصْلِحُوْا دِیْنَکُمْ (۸) خود کو ذوالعلی کہا سَبِّحْ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی
 اپنی کتاب کو بھی لئی تھیکھا کہ اپنے نبی کو بھی بِالْاَعْلٰی ہم کو بھی وَانْتُمْ الْاَعْلٰی (۹) خود
 کو ہادی کہا قُلْ اِنَّ ہُدٰی اللّٰہُ ہُوَ الْہُدٰی اپنی کتاب کو بھی لَا رِیْبَ فِیْہِ ہُدٰی کہا اپنے رسول
 کو بھی لَقَدْ جَآءَہُمْ مِنْ رَبِّہُمُ الْہُدٰی اس کی امت کو بھی وَزَادَہُمْ ہُدٰی (۱۰) خود
 کو عالم کہا حَتّٰی یُحْکَمَ اللّٰہُ بَیْنَنَا اپنی کتاب کو بھی مُحْکَمًا عَرَبِیًّا اپنے نبی کو بھی اِنْ اِخْلَصْ
 بَیْنَهُمْ اس کی امت کو بھی کُوْلُوْا قَوَامِیْنَ بِالْقِسْطِ (۱۱) خود کو ذوالرحمتہ کہا وَرَبِّکَ
 الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمٰتِ اپنی کتاب کو بھی وَنُزِّلَ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ اپنے
 رسول کو بھی وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا حَمِیْدًا لِلْعٰلَمِیْنَ اس کی امت کو بھی فِیْ حَمْدِ اللّٰہِ (۱۲) خود
 کو نذیر کہا فَاَنْذَرْتُمْکُمْ نَارًا تَلْقٰی اپنی کتاب کو بھی کَثِیْرًا اَوْ نَذِیْرًا فَاَعْرَضْ اَکْثَرُہُمْ اپنے
 نبی کو بھی کَثِیْرًا اَوْ نَذِیْرًا اس کی امت کو بھی لَیْسَ لَہُمْ اَقْوَمُہُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَیْہِمْ (۱۳)
 خود کو ظاہر کہا ظہ اپنی کتاب کو بھی فِیْ صُحُفٍ مُّکْرَمَةٍ مَّدْرُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ اپنے پیغمبر کو بھی
 وَیُطَهِّرُکُمْ تَطْہِیْرًا ہم کو بھی وَیُحِبُّ الْمُطْہَرِیْنَ (۱۴) خود کو طیب کہا اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ
 اپنی کتاب کو بھی وَہْدَفَا اِلَی الطَّیِّبِیْنَ مِنَ الْعَمَلِ اپنے نبی کو بھی وَالطَّیِّبَاتِ لِلطَّیِّبِیْنَ اس کی
 امت کو بھی یَتَوَفَّہُمُ الْمَلٰٓئِکَةُ طَیِّبِیْنَ (۱۵) خود کو داعی کہا وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلَی الدِّیْنِ اِلَیْہِمْ
 اپنی کتاب کو بھی داعی کہا اِحْبِسُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ اپنے نبی کو بھی وَاِنَّکَ لَتَدْعُوْہُمْ اس کی
 امت کو بھی یَدْعُوْنَ اِلَی الْخَیْرِ (۱۶) خود کو قائم کہا قَائِمًا بِالْقِسْطِ اپنی کتاب کو بھی

قِيَامًا لِّتَذَكَّرَ بِهِ أَسْمَاءُ مُشَدِّدًا لِأَنَّهُ نَبِيٌّ كَوْبِهِ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ اس کی امت کو بھی قُومُوا
بِذَلِكَ قَانِيْنَيْنِ ستر ہواں۔ خود کو صادق کہا وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا اپنی کتاب کو بھی
وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ لِأَنَّهُ نَبِيٌّ كَوْبِهِ مُصَدِّقُ لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ اس کی امت کو بھی الصَّاقِبِينَ
وَالصَّادِقَاتِ۔ اٹھا رہواں۔ خود کو احسن کہا قَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ اپنی کتاب کو بھی اللَّهُ
نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ اپنے رسول کو بھی لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيلٍ اس کی امت کو
بھی وَمَنْ أَحْسَنُ مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ تَفْسِيرِ نَسْفِ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے نبی آدم
اسم گرامی کے حروف کی برکات کو مکرم مخلوق بنایا وَلَقَدْ كَذَّبْنَا بَنِي آدَمَ اور اس کی

کرامت یہ ہے کہ وہ نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل پر پیدا ہوا ہے چنانچہ اس کا گول سر محمد صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی میم ہے اور اس کے ہاتھ عا کی مانند ہیں اور جوف دائر کم میم ثانی اور اس کے پاؤں
دال کی طرح ہیں وہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ جس کافر کو بھی دوزخ میں ڈالیں گے اس کی انسانی
شکل کو مسخ کر دیں گے اور شیطان بیعت پر پھیر دیں گے کیونکہ انسانی شکل میرے نام کی شکل پر
ہے جو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں حق تعالیٰ اس بات کو میرے نام کی صورت پر عذاب نہیں کرتا
وہ بندہ جو میرا اسم نام۔ فرمانبردار اور محب ہو اس کو کیسے عذاب دے گا اس باب میں ایک الگ
فصل لاتے ہیں۔ وَبِاللَّهِ تَوَفِّيقِ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
احادیث میں حضور کے اسمائے گرامی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب

قیامت کے روز تمام اولین و آخرین مخلوق سے ان کے بُرے اعمال کا مواخذہ ہوگا۔ دو بندوں کو
خدا تعالیٰ کے سامنے کھڑا کریں گے حق سبحانہ و تعالیٰ فرمائیں گے کہ میرے ان دونوں بندوں کو جنت
میں لے جاؤ۔ وہ بندے انتہائی مسرت و خوشی سے واجب العطا کے حضور مناجات کریں گے اور عرض
کریں گے کہ خداوند اہم اپنی ذات میں جنت میں داخل ہونے کی کوئی صلاحیت اور استحقاق نہیں رکھتے
اور ہمارے نامہ اعمال میں جنتیوں کا سا کوئی بھی عمل نہیں ہے ہم اپنے متعلق اس عزت و اکرام

کا سبب معلوم کرنا چاہتے ہیں حکم ہو گا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ کیونکہ میرے کدم سے یہ بات بعید ہے کہ احمد اور محمد جس کا نام ہو اسے دوزخ میں ڈالوں۔

حدیث دوم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس گھر میں ان تین ناموں احمد۔ محمد۔ عبداللہ میں سے کسی نام والا شخص ہو اس گھر میں فقر نہیں آتا۔

حدیث سوم ابن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: بروہ بندہ مومن جو اپنے فرزند کا نام میرے ساتھ دوستی و محبت کی بنا پر میرے نام پر رکھتا ہے وہ اور اس کا فرزند میرے ساتھ جنت میں داخل ہوں گے۔

حدیث چہارم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا: جب بندہ مومن اپنے بیٹے کا نام محمد رکھتا ہے اور جب وہ لڑکا خود کو محمد پکارتا ہے اور رکھتا ہے یا محمد تمام حاملین لبتیک یا ولی اللہ سے جواب دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں اے ولی تجھے بشارت ہو کہ تو ہماری مزدوری میں شریک ہے یعنی ہماری طاعات و عبادات میں ہمارے ساتھ شریک ہے اور اس کا اجر تجھے دیا جائیگا اور حق تعالیٰ اسے قیامت کے روز حاملین عرش کا ثواب عنایت فرمائے گا۔

حدیث پنجم عبدالرحمن بن عمرو بن جبابہ۔ رشده بنت سعید سے وہ ام کلثوم بنت عتبہ سے اور وہ اپنی مادر جلیلہ بنت عبد الملیل سے نقل کرتا ہے اس نے کہا ایک روز میں نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں لڑکا پیدا ہوتا ہے مگر بچپن ہی میں فوت ہو جاتا ہے مجھے آپ کیا حکم فرماتے ہیں فرمایا: اس دفعہ جب تجھے حمل ہو جائے تو تمہیں کہ لینا کہ اپنے فرزند کا نام محمد رکھے گی۔ مجھے امید ہے کہ وہ لڑکا ایسی عمر پائے گا اور اس کی نسل میں برکت ہوگی۔ وہ کہتی ہیں میں نے ایسا ہی کیا۔ میرا وہ بچہ زندہ رہا اور بچہ بن میں جو ایک جگہ ہے اس کی اولاد سے زیادہ کسی قبیلہ کے افراد نہیں ہیں۔

وَاللّٰهُ الْهَادِي۔

ارضاع فطام اور شق صدر اس باب میں
 ذکر ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم | تین فصلیں ہیں پہلی فصل واقعہ ولادت
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس باب میں عجیب امور کا ظہور ان واقعات میں سے اکبر واقعات
 بیان ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت
 تاخر ولادت اور وقت سعادت | باسعادت حکومت نوشیرواں کے بیالیسویں سال

میں ہوئی اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق عیسیٰ
 بن مریم علیہما السلام کے زمانہ بعثت سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ ولادت تک
 چھ سو سال کا زمانہ تھا اور ذوالقرنین کی وفات سے آٹھ سو بیاسی سال۔ داؤد علیہ السلام
 کے زمانہ سے ایک ہزار آٹھ سو سال۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے دو ہزار تین سو سال
 گزر چکے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کو مکمل تین ہزار ستر سال اور
 حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ کو چار ہزار چار سو ننانوے سال اور آدم علیہ السلام
 کے زمانہ سے چھ ہزار سات سو پچاس سال گزر چکے تھے اور عام قبل میں بعض کہتے ہیں کہ
 اسی روز جب واقعہ قبل رونما ہوا اس دولت عظمیٰ کا اظہار ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ اس
 واقعہ کے پچپن روز بعد اور بعض نے چالیس روز بعد کہا ہے اور بعض نے کہا ہے
 اور بعض نے کہا ہے کہ دو سال دو ماہ بعد وقوع پذیر ہوا۔ اور بعض نے زیادہ مدت بھی لکھی
 ہے اور سب سے زیادہ صحیح روایت یہ ہے کہ اسی سال وقوع پذیر ہوا۔ بہر حال اس عجیب
 قضیہ اور بُری بلا کا ذراع آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کے ظہور کی برکت سے
 ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علامات نبوت میں سے ایک یہ تھا اور مشہور یہ ہے
 کہ ربیع الاول کے مہینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمِ جمود میں آئے اور اکثر کا خیال
 یہ ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی اور جمہور محدثین اور ارباب سیرت و تاریخ
 نے شبِ دو شنبہ متعین کی ہے اور ایک گروہ کا مسلک یہ ہے کہ ماہِ رمضان تھا
 اور اس قول کو تقویت اس روایت سے ملتی ہے کہ شبِ عرفہ یا ایام

میں تبدیل ہو جائیں۔ فلک الافلاک کے بلند ترین نقطہ سے مرکزہ خاک اور سطح عرش معلیٰ سے فرش خاک تک آپ کی تشریف آوری کی برکت سے تاریکی نائل ہو جائے۔

ولدتہی ونزلت الافلاک وناى الضلال وادبر الاشراك

تاشے نیست صبح بستی زاد آفتابے چو اوندارد باد
فیض فضل خدائے سایہ او فر پڑ بہائے سایہ او
حکمت کن ز حکم لم یزل او اول الفکر آخر العمل او

ارباب حکمت کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ موسم بہار کا آغاز تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہ غیب سے عالم شہادت میں تشریف لائے اور اس گلدستہ عالم اسرار کو فصل بہار میں گلشن سرسبز عالم ارواح سے اس دنیا میں آراستہ کیا اور اس خاکستری بساط کو سبز آسمانوں کی مانند گلاب و چنبیلی سے آراستہ کیا۔

لے خمیہ بر فراز نہم آسمان زدہ بالائے عرش نور نعت سیایان زدہ
بر بام چرخ قدر تو نبہادہ زردبان آتش پس از عروج برل زردبان زدہ
در سایہ نبوت و نطق رسالت سکن خاک زوبت امن و امن زدہ

اے درویش! اس کو کب سعادت کا طلوع مشرق سیادت سے اس وقت ہوا جب سنہری سمرغ خورشید نے مشرق کے کوہ قاف پر برج حمل سے پرواز کر دی تھی اور نسیم بہار کا فائدہ پروردگار کی جانب سے رحمت کی خوشخبری میرسل الدیاح بشریٰ بین یدئی رحمتم کو فانتظر الی اکابر رحمۃ اللہ کے منشور میں و ما ائرسلناک الا رحمۃ للعالیین کے عالی مقام نام لایا۔

آہ و از یار من خبر آورد بہ بیل از گل و از نترن خبر آورد
شیم عشق مشام محمدی بشمود کہ باد صبح زولیس قرن خبر آورد

لِسیم صُبح دم از معبر میسازد کہ از میدان جان و بدن خبر آرد
چگونه زندہ نگر دو دم ہوئے کہ صُبح و شام ز جاں سخن خبر آرد

اس مبارک خبر کی فرحت و خوشی سے گلشن ہر اے کن فیکون کے مالی اس عالم کون فساد کی زینت
زینت میں مصوف ہوئے اور گونا گوں زیورات سے آراستہ کیا اور باغ کے گلرخوں اور نبل مویاں
گلشن زد و گواہر کے لباس سے آراستہ اور مشک عنبر کی خوشبو سے معطر کیا۔

عروس غنچہ را پوشند عاری گہر بہ لبست گل در پردہ داری
بنفشہ سر بر آورد از لب جوئے زمین گشت از ریاحین عنبرین بوئے

یہ اس پیغمبر پاکیزہ گوہر کے حضور کے شرف اور آنسو و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ ظہور کی
عالی اثرِ خبر کا اثر تھا کہ مشاطہ بہار نے زہرِ جدی پردہ کے اُفق کی شعاعوں سے صُبح کی سفیدی
اور شفق کی سُرخ سی نور ستہ پھول کی دُلہن کے رخسار کو زیورِ حسن و جمال سے آراستہ کر کے
نیلو فری جلوہ گاہ اور زنگاری تاشہ گاہ پر بھایا اور سبزہ تر کے وسم سے نیلو فری بنفشہ کے ابرؤں
پر خطِ رعنائی کھینچ کر زنگین شگوفوں سے جواہرات و مرجان سے آراستہ درختوں کی ٹہنیوں کے کالوں
میں سنہری گوشوارے پہنائے اور ریشمی چادریں کافوری لباسوں کی مانند پھولوں کے اوراق سے
تاشہ گاہ گلزار میں سرسبز و شاداب درختوں پر ڈالیں۔ حضرت حق جل و علا کے حکم سے قادرِ مطلق
کی قدرت کے خیاط نے ہر ورق سے لاکھوں لباس فاخرہ بعض گول، بعض چپٹے، سفید، سُرخ
زرد اور نیلگوں جیسا کہ ہر ایک کے حال کے مناسب تھے تیار کئے اور گل لعل کو زمر و زین
تخت اور فیروزہ نگ اطلس پہنایا اور نرم و نازک شگوفوں کو حللی سفید چادر کا لباس
پہنایا اور بے برگ درخت جو موسمِ سرما کے باغیوں کی غلت گری سے برہنہ ہو
گئے تھے، سبز زردی مائل پتوں کا چنہ پہنایا اور گیندے کے پھول کو صوفیانِ باصفا کی طرح
سفید مَحَل کی مسد خرقد و دخت گہڑی سی کہ نیلو فر کے آسانی کے لیے گہڑی کے بغیر کسی

شکاف اور درز کے اس کی گردن میں ڈال دی۔ لالہ صحرائی حصّہ کے منقشِ اطلس کو مشیت
ایزدی کی سوئی سے سی دیا اور اناریں ریشمی لباس پہنے کھلے ہوئے انار کو سُرخِ غلاف سے
باہر نکالا اور اس کے سر پر سنہری شش گوشہ ٹوپی اڑھائی اور سانہ بھر میں یہ غلغلہ مچایا

آمد بہار اے دوستانِ منزلِ سوئےِ بتانِ کنیم گردِ عرومانِ چینِ خیزید تا جولانِ کنیم
آمدِ جَوئےِ درچمنِ کیں طبلِ را پہناں مزن جانمِ فدائے عاشقانِ امر و زجاںِ افشانِ کنیم

موسمِ بہار میں ولادتِ مصطفویٰ میں حکمت | جب کہ خواجہ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام
کہ انا والسّاعۃ کھاتین وسطیٰ اور شاہرہ سے اشارہ فرمایا اور بہار بھی غایتِ ظہور پر قیامت پر
ولادت کر نیوالی ایک دلیل ہے کہ اذّا مَیْتَمَ النَّبِیِّ فَادْکَرُ وَالنَّشُوْرُ اس منہاجت سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا موسم بہار میں اختیار کرنے میں یہ حکمت تھی کہ بہار اپنے گلہائے گوناگوں
کے حسن و جمال پر نازاں بختی اور باغات کی خوبصورتی اور گلستان کی زینت پر مغرور تھی۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جلال و جمال اور بھرپور حُسن سے اس کی تازیاب کی گئی۔ لاکھوں خوبصورت
اور خوشبودار پھولوں کی آبر و کو طہارت و پاکیزگی کے ساتھ اور گھنگھریلے بالوں اور نقابے
محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بے رونق اور بے آب و تاب کر دیا گیا۔

باغ و بہار را بگوئے لافِ خوشی چہ میزنی من نہایتِ خوشی چوں برسد بہار من
اے درویشِ بہارِ اشباح، نبات و ریاحین کی مرنے والی ہے اور بہارِ ارواح، دل و دین کی زندگی کو مقوی
ہے بہارِ اشباح وہ ہے کہ موسمِ بہار کی ہوا قوائے طبعی کو اغدالِ بخشی اور بوسیدہ خاک کو زندہ
کرتی ہے۔ فَاحْيِنَا بِهٖ بَلَدًا مَّيْتًا بہارِ ارواح وہ ہے کہ قدس کے باغ کے جھونکوں سے
محبت کی نسیمِ حیات۔ اسرار کی بارش کے توسط سے پتھر مردہ اور افسردہ دلوں کو ابدی زندگی حقا
احدیت کے ساتھ ترقی و تازہ رکھتی ہے کہ فَلْخُضِّیْہٖ حَیَوٰۃً طَیْبَةً بہارِ اشباح میں بادل کے
ناکسی بادیرِ زمستان کے پیاسوں کے لبوں پر پاکیزہ پانی ڈالتے ہیں کہ مُقَادُّہٗ لِبَلَدٍ مَّيْتٍ اور بہارِ

میں ساتی نغمہ محبت سے وحدت کی نالغ شراب اکرم کے جامِ یحیٰیہم دیمیوتہ سے بیابان
انسانی کے تشہ لبوں کے کام جان پر گراتے ہیں وَ سَقَّحُورُکُمْ شَرَّابًا طَهُورًا اور بہارِ اشباح
میں صبح کو پیدا کرنے والے کے اسرارِ قلم سے پھولوں کے پیدا ہونے کے عجیب و غریب نقوش
کے آثار کا ظہور ہوتا ہے اور زمانہ کے پاکیزہ صفات پر ظاہر ہوتے ہیں فَأَنْبَتْنَا بِهِ جَنَّاتٍ وَ
حَبَّ الْحَصِيدِ بہارِ ارواح میں انوارِ تجلیات ربانی کے آثار انسانی دل کے جہانِ ماہِ جام کو غیبی
صورتوں اور خدائی جمال کے عکس کو قبول کرنے کی صلاحیت بخشتے ہیں دَنِّی الْفُیُکُمْ أَفَلَا تَبْصُرُونَ
بہارِ اشباح میں صفت کے مصوٰر بادِ صبا کی قلم سے عجائب گھر میں عجیب و غریب تصویروں میں کھینچتے
ہیں کہ حَتَّىٰ إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُهَا وَأَزْيَنْتِ بِهَارِ ارواح میں وَصُورُكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ
جام جہاں نامے وجود میں اور اربابِ شہود کے باطن کا عکس پر یہ آمینہ مشتاق عاشقوں کو
حق سبحانہ و تعالیٰ کا جمال دکھاتا ہے کہ خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ بہارِ اشباح میں بادِ شہرگاہ
کے فراش گل لالہ کا خیمہ اور سبزہ کا زمردیں سراپردہ قوائے نامیہ کے رستوں سے فضائی
ہوا میں کھینچ دیتے ہیں کَذَرِحَ شَطَاةٌ فَازَرَا فَاسْتَقْلَطُوا فَاسْتَقْوَىٰ عَلَى سُوْقِهِ بہارِ
ارواح میں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے فراشیں مُحَبَّبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
کی مدد سے عاشقوں کی محبت کے سراپردہ کو وصال کے رستے سے ذوالجلال والا فضل
کے فرش کے کنگہ پر کھینچ دیتے ہیں إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ بہارِ اشباح میں دلکش
خوشبو والے پھول یوسفان گلرؤے کی مانند تختِ زمردیں پر چمکیے لگاے بلبلیں جوتی درجوتی
قحطِ زوہ یعقوب علیہ السلام کے بیوں کی مانند فرستان کے کنعان سے آتی ہیں اور اپنی
بے سرو سامانی کا رخسارہ یوسف گل کے پتوں پر ملتی اور روتی ہیں کہ يَا أَيُّهَا الْعَزِيزُ مَسْنَا وَأَهْلَنَّا
الضُّدَّ فَاخْتَبِئْنَا بِمَنْ كُوْنُ سَهْرٍ بِرَاہِ کی خاطر تلاش کرنے والوں کی مانند باغات کے صحن کو
کوئی آواز لگا کر غمگین قمری کو مسکین زینبیا کی مانند سیاہ حلقہ گردن کے گرد ڈال کر ملامت
کر لے والے تماشہ بیوں کو کہتی ہے هَذَا إِلَهُ الَّذِي الْمُنْتَنِي فِيهِ۔

قافلہ زن یا سمن و گل بہم قافیہ گو قمری و بلبل بہم

سوسن یک روزہ حبسِ زبان دادہ بصر از کفِ موی نشان
باد نویسندہ بدستِ امید قصہ گل بر ورقِ مشکِ بید
روزن باغ از علمِ سرخِ وزند پنچہ با ساختہ از لا جورد

—

اسی طرح بہارِ ارواح میں جس سے مراد ظہورِ نورِ محمدی اور حضورِ سرورِ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ایمان کے پھول عارفوں کے دلوں کے درختوں کے تخت پر بادشاہوں کی مانند جلوہ گرتے ہیں أَوَّلَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ بلبلیں نیاز کی آواز سے گنگو کی ٹہنیوں پر صبح کے وقت نالہ و استغفار میں آتی ہے۔ أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً عاشق زارِ فاختہ۔ بوستانِ وجد و طرب میں کو بجو جستجو اور روبرو گنگو کے بعد آتی ہے تاکہ کلام وَتَسْلِقُوا إِلَى الْبَاقَانِ کی طرح محبت کی قمری طرقِ متابعت گردنِ معاضت میں ڈالے قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ذکر کی غنڈیبِ زبان کی ٹہنیوں پر آشیانِ باقی ہے۔ وَأَذْكُرْ بِكَ إِذَا كُنَيْتَ وحشی نفس کشتِ بہشت کی طرف رخ کرتے ہیں۔ سَارِعُونَ إِلَى الْمَغْفِرَةِ مَنْ مَرَّ بِكُمْ رُوحوں کے پرندے اپنے جسموں میں نہجیدہ ہوتے ہیں وَلَوْ قَامَ مَعَ الْفِتَارِ طَالِبِينَ کے وجود کے ذرات۔ شرابِ اکسٹ مَرَّ بِكُمْ کی انتہائی مستی سے سرمست ہو کر حبیب کے ساتھ اس عجیب خطاب سے مخاطب ہوتے ہیں۔

آمد بہار اے عاشقانِ تا خاک آں بتان شود آمد اے زاسانِ تا مرغِ جانِ پیران شود
ہم بحرِ پر گہرِ شلاد ہم شورہ پر گوشہ شود ہم سنگِ لعلِ کان شود ہم جسمِ جلدِ جان شود
دانی چرا چوں ابر شد در عشقِ چشمِ عاشقان زیرِ اکہ آں مہ پیشتر در ابرِ ما پیران شود

بعض اربابِ اشارات نے کہا ہے کہ ربیع کی تین اقسام ہیں۔ ربیعِ نبات۔ ربیعِ ابدان اور ربیعِ قلوب۔ ربیعِ نبات آنکھوں کے لئے فرحت و انبساط ہے۔ ربیعِ ابدان دیدہ عقل کے لئے نظارہ گاہ ہے اور ربیعِ قلوب مشاہدہ معرفت کے لئے ہے بہارِ نبات میں گل و لالہ ہوتے

میں۔ بہار ابدان۔ آہ و نالہ ہے اور بہار دل میں سدا کام عشق کے متعلق ہوتا ہے۔ بہار نبات میں گل و گلزار دیکھتے ہیں۔ بہار ابدان میں فعل و آثار دیکھتے ہیں اور بہار قلوب میں تمام تجلی دیدار دیکھتے ہیں۔ بہار ربیع نبات میں تمام لطائف اور تازگی ہے۔ ربیع ابدان تمام طاعت و عبادت ہے اور ربیع قلوب تمام کی تمام رویت و مشاہدہ ہے۔

اے بہار عاشقان دیدار تو	وے گل و گلزار جان رخسار تو
باغ و بستانم سر کوئے تو لبس	سنبل و ریحان سمن بوئے تو لبس
بے توام باغ و گلستان گلشن ست	با توام زندان بہ از صد گلشن ست
بے تو گل در دیدہ خار آمد مرا	دل بخت بے تو نکشید مرا
تو زمن شو باغ و بستان گو مباش	چوں تو جانان ننی جان گو مباش

مَحَبَّتِ اِلٰی الْحَدِیْث

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت

جانتا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ ولادت اگرچہ مختلف فیہ ہے لیکن اس کی جگہ متفق علیہ ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مبارک مولود آغاز فطرت سے انتہا خلقت تک جو کہ قضا و قدر کے مرتب اور اطفال مصنوعات کے قواعد و قدر کو خلق و امر کے پارچہ میں مقرر کرنے والے نے پلایا۔ طوابع نجوم کی تحریر لکھنے والے ارادت کے طور پر سعاد کی تحریر ایام و لیلیٰ کے اوراق کے صفحات پر لکھی کسی نے مولود حسن طالع یمن موقع طہارت اصل انصارت نسل زکائے فطنت، صفائے طینت، علو نسب اور حسب کی بلندی میں اس کو نین کی آنکھوں کی ٹھنک خلاصہ عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر قدم کرم پرودہ عدم سے عالم وجود میں نہیں رکھا۔ اصلاط طیبہ اور احرام طاہرہ سے منتقل ہوتے ہوئے حرم محترم مکہ سے متعلق بنی ہاشم کی ایک حویلی میں متولد ہوئے۔ دنیا جو فسق و عصیان کی ظلمت سے تاریک ہو چکی تھی کو اپنے نور ظہور سے منور کر دیا۔

محمد کا صلہ بتی شد و جودش جہاں گروے ز شاد و روان جودش

چراغ روشن از نور خدائی جہان را دادہ از ظلمتِ مادی
طرازِ خاتمتِ نقشِ نگینش! کلیدِ نہ فلکِ در آستینش

نقل ہے کہ وہ حویلی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے اب مکہ میں محمد بن یوسف کی حویلی موجود ہے۔ شعب بنی ہاشم میں اس کوچہ میں جسے زقاق المولد کہتے ہیں اب تک اطراف و اکناف کے زائرین اس مبارک مقام سے برکت حاصل کرتے ہیں صحیح روایت سے ثابت ہے کہ وہ حویلی وراثت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے عقیل بن ابی طالب کو عطا فرمادی اور عقیل کی وفات تک اس کی ملک میں رہی۔ اس کے وفات کے بعد اس کے بیٹوں نے حجاج بن یوسف ثقفی کے بھائی محمد بن یوسف کے پاس فروخت کر دی اور دوسری روایت یہ ہے کہ عقیل بن ابی طالب نے خود فروخت کی جب مکہ فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا سے پوچھا کہ میں کہاں ٹھہروں اس نے کہا اپنے گھر میں جو آپ کی جائے ولادت بھی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا هَلْ تَرَ لَكَ لَنَا عَقِيلَ مِنْ ظِلِّ آنَحَضْرَتِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بطن میں نزول اجلال فرمایا اور کہا اس گھر کو بھی خریدار کے پاس رہنے دو۔ عبد الملک کے زمانہ خلافت میں وہ گھر محمد بن یوسف کو منتقل کر دیا اس نے اس گھر کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جائے ولادت سے برکت کے لئے اپنے محل میں داخل کر لیا جو بیٹا کے نام سے مشہور تھا۔ بنی امیہ کی سلطنت ختم ہونے کے بعد ہارون الرشید کی والدہ خیران جب بیت اللہ شریف کے طواف کے لئے آئی اسی گھر کو اس محل سے جدا کر دیا اور وہاں ایک سنہری مسجد انتہائی آراستہ و پیراستہ تعمیر کی تاکہ عبادت گزار بندے پنج وقتہ نماز ادا کریں۔

ولادت کے وقت واقعات کا ظہور
آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے
کہ میں نے وضع حمل کے وقت ایک
با عظمت بڑی آواز سنی جس سے میں بہت زیادہ خوفزدہ ہو گئی۔ میں نے یوں دیکھا کہ سفید پریے

پر میرے پیٹ پر لٹ گئے ان پروں کے چھونے سے وہ خوف مجھ سے جاتا رہا۔ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ایک سفید شربت کا بھرا ہوا پیالہ سامنے موجود تھا۔ میں نے سمجھا دودھ ہے مجھ پر پیاس کا غلبہ تھا میں نے اسے پیا تو وہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ اس کے بعد مجھ سے نورِ عظیم ظاہر ہوا۔ میری حویلی اور گھر اس طرح نورانی ہو گیا کہ نور کے سوا کوئی چیز مجھے دکھائی نہیں دیتی تھی۔ وہاں میں نے بلند کھجور کی مانند بلند و بالا اور آفتاب کی مانند چمک دار خوبصورت چہروں والی عورتیں دیکھیں جو دخترانِ عجب مناف کی طرح تھیں۔ میرے گرد پھر تیں اور میری دیکھ بھال کرتی تھیں۔ درودہ کے وقت میں اُن پر تکیہ کرتی۔ مجھے حیرت تھی کہ یہ کون ہیں اور کہاں سے آئی ہیں۔ یہ وقت مجھ پر بہت دشوار تھا میں گھر میں حرکت کی آواز سنتی تھی لیکن کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا۔ میں کنتی عبد المطلب موجود ہوتے ہیں نے ایک ریشم کا لمبا کپڑا انتہائی سفید دیکھا جو آسمان سے زمین پر پہنچا اور میں نے آواز سنی کہتے تھے اس فرزند کو لوگوں کی نظروں سے محفوظ رکھو۔ پسندوں کی ایک جماعت دیکھی جو میرے سامنے آتے تھے اور ان کی چونچیں زرد اور پہا قوت کے تھے۔ لوگوں کی ایک جماعت دیکھی جو کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں چاندی کے لوٹے تھے۔ انتہائی خوف و دہشت سے میرا پسینہ نپا رہا تھا جو قطرہ بھی ٹپکتا اس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ ہنس حالت میں میری آنکھوں کے سامنے سے پردہ اٹھا دیا گیا مجھ پر زمین کے مشرق و مغرب کے کنارے ظاہر ہو گئے۔ میں نے تین علم بلند دیکھے ایک مشرق میں دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر۔ میرے ارد گرد بہت سی عورتیں جمع ہو گئیں تھیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متوالہ ہوئے میں نے دیکھا کہ آپ نے سر سجدہ میں رکھا ہوا ہے اس طرح جیسا کہ کوئی شخص دعا کرتا ہے اور انتہائی قرض و زاری سے حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کرتا ہے۔ ہاتھوں کو آسمان کی طرف اٹھائے ہوئے دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ سفید بادل کا ٹکڑا آسمان سے اُترتا ہے اسے لے کر غائب ہو گیا اس کے بعد میں نے آواز سنی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا کے مشرق و مغرب اور تمام جہان کے گرد دکھاؤ تاکہ تمام مخلوقات صورت اور صفت سے پہچان لے پھر پلک جھپکتے بادل چھٹ گیا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفید صوف میں میں نے لپٹا ہوا دیکھا جو دودھ سے زیادہ صاف اور ریشم سے زیادہ نرم

تھا۔ پھر پہلے سے زیادہ بڑا بادل آیا جس میں سے لوگوں کی باتیں کرنے کی آواز آتی تھی اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ کا احساس ہوتا تھا اور منادی ندا کرتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام انس و جن کے گرد پھراؤ اور اسے صفوت آدم علیہ السلام۔ رقت نوح علیہ السلام۔ خلعت ابراہیم علیہ السلام۔ لسان اسماعیل علیہ السلام۔ جمال یوسف علیہ السلام۔ بشرۃ یعقوب علیہ السلام صوت داؤد علیہ السلام۔ صبر ایوب علیہ السلام۔ زبدیحی علیہ السلام اور کریم عیسیٰ علیہ السلام عطا کرو پلک جھپکتے وہ بادل بھی چھٹ گیا۔ اسی واقعہ کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دوسرے طریق پر روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منقولہ ہوئے اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا اور سر آسمان کی طرف کیا اور دونوں ہونگے اپنی انگلیوں کو ڈھیلا چھوڑ دیا اور انگشتِ سبابہ سے اشارہ کیا گویا کہ تسبیح کہتے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ اپنی انگشتِ ابهام کو چومتے تھے اس سے دودھ نکلتا تھا۔ پھر قبضہ خاک اٹھا کر کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے اور سجدہ کیا۔ آپ کے ساتھ مجھ سے نور باہر نکلا بصرہ اور شام کے عملات اس نور سے دیکھے پھر سفید بادل کا ٹکڑا آسمان سے اترا اسے اٹھا کر میری نظر سے غائب کر دیا۔ میں نے منادی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ اسے مشرق و مغرب میں سیر کراؤ اور انبیاء کے پیدا ہونے کی جگہ پر لے جاؤ تاکہ تمام دھاکرے اس پر پھونکیں اسے ملت جنتی کا جامہ پہناؤ۔ اسے ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کرو اور تمام دریاؤں سے اسے گزراؤ تاکہ اہل بھارے صورت اور صفت سے پہچان لیں۔ سمندروں میں آپ کا نام ماحی ہے کہ اس کے زمانہ میں تمام شرک محو ہو جائیں گے۔ ایک لمحہ کے بعد اسے پھر لے گئے۔ سفید صوف میں لپٹا ہوا جیسا کہ بیان ہوا اور ریشم کے سبز ٹکڑے میں رکھا ہوا تھا اور چند چابیاں اس کے ہاتھ پر رکھی ہوئی تھیں۔ میں نے سنا کہنے والا کہ رہا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کلید نبوت۔ کلید نصرت اور کلید باد کو حاصل کر لیا۔ پھر ایک اور بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا جو پہلے سے زیادہ عظیم اور نورانی تھا۔ اس کی آواز گھوڑے کی ہنہناہٹ اور پسندوں جیسی سنائی دیتی تھی۔ لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز مجھے سنائی دیتی تھی۔ اس بادل کے ٹکڑے نے بھی اسے اپنے ساتھ بلالیا اور نظر سے اچھل کر دیا۔ اس مرتبہ پہلے سے زیادہ دیر تک غائب رہا۔ منادی کہتا تھا کہ محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطراف زمین میں سیر کراؤ اور تمام روحانی مخلوق اور جن وانس کو پیش کیا اور اسے انبیاء و رسل کے دریاے اخلاق میں غوطہ دو۔ پھر اسے لاؤ اب ریشم کا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں تھا جس سے آب زلال کے قطرے ٹپک رہے تھے اور کہنے والا کہہ رہا تھا کہ واہ واہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام کو قبضہ میں کر لیا اور اہل دنیا میں سے کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اس کے قبضہ تسخیر میں برضا و رغبت نہ آئی ہو باذن اللہ تعالیٰ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ اس کے بعد میں نے تین افراد دیکھے جن کے چہرے اس قدر حسین و جمیل تھے کہ آفتاب کی طرح درخشاں تھے ایک کے ہاتھ میں روپہلی ٹوٹا تھا جس سے کستوری کی خوشبو آتی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں زرد سبز کا طشت تھا جس کے چار کونے تھے اس کے ہر کونے پر ایک سفید قوی تھی۔ انہوں نے کہا یہ دنیا کی چار حدیں ہیں جو سمت چاہے اختیار کرے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ طشت میں رکھا۔ آواز آئی کہ اس نے کعبہ کو پکڑ لیا۔ ہم نے اسے اس کا قبلہ و مسکن بنا دیا۔ تیسرے شخص کے ہاتھ میں ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا تھا اس نے اسے کھولا تو اس میں مہر تھی طشت والے شخص نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھا کر طشت میں بٹھا دیا۔ اس لوٹنے سے اس پر پانی ڈالتے تھے۔ سات مرتبہ انہوں نے اسے دھویا اس کے سر اور پاؤں کو انہوں نے بوسہ دیا۔ اس ریشم کے ٹکڑے میں پٹیٹ کہ ایک رومال سے گویا کہ مشک اذفر سے تھا۔ باندھ دیا پھر طشت والے نے تھوڑی دیر اپنے پروں کے نیچے رکھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ شخص رضوان اور خاندن جنت تھے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ تھوڑی دیر کے بعد اپنے پیٹ کے نیچے سے نکالا اور اس کے کان میں بہت سی باتیں کہیں مجھے کچھ سمجھ نہ آئی پھر اس کی دو آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے خوشخبری ہو کہ تمام پیغمبروں کا علم تجھے عنایت ہوا اور تیری بہادری کا جھنڈا لگا رکھا دیا۔ نصرت و فیروز مندی کی مفاتیح تمہارے ساتھ کر دیں لوگوں کے دلوں میں تیری ہیبت و عظمت ڈال دی یا حبیب اللہ جو بھی ذکر نہ کرے گا۔ لڑاں و ہراساں ہوگا اگرچہ اس نے تجھے نہ دیکھا ہو۔ اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس نے اپنا منہ اس کے منہ پر رکھا جیسا کہ کبوتر اپنے بچے کو خوراک دیتا ہے وہ اسے کچھ دے رہا تھا اور میں اسے دیکھ رہی تھی کہ انگلی سے اشارہ کرتا ہے اور زیادہ کی طلب کرتا ہے اس کے بعد

اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے خوشخبری ہو کہ تمام اخلاقِ حسنہ تمہیں بخشے گئے اس کے سر اور چہرہ پر تیل ملا۔ سر پر کنگھی پھیری آنکھوں میں سرمہ لگایا اور میری نظروں سے غائب کر دیا۔ اس صورتِ حال سے میرے دل پر بڑا اندوہ طاری ہوا۔ میں حیران رہ گئی میں نے کہا میری قوم کہاں ہے گویا کہ نیست ہو گئی ہے کیونکہ تین راتوں سے میں یہاں وضعِ حمل میں مبتلا ہوں اور میری قوم سے کوئی بھی میرے پاس موجود نہیں۔ اسی اثناء میں وہ شیخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے پاس لایا۔ اس کا چہرہ چاند کی طرح چمک رہا تھا اور کستوری کی خوشبو اس سے آ رہی تھی۔ اس شخص نے کہا میں نے اسے تمام زمین کے حصوں میں پیش کیا۔ آدم صلی اللہ کے پاس لے گیا اس نے اسے اپنے سینے کے ساتھ لگایا اور برکت کی دعا فرمائی اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے بشارت ہو کہ تو میرے اولین و آخرین فرزندوں میں سے ہو گا وہ شخص یہ باتیں کر رہا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے سپرد کر کے جارہا تھا نوشتے ہوئے کتا ہے۔ اے دنیا و آخرت کی عزت و شرف! تجھے بشارت ہو کہ تو عروہ و لقی کو پکڑنے والا ہوا۔ وہ شخص بھی تیرا دامن پکڑے گا اور تیرا حکم مانے گا۔ تیرے مجتہدین کے گرد وہ میں شمار ہو گا۔ ان ہی باتوں میں تھے کہ اچانک عبدالمطلب آئے۔ اسے میں نے یہ حالات بتائے اُسے بھی چند واقعات پیش آئے تھے اس نے مجھے بتائے۔

حضرت عبدالمطلب کی حضور کے چہرہ انور پر نگاہِ اولین
 عبدالمطلب نے کہا
 آج رات میں کعبہ میں
 دعا و نیاز میں مصروف تھا اچانک میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نے مقامِ ابراہیم میں سجدہ کیا اور پھر اپنی اصلی حالت پر لوٹ گیا۔ زبانِ فصیح سے کہتا تھا اعلیٰ اکبر! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس وقت بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ مُبل جو سب سے بڑا بت تھا میں نے دیکھا کہ منہ کے بل گرا ہوا ہے اور آواز آئی کہ آمَنَہ رَضِیَ اللہ تعالیٰ عنہما کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور اس پر سمابِ رحمت نازل ہوا ہے۔ عالمِ قدس سے ایک طشت اُسے نہلانے کے لئے لایا گیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کو ضلالت و گمراہی کی تاریکی سے ہدایت کی روشنی میں لانے گا اور تمام لوگوں کی طرف

مبعوث ہوگا۔ روشن چراغ۔ رسول داعی اور تمام مخلوقات کا ناصح ہوگا۔ اے فرشتو! گواہ ہو کہ مفتح خزانے سے دے دی گئیں۔ اس کے روز ولادت کو اپنی عید بناؤ اور ہر سال قیامت تک اس روز سے تبرک حاصل کرو۔ عبدالمطلب نے آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا جب میں نے یہ باتیں سنیں میں متحیر رہ گیا۔ میرے منہ میں زبان سُرخ ہو گئی میں نے خیال کیا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں میں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ ملے میں نے محسوس کیا کہ میں تو بیدار ہوں۔ باب بنی شیبہ سے بطل کی طرف نکلا میں نے صفا کو دیکھا کہ کبھی بلند اور کبھی پست ہوتا ہے مروہ اضطراب میں تھا اور اطراف سے سے آواز آتی تھی کہ اے تید قریش کیا بات ہے کہ تو خوفزدہ ہے مجھ میں جواب دینے کی طاقت نہیں تھی۔ پھر میں تیرے گھر کی طرف متوجہ ہوا تاکہ اس فرزندِ ارجمند کو دیکھیں۔ میں اس گھر کے دروازے پر پہنچا تو ایک سفید پرندہ دیکھا جس نے تیرے دروازہ پر پر پھیلارکھے ہیں۔ جن کی روشنی سے مکتے کے پہاڑ متور ہو گئے ہیں۔ سفید بادل تیرے گھر کے اوپر تھا۔ مجھے داخل ہونی سے روکتا تھا۔ میں تھوڑی دیر بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا جو کچھ میرے مشاہدہ میں آ رہا ہے وہ خواب ہے یا بیداری۔ مجھے یہاں کستوری کی خوشبو آتی تھی تیرے گھر میں داخل ہونے کی جرأت نہیں تھی آخر جرأت کر کے گھر میں داخل ہوا اور مجھے اس حال میں پایا۔

منقول ہے کہ جب عبدالمطلب آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے
عبدالمطلب در آمنہ پیر گھر کے دروازہ پر پہنچا۔ دروازہ کھٹکھا۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خفیف آواز میں جواب دیا۔ عبدالمطلب نے کہا جلد دروازہ کھولو۔ میرا جگر پھٹا جا رہا ہے۔ آمنہ رضی اللہ عنہا نے تیزی سے دروازہ کھولا۔ عبدالمطلب نے پہلے آمنہ رضی اللہ عنہا کی پیشانی کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا مقام تھی دیکھا۔ اس نور کو آمنہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ پر نہ پایا بے حال ہو گیا۔ اس نے اپنے کپڑے پھاڑ دینا چاہے۔ اس نے کہا وا غوثا! اے آمنہ رضی اللہ عنہا وہ نور کہاں چلا گیا کہ مجھے اب دکھائی نہیں دیتا۔ اس نے جواب دیا۔ وضع حمل ہو گیا ہے اور وضع حمل کے وقت میں نے عریب امور مشاہدہ کئے ہیں اور ایک ایک واقعہ عبدالمطلب سے بیان کیا عبدالمطلب نے کہا میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کیونکہ وضع حمل کا کوئی اثر تجھ سے دکھائی نہیں دیتا۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا واللہ میں سچ کہتی ہوں وہ سفید پرندہ تو تو نے دیکھا وہ چلنے

میں میرے ساتھ جھگڑا کرتا تھا اور چاہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ دودھ پلائے۔ عبد المطلب نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لانا کہ میں دیکھوں۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ افسوس تو اسے نہیں دیکھ سکتا۔ ایک شخص سبز زرد کا پشت لے آیا۔ اس میں اسے نہلا کہ کہا اس بچے کو تین روز تک کسی کو مت دکھانا۔ عبد المطلب تلوار کھینچ کر آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف بڑھے اور کہا مجھے اسے ضرور دکھاؤ نہ تجھے یا خود کو ہلاک کر دوں گا۔ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب عبد المطلب کا مبالغہ و اصرار دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں مکان میں صوف میں پیٹے ہوئے ہیں جا کر دیکھ لو۔ عبد المطلب جب اس گھر پر آئے تاکہ جہاں جہاں آئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھیں ایک مہیب شخص کو شمشیر بکھنکھاتا دیکھا جو اس کی طرف بڑھا اور کہا لوٹ جاؤ۔ کوئی شخص اسے دیکھنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ عبد المطلب پر لڑہ طاری ہو گیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اس نے چاہا کہ باہر نکل کر قریش کو اس حال سے باخبر کرے۔ جب گھر سے باہر نکلا کوئی بات نہ کہہ سکا اور ایک قول کے مطابق سات روز تک بات نہیں کر سکا۔

صفیہ بنت عبد المطلب کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی رات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قابلہ تھی

صفیہ بنت عبد المطلب کی روایت

آنسرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت نور ظاہر ہوا جو چراغ کی روشنی پر غالب آگیا۔ اس رات چھ علامات میں نے مشاہدہ کیں۔ ایک یہ کہ جب بچہ زمین پر آیا اس نے سجدہ کیا۔ دوسرا یہ کہ سر اٹھا کر فیصح زبان میں لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ سوم یہ کہ گھر کو میں نے نور سے روشن دیکھا۔ چوتھا یہ کہ جب میں نے اسے نہلا ناچا باہر آئے آمنہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی اے صفیہ! تو رحمت نہ اٹھا ہم نے اسے نہلا کر بھیا ہے۔ پانچویں یہ کہ وہ مختون تھا اور ناف بھی کٹی ہوئی تھی۔ چھٹی یہ کہ میں نے اسے لفافہ میں لپیٹا چاہا۔ اس کی گشت پر مہر نبوت دیکھی جو دونوں کندھوں کے درمیان تھی جس پر لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا تھا۔ ارباب اشارات نے ان چھ علامات میں چھ لطائف بیان کئے ہیں۔

جب سجدہ کیا۔ مخفی کلام سے بات کی صفیہ کہتی ہے کہ میں نے اس کے منہ

لطیفہ اول

پر کان لگائے کہ وہ کیا کہتا ہے کہتا تھا۔ اُمّتی اُمّتی۔ اے درویش!

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیر خوارگی کے زمانہ میں مجھے فراموش نہیں کیا۔ مجھے امید رکھنی چاہیے کہ شفاعت کے وقت بھی فراموش نہیں کرے گا۔

دوسرا لطیفہ یہ کہ زبان فصیح سے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللَّهُ وَ اِنِّي سَمِعْتُ اَمْلِكًا كَمَا اُورِ بَرْگوں نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت علیہا السلام کی شہادت سے زیادہ متقی کیونکہ اس نے پیگورے میں اپنی والدہ کی پاکدامنی کی گواہی دی تاکہ اس کو تہمت سے پاک کرے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ خدا تعالیٰ کی پاکی کی گواہی دی تاکہ اس آستانہ کبریا کو خص و خاشاک کفر سے پاک کرے اور خدا تعالیٰ کی پاکی کی گواہی والدہ کی پاکی کی گواہی سے زیادہ ہے۔

تیسرا لطیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور نور چراغ پر غالب آیا۔ اگر ہماری معرفت کا نور مارِ جہنم پر غالب آئے تو کیا تعجب ہے۔

چوتھا لطیفہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محنتوں اور سرور پیدا ہوئے یعنی ختنہ کئے ہوئے اور ذاتِ بریدہ۔ اگر اس کی امت بھی دنیا سے سرور و مغفور باہر جائیں تو کیا تعجب۔

پانچواں لطیفہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منسول دنیا میں تشریف لائے اگر آپ کی امت بھی دنیا سے اب رحمت سے منسول جائیں تو کرم خداوندی سے کیا عجب۔

چھٹا لطیفہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت تھی اور اس پر کلمہ توحید لکھا ہوا تھا۔ کفار قریش اور سرکش مشرک غیض و غضب سے چاہتے تھے کہ مکہ و فریب سے اسے مٹا دیں نہ ساسکے۔ اسی طرح حق تعالیٰ امت کے دلوں کو جن پر مہرِ نبوت سے محنوم کیا ہے کہ اُولَئِكَ الَّذِينَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْاِيْمَانَ اگر شیطان لعین اس آخری لمحہ میں اس کو محو کرنے میں کامیاب نہ ہو تو کرم الہی سے کیا عجب۔

عثمان بن ابی العاص کی والدہ کی روایت فاطمہ تقضیہ نے بیان کیا کہ میں آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس اس رات موجود تھی جب

وضع حمل ہوا۔ میں نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ستارے زمین کی طرف اس طرح جھکے ہوئے تھے میرا خیال ہوا کہ وہ زمین پر گر پڑیں گے۔ وضع حمل کے بعد آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نور مشتعل ہوتا تھا جس سے گھر اس طرح متور ہو گیا کہ نور کے سوا کوئی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی۔

آنحواں لطیفہ

حضرت عبدالرحمن بن عوف کی والدہ کی روایت | آپ بیان کرتی ہیں کہ میں اس رات آمنہ رضی اللہ علیہا کی قابلہ تھی جب بدن روح پرور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ہاتھ میں ہنچا۔ میں نے گوش ہوش سے اس کا گریہ و نیاز سنا۔ غیب سے کسی نے کہا میرے رب! ایسا نور چمکا جس کی کرنوں نے مجھے مشرق و مغرب کا مشاہدہ کر دیا۔ چنانچہ شام کے بعض مہلات کو میں نے دیکھا۔ اس کے بعد خوف و دہشت اور لڑہ مجھ پر طاری میں نے دیکھا اچانک میرے دائیں طرف سے روشنی ظاہر ہوئی۔ میں نے سنا ایک کھنکھ والا کہہ رہا تھا۔ اس فرزندِ دلہند کو کہاں لے جاتے ہو اس نے حجاب دیا مغربی مقامات کی سیر کرتا ہوں اور وہاں کی ہر جگہ پر میں اسے لے گیا ہوں۔ پھر وہی خوف اور لڑہ مجھ پر طاری ہوا۔ ایک لمحہ کے بعد بائیں طرف روشنی ظاہر ہوئی۔ کہا۔ اس نور دیدہ ارجمند کو کہاں لے گیا تھا۔ فرمایا۔ مشرقی مقامات کی طرف لے گیا تھا اسے اس کے بزرگ دادا ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نے آپ کو اٹھایا۔ اپنے سینے بے کینہ پر لگایا اور خیر کی دعاؤں کے پھول پھلے۔ فرمایا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تجھے دنیا و شرفِ آخرت کا مزدہ ہو تو یقیناً عروہ و ثقی سے متصل ہے جو شخص عزت و دولت سے متفق ہوگا مخالفت کی بساط پشت دے اور تیری نبوت کی گواہی دے گا کل قیامت کو تیرے احباب اور محبتیں میں اٹھایا جائیگا اور نفس کی تاریکی اور خواہشات کی پیروی سے دور رہے گا۔ شفا جو اس خبر کو روایت کرنے والی ہے کہہتی ہے کہ میں ہمیشہ گذشتہ حالات کی نقدی کو خزانہ متحید میں محفوظ رکھتی تھی اور شاہد انتظار پر دیدہ اعتبار لگائے بیٹھی تھی یہاں تک کہ آفتاب بعثت احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دولتِ سروری کے افق سے طلوع ہوا اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں سے ہوئی اور کفر و شرک کی بیماری سے شفا پائی۔

نقل ہے کہ ولادت کے دوسرے روز اجار سیود نے عبدالمطلب سے پوچھا۔

کہ گزشتہ رات تمہارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے اس نے جواب دیا کہ ہماری ایک عورت کو حمل ہے لیکن وضع حمل کا کوئی علم نہیں انہوں نے کہا ہم نے تو بیت میں اس طرح دیکھا ہے کہ کل سید الاولیٰین والاخرین وادی مقدس جو زیارت گاہ عرب و عجم ہے کی ولادت ہوگی وہ علم رفیع اور سراج منیر گزشتہ رات متولد ہو گیا ہے عبدالمطلب نے کسی شخص کو آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھیجا تاکہ صورت حالات معلوم کرے۔ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا کل ختنہ کیا ہوا اور ناف بریدہ ایسا بچہ پیدا ہوا ہے گویا اسے غل دیا ہوا ہے وہ آلائش جو بچوں کیساتھ ہوتی ہے سے بالکل پاک و صاف ہے اس سے ایسا نور چمکتا ہے کہ دنیا اس سے متور ہوگی جیسا کہ اس سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا تھا مجھے کسی قسم کی تکلیف پہنچے بغیر متولد ہوا۔ اس نے انگشت اٹھائی اور آسمان کی طرف اشارہ کیا۔ اس طرح آواز آئی کہ تین دن تک اسے لوگوں سے پوشیدہ رکھوں۔ جب یہ خبر عبدالمطلب کی مجلس میں پہنچی غلام ربیو نے کہا اَللّٰهُمَّ اَخْبِرْ تَوْریت کی بات درست نکلی۔ عبدالمطلب گھر گئے اور خبر دریافت کی پھر کمرہ میں بیٹھ گئے۔ لوگوں نے مبارک باد دی۔ آپ نے اُٹھ ذبح کیا اور لوگوں کی دعوت کی۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بیٹے کا تم نے کیا نام رکھا ہے۔ آپ نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ انہوں نے پوچھا یہ نام تم نے کیوں اختیار کیا باوجودیکہ تمہارے آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی اس نام سے موسوم نہیں ہوا تھا۔ آپ نے کہا تاکہ زمین و آسمان میں اس کی تعریف کی جائے تین روز کے بعد آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر گیا حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو گود میں لیا اور کعبہ میں کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں پر سلا دیا اور یہ رجز پڑھا۔

رجز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَعْطٰنِیْ	هٰذَا الْغَلَامُ الطَّیْبُ الْاَمْرَانِ
قَدْ سَادَ فِی الْمَهْدِ عَلَی الْغُلَمَانِ	اَعِیْذُ بِالْبَیْتِ ذِی الْاَسْرَکَانِ
حَقِّ اِمْرَآہِ بِالْبَنِیَانِ	اَنْتَ الَّذِیْ سَمِیْتَ فِی الْقُرْآنِ
اَعِیْذُ مِنْ شَرِّ ذِی شَتَانِ	فِی حَاسِدٍ مُّضْطَرِبِ الْعَنَانِ

جب عبدالمطلب اس رجز سے فارغ ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے گھر واپس لے گئے اور اس کی حفاظت کے لئے آمنہ رضی اللہ عنہا کو تاکید کی اور کہا یہ عظیم الشان فرزند ہوگا۔

حضور کی ولادت کی خبر سے یہودیوں کی پریشانی [تھا جس کا نام یوسف تھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت کے دوسرے روز قریش کی مجلس میں آیا۔ اس نے پوچھا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جس کے کل لڑکا متولد ہوا ہو۔ انہوں نے کہا عبد المطلب کے ہوا ہے اس نے کہا اس مولود کو مجھے دکھاؤ اس کی درخواست قبول کرتے ہوئے اسے آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے اس کے پاس لائے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھیں دیکھیں اور پھر دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا اور زمین پر گر پڑا اور اس کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ قریش کی ایک بہت بڑی جماعت وہاں موجود تھی اس پر ہنستے تھے۔ یوسف نے کہا مجھ پر مت ہنسو اے گروہ قریش! خدا کی قسم یہ صاحب ششیر پیغمبر ہے تمہیں ہلاک کرے گا اور تم پر اس کے غلبہ کی خبر مشرق و مغرب میں پہنچے گی اس وقت اس کی نبوت تم پر ظاہر اور روشن ہوگی۔ اب بنی اسرائیل سے نبوت منتقل ہوتی ہے۔ یہ خبر مکہ میں پوری طرح مشہور ہو گئی۔

مدینہ کے یہودی ولادتِ مصطفیٰؐ سے کانپ اٹھے [حسان بن ثابتؓ نے کہا میں گیا بار سال کا تھا ایک یہودی نے مدینہ میں ایک صبح کو شور مچایا اور پکارا کہ اے یہود! لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے کہا: تجھ پر افسوس ہے تجھے کیا ہو گیا ہے اس نے کہا کل تارہ احمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہو گیا ہے حسان کہتا ہے کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے مجھے وہ رات یاد تھی میں نے حساب کیا تو اسی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے تھے حسان کہتا ہے وہ یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا لگے بدبختی کی وجہ سے ایمان نہیں لایا۔ نہ حاصل شدنیک بدبختی بزور بہ سہرہ کہ مینا کند چشم کور ! تو ان پاک کردن ز رنگ آئینہ ولیکن نشاید ز سنگ آئینہ

مدینہ والوں میں ولادت کی خبر سے خوشی [حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے ہی منقول ہے کہ ایک صبح کو میں ٹیلے پر تھا کہ ایک ایسی

بلند آواز میں نے سنی کہ اس سے بلند آواز آج تک میں نے نہیں سنی تھی جب میں نے اچھی طرح غور کیا تو مجھے دوسرے ٹیلہ پر ایک یہودی دکھائی دیا۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا ایک ٹکڑا تھا۔ لوگ اس کے پاس جمع تھے اس کی فریاد کو ناپسند کرتے تھے اور اسے کہتے تھے کہ آخر تجھے بوا کیا ہے اس نے کہا کہ کوکب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلوع کیا۔ اس نے کہا یہ وہ ستارہ ہے کہ اس کے طلوع کا سبب کوئی پیغمبر ہی ہوا کرتا ہے اور اب نبی آخر الزمان احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی پیغمبر نہیں ہے۔ حسانؓ نے کہا لوگ اس سے ٹھنڈے کرتے اور اس پر ہنستے تھے جب یہ خبر قیس بن عدی کے پاس پہنچی کہ اس نے بھی بت پرستی چھوڑ دی تھی اور سیاہ کپڑے پہن رکھے تھے اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس نے کہا یہ سچ کہتا ہے کیونکہ پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے مجھے اس لباس میں تم دیکھتے ہو تو یہ اسی کی خاطر ہے جو سکتا ہے کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پاؤں اور ان پر ایمان لاؤں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں اظہار نبوت فرمایا قیس نے مدینہ میں سنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے قیس بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تجدید پر مشرف ہوا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔

ولادت کی گواہی یہودیوں کی زبان سے
ایک یہودی نے عبدالمطلب سے پوچھا کہ اے
سید بطحا وہ فرزند جس کے متعلق میں اس سے
چھ خبر دیتا تھا اور اس کے ظہور کی بشارت دیتا تھا کل متولد ہو گیا ہے عبدالمطلب نے کہا۔ ہاں یہودی
نے کہا اس کا کیا نام تجویز کیا ہے؟ اس نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ یہودی نے کہا۔ اس کی نبوت کی حدت
پر تین دلائل ہیں۔ پہلی دلیل طلوع ستارہ دو شنبہ دوم۔ ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا جانا۔ سوم
اس کا اشرف بزرگوں سے ہونا۔

تیرہ ہجرت تھی کہ ہر بُت تھر تھرا کے گر گیا
تمام روئے زمین میں جہاں کہیں بھی بُت تھا۔
منہ کے بل گر پڑا اور اوندھا ہو گیا۔ عروہ
بن زبیر روایت کرتا ہے کہ قریش کی جماعت کا بُت خانہ میں ایک بُت تھا کہ ہر سال ایک
رات اس بُت کا طواف کرتے تھے اور اس روز کو اپنی عید شمار کرتے تھے۔

اس روز اونٹ ذبح کرتے اور دعوت عام کرتے تھے اور شراب پیتے تھے۔ اتفاقاً عید کی راتوں میں سے ایک رات اس بُت کے پاس گئے دیکھا کہ وہ بُت منہ کے بل گرہ پڑا ہے اور اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے۔ یہ حالت انہیں بُت بُری معلوم ہوئی۔ اس بُت کو اٹھا کر پھر اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ ایک لمحہ کے بعد وہ پھر سڑنگوں ہو گیا وہ اسے پھر اپنی جگہ پر لے گئے۔ تیسری مرتبہ پھر سڑنگوں ہو گیا۔ ان لوگوں نے جب یہ مشاہدہ کیا تو بہت غلگین ہوئے۔ جب بُت کو اپنی جگہ پر سیدھا کھڑا کر دیا تو بُت میں سے ایک کھنڈے کی آواز سنی کہ وہ کہتا تھا۔

تردی بمولود اصنامت بنورۃ
جمیع فجاج الارض بالشرق والغرب
وحررت له الاوقان طرًا وازهرت
قلوب ملوک الارض جماعن العجب

چونکہ احمد نہاد پا بہ جہان
مرتبان رانساند پیچ شکوہ
طرب و عیش بُت پرستان رفت
بتامی ز پافت و بتان
جان مشرک گداختن زین اندوہ
بدل شان فت و آتش لغت

شب ولادت کے واقعات

لَا كَهَانَتَهُ بَعْدَ النَّبُوتِ : اس رات قریش کے کامنوں کو شیطان سے خبریں منقطع ہو گئیں اور ان کے مدارس و مجالس میں شیطانی تدریس کا سلسلہ ختم ہو گیا لیکن اکثر علماء تفسیر اور اہل حدیث نے اس آیت کی علامات نبوت میں سے شمار کیا ہے چنانچہ حدیث میں وارد ہے لَا كَهَانَتَهُ بَعْدَ النَّبُوتِ بعد از نبوت نفی کہانت کی گئی ہے بعد از ولادت نہیں کی گئی۔ اس بات کی مزید تحقیق غفریب الشاء اللہ آئے گی۔

بادشاہان وقت پر مہر سکوت تمام روئے زمین کے بادشاہ ایک دن رات گونگ ہو گئے اور قوتِ ناطقہ سے محروم ہو گئے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتہائی شکوہ و جلال اور عظمت و جلال اور اس صاحبِ جود سلطان صاحبِ لطف و ماینطق عین الہوی کی وجہ سے تھا کہ ہرزہ گوؤں کے مُنہ پر مہر سکوت رکھ دی گئی۔

زبان کہ وصفِ جمالت برآستان خواند چو تو جمالِ نمائی کر ازبان ماند
ندیدہ ناطقہ حسنت بگاہِ حسن و جمال کہ عنائبانہ بوصفت سخن سمیراند

ایوانِ کسریٰ زمین بوس ہو گیا | کسریٰ کے محل میں جس کا ثانی روئے زمین پر کوئی دوسرا
محل نہیں بڑا اشکاف پڑ گیا اس کے اونچے چوہہ لنگرے

گر پڑے اس کی وجہ سے کسریٰ بہت پریشان خاطر ہوا اور اس حال سے اس نے بد فالی لی اور
شکستہ دل ہو گیا لیکن اپنے دلی اضطراب اور پریشانی کا اظہار نہیں ہونے دیا لیکن اس کا دل اس
پریشانی سے کبھی نہیں چھوٹا اس واقعہ کی تفصیل اس طرح ہے کہ کسریٰ نے وجہ کے اوپر ایک
بہت اونچی عمارت تعمیر کی اور اس پر بہت سارے خراج کیا وجہ میں طغیانی آئی اس عمارت
کو اسی رات ویران کر دیا جب کسریٰ نے یہ خبر سنی وہ بہت پریشان ہوا اس کے دربار میں
تین سو ساٹھ کاہن منجم اور جادوگر تھے ان میں عرب کا ایک مرد سائب نامی تھا جو فن نجوم میں
کابل مہارت رکھتا تھا اس کے احکام میں کم ہی غلطی ہوتی تھی کسریٰ نے اس جماعت کو جمع کیا اور
انہیں کہا کہ میرا طاق ایوان بغیر کسی ظاہری سبب کے ٹوٹ گیا ہے اور وہ عمارت جو وجہ پر میں
نے تعمیر کی تھی خراب ہو گئی ہے اس کا کیا سبب ہے اس میں اچھی طرح غور و فکر کرو جب حکیم اس
کے دربار سے نکلے تاکہ اس کے سبب میں فکر و تامل کریں کہ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے تمام نے کمانت
نجوم اور جادو کے طریقے اختیار کئے سائب تاریک رات میں ایک ٹیلے پر گیا اور زمین و آسمان کے اطراف
و جوانب میں نگاہ کی حجاز کی جانب سے بجلی چمکی اور جلتے ہوئے مشرق تک پہنچ گئی جب صبح ہوئی اس نے
دیکھا کہ اس کے قدموں کے نیچے مرغ زار سبز ہو گیا ہے اس نے اپنے دل میں کہا اگر جو کچھ میں نے دیکھا
ہے ٹھیک نکلا تو حجاز کی طرف سے بادشاہ ظاہر ہو گا مشرق تک تمام ممالک اس کے قبضہ تصرف
میں آجائیں گے اور دنیا میں فراخی پیدا ہو جائے گی جب سائب نے یہ حقیقت کاہنوں سے بیان
کی انہوں نے بھی نجوم کے دلائل سے اس حقیقت کو معلوم کیا تھا انہوں نے اس امر پر اجماع کیا
کہ پیغمبر مبعوث ہو گیا ہے یا عنقریب مبعوث ہو گا کسریٰ کا ملک اس کے قبضہ میں چلا جائے گا
لیکن اس بات کا اظہار اس سے ممکن نہیں ہے یہ بات ہمارے قتل کا سبب بن

جائے گی۔ تمام متفق ہو کر اس کے پاس آئے اور محل کے ٹوٹنے اور بنانے دجلہ کی خرابی کی وجہ تعمیر کے لئے ٹھیک وقت اختیار نہ کرنے کو قرار دیا۔ انہوں نے کہا۔ وقت اختیار کرنے میں غلطی واقع ہوئی ہم وقت اختیار کرتے ہیں پھر عمارت منہدم نہیں ہوگی پھر انہوں نے عمارت تعمیر کرنے کے لئے ایک وقت مقرر کیا۔ اس عمارت کو دوسری مرتبہ بنایا گیا۔ جب مکمل ہو گئی۔ تمام ارکان سلطنت کے ساتھ وہاں ایک جشن منایا۔ اس کے بعد پھر دجلہ میں طغیانی آئی اور اس عمارت کو بھی ویران کر دیا کسریٰ جو کہ اس عمارت میں تھا پانی میں گر پڑا۔ ہلاکت کے قریب تھا کہ اسے پانی سے باہر نکالا۔ اس نے جماعت پر قہر کیا اور ان میں سے بہت سوں کو قتل کیا۔ باقی ماندہ لوگوں نے کہا جس طرح مقتدین سے خطا ہوئی۔ ہم سے بھی خطا ہو گئی۔ پھر انہوں نے طالع وقت اختیار کیا۔ عمارت مکمل ہو گئی کسریٰ ترساں و ہراساں سوار ہو کر وہاں سے گزرا وہ عمارت بھی اس کے پاؤں کے نیچے سے نکل گئی اور وہ پھر پانی میں گر پڑا۔ اسے نیم مردہ پانی سے باہر نکالا گیا۔ پھر اس جماعت کو طلب کیا اور قتل کی دھمکی دی اور ایک روایت یوں ہے کہ انہوں نے کہا سچی بات یہ ہے کہ پیغمبر مبعوث ہوا ہے یا عنقریب ہو گا جو آپ کے ملک کے زوال کا سبب ہے جب لئے یہ حقیقت سنی دجلہ پر عمارت بنانے کا خیال ترک کر دیا یہاں تک کہ وہ خراب و خستہ ہو گئی اور ایک روایت دوسری طرح ہے کہ ان واقعات کا مسلسل وقوع پذیر ہونا اس کی دلی پریشانی کا باعث ہوتا تھا اور اس کے انخفا کی کوشش کرتا تھا یہاں تک کہ کسریٰ نے اٹھارہواں واقعہ سنا اور وہ دریا ساوا کا خشک ہونا اور نہر ساوا کا جاری ہو جانا تھا جو کہ دریائے شام کی ایک نہر ہے اس تاریخ سے پہلے ایک ہزار سال تک اس وادی میں پانی جاری نہیں ہوا تھا۔ القصۃ کسریٰ تواتر واقعات سے خائف اور متفکر تھا یہاں تک کہ ایک روز اس نے اپنے وزراء اور خواص کو جمع کیا اور اپنے فانی الضمیر اور اس حقیقت کے اظہار کی خواہش کی کہ اچانک اضطراب کی جانب سے انیسویں واقعہ کی خبر پہنچی کہ فارسوں کا آتش کدہ جو ہزار سال سے جل رہا تھا اور اس میں کبھی افسردگی پیدا نہیں ہوئی تھی اب بجھ گیا ہے اور جب انہوں نے آگ کے ٹھنڈا ہونے کی تاریخ کو شمار کیا تو وہ وہی وقت تھا جب محل کے گندے ٹوٹے ٹھکانے وہاں سے دور کیا اور پریشاں ہو گیا اور اندرونی اضطراب اور بڑھ گیا۔ وہ اسی پریشانی میں تھا

کہ میسواں واقعہ ظہور پذیر ہوا اور وہ یوں ہوا کہ اسی مجلس میں موبد موبداں یعنی محوس کے قاضی القضاۃ نے عندداشت پیش کی کہ اسی رات میں نے خواب دیکھا کہ تندوتیز اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہوئے چلے آتے ہیں یہاں تک کہ جلد سے آگے گزر گئے اور بلاد فارس میں منفرق ہو گئے اس خواب کی صحت نے خوف پر خوف بڑھا دیا۔ اس موبد سے پوچھا کہ اس واقعہ کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے موبد نے جواب دیا میرا خیال ہے کہ بلاد عرب میں کوئی امر وقوع پذیر ہوا ہے۔ یہ اس کے لوازم میں کامیوں اور نجومیوں سے استفسار کر کے اس نے اطراف و جوانب خطوط ارسال کئے۔ ان خطوط میں سے ایک مکتوب نعمان منذر کی طرف جو کہ بصری حاکم تھا لکھا کہ میں چند مشکلات درپیش ہیں ہمارے پاس کسی ایسے حاکم کو بھیجو جو ان کو حل کر سکے۔ نعمان نے عبدالمسیح بن نقیدار غلامانی کو جو خواہر سیطیح بن منہ غسانی کا لڑکا تھا اور سیطیح فن کہانت میں ماہر تھا اور بہت پختہ رائے کا بن تھا جیسا کہ اس کے کچھ اوصاف گزر چکے ہیں۔ کسراہی کے ملازمین کے پاس بھیجا تھا تاکہ اگر ہو سکے تو ان کی مشکلات کا جواب دے اور اگر حل نہ کر سکے تو اپنے ماموں سیطیح جو زمانہ بھر کے کامیوں کا سردار ہے کی طرف رجوع کرے۔ عبدالمسیح دارالسلطنت میں حاضر ہوا۔ کسراہی نے تمام واقعات اس سے بیان کئے۔ عبدالمسیح نے کہا۔ میں ان تمام سوالات کے جوابات سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتا لیکن اگر بادشاہ سلامت حکم فرمائیں تو میں جا کر سیطیح سے استفسار کروں اور جواب با صواب لاؤں۔ عبدالمسیح سیطیح کی ملاقات کے قصد سے شام کی طرف متوجہ ہوا۔ کسراہی نے اس قضیہ کو جلد حل کرنے کی بہت تاکید کی۔ قطع منازل کے بعد جب عبدالمسیح سیطیح کے گھر پہنچا اس کے سرہانے پہنچا لیکن اس نے اسے مردہ پایا۔ ہر چند اس نے سلام کیا اور نوشتہ رواں کا سلام پہنچایا۔ اسے کوئی جواب نہ ملا کیونکہ اس کی طوطی زبان جسے لوگ ترجمانی اسرار کہتے تھے۔ سوسن کی زبان کی طرح خشک ہو چکی تھی۔ کیونکہ زندگی میں نقد حیات سے کچھ نہیں بچا تھا۔ عبدالمسیح یایوس ہو گیا۔ اپنی عزت کی رعایت کرنے کے لئے فوراً فی البدیہہ نظر جو حالات کو بیان کرتی تھی۔ اس بحر وقافیہ پر لکھی

اصم اولیسمع غطریف الیمن ام فاز فار الم بہ شاء العنن

یا فاضل الخطة اعیت من ومن وکاشف الکعبۃ عن وجہ العنن

اماک عیج من اهل سنن وانه من ال ذیب بن حجن

الی آخر الایات جن کا مفہوم یہ ہے کیا تو بہرہ ہو گیا ہے کہ سنا نہیں یا ملک الموت کے قبضہ
 میں چلا گیا ہے اور تیرے رُوح کا پرندہ۔ قالب کے پنجو سے اڑنے کے لئے پرتول۔ ہلے اے
 مخلوقات کی مشکلات کو کھولنے والے اور اے باریکیوں کی گریں کھولنے والے وقت ہے کہ دیدہ و برت
 کو کھولے اور ان مختلف راستوں سے سیدھا راستہ دکھائے۔ جان لے اور آگاہ ہو کہ عجیب صورتیں
 اور معانی پر وہ غیب سے عالم شہود میں ظہور پذیر ہو رہی ہیں اور میں ان خفائق کے اسفسار کیلئے
 شاہِ عجم کسریٰ کی طرف سے تیری خدمت میں آیا ہوں جب سیطیح نے عبدالمسیح کے اشعار سنئے سر اٹھایا۔
 جیسا کہ اس کا طریقہ تھا اور عبدالمسیح کے جواب میں بسجی عبارت میں کہا۔ عبدالمسیح جبار الی سیطیح
 علی جمل طلیح وقد اوفی علی النصریح بعثک ملک بنی ساسان لا تنجاس الایوان وخصود
 النیران وبق بالموبد الموبدان رای ابلأصعاباً تقود خیلأعراباً قد قطعت دجلتہ وانشرون
 فی بلاد فارس عبدالمسیح اذ ظهرت التلاوة وبعث صاحب الهراة وفاض وادس الساقۃ
 وغاصت بحیره ساقۃ وخصدت نیران فارس لم یکن بابل للفرس مقاما ولا الشام المیطح شاماً
 یملک منهم ملوک وملکات علی عدد الشرفات ثم تكون منات منات وکل ما هوأت ثم الصطجع
 ومات حاصل معنی یہ نکلتا ہے کہ عبدالمسیح۔ سیطیح کی طرف آیا ہے اس حال میں کہ سیطیح عالم آخرت
 کے سفر کے لئے یاد رکھنا ہے بنی ساسان یعنی نو شیرواں کا فرستادہ چند واقعات کے
 استفسار کے لئے جو ظہور پذیر ہوتے ہیں مثل طاق کسریٰ کا متزلزل ہونا اور اس کے لنگر ول کا گرنا
 آتش پرستوں کی آگ کا ٹھنڈا ہو جانا۔ موبد موبدان کا خواب دیکھنا کہ تذو سرکش اونٹ
 عربی گھوڑوں کو ہانکے جاتے ہیں یہاں تک کہ انہیں دجلہ سے پارے گئے ہیں اور فارس کے
 بلاد میں انہیں متفرق کر دیا ہے اے عبدالمسیح جب دریا ساوہ عاشقان مشتاق کے جگر کی
 مانند آتش فراق کی تپش سے خشک ہو جائے اور وادی سماوہ دیدہ مشتاقین کی طرح شوق کی
 آگ کی سوزش سے پُر آب ہو جائے کلام ربانی کی کتاب کی آیات پڑھنے والے اور گلشنِ سراے
 قرآنی کی بلبلیں قرأتِ قرآن اور تلاوتِ قرآن انا اللیل واطراف النہار کی مدامت کریں حسب
 عطا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخت کا جھنڈا اعلیٰ الاعلان عوام الناس کے سروں پر بند ہوگا
 اور عالم شہود کے معنی آنر و رستی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درود کے گیت کو چین فلک اور ملائکہ کی

مجلس میں عشق و محبت کی لے سے گامیں۔ بابل جو فارسوں کا مقام اور شام جو سطح کی آرام گاہ
 بے نہیں رہے گی یعنی عجمیوں کی سلطنت و حکومت بابل سے منقطع ہو جائیگی اور سطح فانی جہاں
 کو چھوڑ کر عالم جاودانی کو چلا جائیگا۔ اس کے بعد کنگدے ایوان کی تعداد کے مطابق جوں قط ہوئے
 ہیں۔ ساسانیوں کے مرد اور عورتیں حکومت کریں گے پھر وہ سلطنت کا مکر بند کھول دیں گے اس کے بعد
 جو چیز ہونے والی ہے عرصہ دنیا میں وقوع پذیر ہوگی اس کے بعد ساسانیوں کی فوج کچھ باقی نہیں
 رہے گا یہ کہہ کر گہرا اور مر گیا اور اس دار فنا سے رشتہ سفر باندھا۔ عبدالمسیح نے سطح کے
 جوابات بکھ کر کسری کے دربار کی طرف رجوع کیا جو کچھ سنا تھا اس کے گوش گزار کر دیا۔
 بادشاہ نے کہا جب تک ہمارے چودہ افراد حکومت کریں اور ابتداء سے انتہا کو پہنچے اس کے
 لئے مدت مدید اور عرصہ بعید چاہیے اس نے خیال کیا کہ اس جماعت کی رخصت کا زمانہ تھا۔ سابعہ
 ملوک فریدیون۔ ضحاک اور افراسیاب کی طرح طویل عرصہ تک ہوگا۔ اسے یہ علم نہیں تھا کہ چار سال
 کی مدت میں دو افراد کی حکومت اقامت پذیر ہو جائیگی۔ ان تمام میں دو بادشاہ تخت سلطنت پر
 صاحب قدرت و شوکت ہوں گا ہرمز اور پرویز اور اس کے بعد ملک عجم میں فتنہ و فساد
 پیدا ہو جائے گا۔ ان چودہ افراد میں سے آخری یزد و جرد بن شہریار تھا۔ جو زئی النورین رضی اللہ عنہ
 کے زمانہ خلافت میں اس دنیا سے رخصت ہوا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب اس
 کے ملک کو فتح کر لیا وہ لشکر اسلام سے شکست کھا کر بھاگا اور اپنے گھوڑے کا رخ خراسان کی
 طرف پھیر دیا اور ایک آسیابان کے ہاتھوں مرو میں قتل ہوا۔ یہ ۳۱۰ سنہ کا زمانہ تھا اس کے بعد
 کوئی متنفس اس قوم سے باقی نہ رہا۔

شہان عرب خسروان عجم
 خوش آنکھن کہ جہر تخم نیکی نکشت

کباشہ فریدیون و ضحاک و جہم
 ہرمز خاک دازند بالین و خشت

فصل دوم حضور محمدی رضاعت کے واقعات

پہلا واقعہ | مجاہد نے کہا میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ پرندوں۔ جنات

اور صحاب وغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دودھ پلانے میں جھگڑا کیا ؛ انہوں نے کہا ہاں تمام مخلوق الہی نے انسانوں کے سوا نزاع کیا کیونکہ حب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متولد ہوئے۔ منادی نے آسمان سے ندا کی کہ اے گروہ حلائق محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غنایت الہی جل و علا سے دنیا میں پر تو ڈالا ہے اور اس نور عرش نے خاکی فرش کو منور کیا۔ مبارک ہے وہ پستان جو اسے دودھ پلائے اور کیا کہنا ہے اس بندے کا جو اسے اٹھائے مبارک ہے وہ جگہ جو اس کی مسکن ہے لامحالہ مخلوق کا اس خالق کے بزرگ دیدہ کو دودھ پلانے میں نزاع اسی وجہ سے تھا۔ خطب ہوا کہ جھگڑا مت کرو کیونکہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی مرضہ کو انسانوں کی جنس سے منتخب فرمایا ہے اور یہ خلعت ان کے قدر پر راست آیا ہے اور ایک نوا میں ہے کہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے پیرد کیا ہے۔

ثویبہ دودھ پلاتی ہیں
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثویبہ کا دودھ پلانا ہے جمہور صحاب سیرت و تاریخ رحمہم اللہ اس امر پر متفق ہیں نقل ہے کہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا وہ ابولہب کی کنیز ثویبہ تھی۔ اس نے اپنے بیٹے مسروح نامی کے ساتھ دودھ پلایا۔ سید الشہداء۔ مسروح۔ حمزہ۔ ابولہب مخزومی عبد اللہ بن جحش۔ اسدی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان انعت رضا عیہ اس وجہ سے تھی کہ تمام نے ثویبہ کے پستان سے دودھ پیا تھا اور اصحاب سیرت اس طرف گئے ہیں کہ پہلے سات روز اپنی والدہ کا دودھ پیا پھر سات روز ثویبہ کا اور بعض روایات میں ہے کہ حب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو روز کے ہو گئے تو ثویبہ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا اور اس مبارک عمل کو حلیمہ سعدیہ کے دودھ پلانے تک سرانجام دیتی رہی۔ واللہ اعلم۔

نقل ہے کہ اس ثویبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب ولادت۔ ولادت کی خبر خوشخبری کے طور پر ابولہب کو پہنچائی۔ ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔ اس آزاد کرنے کی وجہ سے ہر دو شنبہ کی رات جب کہ ثویبہ کو آزادی حاصل ہوئی۔ ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔ حضرت ابن عباس بن عبد المطلب سے روایت ہے کہ ابولہب کی وفات کے بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا میں نے پوچھا تیرا کیا حال ہے اس نے کہا جس روز سے میری

کشتی حیات۔ گردابِ مہمات میں پھنسی ہے عذاب و عذاب کی موجوں کے تلاطم میں گرفتار ہوں
 لیکن ہر دو شنبہ کی رات جس میں توبہ آزاد ہوئی تھی میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ میری
 دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطیٰ سے پانی کا قطرہ بل جاتا ہے۔ اس باب میں درویشانہ نکتہ سینے ایک
 منتر و کافر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تسنیت میں اپنے غلام کو آزاد کر
 دیتا ہے کفر و ضلالت کے باوجود عذاب میں تخفیف دیکھتا ہے۔ مومن موحیو ہر روز ستر بار صدق
 صفا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح و ثناء کرتا اور آپ پر درود بھیجتا ہے اور دل و جان
 سے سنت سید انس و جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و ملازمت میں کمر بستہ رہتا ہے اور خواہ میرا
 کی غلامی سے محفوظ ہوتا ہے اگر کل قیامت کو عذابِ دوزخ سے آزاد ہو اور دونوں جہانوں کی مراد
 مقصود کے حصول سے دل شاد ہو تو کیا عجب۔ توبہ کی وفات اور اسلام مختلف فیہ مسئلہ ہے نقل
 ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد توبہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
 کے گھرائی تو وہ اس کی تعظیم و احترام کرتیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس کے ساتھ
 شفقت و رعایت فرماتے اور ہجرت کے بعد ہدایا اور تحائف بھیجتے اور اسے مختلف تحائف
 سے نوازتے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی مہربانیوں سے نوازتیں۔ عشرہ میں خبیہ سے مراجعت کے
 بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی وفات کی خبر پہنچی غلگین ہوئے اور پوچھا کہ اس کے
 قریبی رشتہ داروں سے کون زندہ ہے تاکہ اس کی خدمت نگاری اور حق گذاری ختم نہ ہو عرض کیا گیا کہ
 کوئی شخص نہیں ہے توبہ کا ایمان لانا مختلف فیہ ہے۔ واللہ اعلم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو توبہ کے چند
 مرتبہ دودھ پلانے کے بعد حلیمہ بنت عبد اللہ

حضور کی رضاعت کے ابتدائی حالات

بن ابی ذویب بن الحارث بن جابر بن زرام بن ناضرة سعد بن مکہ اس دولت سے سرفراز ہوئی
 اس واقعہ کی کیفیت یوں ہوئی کہ اہل مکہ اور سردارانِ قریش کی عادت تھی کہ بعض اپنی فضیلت اور
 عظمت و شوکت کی وجہ سے بعض مکہ کی بوا کے شدید گرم ہونے کی وجہ سے بعض مکہ کی دبار کے
 توہم اور بعض اسوجہ سے کہ ازدواج کے تمام اوقات انکی خدمت میں صرف نہ ہوں اپنے بچہ کو دایوں
 کے سپرد کر کے اطراف قبائل میں بھیج دیتے تھے تاکہ شیریں پانی اور لطیف ہوا میں پرورش پائیں،

اور ہر سال دو مرتبہ موسم ربیع اور موسم خریف میں واپس آتیں چونکہ اشرف و اغنیاء مکہ نے مستحقین کو بیشمار فوائد اور دولت ملتی تھی اطراف و حوالی مکہ سے بہت سی عورتیں حرم میں آتیں اور اشرف و اکابر عرب کے بچوں کو حضانت اور ارضاع کے لئے اپنے گھروں کو لے جاتی تھیں۔

بنی سعد کی عورتیں مکہ میں | ہیں دودھ جنگل میں گھاس اور باغوں میں درخت خشک

ہو گئے تھے چوپائے لاغر اور لوگ بقیار ہو گئے تھے۔ علیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہے کہ اس سال ہم جنگلوں میں گھومتے اور گھاس کی جڑیں کھاتے تھے اور خدا کا شکر بجالاتے تھے۔ کبھی تین روز اور کبھی اس سے بھی زیادہ فاقہ سے گزر جاتے۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ تین دن رات ہم نے کچھ نہیں کھایا اور بھوک سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ اتفاقاً اس انتہائی گر سنگی میں مجھے وضع حمل کا واقعہ پیش آگیا اور دروزہ بھوک کے ساتھ مجتمع ہو گیا۔ میں روتی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ دروزہ سے روتی ہوں شدت بھوک سے۔ کبھی اس حد تک میرے ہوش و حواس گم ہو جاتے کہ زمین و آسمان میں فرق نہیں کر سکتی تھی اور دن اور رات میں تمیز نہیں ہو سکتی تھی۔ اس رات میں صحرا میں تھی۔ مقوڑی دیر بعد مجھے نیند آگئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور مجھے اٹھا کر ایسے پانی میں جو دودھ کی مانند سفید ہے غوطہ دیتا تھا اور کہتا تھا۔ اس سے خوب پانی پی لے تاکہ تجھ میں کافی دودھ ہو جائے کیونکہ عزت سہمی اور دولت ابدی تیری طرف مبذول ہو گی۔ میں جس قدر پیتی تھی وہ اور زیادہ مبالغہ کرتا تھا اور اس کے پینے پر برا ٹکیختہ کرتا تھا۔ وہ پانی شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ آخر اس مرد نے مجھے کہا۔ مجھے پہچانتی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ اُس نے کہا میں تیری وہ حمد و شکر ہوں جسے تو محنت و مشقت کی حالت میں کہتی تھی۔ اے حبیبہؓ تو وہاں بظہار مکہ کی طرف رزق میں وسعت پائے گی۔ اور روشنی و نور اور نور و ضیاء وہاں سے اپنے ہمراہ لائے گی۔ اس نے مجھے اس واقعہ کے پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کی۔ میرے سینہ پر اس نے ہاتھ مارا اور کہا۔ نراد املہ لك التزق واجرا للبن خدا تعالیٰ تیرے دودھ کو زیادہ کرے اور تجھے کُشادہ روزی عنایت فرمائے۔ میں جب بیدار ہوئی اپنے پستانوں کو دودھ سے بھرا ہوا دیکھا اور گر سنگی کی تمام

حالت مجھ سے جاتی رہی۔ تمام قبیلہ بڑی سختی اور طعام کی کمی کے دن گزارتا تھا۔ سر قد جھون
 کی مانند ٹیڑھے ہو گئے سرداروں کی پشت پیٹ سے جا لگی تھی۔ بے استطاعت بھوکوں کی
 فریاد آسمانوں کو پہنچی تھی۔ طعام کے فقدان کی وجہ سے ان کا دن جزع و فزع سے شام کرتا تھا
 القصة اس خواب کی برکت سے میری حالت بالکل تبدیل ہو گئی چنانچہ دوسرے روز میرے
 قبیلہ سے مجھے جو بھی دیکھتا تعجب کرتا اور کہتا اے حلیمہ! کیا بات ہے کل تو ضعیف اور کمزور
 کی حالت میں تھی اور آج طوک و سلاطین کی بیٹیوں کی مانند معلوم ہوتی ہے چونکہ مجھے خواب کو پوشیدہ
 رکھنے کا حکم تھا میں اسے ظاہر نہیں کرتی تھی اسی اثنا میں میرے قبیلہ کے لوگوں نے مکر کا قصد
 کیا تاکہ گوارے کے لئے ہر شخص قریش کی اولاد سے حضانت کے طور پر کوئی لڑکا اختیار کرے میں
 بھی اپنے شوہر حارث بن عبد العزی بن رفاع بن ویل بن ناضر بن سعد بن بکر اپنے دونوں فرزندوں
 عبد اللہ و امینہ اور اپنی ہمیشہ جس کا شیا نام تھا ہم نام ان کے ساتھ تھے۔ ضرہ جو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی ہمیشہ تھی اسے میں نے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔ میرے پستان میں اتنا دودھ نہیں تھا
 کہ میں اسے رونے سے چپ کرا سکوں اور اس کے رونے کی وجہ سے نہ سوسکی القصة اپنے قبیلہ
 کے لوگوں کے ساتھ ہم نے بھی راہ مکہ میں موافقت اختیار کی قیام اور کوچ کے وقت غیب
 سے آواز سنتی تھی ہالت کہنا تھا اس سال خدا تعالیٰ نے اس فرخندہ مقدم مولود کی برکت
 سے جو قریش میں پیدا ہوا ہے عورتوں پر حرام کر دیا ہے کہ ان کے ہاں لڑکی پیدا ہو اور کیا
 کہنا ہے اس پستان کا جو اسے دودھ پلائے۔ اسے بنی سعد کی عورتوں! بھاگو تاکہ اس دولت
 سے مشرف ہو سکو۔ جب اس قبیلہ کی عورتوں نے یہ ماسنی۔ بڑی جدوجہد اور کوشش سے
 حرم مکہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ہمارے پاس ایک گدھا تھا بہت لاغر جس کی بٹیاں نکل ہوئی تھیں
 ایک مذلت سے اس نے گھاس اور چارا نہیں چکھا تھا۔ بھوک اور گرسنگی سے اس کی بٹیاں ہی
 باقی رہ گئی تھیں اور ضعف و توانی کی وجہ سے قدم نہیں اٹھا سکتا تھا اور قدم سے تمام بدن نہیں
 کر سکتا تھا۔ ایک اونٹنی بھی انتہائی کمزور اور لاغر ہمارے ہمراہ تھی۔ کسی بھی تدبیر و حیا سے دودھ
 کا ایک قطرہ بھی اس سے حاصل نہیں کیا جاسکتا تھا۔ القصة گرتے پڑتے قافلہ کے پیچھے چلتے
 تھے ہم ہر پند کوشش کرتے لیکن ان تک نہ پہنچ سکتے تھے۔ میرا نامزد کہنا کوشش کر اڑھ

ان سے آگے نکل جا کیونکہ قبیلہ کی بر غوث جلیل القدر اولاد کو ماسمل کرے گی اور تو یانوس ہو جائے گی میں سرچند کوشش کرتی اور گدھے کو ڈرا دھمکا کر چلاتی مگر ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی لیکن واپس بائیں سے یہ آواز سنتی تھی جو غیب سے مجھے کہتے تھے۔ **هنيئاً لك يا حليمه** اور ہم جس چیز کے پاس سے گزرتے وہ کہتی۔ اے حلیمہ! تیرا پستان خوش قسمت ہے کہ وہ نور تابا اس سے دودھ پئے گا۔ اپنا مک پہاڑ کے شکاف سے کھجور کے بلند و بالا درخت کی مانند بلند و بالا شخص مجھ پر ظاہر ہوا اس کے ہاتھ میں نور کا حربہ تھا۔ اس نے میرے گدھے کے پیٹ پر ہاتھ ملا اور کہا اے حلیمہ! خدا تعالیٰ نے مجھے تجھے خوشخبری دینے کے بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ سرکش شیطانوں کو تجھ سے دُور کروں میں نے اپنے خاوند سے کہا۔ کیا جو کچھ میں دیکھتی ہوں تو دیکھتا ہے یا جو میں سنتی ہوں تو سنتا ہے، اس نے کہا نہیں۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے کہ میں تجھے خوفزدہ دیکھتا ہوں ہم نے پلنے میں جلدی کی یہاں تک کہ مکہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہم نے قیام کیا اس جگہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سر ہانے سرسبز و شاداب اور بہت سی ٹہنیوں والا درخت سایہ کئے ہوئے ہے وہ گونا گوں تر کھجوروں سے بھرا ہوا ہے اور بنی سعد کی تمام عورتیں میرے گرد جمع ہو گئی تھیں اور کہتی تھیں۔ اے حلیمہ! تو ہماری ملکہ ہے۔ اس درخت سے ایک کھجور میری جھولی میں آ پڑی۔ میں نے اسے اٹھا کر کھا لیا۔ یہ کھجور شہد سے بھی زیادہ میٹھی تھی۔ میری طبیعت سے اس کی حلاوت کامرہ نہیں گیا۔ حتیٰ کہ جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے جدا کر دیئے گئے تو یہ حلاوت بھی جاتی رہی۔ میں نے اس غاب کا کسی کے سامنے ذکر نہیں کیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز منظور ہوگی تو سامنے آ جائیگی پیر کا دن تھا میں مکہ میں پہنچی۔ میرے قبیلہ کی دوسری عورتیں پہلے ہی مکے میں پہنچ چکی تھیں اور قریش کے مالدار گھروں میں پہنچ کر اپنے لئے بچوں کی بات کر چکی تھیں۔ بنی مخدوم وغیرہ قبیلہ کے بچے انہوں نے اپنے لئے مخصوص کر لئے تھے۔ میرا اپنا بچہ بھی سفر کی تکان سے اس دن بیمار تھا دودھ نہیں پیتا تھا اور نیم بے ہوش سا نظر آتا تھا گویا مردہ ہے ناگاہ میں نے دیکھا کہ بچے نے حرکت کی آنکھیں کھولیں اور مسکرایا۔ میں اس کی اس ادا پر بڑی متعجب ہوئی چنانچہ اسے گھر چھوڑ کر میں شہر کی طرف نکل کھڑی ہوئی میں ادھر ادھر مختلف گھروں میں اسے ماسے پھرتی رہی تاکہ

مجھے کوئی بچہ بل جائے لیکن میری ساری کوششیں بیکار گئیں۔ بنی سعد کی عورتیں اپنی مرضی کے مطابق بچوں کو لے چکی تھیں۔ انہیں بڑے بڑے امرا اور اغنیاء کے بچے بل گئے تھے۔ میں اس صورتِ حال سے بڑی مغموم اور آزرده خاطر تھی۔ میں اس سفر پر لعن طعن کر رہی تھی اور دل ہی دل میں اپنی قسمت کو کوس رہی تھی۔ ناگاہ مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جو عظمتِ حشمت کے آثارِ پیشانی پر لئے ہوا تھا۔ نورِ کرامت اور رعبِ شہامت اس کی شخصیت سے نپک رہا تھا۔ وہ زور سے آواز دے رہا تھا کہ بنی سعد کی عورتوں میں سے کوئی ہے جس نے ابھی تک بچہ نہ لیا ہو۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ مکہ کے ایک بزرگ بنو ہاشم سے عبدالمطلب ہیں۔ میں آپ کے پاس گئی۔ سلام عرض کیا اور کہا کہ میں نے اسعد کی ایک عورت ہوں۔ آپ نے نام پوچھا تو میں نے بتایا حلیمہ۔ مسکراتے ہوئے فرمانے لگے۔ بخ یخ۔ خصلتان حستان سعد و جلعنہما نمرالدھر و نمرالابد (واہ واہ۔ تم میں دو چیزیں خوبصورت اور اچھی یکساں پائی جاتی ہیں۔ سادت اور حلیمہ۔ یہ دونوں عاداتِ دنیا و آخرت میں پسندیدہ ہیں) پھر کہنے لگے۔ حلیمہ۔ میرا ایک بچہ ہے۔ یتیم۔ اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ میں نے بنی سعد کی ساری عورتوں کو دکھایا مگر کسی نے قبول نہیں کیا۔ تمام نے کہا کہ جس کا باپ نہیں۔ اس سے کیا فائدہ ہو گا۔ مجھے امید ہے۔ تم اس یتیم بچے کو لے کر فائدہ اٹھاؤ گی۔ میں نے کہا آپ مجھے اجازت دیں میں اپنے شوہر سے بات کر لوں۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا۔ ہاں۔ اس میں کوئی قباحت نہیں۔ میں اپنے شوہر کے پاس آئی ساری بات بیان کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں فرحت اور سرور پیدا کیا مجھے کہنے لگا۔ جاؤ اور اس بچے کو فوراً قبول کر لو ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسری عورت لے جائے

لیکن میری ہمیشہ کے ٹکے نے کہا، افسوس بنی سعد کی عورتوں نے اشراف اور مالداروں کے بچے لے کر
 جمیعت اور بزرگی حاصل کر لی اور تم یتیم بچے کو اپنے ساتھ لیے جا رہی ہو جس کی کفالت محنت و مشقت کی
 زیادتی کا موجب ہے۔ حلیمہ کہتی ہیں کہ اس بات سے میرے عزم میں تزلزل پیدا ہوا۔ اسی وقت میرے
 دل میں الہام ہوا کہ اگر تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا تو برگزیدہ فلاح نہیں پائے گی۔ میں نے بھانجے کی بات
 کی طرف کوئی توجہ نہ دی، میں نے کہا قوم کی تمام عورتیں دودھ پلانے کے لیے بچے لے جائیں اور میں کوئی فرزند ساتھ
 نہ لے جاؤں! خدا کی قسم میں اسے ہی لوں گی اگرچہ اس کا باپ نہیں ہے لیکن اس کا دادا عبد المطلب ہے۔
 میں اسے یتیم ہونے کی وجہ سے رو نہیں کروں گی۔ اگر اس در یتیم کا مرتبہ کوئی اور نہیں پہچانتا تو میں پہچانوں گی۔

زراں دلبر لگانہ بر کس خسبر ندارد گوہر شناس داند در یتیم مارا

مجھے امید ہے کہ جو خواب میں نے دیکھا ہے وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ وہ میری مدد کرے گا۔ میں واپس
 آئی اور عبد المطلب کے پاس گئی میں نے کہا وہ فرزند ارشد کمال ہے؛ لایئے تاکہ میں اسے دیکھوں، اس
 بات سے ان کا چہرہ چمک اٹھا اور بے پناہ خوشی و مسرت سے کہا۔ حلیمہ! کیا تو نے میرے فرزند کو دودھ
 پلانے کا ارادہ کر لیا ہے، میں نے کہا ہاں عبد المطلب سجدہ شکر بجالائے، پھر سر اٹھایا اور آسمان کی طرف
 رُخ کر کے کہا، اے الہی! حلیمہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سعادت افروز فرما، پھر مجھے آمنہؓ کے گھر لے گئے،
 میں نے ایک عورت دیکھی جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا تھا، عبد المطلب نے میرا نام
 اور حال بیان کیا، اس نے کہا اہلا و سلا یا حلیمہ! پھر وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اس مکان میں لے گئی جہاں آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ کو سفید صوف کے کپڑے میں لپٹا ہوا تھا، کستوری کی مانند خوشبو آرہی تھی۔
 ان کے نیچے ریشم کا سبز ٹکڑا پڑا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، جب میں نے آپ کا
 چہرہ کھولا تو بچہ دیکھا جس کا چہرہ مبارک خورشید کی مانند چمک رہا تھا اور انوار حسن و جمال ذوالجلال
 اس کی ذات با کمال کے آئینہ سے تاباں تھے۔ میں نے اپنے آپ سے کہا۔

برآمد اختر دولت بطالع مسعود ز مطلع شرف ایس ماہ من چڑھے نمود

مباش منکر اوضاع روزگار ایاز کہ ہست عاقبت کار عاشقان محمود

حلیمہ کہتی ہیں کہ جب میری نظر مبارک فرزند دلبند کے جمال پر پڑی میں ہزار جاں اس پر

فریفتہ و شیفتہ ہو گئی۔

مرد ماں درمن و بے ہوشی من میرا نند من دران کس کہ ترا بنید و حیراں نشود
 وفتانیں نے دیکھا کہ میرے جسم کی تمام رگوں سے دودھ نے پستان کی طرف جوش مارا اور
 اس کی محبت میرے روح کی گہرائی میں مستعد جاگزیں ہو گئی کہ میں نے اپنے ہاتھ کو اور ایک روایت
 میں اپنے پستان کو آپ کے سینہ پر رکھا یہاں تک کہ میں نے انہیں خواب سے بیدار کیا، آپ
 نے اپنی آنکھیں کھول دیں میری طرف دیکھا اور قسم فرمایا میں نے ان کے جسم میں وہ ملاحظہ دیکھی
 جو کسی حسین کی مسکراہٹ میں بھی نہیں دیکھی، میں نے ایک نور دیکھا جو ان کی دونوں آنکھوں سے
 منکس ہوا جس کی شعاعیں آسمان کو پہنچیں، میں نے اسی وقت ان کا منہ چوم لیا، میں اپنی اس حالت
 کو آئینہ سے چھپاتی تھی ایسا نہ ہو کہ اسے اس حال کی خبر ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو اپنی
 گود میں لے لیا اور دایاں پستان ان کے منہ میں دیا۔ انہوں نے دودھ پینا شروع کیا، جب میں
 نے بایاں پستان ان کی طرف کیا تو وہ رگ گئے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اسی وقت سے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو انصاف کی توفیق دی گئی کہ ایک پستان کو اپنے دودھ شریک بھائی
 کے لیے چھوڑ دیا۔ حلیمہؓ کہتی ہیں کہ میں اپنا دایاں پستان ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
 محفوظ رکھتی اور بایاں اپنے فرزند ضمیرہ کو دیتی تھی۔ میرا فرزند دائیں پستان سے ہرگز دودھ نہیں چوستا
 تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی بائیں پستان سے دودھ نہیں پیتے تھے۔ ہمیشہ اسی طرح دودھ
 پیتے تھے، دودھ پینے کے بعد جب میں منہ صاف کرنا چاہتی تو غیب سے مجھ پر سبقت لے جاتے
 جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دودھ پینے سے فارغ نہیں ہو جاتے تھے میرا فرزند پستان
 منہ میں نہیں لیتا تھا۔

حلیمہؓ کہتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں تھے اور دودھ پل رہے تھے، میں آپ کی خواب آلود آنکھوں کی طرف دیکھ رہی تھی اور غرضی مجھ سے ضبط نہیں ہو رہی تھی
 میں چاہتی تھی کہ جلد از جلد انہیں اپنے گھر لے جاؤں تاکہ میرا خاوند بھی ان کے دیدار سے سعادت
 اندوز ہو۔ بعد المطلب نے کہا، حلیمہ! تجھے بشارت ہو کہ کوئی عورت بھی اپنے قبیلہ کی طرف اس
 طرح واپس نہیں جائے گی جیسا کہ تو جا رہی ہے جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر گھر لے جا

رہی تھی تو آمنہؓ نے کہا، اے حلیمہ! مجھ سے ملے بغیر کہہ سے باہر نہ جانا، کیونکہ اس فرزند کے متعلق میں نے عجیب واقعات مشاہدہ کیے ہیں۔ اس کے متعلق مجھے تجھ سے کچھ کہیں کرنی ہیں ان میں سے بعض واقعات کو بیان کیا اور بعض کو رخصت کے وقت پر موقوف رکھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان واقعات میں سے جو مجھے آمنہؓ نے بتائے پہلایہ تھا کہ تین دن رات پہلے مجھے خواب میں کہا گیا کہ اپنے فرزند کو قبیلہ بنی سعد سے اس کے سپرد کرنا جو ابی ذؤب سے نسبت رکھتا ہو، میں نے کہا اے آمنہؓ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں بنی سعد سے ہوں اور میرے خاوند اور باپ کی کنیت ابی ذؤب ہے اور یحسین اتفاق ہے کہ تیرے خواب کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔ آمنہؓ نے اس کے علاوہ اور بہت سے واقعات غریب جو اس ارجمند سعادتمند کو کب کے طلوع کے وقت مطلع سعادت سے ظہور پذیر ہوئے تھے مجھے بتائے اور مجھے وصیتیں کیں، میں فرزند کو اٹھا کر اپنے گھر لے آئی، جب میرے خاوند کی نظر اس فرزند پر پڑی اور جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اپنے احوال پر ضبط نہ کر سکا، فی الفور اٹھا اور سجدہ شکر بجالایا، اور کہا، اے حلیمہ! میں نے جن و انس میں اس سے زیادہ خوبصورت کسی کو نہیں دیکھا، حلیمہؓ جہتی میں کہ اس وقت سے کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لائی بہت زیادہ برکت اور سکون پایا اور امور غریبہ اور واقعات عجیبہ مشاہدہ کیے اس فرزند کے وجود کی برکت کے تمام آثار جو ہمارے خاندان میں نہیں تھے پیدا ہونے شروع ہو گئے ان میں سے ایک یہ تھا کہ ہماری کمزور اونٹنی جو کسی بھی تدبیر اور حلیمہ سے ایک قطرہ دودھ نہیں دیتی تھی اس نے اس رات اس قدر دودھ دیا کہ تمام برتن بھر گئے، میرے خاوند نے کہا، اے حلیمہ! ہمارے خاندان میں برکت آگئی، حق تعالیٰ کی ہم پر نظر کرم تھی کہ اس سعادت مند فرزند کے دیدار سے ہم مشرف ہوئے۔

دوسرا واقعہ یہ کہ اسی رات میں خواب سے بیدار ہوئی دیکھا کہ اس کے گرد ایک نور پھیلا ہوا ہے اور ایک سبز پوش آدمی اس کے سر ملنے کھڑا ہے، میں نے اپنے خاوند کو نیند سے بیدار کیا اس نے بھی اس صورت کو ملاحظہ کیا اور بڑا تعجب کیا اور کہا، خبردار ان واقعات کو ظاہر نہ کرنا اور ان اسرار کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کرنا کیونکہ جب سے یہ فرزند پیدا ہوا ہے علماء ہود اور علمائے نصاریٰ کو نہ دن کو چین ہے نہ رات کو قرار، ہم ابدی تو نوحی کے ساتھ گھر کو لوٹیں گے، کہتے ہیں کہ حلیمہؓ مکہ میں تین روز اور ایک روایت کے مطابق سات روز قیام کیا اور ہر روز آمنہؓ کے پاس جاتی وہ ان

مجاہدات کو جو مدت حمل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد کے وقت دیکھے تھے اس سے بیان کرتی اور وصیت کرتی تھی اور اپنے فرزند کی حفاظت کی انتہائی کوشش کرتی تھی جلیہ کہتی ہے کہ آحسدی بار جب میں نے آمنہ کو الوداع کہا تو مجھے اس نے بہت سی عنایتوں سے نوازا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت سی وصیتیں کیں، میں انہیں قبول کر کے اپنے قبیلہ بنی سعد کی طرف متوجہ ہوئی، راستہ میں اپنے گدے پر سوار ہوئی۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے بٹھا رکھا تھا۔ میرا گدہ بہت چست و چالاک ہو گیا اور اپنی گردن کو اوپر اٹھایا گویا وہ رقص کرتے ہوئے ہاتھ پاؤں زمین پر مارتا ہے اور غصے سے صراخ مچاتا تھا۔

دوران سفر میں نے دیکھا کہ میرا گدہ بڑی خوشی سے کعبہ کی حلیہ اپنے گھر کو روانہ ہوتی ہیں طرف متوجہ ہوا اور تین مرتبہ اپنا سر زمین پر رکھا اور واپس آگیا، قافلہ کی تمام سواریوں سے آگے بڑھ جاتا۔ بنی سعد کی عورتیں متعجب ہو کر کہتی تھیں، حلیہ! اپنی سواری کی باگ بھیج کر رکھ تا کہ ہم تیرا ساتھ دے سکیں، یہ وہی گدہ حانئیں ہے جو مکہ جاتے وقت کمزوری سے چل بھی نہیں سکتا تھا؟ اور تمام جانوروں سے پیچھے رہ جاتا تھا، میں نے کہا ہاں، انہوں نے کہا کہ اس میں کوئی راز ہے اور اس کی بڑی شان ہے۔

میں نے مناسبہ کہ میرا گدہ افسح زبان میں کہا تھا، خدا کی قسم میری بڑی شان ہے کہ میں زندہ ہو گیا اور طاقت پائی اسے بنی سعد کی عورتوں، تم نہیں جانتی کہ میں کس کو اٹھانے ہوئے ہوں میں حامل رسول رب العالمین ہوں۔ دنیا کی خوشی اور معنی کا نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے ہے۔،،

راستہ میں اطراف و صحرا میں سے میں یہ آواز سنتی تھی، چہنہ والا کہتا تھا آے حلیہ! آخر کار غنی ہو گئی اور بنی سعد کی عورتوں میں بزرگ ہو گئی۔ پھر میں ایک ریوڑ کے پاس سے گزری، تمام بکریاں ایک ایک کر کے میرے پاس آئیں اور کہتی تھیں حلیہ! جانتی ہو تمہارا دودھ پینے والا کون ہے؟ آسمان و زمین کے پروردگار کے رسول، اور بہترین فرزند ابن آدم علیہ السلام۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں۔ میں نے جس جگہ اور مقام میں قیام کیا وہ جگہ سبز و شاداب ہو گئی اور بہت سا گھاس و ہاں پیدا ہو گیا ایک اور واقعہ حلیہ کہتی ہیں کہ راستہ میں ہم ایک سرائے میں ٹھہرے ہذیل کا ایک شیخ وہاں موجود تھا، عورتوں نے مجھے کہا اس بچے کے متعلق اس کی ماں نے جو عجیب و غریب حکایات ذکر کی ہیں، اس

شیخ سے پوچھ، میں نے کہا، اے شیخ! اس بچے کی والدہ مہنتی ہے کہ اس بچے کی ولادت کے وقت مجھ سے فوراً پیدا ہوا جس سے تمام چیزیں روشن ہو گئیں، جب یہ زمین پر آیا خاک کی ایک مٹی پچرلی، پھر آسمان کی طرف رخ کیا، بذیل صیغ اٹھا کہ اے اہل بذیل اس بچہ کو قتل کر دو کیونکہ یہ زمین کا مالک اور سردار ہو جائے گا اور یہ منتظر ہے کہ آسمان سے اس پر وحی نازل ہو، واللہ العاصم، ہم سعد طاح کی صحبت میں بنی سعد کے ساتھ چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ہم اپنے قبیلہ بنی سعد کی زمین میں پہنچ گئے، اس کے بعد ہم نے نقصان اور تنگی کا منہ نہیں دیکھا، ہمارے قبیلہ کے لوگ قحط و گمانی میں زندگی گزارتے تھے اور ہم سے حدود و نفاق کرتے تھے۔ میری بھڑ بھڑیاں خوب پیٹ بھر کر اور دودھ سے بھرے ہوئے پستانوں کے ساتھ واپس گھر لوٹتی تھیں اور قوم کے چوپائے تمام انعامات سے محروم تھے۔ بنی سعد، دن رات اپنے خدام سے جھگڑتے تھے کہ تم اپنی بکریوں کو اس چراگاہ میں کیوں نہیں چراتے جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں، وہ جواب دیتے کہ تمام مویشی ایک ہی چراگاہ میں چرتے ہیں لیکن جب واپس آتے ہیں ان کی بکریوں کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں اور ہمارا مال گویا پانا مال ہے۔

حلیمہ سعدیہ سے روایت بیان کی ہے کہ اہل قبیلہ اپنے چرواہوں کو بچتے کہ اپنی بکریوں کو مہسری بکریوں کے ساتھ اس جگہ چرائیں جہاں میری بکریاں چرتی ہیں وہ اپنے مویشی کو بھی اسی جگہ چراتے، اس وجہ سے حق تعالیٰ ان کے مویشی میں بھی برکت پیدا فرمادیتا تھا، جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں رہے آپ کے وجود بے نظیر کی برکت سے قسم کی خیرات و برکات قبیلہ بنی سعد کے شامل حال رہیں حلیمہ سے روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قبیلہ میں بڑی عمدگی سے نشوونما پاتے رہے چنانچہ امام عبداللہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے مناظر میں ایک روایت بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ماہ کے ہوئے بچوں کے ساتھ ہر طرف لڑھکتے ہوئے جاتے تھے اور جب تین ماہ کے ہو گئے تو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے۔ جب چار ماہ کے ہوئے، دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر ہر طرف چلتے تھے۔ پانچ مہینوں میں چلنے پھرتے کی پوری قوت حاصل کر لی اور جب چھ ماہ کے ہوئے تیز چلنا شروع کر دیا سات ماہ میں ہر طرف خوش اسلوبی سے بھاگتے تھے، جب آٹھ ماہ کے ہوئے اس طرح بات کرتے کہ سمجھی جاسکتی تھی۔ نو ماہ کی عمر میں فصیح باتیں کرنا شروع کر دیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس ماہ کی ہو گئی تو بچوں کے ساتھ تیر اندازی میں سبقت لے جاتے اور فرماتے اللہ درک یا انفس

انا ابن عبد المطلب . یعنی اے نفس تجھے خدا بھلائی دے ، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں ، انہی ایام میں آپ سے لوگوں نے پوچھا ، تم کون ہو ، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ، میں طاقت کے اعتبار سے عربوں میں ایک مضبوط ترین عرب ہوں اور ان اہل عرب کے لیے شراب کا ایک تلخ جام ، نیزہ زنی میں ان سب سے زیادہ دلیر ، دین میں سب سے اعلیٰ ہوں ، میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں ، جب آپ دو سال کے ہوئے تو جو اس سال تھے کیونکہ ۔

بصد عزت جے پروردش ایام	ہمیش صبح از طرب خندان دہم شام
بکوشش اختران برپائے گشتہ	عناصر نیز کار افسانے گشتہ
بتدبیر آمدہ روح نبتا	کہ تیا بد کمال از نشو ذاتی
گرفتہ روح حیوانی ہمیں جسہ	کہ از شیرش کے آرد دہاں شہد
بکوشش روح ناطق ہم دریں بند	کہ کے گرد سخن گوئے وحسہ و مند
شدہ نشو و نما ہم حیلست اندوز	کہ آرد بالمش یک ماہہ ہر روز
سپہرش دید چون عالم مند و نئے	فروزش بالمش سارے بروزے
چو ماہ نو کہ بانور شب اندوز	بود از ایندہ نورش روز تا روز

حضور آغاز گفتگو فرماتے ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باتیں کرنا شروع کیں تو حلیہ بھتی ہیں کہ پہلی بات جو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی راستے دوران حق کہ مازاغ البصر وما طغی کی زکسی آنکھیں صحیفہ آسمانی کے صفحہ پر واقعیں اور پوری فصاحت سے یہ کلمہ متبرک زبان مبارک سے ادا فرمایا لا الہ الا اللہ قد وسنا قد وسنا نامت العیون والرحمن لا تاخذہ سنۃ ولا نوم ، اور ایک روایت میں یوں وارد ہے کہ جب گفتگو کا آغاز کیا تو سب سے عجیب تر یہ بات تھی کہ آواز بلند کی اور مندرمایا لا الہ الا اللہ واللہ اکبر والحمد للہ رب العالمین ، اور جب سے آپ نے باتیں کرنا شروع کیں بسم اللہ پڑھے بغیر کسی چیز کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا اور نہ ہی بائیں ہاتھ سے کسی چیز کو پکڑا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رعب کی وجہ سے میں نے دو سال تک ابتدائے شیر خوارگی سے دودھ پھرانے تک اپنے خاوند اور مویات غسل سے احتراز کیا ، دوران شیر خوارگی آپ کی

دیکھ بھال میں مجھے بہت آرام و آسائش تھی اور آپ نے کبھی مجھ کو کسی ایسی چیز پر پیشاب نہیں کیا جسے دھونا پڑے بلکہ دن رات میں صرف ایک مرتبہ مقررہ وقت پر پیشاب فرماتے تھے، جب میں آپ کو بھلانا چاہتی تو غیب سے مجھ پر سبقت لے جاتے اگر شرمگاہ ظاہر ہو جاتی تو غضب ناک ہو جاتے اور فریاد کرتے یہاں تک کہ میں اسے ڈھانپ دیتی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلنے لگے تو جب دوسرے بچوں کو کھیل کود میں مشغول دیکھتے ان سے دُور رہتے اور انہیں کھیل سے منع فرماتے اور فرماتے کہ ہمیں کھیل کود کے لیے پیدا نہیں کیا گیا۔ دوسرے بچوں کی طرح ہرگز زاجی اور گریہ نہیں کرتے تھے۔

نور خدا کی کرنیں روزانہ آفتاب کی مانند ان پر ایک نور اترتا جو انہیں ڈھانپ لیتا اور پھر مکمل جاتا۔ روزانہ سفید جامہ دو مرد اور ایک روایت میں دو سفید مرغ آتے اور ان کے گریبان میں دھنسل ہو کر غائب ہو جاتے تھے۔ ایک روز میری گود میں تھے کہ وہاں سے چند بکریاں گزرنے لگیں ان میں سے ایک بکری آئی اور جلدی سے اپنا ماتھا زمین پر رکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور واپس چلی گئی۔ چاند سے باتیں کرتے اور اشارہ فرماتے چاند آپ کے اشارہ سے متعجب ہوتا جیسا کہ بچہ کو رونے سے مشغول رکھنے کے لیے کیا جاتا ہے، چاند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت گریہ میں بہلایا کرتا تھا۔ حافظ ابوالعاسم سمی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل النبوة میں بیان کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی نشانات نبوت میں سے جن باتوں نے مجھے اسلام کی طرف راہنمائی کی ایک یہ تھی کہ آپ پنگھوڑے میں تھے، چاند کو میں نے دیکھا کہ آپ سے کھیل رہا ہے، آپ انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے جس طرف آپ چاہتے وہ اس طرف مائل ہو جاتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم آپس میں باتیں کرتے تھے، وہ مجھے رونے سے روکتا تھا اور وہ میرے پنگھوڑے کے پائے پر سجدہ کرتا تھا میں اس کی آواز سنتا تھا، اور ایک روایت یوں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس کو تیز نظروں سے گھور رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چچا جان! کیا آپ کو کس چیز کی ضرورت ہے کہ مجھے یوں دیکھ رہے ہو؟ عرض کیا میرا ایک سوال ہے وہ یہ کہ ایک روز حکیمؑ نے آپ کو اٹھایا ہوا تھا اور آپ اس زمانے

میں چالیس دن کے تھے میں نے دیکھا کہ آپ چاند سے مخاطب ہیں اور چاند آپ سے باتیں کرتا تھا لیکن ایسی زبان میں کہ میں اسے نہیں سمجھتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میری والدہ نے میرا ہاتھ مضبوطی سے باندھ رکھا تھا، میں اس کی تکلیف سے رونا چاہتا تھا، چاند نے کہا، مت روئے، اگر آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر ٹپکا، تمام سبزہ خشک ہو جائے گا۔ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعجب سے ہاتھ پر ہاتھ مارا، فرمایا اے چچا میں اس سے بھی زیادہ حیران کن بات کہتا ہوں، عرض کیا، یا نبی اللہ فرمائیے، اس کے بعد میرا بایاں ہاتھ مضبوط باندھ دیا گیا، میں نے رونا چاہا، چاند نے کہا مت روئے اے اللہ کے حبیب، اگر آپ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی زمین پر گرا تو قیامت تک اس سے گھاس نہیں اُگے گا، میں اپنی امت پر شفیع ہونے کی وجہ سے خاموش ہو گیا، عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر تعجب سے ہاتھ مارا، عرض کیا، بیٹے آپ انہیں کیسے جانتے تھے حالانکہ آپ چالیس دن کے تھے؟ فرمایا، اے چچا، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں قلم کی آواز کو لوح محفوظ پر چلتے ہوئے سنا تھا حالانکہ میں ابھی رحم کی تاریکی میں تھا۔ اے چچا اور اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں، عرض کیا فرمائیے، فرمایا، قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ جب آفتاب و ماہتاب خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے تو ان کی آواز کو سنا تھا حالانکہ میں غلمتِ مشیمہ میں تھا۔ اے چچا اور اس سے بھی زیادہ کہتا ہوں، میں نے عرض کیا ہاں فرمائیے، فرمایا، قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر پیدا فرمائے، چالیس سال کی عمر سے پہلے کسی کو یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ پیغمبر ہے، سوائے علیہ السلام کے جب متولد ہوئے فرمایا، اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اِنِّیْ الْکِتَابُ وَجَعَلْنِیْ نَبِیًّا، اور دوسرا آپ کا بھتیجا، فرمایا اے چچا میں اس سے بھی زیادہ کہوں، میں نے عرض کیا ہاں، فرمایا دو شبہ کی رات میں متولد ہوا، اسی رات حق سبحانہ و تعالیٰ نے سات پہاڑ سات آسمانوں میں پیدا فرمائے اور ان پہاڑوں کو اس قدر فرشتوں سے بھر دیا کہ ان کی تعداد کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، یہ فرشتے اس کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں اور قیامت تک مشغول رہیں گے ان کی تسبیح و تقدیس کا تمام ثواب اس بندے کو عنایت فرماتے ہیں جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر ذوق و شوق سے اس طرح صلوات بھیجے، اللھم صل علی محمد و علی آل محمد فی الاولین و الاخرین و فی

الملا الاعلیٰ الی یوم الدین، ایام شیر خوارگی کے واقعات متقدمین کی کتب متداولہ و متاخرین کی مرتبہ تصنیفات میں شرح و بسط سے بیان ہوئے ہیں اس نسخہ میں اسی پر اکتفا کیا گیا ہے و اللہ العالیٰ

فصل سوم

دودھ چھڑانے کے بعد کے واقعات

حلیۃ چھتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ چھڑانے کے زمانہ میں فراخی، تازگی اور برکت و حمیت کی پناہ میں گزارہ کرتے تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو سال کی عمر کو پہنچے، تو وقامت اور جسامت میں چار سالہ لڑکوں کے برابر معلوم ہوتے تھے، یس نے ان کا دودھ چھڑا دیا اور میں انہیں خاوند کے ہمراہ ان کی والدہ کی خدمت میں لے گئی تاکہ ان کی والدہ کے انہیں سپرد کر دوں لیکن اس خیر و برکت کی وجہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت سے ہمیں اور ہمارے قبیلہ کو میرا آئی تھی دل اس کی مجلس اور آنکھیں اس کے دیدار سے بند نہیں کر سکتے تھے، اس کے وصال کی سعادت سے محرومی کی تحریر روح دل پر نہیں لکھ سکتے تھے۔

دامن دولت جاوید و گریبان امید حیف باشد کہ بغیر ندوگر باز گذارند

خلاصہ یہ کہ جب ہم نے اسے والدہ کے پاس پہنچا دیا، اس کی خیر و برکت کا تذکرہ ہم نے اس کی والدہ سے کیا اس کی والدہ نے کہا میرے اس فرزند کی عظیم شان ہے، ہم نے کہا خدا کی قسم اس سے زیادہ بابرکت ہم نے کوئی فرزند مشاہدہ نہیں کیا، ہم نے بہانہ کیا اور آئینہ سے کہا ہم مکہ کی شدید گرمی اور اس کی دبا سے بے خوف نہیں ہیں، خدا نہ کرنے کہ اس فرزند کو کوئی پریشانی لاحق ہو، اگر آپ اجازت دیں تو بہتری اسی میں ہے کہ ہم اس فرزند ارجمند کو اپنے قبیلہ میں پھر لے جائیں تاکہ کچھ وقت اوڑھیں رہے، القصد بڑے مبالغے اور اصرار کے بعد اس نے پھر ہمارے سپرد کیا ہم اسے اپنے قبیلہ میں واپس لے آئے، وہ واقعات جو راستہ میں ظہور پذیر ہوئے ایک یہ تھا کہ ہم جلش کے نصاریٰ کے ایک گروہ کے پاس سے گذرے انہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیز تیز نظروں سے دیکھا، اپنے کام کو چھوڑ کر اس کی تحقیق میں مصروف ہو گئے اس کی مہربانیت کو دیکھتے تھے اور آپ کی آنکھوں کی سرخی کو دیکھتے تھے انہوں نے مجھے کہا کیا تمہارے فرزند کی آنکھیں درد سے سرخ ہیں؟ یس نے کہا نہیں، انہوں نے پوچھا اس

کی آنکھوں کی سُرخمی کبھی جاتی بھی رہتی ہے، میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا تو جس قدر دولت چاہے ہم تجھے دیتے ہیں ہم پر اپنے لاکھ احسان تمہاری طرف ہوں گے اگر احسان کریں اور یہ فرزند ہمیں دے دیں تاکہ ہم اسے جہنم میں لے جائیں کیونکہ یہ بچہ عظیم شان کا مالک ہے، ہم نے اپنی کتابوں میں اس طرح پڑھا ہے کہ ایک پیغمبر باقی ہے اور اس کی جائے پیدائش حرم میں ہوگی، ہمارا خیال ہے کہ وہ پیدا ہو گیا ہے یا عنقریب ہوگا علیہ السلام جہتی ہیں کہ میں ان سے ڈر گئی، رات کا انتظار کیا، یہاں تک کہ ان سے جدا ہو گئی، جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے پھر اپنے قبیلہ میں پہنچا دیا خدا تعالیٰ کے الطاف و اکرام ہم پر روز بروز زیادہ ہوتے رہے یہاں تک کہ ہم قوم کے سردار ہو گئے اور تمام قوم ہماری محتاج تھی ہم ٹھیکتی اور دودھ میں حد کمال کو پہنچ گئے اور رفعت و سر بلندی میں آسمان کا مقابلہ کرنے لگے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین سال کی عمر کو پہنچے اور شق صدر کا واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

واقعہ شق صدر اصحاب سیرت و تاریخ اور احادیث و خبر جمہم اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ واقعہ شق صدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتدا ہی سے سُستی اور کابلی سے پرہیز کرتے تھے جب آپ کی عمر شریف تین سال کو پہنچی، علیہ السلام کہتی ہیں کہ آپ نے مجھ سے پوچھا امی جان! کیا بات ہے کہ دن کے وقت مجھے اپنے بھائی دکھائی نہیں دیتے، میں نے کہا وہ بکریاں چرانے کے لیے جاتے ہیں، وہ دن کے وقت چراگاہ میں جاتے ہیں اور رات کے وقت گھر آتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور رخساروں کو آنسوؤں کے موتیوں سے آراستہ کیا اور فرمایا، جس طرح میرے بھائی بکریوں کو چراگاہ میں چرانے کے لیے لے جاتے ہیں مجھے اپنے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے اگر ان کے ساتھ مجھے بھی کام کرنے کے لیے فرمائیں تو میرا وقت بے کار نہ گزرے، ہر چند علیہ السلام معذرت کرتی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبالغہ کرتے تھے میں نے کہا اے میرے فرزند! کیا تم ان کے ساتھ جانا چاہتے ہو، کہا ہاں، صبح کے وقت جب آفتاب پردے کے نقاب سے باہر آیا، جمال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتاب نے مطلع گریبان سے سر نکالا، میں نے آپ کے سر مبارک میں کنگھی کی، آنکھوں میں سرمہ لگایا، کپڑے پہنائے اور نظر بد سے حفاظت کی خاطر جذع یا فانی کا گردن بند آپ کی گردن میں ڈالا اور چراگاہ کی طرف جانے کے لیے کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جذع یا فانی کے مار کو گردن سے توڑ کر پھینک دیا اور محافظت الہی جل ذکرہ کے دامن کرم میں پناہ لی، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی

ہاتھ میں لی اور رضاعی بھائیوں کے ساتھ خوش و غرم باہر چلے گئے، ہمارے گھر کے نزدیک ہی بکریاں چراتے تھے، اسی طرح کئی دونوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز لائٹھی ہاتھ میں لیے اپنے بھائیوں کے ساتھ پورے ذوق و انبساط کے ساتھ باہر جاتے اور شام کو شوق و انبساط کے ساتھ واپس آ جاتے تھے، ایک روز اس کی بہن شیماء چاشت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے واپس آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بکریوں کے پاس تھے، حلیمہ نے شیماء سے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں اس نے کہا بکریوں کے پاس، اس نے کہا مجھ پر افسوس ہے کہ اس گرمی میں صحرا کے اندر میرے بیٹے کا کیا حال ہوگا۔ شیماء نے کہا، اتنی جان باغم نہ کیجئے میرے بھائی کو کچھ گرمی نہیں ہوتی، بادل ہمیشہ ان کے سر پر سایہ کرتا ہے اور جس طرف وہ جاتا ہے بادل اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، حلیمہ نے پوچھا، تو سچ کہتی ہے، اس نے کہا الی واللہ، ہاں قسم بخدا، حلیمہ نے کہا اس لڑکے کے متعلق جن خطرات سے میں ڈرتی ہوں اس سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں، جب دو تین ماہ اسی طرح گزر گئے حلیمہ کہتی ہیں کہ دن کو دوپہر کے وقت میرا فرزند صغیر روتا ہوا بھاگ بھاگ پسینہ سے شرابور ہا پٹا ہا پٹا ہوا آیا اتنی اتنی میرے قریب بیٹھا بھائی کو لینا مجھے اس کا زندہ ملنا مشکل نظر آتا ہے، میں جھنجھی، روئی اور پوچھا کیا قصہ ہے، ہم سب بھائی اس گھر کے پیچھے سیر کر رہے تھے اور بکریاں چراتے تھے کہ اچانک دو سبز پوش آسمان سے اترے قریشی بھائی کو درمیان سے اٹھالیا اور پہاڑ پر لے گئے اسے لٹا لیا اور چھری سے اس کا پیٹ پھاڑ دیا، ابھی تک اس کے ساتھ مشغول ہیں، میں نہیں جانتا اب کیا حال ہے میں یہ گمان نہیں کرتا کہ وہ زندہ ہوگا۔ چنانچہ میں اور میرا خاوند ابو ذویب اسی طرف بھاگے، ہم نے آپ کو پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے دیکھا، تھکے ماندے، آسمان کی طرف ٹٹکی باندھے شیریں قہقہے سے رنگین رخسارے چمک رہے تھے، میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچی، اس کی پیشانی اور رخساروں کو چومتی تھی اور کہتی تھی۔

آہ کہ شد ز دست من دل بولنے چون توئے پس بکدام دل کشم بار بلانے چون توئے
تسخ بخش بخش مرا تا برسی بکام دل صد چمن از فنا شود باد بقائے چون توئے
کشتہ شدن برائے تو زندگی ست جاودان ہر چہ شود اگر شوم کشتہ برائے چون توئے

اے جان من! مجھے آتش حسرت سے جلا کر خود اطمینان سے مسکرا رہے ہو، کیا حال ہے اور تجھے آزار پہنچانے والا کون ہے۔ فرمایا اتنی جان! میں خیریت سے ہوں، جب میں اپنے بھائیوں کے

ساتھ گھر کے گرد بھاگ رہا تھا اچانک تین آدمی ظاہر ہوئے اور ایک روایت ہے کہ مرد سفید جامہ تھے، ایک مرد کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں سنہری سبز رنگ کا طشت تھا اور وہ سبز طشت برف سے بھرا ہوا تھا، مجھے بھائیوں کے درمیان سے اٹھالے گئے اور پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا دیا، ایک شخص نے مجھے بڑی مہربانی سے ٹٹا دیا۔ میرے سینے کو ناف تک شکاف دیا میں دیکھ رہا تھا، مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی تھی، پھر میرے پیٹ میں ہاتھ ڈالا اور میری انٹڑیوں کو باہر نکالا اور اس سفید برف سے انہیں دھویا پھر اپنی جگہ پر رکھ دیں۔ دوسرا مرد اٹھا اور پہلے مرد سے کہا اٹھو تم نے اپنا وظیفہ پورا کر دیا اور جو تجھے حکم تھا بجالایا، وہ میرے نزدیک آیا اس نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈال دیا، میرے دل کو باہر نکالا اور اسے دو ٹکڑے کر دیا۔ اس کے اندر سے ایک سیاہ چیز باہر نکالی اور اسے پھینک دیا۔ اور کہا اے اللہ کے حبیب آپ کے وجود میں یہ شیطان کا دوسرا تھا جسے میں نے پھینک دیا اور آپ کو اس کے دوسو اس سے بے خوف کر دیا اس کے بعد میرے دل کو اس چیز کے ساتھ جو ان کے پاس تھی بھر دیا میں نے اس سے زیادہ نرم اور شیریں کوئی چیز نہیں دیکھی، ایک دوسری روایت میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ سکینہ کو لائے اور میرے دل کو سکینہ سے بھر دیا اور پھر اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا اور نور کی خاتم سے مہر لگا دی میں ابھی تک اس خاتم کا سرور اور خوشی، دل، اعصاب اور اپنے محاصل میں محسوس کرتا ہوں، پھر تیسرا آدمی تھا اس نے کہا تم دونوں الگ ہو جاؤ کیونکہ تم نے خدا تعالیٰ کے حکم کو ادا کر دیا ہے اور جو کچھ تمہیں حکم دیا گیا تھا بجالائے ہو، پس وہ میرے نزدیک آیا اور اپنا ہاتھ میرے سینے پر رکھا، وہ شکاف پھر آپس میں مل گیا، ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا اے امت کے دس افراد سے وزن کرو، وزن کیا گیا میں بھاری نکلا، سو اشخاص سے وزن کیا میں واضح تھا، ہزار آدمیوں سے وزن کیا میں فاضل نکلا، ایک نے دوسرے سے کہا اے چھوڑ دیجئے اگر تمام امت کے ساتھ بھی وزن کریں گے تو یہ وزنی ہو گا چنانچہ شیخ روحی قدس سرہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

چون در کف سلطان شہم کج بیدوم کان شدم گو در ترازویم نہی میدان میزان بشکنم

پھر اس نے میرا ہاتھ کپڑا اور مجھے بٹھا دیا، تینوں اشخاص نے میرے سر اور چہرے پر بوسہ دیا اور کہا اے حبیب پروردگار! تجھے کوئی خوف نہ ہو۔ اگر تجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تیرے لیے کیا کچھ

سعادتیں مندر ہیں اور کون کون سے رحمت کے دسترخوان تیرے تحفہ کے لیے آراستہ کیے ہیں۔ تو یقیناً تیری آنکھوں کی روشنی بڑے اور جان حزی جھوم اٹھے، پھر مجھے اسی جگہ چھوڑ گئے اور آسمان کی طرف پرواز کر گئے اور آسمان کے خلا میں گم ہو گئے نہیں انہیں دیکھتا تھا اگر تم چاہو تو میں تمہیں وہ جگہ دکھاؤں جہاں وہ گم ہوئے، حقیقت یہ ہے کہ سینہ سے ناف تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق صدر کا اثر دکھائی دیتا تھا، چنانچہ خاص دوست اسے دیکھتے اور اس کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے تھے۔

داغ کے از و بر جگر خستہ نہادم جان سوخت کے را برش داغ کشادم
 حلیمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر گھر لے آئیں اور اپنی اولاد سے خطاب کرتے ہوئے کہا آج کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے الگ کر دو، پھر اپنے خاوند سے کہا کہ اس فرزند سعادت مند کے متعلق تم کیا مصلحت دیکھتے ہو، اسے اس کی والدہ کے پاس لے جائیں تاکہ وہ اس کا علاج کرے خدا نہ کرے کہ اس پر جنون غلبہ کر جائے، ابو زویب نے کہا، خدا کی قسم اس پر کسی قسم کی بیماری اور جنون نہیں ہے اور کسی ماں نے اس سے زیادہ بابرکت بیٹا نہیں جنا، اور سعادت جو ہیں اس کی برکت سے حاصل ہے محشی شخص کو میسر نہیں لیکن میں حاسدوں سے بے خوف نہیں ہوں جبکہ لوگوں نے ہمارے پہلے کے حالات دیکھے ہوئے تھے اور وہ جانتے تھے کہ کمزور و لاغر دس بکریوں سے زیادہ ہمارے پاس کچھ نہیں تھا، اپنوں، بیگانوں میں کوئی مقام و مرتبہ نہیں تھا۔ اب ہماری بکریوں کی تعداد تین سو تک پہنچ گئی ہے اور اپنے بیگانے تمام ہماری رعایت کرتے ہیں ایسا نہ ہو کہ حسد کی وجہ سے کوئی مکر اور فریب کریں۔ اس کے بعد حلیمہ کہتی ہے کہ لوگوں نے میں مجبور کیا کہ اسے کسی کاہن کے پاس لے چلیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الحمد للہ مجھے صحت و عافیت ہے، مجھے کاہن کی ضرورت نہیں اور جن و انس کے متعلق تمہارا جو خیال ہے اس سے میں منزہ اور پاک ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس قدر اپنی صفائی اور پاکیزگی بیان کرتے قوم اور زیادہ اصرار کرتی حلیمہ کہتی ہیں کہ آخر کار ان کی رائے میری رائے پر غالب آئی، اسے کاہن کے پاس لے گئی، جب میں اس کے حالات بیان کر رہی تھی کاہن نے کہا، لڑکے کو اپنے حال خود بیان کرنے دو کیونکہ وہ تم سے زیادہ جانتا ہے۔ جب انہوں نے اپنے حالات بیان کیے کاہن فی الفور

اچھلا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر اپنے سینے پر رکھ لیا اور فریاد کرنے لگا کہ اے آلِ عرب
اُد اور جو مصیبت تمہاری طرف متوجہ ہو چکی ہے اور اس کا ظہور نزدیک پہنچ چکا ہے اسے دور
کرو، اس لڑکے کو قتل کر دو اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس کے قتل سے ہاتھ اٹھا لیا، وہ جوان ہو گیا
تو یقیناً وہ تمہارے عقلمندوں کو احمق شمار کرے گا، تمہارے دین کو باطل کر دے گا اور ہمیں ایسے دین
کی دعوت دے گا جس کو تم نہیں جانتے،

حلیمہ کھتی سے کہ جب میں نے کاہن سے یہ بات سنی میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے
ہاتھ سے چھین لیا اور کھاتیرے جنون کا علاج کرنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ تم بے ربط اور محل باتیں
کرتے ہو اگر مجھے تیری ہرزہ گوئی کا علم ہوتا تو میں ہرگز تیرے پاس نہ آتی، ہم اپنے فرزند کو تو قتل ہونے
کی اجازت نہیں دیتے۔ جا کوئی شخص تلاش کر جو تجھے قتل کرے اور ہمیں تکلیف پہنچانے کا بدلہ تجھ سے لے۔

دولت وصل تو دشوار بدست آمدہ است آنچہ دشوار بدست آمدہ آسن ندہم
بسر زلف تو سو گند کہ ہمسر تو یہ تیغ بکشم صد کس دم و موی تو بصد جان ندہم

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر میں اپنے گھر لے آئی، خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس خبر و
مشک بو کے ساتھ جہاں بھی ہم نے قیام کیا تھا سال ہا سال تک اس جگہ سے کستوری و عنبر اور
ازفر کی خوشبو آتی تھی۔

مگر زمر بکنعان بشیرے آید کہ یاد زان صنم دلپذیرے آید

بہر دیار کہ گیسو کشان گذشت آن یاد ز خاک آں ہمہ بوئے عبیرے آید

بنی سعد کی منازل سے جس منزل میں بھی میں آتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کستوری کی

خوشبو آتی اور ان مکانات کے در و دیوار سے آپ کے انوارِ جمال کے آثارِ ظاہر تھے۔ بیت

چنان ار وزن دل بوئے آن دلدارے تابد کہ خورشید جالش از در و دیوار سے تابد

اس عجیب و غریب امر کے ظہور کے بعد میرے خاوند اور دوسرے
حلیمہ مکہ کو واپس جاتی ہیں رشتہ داروں نے مجھے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے

پہلے کہ اسے کوئی تکلیف پہنچے عبدالمطلب کے پاس پہنچا دو۔ جب میں نے یتیم خانہ کو لیا، میں نے

سادہ کو ساکتا تھا، ضیاء ملک یا بطلما مکہ، خیر و امن کا موسم بہار بنی سعد سے نکلا۔

خوش قسمت ہے کہ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھ جیسی کوئی شخصیت اس جگہ نزول فرمائے، بہترین خلایق نے جب تکہ میں نزول فرمایا اہل حرم حوادث سے محفوظ و مامون ہو گئے، حکیمہ کہتی ہیں کہ جب میں مرکب پر سوار ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سامنے لیے ہوئے تھی اور ایک لمحہ بھی اس سے غافل نہیں ہو سکتی تھی کہ میں نے اپنے اطراف و جوانب سے عجیب آوازیں سنیں اور جب تکہ کے دروازے پر پہنچے میں سواری سے اتری اور کھسی پیش آمدہ ضرورت کی وجہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سواری سے اتارا، وہاں لوگوں کی ایک جماعت تھی ان کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا اور قضائے حاجت کے لیے گئی اچانک تیز آواز میرے کانوں میں پہنچی، میں تیزی سے واپس آئی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں میں نے نہ پایا، میں نے کہا، لوگو! وہ کچھ کہاں ہے جو میں نے یہاں بٹھایا تھا، انہوں نے پوچھا کونسا بچہ؟ میں نے کہا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم جس کی برکت سے حق تعالیٰ میرے چہرہ کو تازہ اور میری عیش و آسائش کو بے اندازہ رکھتا تھا۔ میں نے اس کی تربیت کی۔ اس کی باتوں سے میرا دل سرور تھا اور اس کے جمال کے دیدار سے میری آنکھوں کو روشنی حاصل ہوئی ہے میرا ارادہ تھا کہ میں اسے اس کے دادا کے پاس پہنچا دوں اور اس کی امانت اس کے سپرد کر دوں، اچانک یہ واقعہ پیش آگیا، مجھے لات و عزی کی قسم کہ اگر میں اپنے مقصد کو حاصل نہ کر سکی او امانت کو اس کے مالک تک نہ پہنچا سکی تو خود کو بلند پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دوں گی اور اپنے اعضا کو پارہ پارہ کر دوں گی، القصد ہر چند میں نے جستجو کی اس راحت جان کی طرف کوئی راہ نہ پا سکی، اپنے آپ سے میں کہتی تھی، نفلم

اے بے نشان محض نشان اذکرمیت گم گشتہ در تو ہر دو جہان اذکرمیت
در جستجوئے تو دلم از پردہ اوفتاد اے در درون پردہ جان اذکرمیت
جب میں اس کی جستجو سے مایوس ہو گئی میں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور فریاد و زاری شروع کر دی میں کہتی تھی، وا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے پسندیدہ دوست اے میرے چین روح کے ریحان اور اے میرے مجروح دل کے مونس اور اے میرے بند دروازوں کی کلید اور اے میری خستہ جان کی شفا اور اے میرے کاشانہ شادمانی کے چراغ اور اے میرے رازِ نباتی کے محرم۔

اے کہ دل را چو جان شیرینی بے تو تلخ است زندگانی من
غم داندوہ و محنت آمد و رفت طرب و میث و کامرانی من !
روز و سلم شب جدائی گشت شام شد صبح کامرانی من

میں نے اس قدر گریہ و زاری کی اور اضطراب و بیقراری دکھائی کہ ایک عالم میری سوز جان سے بیقرار ہو گیا اور پیر و جوان میرے ساتھ مل کر رونے لگے، اچانک انہی حالات میں میں نے ایک بوڑھا، جو کمزوری سے ہلال کی مانند نحیف و نزار اور ناتوانی کے خیال سے زیادہ دُبل پتلا، میں نے اس سے پوچھا، اس نے کہا کیا بات ہے یہ سوز و ملال کس وجہ سے ہے، میں نے صورت واقعہ بیان کی میں نے خدائے ابراہیم کی قسم کھا کر کہا کہ اگر مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نزل سکے تو میں خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرا دوں گی، بوڑھے نے کہا اے سعدیہ! میں تجھے ایسے عالم کا پتہ بتاتا ہوں جو تیرے فرزند کے حالات جانتا ہے اور اگر اس نے چاہا تو وہ اسے تیرے پاس لوٹا سکتا ہے۔ میں نے کہا میری جان تجھ پر قربان ہو، پھر میں نے پوچھا وہ کون ہے؟ اس نے کہا صنم اعظم جس کا نام ہبل ہے میں نے کہا تیری ماں تجھے روئے، کاشش تیری ماں تجھے گونگا پیدا کرتی، شاید تو اس حالت سے واقف نہیں ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شب و ولادت، ہبل ولادت و عزیزی پر کیا گزری تو نے وہ حالات نہیں سنے، اس نے کہا اے سعدیہ! شاید تو دیوانی ہوئی ہے ہرزہ گو اور عقل و ہوش سے بیگانہ ہے، میں ابھی آتا ہوں اور تیرے فرزند کو، ہبل سے طلب کرتا ہوں اور تیرے فرزند کو تجھ تک پہنچاؤں گا۔ شیخ نے جا کر سات مرتبہ ہبل کا طواف کیا، اس کے سر پر بوسہ دیا اور کہا، اے میرے آقا! آپ کا لطف احسان اور فضل و امتنان قریش سے کبھی منقطع نہیں ہوا اور کوئی حاجت مند اس آستانہ سے بے نیل مرام واپس نہیں ہوا، یہ بوڑھی سعدیہ گمان کرتی ہے کہ اس کا فرزند گم ہو گیا ہے اس کے گم ہو جانے کی وجہ سے وہ رو کر جان ہلکان کر رہی ہے، اگر آپ اس کے فرزند کو اس تک پہنچا دیں تو بہت مناسب ہوگا، جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی زبان سے ادا کیا ہبل اور دوسرے تمام بت زمین پر اونڈے منہ گر پڑے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و شمائل بیان کرنے لگے انہوں نے کہا اے شیخ! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری بلاکت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہی ہوگی، خدا تعالیٰ مہود و برحق ہے، اسے ضائع نہیں کرے گا، بت پرستوں سے کہہ دو کہ ذابح اکبر یہی

ہے یعنی سوائے اس شخص کے جو اس کی اتباع کرے سب کو قتل کر دے گا، حکیم کہتی ہیں میں نے اس بوڑھے کو دیکھا کہ رو رہا ہے، آتش تاسف سے اس کا دل کباب ہے، لاٹھی ہاتھ ہے گری پڑی ہے اور موت کے کنارے پہنچ چکا ہے، اس کے منہ میں باتوں کی بجائے دانت بچ رہے ہیں، اس کے تمام اعضاء ہیبت سے بید کی اندکانپ رہے ہیں، اس نے کہا اے حکیم! تیرے فرزند کا ایک پروردگار ہے جو اسے ضائع نہیں ہونے دے گا، تیری امانت صحیح و سالم تجھے لوٹائے گا، اطمینان سے اس کی تلاش کر اور دل تنگ نہ ہو اور رخسارہ اقبال بدبختی کے ناخن سے نہ تراش، حکیم کہتی ہیں کہ میں ڈری کہ مجھ سے پہلے ہی یہ خبر عبدالمطلب تک نہ پہنچ جائے میں والدہ شفیتہ اس کی طرف بھاگی، مجھے دیکھتے ہی اس نے کہا تیرے ساتھ سعادت ہے یا نحوست؟ میں نے کہا اے امیر! نحوست ہے اور نحوست بھی کیسی، اس نے کہا شاید تیرا فرزند گم ہو گیا ہے میں نے کہا ہاں عبدالمطلب کو خیال ہوا کہ قریش میں سے کوئی اسے اٹھا کر لے گیا ہو گا اور ہلاک کر دیا ہو گا، پس اس نے اپنی تلوار پھینچ لی، غیض و غضب اس کے چہرہ سے ظاہر ہوا اور ادبچی آواز میں پکارا، اے اہل غائب سب بیک کہہ کر اس کی خدمت میں دوڑے کیونکہ کوئی شخص اس کے غصہ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ عبدالمطلب نے کہا، قریش کی عزت اور سرمایہ راحت و عیش، میرا فرزند محمد صلی اللہ علیہ وسلم غائب ہو گیا ہے، قریش نے کہا اے امیر سوار ہو جائیے ہم بھی سوار ہوتے ہیں اس عزیز کو آپ کے ساتھ تلاش کرتے ہیں اگر آپ متلاطم دریا میں کودیں گے تو ہم بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے، اور اگر بلند پہاڑوں کی چوٹیوں کو سر کریں گے اور دہاں پہنچیں گے تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہوں گے۔ اپنے قبائل کے ساتھ سوار ہوا بیتاب ہو کر ہر طرف بھاگا پھر تا ادبے تماشا اس مسوق کی خاطر خود کو تگلیوں اور ہلاکت گاہوں میں ڈالتا تھا اور کہتا تھا،

القی عسا کر افوا دی شہ	کی انظوفی اہل و داد می شہ
اما قدمی تو صلی مقصود می	واترک راسی کفواد می شہ
خود رنجیل بیگنم مست آنجا	تا بگرم آن جان جان ہست آنجا
یا پائے رساندم بمقصود و مراد	یا سر بنم مجو دل از دست آنجا
اس کی تلاش میں ہر طرف گھوڑا دوڑایا لیکن اپنے گم شدگی کوئی خبر نہ ملی وہ کہتا تھا	

تو اسے عزیز کہ با یوسفی غنیمت دان کہ من زغم شدہ خود خبر نے یا ہم
 دلم برفت و من از دل خبر نے یا ہم از آں کہ برد دلم ہیچ اثر نے یا ہم
 جب اسے اپنے گم شدہ کی کوئی خبر نہ ملی، قوم کو چھوڑ کر تنہا بیت الحرام کی طرف بھاگا...

یا رب رد را کبی محمد ا رد الی واتخذ عندی میدا

انت الذی جعلته لی عضدا انت الذی سمیتہ محمدا

لا یعبد الہ دہربہ فیعبدا یا رب ان محمد الہم توجدا

عبد المطلب مناجات میں تھے کہ اس نے سنا منادی کرنے والا فضائے آسمان سے ندا کر رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار ہے جو اسے ذلیل و ضائع نہیں چھوڑے گا، عبد المطلب نے کہا اسے ہاتھ وہ کہاں ہے اس نے کہا، وادی تمامہ میں یعنی درخت کے پاس ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ایک کیلے کے درخت کے پاس ہے عبد المطلب نے ہتھیار لگائے اور وادی تمامہ کی طرف چل دیا، راستہ میں ورق بن نوفل ملا دونوں اس طرف چل دیے جب کیلے کے درخت کے پاس پہنچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیلے کے درخت کے نیچے کھڑا دیکھا آپ اپنے ہاتھ درخت کی ٹہنیوں پر پھیر رہے تھے عبد المطلب نے کہا،

جان من جان من فدائے تو باد کہ فلک چو خنومہ ندارد یاد

اس کے بعد اس سے پوچھا کہ تم کون ہو، آپ نے فرمایا، میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ ابو سعود ثقفی اور عمر بن نوفل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیلے کے درخت کے نیچے دیکھا کہ اس کے پتوں کو چن رہے تھے، انہوں نے پوچھا تم کون ہو، آپ نے فرمایا، میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم صلی اللہ علیہ وسلم ہوں، عمر بن نوفل انہیں اٹھا کر عبد المطلب کے پاس پہنچایا، اس کے بعد عبد المطلب نے انہیں اٹھا کر پیار کرتے ہوئے کہا اسے بیٹے! میں تیرا دادا ہوں، انہیں سوار کر کے مکہ واپس لائے، پھر حلیمہ سے بہت معذرت کی اور بہترین سامان تیار کیا اور بہت سی چیزوں کے ساتھ اسے رخصت کیا۔ حلیمہ بھتی ہیں کہ عبد المطلب اور آمنہ نے الگ الگ اس قدر مال و دولت دی کہ اس کی توصیف نہیں کی جاسکتی۔

وصف آلِ مردہاں نے گنبد شرح آں دریاں نے گنبد

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم نے ان کے دادا کے پاس چھوڑ دیا۔ اگرچہ بظاہر اس

کے وصال سے دل اٹھالیا لیکن درحقیقت ع

نکندم دل زہراؤ لیکن جاں بے کندم

فائدہ: حلیہ جاننا چاہیے کہ اکثر مفسرین نے وجود کے ضلّٰلہ فہدیٰ، آیت کریم کی تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالیٰ مکہ میں گم ہو جانا

اور عبدالمطلب کا انہیں پالینا اور اپنے گھر لے جانا جیسا کہ مذکور ہوا بیان کی ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے دین کے معاملہ میں شریعت و خیرات کی جزئیات کی تفصیل پر عدم علم اور وحی والہام کے ذریعہ ان پر واقفیت حاصل کرنا مراد ہے، ان دو کے علاوہ دوسری وجوہات کو ضعیف قرار دیا ہے،

شق الصدق حقیقت جاننا چاہیے کہ کیفیت شق صدر اور اس کی حقیقت میں اور اس بات میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ کے ساتھ کتنے

سال رہے اور حلیمہ کے حالات میں مختلف روایات وارد ہوئی ہیں اس مختصر میں مشہور قول پر اکتفا کی گئی ہے۔

مورخین کی ایک جماعت کا مختار مسلک یہ ہے کہ دوسری مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حلیمہ کے پاس ایک سال ایک ماہ قبیلہ بنی سعد میں رہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پانچ سال ایک ماہ ہوئی شق صدر کا واقعہ ظہور پذیر ہوا اور صحیح احادیث سے یوں مفہوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ بے کینہ کو معراج کی رات شکاف دیا گیا۔ جیسا کہ عنقریب انشاء اللہ بیان ہوگا اور مورخین اور ارباب سیرت کی روایت یہ ہے کہ قبیلہ بنی سعد میں وقوع پذیر ہوا۔ سال کے تعین میں مختلف ہیں، اخبار کے صحیح ہونے کی صورت میں لازماً واقعات کے متعدد ہونے کے قائل ہوں گے، واللہ اعلم۔

نقل ہے کہ خاتم المرسلین کے ظہور نبوت سے پہلے حلیمہ مکہ گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں فقر و فاقہ اور خشک سالی کی شکایت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ عقد نکاح فرمایا ہوا تھا۔ آپ کے فرمانے سے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسے ایک اونٹ اور چالیس بکریاں عطا فرمائیں۔

حلیہ کے اسلام میں اختلاف ہے۔ بعض ارباب سیرت نے اسے اپنے خاوند عاتق بن عبد العزیٰ جو کہ مکئی تھا اور ابو زویب کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں شمار کیا ہے اور حلیہ کا بیٹا عبد اللہ جو ضمیرہ کے نام سے ملقب تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دودھ پیا تھا، اسے زمانہ بعثت حاصل نہیں ہوا، پہلے ہی فوت ہو گیا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن جس کا نام شیماء تھا اور حلیہ کی بہن نزاہہ نامی مشرف باسلام ہوئیں اور کردہ صحابہ میں شمار ہوتی ہیں اور امید ہے کہ وہ پستان جو در سال ایک سید انس و حباں صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ اور لب سے مس کرتا رہا باغ اسلام میں داخلہ سے محروم نہیں ہوگا۔ جب حلیہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے دادا کے پاس پہنچایا، ام رمن نامی عورت جو حبشیہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والد ماجد سے وراثت میں ملی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگرانی میں مشغول ہوئی۔ آمنہ اس کی تربیت کرتی تھی اور ابوطالب آپ کی کفالت کرتا تھا، ام ایمن سے نقل ہے کہ جس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضانت میں مشغول تھی میں نے کبھی آپ کو بھوک کی شکایت کرتے نہیں سنا۔ جب صبح ہوتی قدرے زمزم کا پانی نوش فرمائیے اور شام تک اسی پر قناعت کرتے۔ بسا اوقات ایسا اتفاق ہوا کہ دوپہر کا کھانا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا آپ فرماتے مجھے طعام کی ضرورت نہیں ہے اور اکثر اوقات قناعت اور گرسنگی سے گزارتے۔

چوتھا باب

صغیر سنی کے چند واقعات

پچھٹے سال کے واقعات ماہرین فن تاریخ و سیرت اور احادیث و جز رحیم اللہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے کہ جب خلاصہ آسمان و زمین اور مکان و مکین کے برگزیدہ یعنی حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام پانچویں سال سے ترقی کر کے چھٹے سال کی عمر کو پہنچے، ان کی

والدہ کو اپنے رشتہ داروں کو جو مدینہ میں تھے ملنے اور ان کے ساتھ صد رحمی کی رعایت رکھنے کے خیال نے اس بات پر ابھارا کہ مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو اور اقرار و اجابہ کی دیکھ بھال کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا اور مدینہ کو روانہ ہوئیں۔ ام امین ان کے ساتھ تھی، ایک ماہ کی مدت وہاں قیام کیا اس مکان میں جسے دارالنا بے کہتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر وہاں ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ تیرائی سیکھتے تھے، ایک روز چاہ بنی عدن النجار میں مدینہ کے لڑکوں کی ایک جماعت کے ساتھ تیر رہے تھے آپ سے درنوں کندھوں کے درمیان مہربوت نظر آرہی تھی یہودیوں کی ایک جماعت وہاں سے گذری ان یہودیوں کی فوج میں سے ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے ساتھی کو دکھایا اور کہا کہ یہ لڑکا پیغمبر آخر الزماں ہوگا۔ ام امین نے یہ بات سنی اور حضرت آمنہ کو پہنچائی۔ درنوں ایک دوسرے سے بل کر مٹنے کی طرف لوٹیں۔

دوران سفر جب ابوا کے مقام پر پہنچیں حضرت آمنہ تھک گئیں
حضرت آمنہ کی وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سر ہانے بیٹھ گئے۔ اچانک وہ بے ہوش ہو گئیں جب دوبارہ ہوش میں آئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور چند اشعار پڑھے ان میں سے چند یہ ہیں۔

بارک الله فيك من غلام ان مع ما ابصرت في المنام

فانت مبسوٹ الى الانام من عند ذي الجلال والاكرام

پھر فرمایا ہر زندہ مرنے والا ہے اور ہر نیا پرانا ہوگا۔ اگر میں مر جاؤں تو میرا ذکر رہے گا کیونکہ میں نے پاکیزہ نثار شخصیت کو جنم دیا ہے اور نیکی کا رویہ دیکھا ہے جب وہ فوت ہو گئیں تو جنوں کے نوحہ کی آواز آتی تھی اس پر روتے تھے اور اپنے نوحہ میں کہتے تھے۔

تبكي الفتاة البسة الامينة زوج عبد الله الفريضة

امر نجب الله ذي السكينه وصاحب المنبر بالمدينة

اسی جگہ اس دنیا سے کوچ کیا اور اسی جگہ مدفون ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

ہجرت کے سفر میں جب بنی عدنان کے قلعوں کو دیکھا اس جگہ کو پہچان لیا اور فرمایا، بچوں کے ساتھ ہم ان قلعوں کے گھنڈرات پر چلتے تھے اور اس سفر کے واقعات جس میں آپ والدہ کے ساتھ تھے، بیان فرمائے۔ عمرۃ القضایا کے سال جب ابوالکاسم کے مقام پر پہنچے اس جگہ پر نزول فرمایا جہاں چند پتھر اکٹھے کیے ہوئے تھے، فرمایا، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ کی قبر ہے۔ یہ کہہ کر آپ رو پڑے اور اس قدر حسرت و ترحم کا اظہار کیا کہ آپ کے تمام صحابہ بھی رونے لگے۔ اس کے بعد حق سبحانہ و تعالیٰ سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت طلب کی مگر اجازت نہ ملی بڑی بقراری سے رونے بعض اصحاب رسول نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رونے کا کیا سبب ہے۔ فرمایا میرے متعلق والدہ کی شفقتیں اور رحمتیں یاد کرتا ہوں اور وہ تربیت جو ازراہ مہربانی کی تھی خیال میں آتی ہے لیکن کیا کروں کہ کسی بھی صورت میں ان کا صلہ اور بدلہ نہیں چکا سکتا۔ پھر اس قدر روتے کہ تمام لوگ رونے لگے اور کعب الاحبار کی روایت اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیت شعری ما فعل اللہ لوالدی، کاش مجھے علم ہوتا کہ میرے والدین سے کیا سلوک کیا گیا ہے۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت بھیجی۔ انا ارسلناک بالحق بشیرا و نذیرا و لا تسال عن اصحاب المجہیم۔ راوی کہتا ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد ہم نے کبھی نہیں سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کو یاد کیا ہو۔

ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خجۃ الوداع کے موقع پر اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لائے اور دعا کی۔ یہاں تک کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی والدہ کو زندہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں اور پھر فوت ہو گئیں، چنانچہ اپنی جگہ پر انشاء اللہ مذکور ہوگا۔

اس کے بعد ام ایمن نے آنحضرت

حضور حضرت عبدالمطلب کی کفالت میں صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا اور مکہ میں لے آئیں عبدالمطلب کے سپرد کر دیا۔ حضرت عبدالمطلب نے اس گرامی بیٹے کو اپنے گھر میں رکھا اور کما حقہ عزت و تکریم بجالائے ان کی تربیت اور دیکھ بھال میں پوری طرح توجہ دی اور ہمیشہ تمام بنی عبد مناف کے اشراف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا تذکرہ و اشکاف الفاظ میں بیان کرتے اور کہتے کہ اس فرزند ارجمند کی ذات عالی صفات میں

صباحِ قریش، ملاحمتِ یثرب اور فصاحتِ بنی سعد جمع ہو گئی ہے۔ نظم۔

ہر چہ در وصفِ کمالش بزباں آوردند قطرۂ دال کہ زور یا بکراں آوردند
بیچ پیرے نشیدست بعدِ عمر دراز این خبر با کہ ازیں طرف جوان آوردند
حسن خلقتش نگر و خوبی روتا سینی کہ ملائک خبر از حورثں آوردند
کوشش آرا مگہ ماست کہ از عالم قدس گو نما خلد بریں را بسجہاں آوردند

سالِ مفتحم کے واقعات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فاقیت سے عبدالمطلب کا دُعا ئے استسقاء کرنا،

اسی سال میں حضرت عبدالمطلب رسائے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ سیفِ ذی الیزن کی تہنیت کے لیے حبشہ کی طرف گئے تفصیلِ دسط سے یہ واقعہ بشار کے باب میں گزرا جب اس سفر سے واپس آئے، قریش پانی کی کمی سے ان کی احتیاج کی بنا پر فریاد کر رہے تھے۔ اشرافِ دہالی مکہ میں مسلسل کئی سال عظیم قحطِ ظہور پذیر ہوا، چنانچہ زراعت اُد جانوروں کے پستانوں سے دودھ خشک ہو گیا، لوگ شدید فاقہ اور زحمت میں مبتلا ہو گئے رفیقہ بنتِ ابی صیف بن ہاشم جو کہ حضرت عبدالمطلب کے بھائی کی لڑکی تھی بھتی ہیں کہ ایک رات دورانِ غنودگی میں نے ایک باق کو بکتے ہوئے سنا کہ اے گروہِ قریش! پیغمبرِ آخر الزماں کے ظہور کا وقت ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ تم میں سے پیغمبر پیدا ہونے کا وقت ہے عمدہ زندگی اور بارانِ رحمت تمہیں حاصل ہوگی، احتیاط سے دیکھو کہ تمہارے درمیان بزرگ بلند و بالا، سفید اندام، ستواں ناک، تازہ روجس کی پلکیں دراز ہیں، فخر و حسب و اہلا ہے۔ اسے کہو کہ وہ اپنے فرزند کو لے کر لوگوں کے درمیان سے باہر نکلے اور ہر قبیلہ سے ایک لڑکا اور ہر بطن سے ایک مرد لیے ہوئے اور خوشبو لگائے ہوئے اس کے ساتھ ہو۔ کعبہ کے گرد سات مرتبہ طواف کریں اور اس کی محبت میں کوہِ ابوقیس پر جائیں وہ موصوفِ بارش کی دعا کرے اس کے ساتھی آمین کہیں تاکہ بارش برسے اور ان کی زندگی اچھی ہو جائے۔ رفیقہ بھتی ہیں کہ صحیح

ڈرتی اور کانپتی ہوئی بستر خواب سے اٹھی اور جس کے سامنے بھی صورت واقعہ بیان کی
 قسم ہے حق و حرمت کی کہ اس نے کہا یہ شخص حضرت عبدالمطلب ہے۔ جب یہ خبر مشہور ہو گئی
 قریش کی ایک جماعت عبدالمطلب کے پاس جمع ہوئی۔ اور ہرطن سے ایک شخص نے پاک
 ہو کر خوشبو لگائے ہوئے طواف کیا۔ عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر
 جبل ابوقیس کی طرف گئے۔ اور دوسرے لوگ بھی ساتھ گئے۔ حضرت عبدالمطلب باوجود
 آہستہ چل رہے تھے، دوسرے لوگ اگرچہ بھاگتے تھے مگر اس تک نہیں پہنچ سکتے
 تھے۔ جب سفر طے کر لیا۔ جبل ابوقیس پر گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر بٹھا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا اے حاجات کو
 پورا کرنے والے، مصائب کو دور کرنے والے، بغیر بتائے ہوئے جاننے والے غیر محتمم
 عطا کے بخشنے والے، اے فکر کو روکنے والے اور اے اندوہ و غم کو زائل کرنے والے
 یہ تیرے حرم کے بندے اور غلام ہیں، تنگی اور قحط کی شکایت کرتے ہیں، ان کی بھیڑ بکریاں
 اور ادنٹ ہلاکت کے کنارے پر پہنچ گئے ہیں، خدایا بارش بھیج جو سبزے کے اُگنے کا
 سبب ہو اور ہماری زندگی کی بقاء کا باعث بنے۔ راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم، ہم نے
 ابھی واپس آنے کا ارادہ بھی نہیں کیا تھا کہ بارش شروع ہو گئی اور اس قدر برسی کہ
 نہریں جاری ہو گئیں اور سرداران قریش مثل عبد اللہ مرعان اور شہاب بن معزہ وغیرہ
 حضرت عبدالمطلب کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا اے ابوالمطلبی تجھے یہ نعمت خوشگوار
 ہو۔ اور رفیقہ نے جسے یہ خواب آیا اس باب میں چند شعر لکھے جن میں سے بعض
 یہ ہیں۔

بشیمۃ الحمد اسقى الله بلدنا	لما فقد الحیا والجلود المطر
فجاء بالغيث حوى له سيل سحبا	فعاثت به الانعام والشجر
منامن الله بالميون بالمحبة	وخير من يشرب بومابه مطر

مبارک الوجد یستقی الانعام به
 ما فی الانعام له عدل ولا خطر

رحمت کا بادل گھبر گیا فی الحقیقت اس گروہ کو کرب و اندوہ کی تلگائیوں سے نجات
رسول ثقلین کی وجہ سے ہوئی۔ اور حضرت عبدالمطلب تو صرف
وسیلہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ روایت ہے کہ اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی،
بیکسی، بے مالی اور بے یار و غمگسار ہونے کی وجہ سے حضرت عبدالمطلب بہت زیادہ
خیال رکھتے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم میں مبالغہ کرتے تھے۔ اور
آپ کے حالات کی دیکھ بھال میں انتہائی کوشش کرتے، جہاں تک ہو سکتا اس کی رعایت
و محافظت کے جھنڈے بلند رکھتے۔ کہتے ہیں کہ شفقت و محبت اور مہربانی جو حضرت عبدالمطلب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں رکھتے تھے کسی دوسرے فرزند کے حق میں نہیں کی تھی
اگر حضرت عبدالمطلب نیند میں ہوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص نہیں
خواب سے بیدار نہیں کر سکتا تھا، اگر اپنے احباب کے ساتھ یا تنہا کسی جگہ خلوت میں ہوتے
تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص اندر نہیں جاسکتا تھا، آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بغیر کسی کو ان کے بستر پر بیٹھنا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی حفاظت کے متعلق ام ایمن کو تاکید کی ہوئی تھی کہ خبردار اس کے حال سے غافل نہ ہونا
اور اس کی پردریش اچھی طرح کرنا۔ کیونکہ اہل کتاب کہتے ہیں کہ یہ امت کا پیغمبر ہو گا۔
کہتے ہیں کہ اسی اثنا میں بنی مدیج کی ایک جماعت نے فن قیادہ میں مہارت حاصل کی وہ
بیٹے کو باپ کی طرف منسوب کرتے تھے اور علم قیادہ میں مشہور تھے۔ انہوں نے حضرت
عبدالمطلب سے کہا، ہم نے آپ کے اس فرزند کے قدموں کو ملاحظہ کیا ہے، حضرت
ابراہیم علیہ السلام کے اس قدم کے ساتھ جس کا نشان مقام ابراہیم میں ظاہر ہے۔ کسی
قدم کو اس کے قدم سے زیادہ اس کے مشابہ نہیں دیکھا۔ عبدالمطلب نے حضرت
ابوطالب سے کہا، سنو! یہ جماعت کیا کہتی ہے، بس حضرت ابوطالب اس روز سے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محافظت کے لیے کوشاں ہوئے اور ان کا لحاظ کرنے لگے۔
حضرت عبدالمطلب حضور کے مشفق تھے۔ روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب کو
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر

محبت تھی کہ اپنے کسی بھی فرزند کے ساتھ اس قسم کی محبت کا اظہار نہیں کرتے تھے چنانچہ آپؐ نے بغیر سفر نہ کرتے اور ہمیشہ ان کو ذکر خیر میں دوسروں پر ترجیح دیتے۔

حضرت عبدالطلب کے حجرہ میں اس کی ایک خاص نشست گاہ تھی۔ اس کے بغیر کوئی شخص اس مسند پر نہیں بیٹھتا تھا۔ شرفائے قریش کو اس نشست گاہ کے ارد گرد بٹھاتے۔ حضرت عبدالطلب کی اولاد اس مسند کو اس کے ساتھ ہی مخصوص رکھتی چنانچہ کسی شخص میں یہ قدرت و جرات نہیں تھی کہ اس مسند کے قریب قدم رکھ سکے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس محفل میں تشریف لاتے، رگ ہاشمی کی عظمت و جلالت سے، حضرت عبدالطلب کے بساطِ دولت اور تخت اقبال پر فی الفور بیٹھ جاتے اور حضرت عبدالطلب کے بیٹے اور رگابن قریش حضرت عبدالطلب کے احترام کی وجہ سے اس نشست گاہ کو عزیز رکھتے تھے اور بعض اوقات وہاں بیٹھنے سے منع کرنا چاہتے تھے حضرت عبدالطلب انہیں آواز دیتے اور کہتے۔ دعوا انبی فواللہ ان لا شاناً عظیماً۔ میرے بیٹے کو اس مسند پر بیٹھنے دو۔ خدا کی قسم! اس کا نفس ایک شرف محسوس کرتا ہے جو اس مسند پر بیٹھنے کا تقاضا کرتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اس کی بزرگی کے بہت سے نشانات ہیں اور عنقریب وہ تمہارا سردار ہوگا۔ یہ نور جو میں اس کی پیشانی میں دیکھتا ہوں۔ ایسے شخص کا نور ہے جسے لوگوں کی سرداری اور سرداری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ میرا یہ فرزند بہت بڑے ملک کا مالک ہوگا۔ اور خدا آسانی کا اس کے ساتھ ایک ایسا راز ہے جو کسی کے ساتھ نہیں، ہمیشہ آپ کے سر پر دستِ شفقت رکھتے اور آپ کی حرکات و سکنات اور خصائل سے خوش ہوتے تھے۔

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالطلب کی مسند پر مربع صوت میں تشریف فرما تھے اور اکثر و بیشتر قریش حرم کے گرد و فواح میں موجود تھے حضرت عبدالطلب نے سب کو یہ حال دکھایا اور کہا، دیکھو! سلطنت و وجاہت کے آثار آپ کی حرکات و سکنات سے کس طرح ظاہر ہوتے ہیں۔

فی الہمد یصل عن سعادتہ جد
ہر آنکس کو فخرِ بزرگی دروست
باورنگ شابی گزار آیدش
منال جوانی برومند بد
تواند ہر آنکو شمنشہ دشست
ہر آن طفل کو عقل شد رو براہ
چہ طفل کہ عالم طفیل دے ست
در آئینہ ذات او عقل وحس
لب شہ نشان زمین بوس اوست
مجا عقل وحس بلکہ انوار ذات
فصل سوم

اثر العجاۃ ساطع البرہان
زیبا کی طہیت خالص نکوست
ہر آن کو بزرگی تبار آمدش
کہ شد میوہ از بہارش پدید
بخر دی بجائے بزرگان نشست
بجائے بزرگان زند تکیہ گاہ
جہان در جہان جملہ خیل دے ست
چو جام جہان بین درو منعکس
بہنم فلک نعرہ کوکس اوست
در آئینہ او نماید صفات

آٹھویں سال کے واقعات

حضرت عبدالمطلب کی وفات
جب حضرت عبدالمطلب کا وقت وفات
نزدیک آیا اور ان کی عمر ایک سو دس اور
بعض کے قول کے مطابق ایک سو بیس سے متجاوز ہو گئی تھی ان کی اس جہان میں
آنہیں بند ہو گئیں۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ کل نفس ذائقۃ الموت کے
چنگل سے کسی مخلوق کو راہِ نجات نہیں۔ ع
برہیج آدمی اجل ابقا نکند

ان کی تمام تر توجہ جس کی طرف ان کا دل متوجہ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے امور تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت آٹھ سال کے تھے اور ماں باپ
سے یتیم ہو چکے تھے، دونوں جہانوں سے ہاتھ جھٹک کر بچتے تھے اس فرزند کا میرے

بعد کیا حال ہوگا، انتہائی محبت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طلب کیا۔ اپنے سینہ پر بٹھایا۔ اپنے بیٹوں ابی لب، حمزہ، عباس اور ابوطالب کو طلب کیا اور کہا اس وقت آباد سے میری رحلت اور رب العباد کی طاقات کا وقت ہے اور اس فرزند کے علاوہ کوئی حسرت میسر دل میں نہیں ہے، کاش! میری عمر وفا کرتی اور میں خود اس کی تربیت کرتا اور اس پر زیادہ سے زیادہ شفقت و رحمت اور رعایت و جانبداری کرتا۔ لیکن کیا کروں عمر ساتھ نہیں دیتی۔ بیت و فاذ عمر چہ خواہی کہ ہر نفس کہ نودی چنان برفت کہ ہر گز و گرنیاید باز

اب میں اس حسرت کے ساتھ عزم رحلت رکھتا ہوں اور جان شیریں اس اندوہ میں دیتا ہوں۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے کون اس فرزند و بلند کی دیکھ بھال اور نگرانی کرے گا جو کہ حقہ اس کی تربیت سے عہدہ برآ ہو سکے، ابی لب عمر میں سب سے بڑا تھا۔ دوزانو ہوا اور آداب بجا لایا اور کہا اے شاہِ عرب خدا تعالیٰ آپ کو آپکی مرادوں تک پہنچائے۔ اور اتنی عمر عنایت فرمائے کہ عزت و اقبال اور عظمت و جلال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل کریں۔ جیسا کہ آپ کی آرزو ہے اور اگر اسے پاس خاطر کے لیے کسی کے سپرد کرنا چاہتے ہیں تو میسر سپرد کیجئے۔ میں اس کی دیکھ بھال جان و دل سے کروں گا۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا ہاں، تیرے پاس مال و دولت اور عزت و حرمت ہے اور اس کی تربیت تم کر سکتے ہو لیکن تم قدرے سخت دل اور بے رسم واقع ہوئے ہو، یتیم خستہ دل اور مجروح ہوتے ہیں اور تھوڑی سی تکلیف کی بھی قوت برداشت نہیں رکھتے، ممکن ہے تو اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ پھر امیر المومنین حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے، آداب بجا لا کر عرض کیا اے ابروئے عرب اگر اس خدمت کے میں لائق اور سزاوار ہوں تو میسر سپرد کیجئے حضرت عبدالمطلب نے کہا تم اس کی حفاظت و مضانت میں سب سے زیادہ موزوں اور مناسب ہو اور میری مراد پوری کرنے میں سب سے زیادہ مناسب ہو لیکن تمہارا کوئی فرزند نہیں ہے اور وہ شخص جس کا کوئی فرزند نہ ہو فرزند کی قدر نہیں جانتا اور اس کی

پرورش صحیح طور پر نہیں کر سکتا، دوسری یہ بات ہے کہ تو جنگجو اور شکار دوست آدمی ہے ممکن ہے شکار کے دوران میں سے فرزند سے تو غافل ہو جائے اور وہ دشمن سے تکلیف اٹھائے۔ اور تو شرائط حفاظت سے عہدہ برآ نہ کر کے اور میں قبریں آزرہ ہو جاؤں، اس کے بعد عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے، وظائف دعوات اور مراسم آداب بجا لا کر عرض کیا، اے امید گاہ ملک دلت اور پشت پناہ دین دولت! اگر اس خدمت کے میں لائق ہوں تو اجازت فرمائیے اور مجھ پر یہ نوازش کیجئے۔ فرمایا تو اس خدمت کے سزاوار ہے۔ اور مراعات و حرمت کا اہل ہے اور تو درست پیمانہ ہے، مہربان اور کم آزار اور جان کے لیے مرہم کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن تو کثیر العیال ہے اور جس کے بچے بہت زیادہ ہوں، اپنے بچے ہوتے ہوئے دوسرے کے فرزند کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اور آسانی کے ساتھ اپنے صلیبی بیٹے پر دوسرے فرزند کو ترجیح نہیں دے سکتا۔ اس کے بعد ابوطالب اٹھے اور اپنے پدر بزرگوار کی مجلس پر دعاؤں کے جو اہرات نچھڑ کیے اور کہا، اے سردار خدا دید قریش! اور اے اہل عیش کی راحتوں کے سرمایہ، مجھے اس ہم کے اہتمام اور اس مقصد کو پورا کرنے میں پوری خوشی ہوگی، لیکن بڑے بھائیوں کی عزت کا خیال دامنگیر تھا اس لیے سب سے آخر میں گزارش پیش کی ہے، اگرچہ مال و دولت کا سرمایہ میسر باس سب سے کم ہے لیکن اس مقصد کا عشق سب سے زیادہ ہے، اس امر کی دوستی سلطنت دنیا سے زیادہ ہے، لیکن اگر سعادت موافقت کرے اور دولت رستق ہو امیدوار کے دامن میں دست مراد کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتا ہوں، رباعی

مال و ہنر اگر ندارم در دست یا فقر بدارم کہ مرافقر خوش است

اندیشہ چرا کنم ز مہر گئی خویش اگر ہیج ندارم چو تو دارم است

اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے کہا، اس خدمت کے لائق، اور اس دولت کے سزاوار تو ہی ہے، کیونکہ تو نرم دل اور شیریں گفتار ہے اور عہد و پیمان کو نبھانے والا ہے لیکن چونکہ امور کلیہ و جزئیہ میں وہ میرا معاون و مددگار اور استشار مشیر

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا جس مہم میں میں عاجز آجاتا، اسے بلاتا اس کے ارشادات و مراعات کو فور سے دیکھتا اور اس کی باتوں کو توجہ سے سنتا، جب میں اس کے اشاروں کے مطابق عمل کرتا اس مہم کو سر کر لیتا اب اس مہم میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میں حکم بناتا ہوں، اپنے چچاؤں میں سے جسے وہ اختیار کرے گا میں اس کے سپرد کر دوں گا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر کہا، اے میری آنکھوں کے نور اور اے میرے پسندیدہ فرزند! میں تیرا داغِ حسرت سینہ میں لگائے دنیا سے رخصت ہوتا ہوں تم اپنے چچاؤں میں سے کس کو اختیار کرتے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر حضرت ابوطالب سے بغلیگر ہوئے اور ان کے زانو پر بیٹھ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا، الحمد للہ! میری پسند، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پسند کے موافق آئی، پھر حضرت ابوطالب کو وصیت کی اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی کیفیت تعلیم دیتے ہوئے کہا۔ اے ابوطالب خیال رکھنا، اس درگراں مایہ کی کس طرح حفاظت کرے گا۔ جسے باپ کی ہوا تک نہیں لگی اور والدہ کی شفقت کو نہیں دیکھا، اے ابوطالب! اس فرزند کو اپنے جسم میں دل کی مانند سمجھے، میں باقی اولاد کے متعلق وصیت کو موقوف کر کے خصوصیت کے ساتھ تجھے صرف اسی کے متعلق وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ تو اور اس کا باپ ایک ہی ماں سے ہو اور تیرے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اس قدر زیادہ محبت ہوگی جس کی بدولت تو دوسرے احلام سے ممتاز ہوگا، اے ابوطالب! اگر تجھے زمانہ بعثت مل جائے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس فرزندِ ارجمند کے اوصاف کمال اور نعوت جلال کے متعلق جو کچھ میں نے کہا ہے، دانش و فراست کی رو سے کہا ہے مجھے اس کے حالات سے تمام مخلوق سے زیادہ علم ہے اگر ہو سکے تو اس کی اتباع کرنا، اور قطعاً تقصیر نہ کرنا، کا حقہ اس کی مدد و اعانت کرنا کیونکہ وہ جلد ہی قوم کا سردار، بلکہ تمام اولادِ آدم اور امتحارہ ہزار عالم کا سردار و سردار ہو جائے گا۔ اور وہ سعادت و نیک بختی جس تک ہمارے ہسی بھی آباد و اجداد میں سے کسی کی رسائی نہیں ہو سکی اور اس کا عشر عشر بھی نہیں دیکھا ہوگا، وہ حاصل کر لے گا اور اس کی بندیوں کو پالے گا، تجھے چاہیے کہ

اس کی تیبی و تنہائی پر شفقت و مہربانی کرے، پھر کہا، تو نے میری وصیت کو قبول کیا ہے۔ ابو طالب نے کہا میں نے قبول کیا، اس نے کہا میرا خدا گواہ ہے اور عالم الغیوب دلوں کے رازوں سے آگاہ ہے، پھر کہا میری طرف ہاتھ بڑھاؤ۔ حضرت ابو طالب نے ہاتھ بڑھا دیا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا، اب موت میرے لیے آسان ہو گئی ہے پھر آنسو و رصلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور چہرہ کو بوسے دیئے اور آپ کی عنبر شمیم خوشبو کو سونگھا اور کہائیں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے کبھی بھی فرزند کے سر سے ایسی عمدہ اور بہترین خوشبو نہیں سونگھی جیسی کہ تمہارے سر سے سونگھی ہے۔ نظم ۱۔

ہم بوت خوش ہم روت خوش ہم شیوہ ات ہم خوش لقا
 ہم قہر تو خوش ہم غضب ہم مہر تو خوش ہم رضا
 اے صورت عشق احد وے حسن تو بیدون زحد
 مے ماہ روئے مرو قد اے جانفرائے دلکش
 اے خوان لطف انداختہ مے بایتمایاں ساخت
 طوطی و کبک و فاختہ گفتہ ترا مدح و ثناء
 اے جان باغ و یاسمین مے شمع افلاک و زمیں
 اے مستغاث ماؤطین وے شمسوار ہل اتے
 با عاشقانت جنت من امشب نخواہم خفت من
 خواہم دعایت گفت من اید دست در قعت دعا
 اے خردوان درویش تو سر بانہادہ پیش تو
 جلد و فاندیش تو اے شاہ خیل اصغیا
 اے صبر بخش زاہداں احلاص بخش عابداں
 اے گلستان عارفناں اے نور چشم انبیاء
 دریاب کا فاقم زرد شد نامہ عمر سیاہ پشتم ز بارغم و دنا دست شفاعت برکشا

جب حضرت عبد المطلب نے اس جہان فانی سے رختِ زندگانی باندھا۔ مگر
کے قبرستان حجون میں امنیں دفن کیا گیا۔ ام ایمن کہتی ہیں کہ حضرت عبد المطلب کی وفات
کے روز میں نے ان کا جنازہ لے جاتے ہوئے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان
کے جنازہ کے پیچھے چل رہے تھے اور رو رہے تھے، پھر حضرت ابوطالب آپ کی
دیکھ بھال اور پرورش کے لیے کربستہ ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب کی تربیت

حضرت ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلیٰ درجہ کی محبت تھی۔
واقعہ دوم اپنے کسی بھی فرزند سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے برابر محبت
نہیں کرتے تھے، شب و روز آپ کے حالات کا جائزہ لیتے تھے۔ رات کو اپنے پہلو میں
سُلاتے تھے اور کسی شخص سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مطمئن نہیں تھے خصوصاً
تمام مجالس اور محفلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصاحبت اپنے اوپر لازم قرار
دیتے تھے اور ان کی عزت و احترام کے شرائط کو بجالاتے تھے۔ ان کی موجودگی کے بغیر ہرگز
دوپہر اور شام کا دسترخوان نہیں بچھاتے تھے حضرت ابوطالب کے اہل و عیال
اس نقطہ دائر مطالب کی برکت سے اپنے مقاصد اور آرزوئیں حاصل کرتے تھے اور
آپ کی موجودگی کے بغیر آئینہ امن و سکون میں رفاہیت و جمعیت نہیں دیکھتے تھے
حضرت ابوطالب ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا
کھاتے تھے۔ اور جس طعام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ نہ لگاتے، نہیں کھاتے
تھے حضرت ابوطالب کے اہل خاندان بھی جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کھانے کے لیے ہاتھ نہ بڑھاتے کھانا شروع نہیں کرتے تھے۔ کیونکہ جس طعام تک
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پہنچ جاتا ممبرک ہو جاتا تھا۔ اور جلدی
ختم نہیں ہوتا تھا۔ وہ تمام سیر ہو جاتے اور کھانا بچ رہتا۔ ورنہ بھوکے رہتے اور جب

اولاد حضرت ابوطالب نیند سے بیدار ہوتے تو گندے، ثولیدہ مو اور منہ دھلا ہوا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، نورانی، صاف سحرے اور سر مگین سنکھیں لیے خواب سے بیدار ہوتے تھے، حضرت ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چڑے کے گدیے پر بٹھا کر کہتے، خدائے ربیعہ کی قسم! اس فرزند کی بڑی شان ہوگی۔

حضرت ابوطالب نے کہا، میں ایک روز ذی الحجاز میں تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میسر ساتھ تھے، مجھ کو پیاس نے غلبہ کیا، میں نے کہا، میں پیاسا ہوں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الفور اٹھے اور دو زانو ہو بیٹھے، میں نے دیکھا کہ آپ کی اڑی کی جگہ سے پانی کا چشمہ پیدا ہو گیا ہے۔ مجھے اس میں سے پانی دیا، میں نے پیا اور سیر ہو گیا۔ باقی امور غریبہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشاہدہ ہوتے تھے ہر ایک اپنی جگہ پر مذکور ہو گئے، انشاء اللہ تعالیٰ حضرت ابوطالب کہتے واللہ انک مبارک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں اشعار لکھے ان میں سے ایک یہ ہے۔

و شق له من اسمہ لجلہ فذوالعروش محمود و هذا محمد

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان اشعار پر شعر کہے یہ شعر ان کے

اشعار میں سے ہے۔

الموت ان الله ارسل عبده یا یا بته والله اعلى و امجد

واقعہ سال سوم

موت نوشیرواں اور اس کا اپنی مملکت کو اپنے بیٹے ہرمز کے سپرد کرنا اس قصہ

کا میلاد کے مباحث سے کوئی تعلق نہیں۔

واقعہ سال چہارم وفات حاتم

اسی سال حاتم نے عالم فانی سے عالم باقی کی طرف کوچ کیا اور جود و سخاوت کا نام

قیامت تک باقی رہا۔

واقعات سال ہفتم ۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق اس سال

حضرت ابوطالب کی رفاقت میں شام کی طرف متوجہ ہوئے، اس سفر کا بیان مشہور روایت کے مطابق اس کے بعد کیا جائے گا، جب دسواں سال اور گیارہواں سال آیا دوسری مرتبہ آنسو و صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق صدر وقوع پذیر ہوا۔ اس روایت کی صحت کی صورت میں مذکورہ واقعہ تیسری مرتبہ ہوا ہوگا اور یہ بات مقرر اور طے شدہ ہے کہ تثلیث تکمیل و تاکید میں پورا دخل رکھتی ہے۔ اور جبرائیل علیہ السلام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار حرا میں پہلی آیت قرآنی کے نزول کے وقت تین مرتبہ بھیجنا اس معنی کی تائید کرتا ہے ابی بن کعب کی یہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں دس برس کی عمر سے تجاؤز کہ چکا تھا کہ دو فرشتے آئے میرے شکم کو شکاف دیا، میں نے کوئی تکلیف محسوس نہیں کی اس کے بعد کینہ اور حسد میرے دل سے انہوں نے باہر نکال دیا اور رحمت و رافت کو اس کی جگہ بھر دیا اور سیاہ خون کا ٹکڑا میرے دل سے باہر پھینک دیا اور اس کی جگہ سفید چیز رکھ دی میرے پاؤں کی انگلی پڑ کر مجھے اٹھایا۔ میں نے اپنے دل کی طرف نظر ڈالی، چھوٹے اور بڑے سب کے لیے رحمت و رافت میں نے مشاہدہ کی۔ غیبی امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہوتے تھے، اور عالم غیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ترتیب ہوتی تھی یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ”ایک روز مکہ میں بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا اور سنگریزوں کو کمر کی چادر میں بھر کر کندھے پر رکھ کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے۔ اچانک غیب سے ایک ہاتھ ظاہر ہوا اور مجھے تھپڑ مارا، آواز آئی اپنی چادر کو باندھو مجھے اس امر سے اس طرح منع کیا گیا۔“

ام ایمن نے کہا ایک بت تھا جس کا نام بوانہ تھا، قریش اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے اور لوگ گروہ درگروہ اس کی عبادت میں مشغول ہوتے تھے اور سال میں ایک روز صبح سے شام تک اس کے سامنے کھڑے رہتے تھے، حضرت ابوطالب اس واقعہ کے سلسلے میں حاضر ہوتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کرتے اور وہاں حاضری کے لیے کہتے تھے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہاں حاضر ہوں آپ تسبول نہیں فرماتے

تھے، حضرت ابوطالب اور رشتہ دار آپ سے ناراض ہوتے اور آپ کی مخالفت کا خیال کرتے تھے۔ ایک روز بڑے اصرار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ لے گئے۔ ابھی اس مکان میں آرام بھی نہیں کیا تھا کہ آنسور وصلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی اٹھا کر لے گیا اور ایک دن غائب کیا آپ اچانک خوفزدہ اور کانپتے ہوئے حاضر ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں نے استفسار احوال کیا، فرمایا مجھے ڈر ہے کہ جن مجھ پر قبضہ نہ کر لے۔ انہوں نے کہا پناہ بخدا ایسا کب ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ آپ پر جن و شیاطین کو مقرر کرے۔ کیونکہ آپ میں نبی کی خصلتیں بہت ہیں آپ نے کیا دیکھا ہے کہ اس قدر خوفزدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا میں جب بت کے نزدیک پہنچا، میں نے ایک بلند و بالا سفید فام شخص کو اپنے پیچھے دیکھا، اس نے مجھے ڈانٹا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم بت کے سامنے سر مت جھکانا اور ہرگز ان کی عید میں حاضر نہ ہونا۔ ارباب سیرت کی اکثریت کے قول کے مطابق حضرت ابوطالب نے بارہویں سال تجارت کے ارادہ سے شام کی طرف گئے اور ایک روایت یہ ہے کہ بارہ سال کی عمر سے گزر چکے تھے اور تیرہواں سال شروع ہو چکا تھا اس سال کے واقعات غریبہ ترتیب وار انشاء اللہ بیان ہوتے ہیں؛

پانچواں باب

شام کا سفر

تیرہویں سال کے واقعات

ارباب سیرت و تاریخ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ سال دو ماہ دس دن کے ہو گئے، حضرت ابوطالب نے قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اسباب عیش مہیا کرنے کے لیے شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ جب سارے انتظامات مکمل کر لیے، روانگی کے لیے سامان باندھ لیا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے جانے کا ارادہ نہیں تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا کی مفارقت بہت دشوار معلوم ہوئی، ان کی اونٹنی کی مہا پکڑی اور کھا چچا جان! مجھے اس شرم میں کس امید پر چھوڑے جا رہے ہو، میرے مہربان؟

ماں باپ بھی نہیں، کس مہربان کے ساتھ مجھ سے دستبردار ہو رہے ہیں :- نظم
 تو کہ ہر زمان بجا تم حق ناز میں گزاری تو دی بنا زو مارا بہ نیاز میں گزاری
 تو چہ سرو میخا می سوئے باغ و من ندانم کہ مرا یتیم و بیسکس یک باز میں گزاری
 حضرت ابوطالب پر رقت طاری ہو گئی، قسم کھائی کہ انہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے
 اس کے بھائیوں اور بہنوں نے افسوس کیا کہ اس فرزند کو جس سے سورج کی گرمی بھی پرہیز
 کرتی ہے، چاند اس کے رخسارہ پر رشک کرتا ہے، بارہ سال کی عمر میں اسے کوئی شخص سفر
 میں کیسے لے جاسکتا ہے، حضرت ابوطالب متردد ہو گئے، انہوں نے آپ کو واپس کر دینا
 چاہا، انہوں نے دیکھا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوشہ میں تنہا بیٹھے رو رہے ہیں، کہا، اے
 میری آنکھوں کے نور! کیا بات ہے کہ تم رو رہے ہو، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے
 حضرت ابوطالب نے کہا، شاید تمہارا رونا ہماری جدائی کی وجہ سے ہے۔ آپ نے کہا ہاں
 حضرت ابوطالب نے کہا، قسم بخدا اس کے بعد کبھی بھی تجھ سے مفارقت نہیں کروں گا۔ چنانچہ
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم باہر آئے اور روانہ ہو گئے۔ حضرت ابوطالب سفر میں ہمیشہ آپ کی
 دیکھ بھال کرتے اور آپ پر نگاہ رکھتے۔ انہیں دیکھتے اور کہتے :- نظم

لے ہزار جان و دل مست لقائے رویتو خانہ دل بچار حد وقف ہوائے رویتو
 رشتہ جان برون کتم ہر مژہ سوزنے کتم چشم بدوزم از ہمہ مہر ہوائے رویتو
 جب مقام کعبہ میں پہنچے جو کہ بصری اور اس کے درمیان چھ میل کے فاصلہ پر ایک
 گاؤں ہے، وہاں ایک صومعہ میں بحیرہ نامی راہب رہتا تھا جس کی کفیت ابو مدرس اور
 لقب جرجیس تھا۔ یہ نصاریٰ کا بہت بڑا عالم تھا، زہد و عبادت اور تقویٰ میں اس کا
 بہت بلند مقام تھا، اس نے آسمانی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم کیا ہوا تھا کہ پیغمبروں کے قائم
 اور ان صفات سے موصوف اور ایسی ایسی علامات والے مقررہ وقت میں اس زمین کو
 اپنے نور قدم سے روشن کریں گے، اس جگہ پر اس نے صومعہ تعمیر کیا۔

وہ صومعہ پرانے زمانہ سے رہبانوں کی عبادت گاہ تھی۔ راہبوں میں
 بحیرہ راہب کوئی بھی اس سے زیادہ بزرگ نہیں ہوا تھا۔ اس جگہ عبادت میں مشغول

تھا۔ اس زمانے کے راہبوں کا پیشوا اور سردار بحیرہ ہی تھا۔ خاتم الانبیاء کی شرفِ ملاقات کے حصول کی امید پر اس نے اس صومعہ کو اپنی عبادت گاہ بنایا تھا۔ چونکہ وہ علامات جو اس نے کتابوں میں پڑھی تھیں سابقہ قافلوں میں موجود نہیں تھیں، کئی مرتبہ فرش کے قافلے وہاں سے گزرے وہ ان کی طرف التفات نہیں کرتا تھا اور پوری توجہ سے آنے جانے والوں سے بے نیاز ہو کر عبادتِ خداوندی میں مصروف رہتا۔ اور ہمیشہ اس بات کا متلاشی رہتا کہ علامات معلوم کا مشاہدہ کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے سعادت حاصل کرے، وہ جانتا تھا کہ اسی سال باشندگانِ ام القریٰ مکہ کا قافلہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس جگہ سے گزرے گا۔ ہر صبح کو جب خورشید درخشاں کے انوار کے جھنڈے اطراف و اکنافِ عالم میں روشنی پھیلانے لگتے، بحیرہ اپنے عبادت خانہ کی چھت پر آجاتا، عقبہ جو کہ قافلوں کی گزرگاہ تھا کی طرف متوجہ ہو جاتا اور تلاش میں بیٹھ جاتا شاید کہ اس سورۃ سے آیت پڑھے یا اس دریا سے کوئی قطرہ اس کے کام جاں میں ٹپکے، نظم

خونے زچشم میگذارد انتظار کیست ایس	تیرے بجانم میگذرد تا از کان کیست ایس
گویند آن حورایسر آید چه آری در نظر	در چشم من چندین گہر بہر نثار کیست ایس
ہر شب بنجا کے منزل ہر دم غبائے حرم	اے خاک برفرق دم آخر غبار کیست ایس
گلگون ناز انجمنہ کیش کند آویختہ	دل خستہ و خونِ نختہ چاہک آ کیست ایس

یہاں تک کہ جس روز ان کا قافلہ عقبہ کے اوپر سے آیا، بحیرہ نے صومعہ کی چھت سے نظر ڈالی، اس نے دیکھا کہ سورج کی شدت حرارت کے وقت بادل کا ایک ٹکڑا قافلہ کے لیے سائبان بنا ہوا تھا اور اس جماعت کی حرکت کے مطابق حرکت کرتا ہے۔ اتفاقاً وہ روز ایسا روز تھا کہ فراقِ یلیٰ میں سینہ مجنوں کے آتش دان کی طرح تپا ہوا اور چرخِ بریں کا خسرو احسرام شیریں کے چہرہ کے اشتیاق میں دل خسرو کے آتشکدہ دل کی مانند آسمان کے جگر تک پہنچا ہوا تھا اس شدید گرم ہوا میں وہ آجگوں ابر اس سرخرو سرسبز کے سر پہ کہ بعثت الی الاسود والاحمر، نیلی چھتری تانے ہوئے اور آفتابِ صحنی اور مہرِ سپردِ الضعی کے درمیان پردہ اطلسی سے پردہ منقش کے ساتھ مصروفِ تھلپانی، درخت اور ٹہنیاں قافلہ کے راستہ پر جن سے وہ گزرتے

تھے بحیرا انہیں دیکھتا تھا کہ قافلے والوں میں سے ایک شخص کو وہ سجدہ کرتے ہیں اور ایک دُست
میں ہے کہ جب قافلہ عقبہ کے اوپر آ رہا تھا، بحیرا نے پتھروں اور درختوں سے بلند آواز میں
السلام علیک یا رسول اللہ کہتے ہوئے سنا، جب قافلہ والے صومعہ کی دیواروں کے پاس
آکر اترے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب کے ساتھ قیام کے لیے ایک درخت
کے نیچے جگہ اختیار کی اس بادل کے ٹکڑے نے اس پر اپنا سایہ ڈالا، اس درخت کی ٹہنیاں
سرسبز و شاداب اور بجزرت ہو گئیں۔ علم الیقین، عین الیقین میں بدل گیا کہ مبارک دین کے پھولوں
کے ظہور اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خبروں کے پھیلنے کا وقت آگیا ہے، اس کا دیرینہ
شعہ عشق سینہ کی گہرائیوں سے پلکنے لگا، ذوق و شوق گویا جو اشتیاق کے ترغیم میں یہ ترانہ گاتا تھا۔
اذ اذنت المنازل زاد شوقی ولا سیما اذ ابدت الحیام

قرب منزل مہج شوق است خاصہ وقتے کہ خیمہ ظاہر شد
بحیرا آثار و علامات معلوم کر لینے کے بعد اپنی منزل میں توقف نہ کر سکا، اچھل کر اٹھا، مقصود
کو حاصل کرنے کے لیے صومعہ کا دروازہ کھولا باوجودیکہ اس سے پہلے صومعہ سے باہر نکلنے کا
اس کا دستور نہیں تھا۔ بھاگتا ہوا اس جماعت میں آیا اور جاتے ہی بغیر صلی اللہ علیہ وسلم کے
دست مبارک کو پکڑ لیا اور کہا، اے اہل قافلہ جان لو کہ یہ سید الانبیاء، سدا صفیا، ہادی سبل
اور خاتم رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں اور زبان حال سے کہتا تھا:-

خاتم الانبیاء والرسول است دیگران ہجو جزو ادچوکل است

از پئے اور رسول دیگر نیست بعد از وی چکس پیغمبر نیست

وہ بوڑھے جو اس جوان بخت کے مصاحب تھے، انہوں نے کہا آپ نے اس حقیقت
کو کہاں سے معلوم کیا ہے اور یہ گہرا راز کون سے تحقیق کے درق سے پڑھی ہے۔ اس نے جواب
دیا کہ تم جب اس گھاٹی سے اس وادی میں اترے تھے کوئی پتھر اور کوئی ڈھیلہ ایسا نہیں تھا
جس نے تمہیں سجدہ نہ کیا ہو، اور یہ تسلیم نہیں کیا جاتا کہ اشجار و اجار نبی و رسول کے بغیر کسی کو
سجدہ تواضع اور خشوع و خضوع کا کریں۔ اس کے علاوہ اور بہت سی علامات و دلائل اس
نوجوان کی ذات میں ہیں جو اس کی نبوت پر دلالت کرتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ

سید الانبیاء اور خاتم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے، مجھے آپ سے یہ توقع ہے کہ کل قدم رنج فرمائیں گے اور میری دعوت قبول کرینگے اور مشکل عقدہ جو میرے دل میں ہے مہربانی کی انگلیوں سے کھولو۔ حضرت ابوطالب اور باقی روسائے قافلہ نے اسے قبول کر لیا، بجز ان کی ضیافت کا انتظام کرنے کے لیے اپنی منزل کی طرف لوٹ آیا اور ایک روایت کے مطابق کہ اکثر اہل سیرت اس طرف گئے ہیں کہ بجز اپنے صومعہ سے باہر نہیں گیا، گذشتہ عادت کے موافق اپنے صومعہ میں ہی ٹھہرا رہا، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی آتش شوق کسی حالت میں بھی اس کے سینہ کے آتشکدہ میں قرار نہیں پاتی تھی۔ اس مصاحبت اور ملازمت حاصل کرنے کے لیے ایک منصوبہ بنانے کا ارادہ کیا تاکہ اس بہانہ سے آپ کے دامن کرم کو پکڑے اس نے ضیافت کا انتظام کیا اور صلائے عام دی۔ باوجود یہ کہ اس سے پہلے کسی شخص کو اپنے صومعہ میں گھسنے نہیں دیتا تھا۔ اور کہا کہ اس قافلہ کا شریف و رذیل، قوی و ضعیف، غنی و فقیر، بوڑھا و جوان سب میری دعوت میں حاضر ہوں، کوئی شخص بھی اس سے غیر حاضر نہ رہے، ایک شخص نے اس سے سوال کیا کہ کیا بات ہے کہ ہم کئی مرتبہ آپ کے پاس سے گزرے ہیں آپ نے کبھی اس قسم کی توضیح و مہربانی نہیں کی اور اس مروت کا مظاہرہ نہیں کیا، ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ آج اس کا کیا سبب ہے کہ ماضی کے برخلاف لطف و کرم فرماتے ہیں۔ اس نے کہا، ہاں ایسا ہی ہے جیسا کہ تم بھتے ہو لیکن اس سال تمہارے قافلہ کا سردار بہت عظیم الشان ہے اور زبردست فضائل والا ہے اور تمہارے عقد کا واسطہ دوسری کان سے ہے اور تمہاری صورتوں کی زندگی دوسری جان سے ہے :

اندر میان جمع چو جاں است آں یکے	یک جان نخواستش کہ جہاں است آں یکے
سو گند میخورد بحبال و بحمال او	کز چشم خویش نیز نہاں است آں یکے
جملہ شگوفہ انداگر میوه ایست او است	جملہ قراضہ اند و چو کانست آں یکے
گر صد ہزار خلق ترارہ زند کہ نیست	تو در گاہ مباحث کہ آنست آں یکے

اس نے کہا کہ اس سے زیادہ بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے اور اس جگہ اس سے زیادہ افشائے راز کرنا مناسب نہیں۔ چونکہ تم مہمان ہو اس لیے میں تمہاری مہمانی سے

عزت افزائی کرنا چاہتا ہوں اور کھانے کا انتظام کرنا چاہتا ہوں تاکہ تم تمام کھانا کھاؤ، اس کے بعد دوسرے روز حسب الوعدہ تمام قریش صومعہ میں گئے لیکن وہ ارباب مناقب کا سر دفتر اور خاندان حضرت عبدالمطلب کی شرافت کا منظر صغریٰ کی وجہ سے حضرت ابوطالب کے اشارہ پر گھر میں ہی بٹھرا رہا۔ بحیرانے گہری نظر سے مہمانوں کو دیکھا لیکن وہ مطلوب تک رسائی حاصل نہ کر سکا۔

صبا آمد ولے ہوئے ازاں گلزار بایستے چہ حاصل از صبا مارا نسیم یار بایستے
پھر چھت کے اوپر گیا، اس بادل کو اسی طرح اس درخت کے اوپر ٹھہرے ہوئے دیکھا، چھت سے نیچے اترا اور کھلمکھڑوں سے میری درخواست یہ تھی کہ قافلہ کے تمام لوگ قدم رنجہ فرمائیں، میرا خیال ہے کہ بعض لوگ پیچھے رہ گئے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ ایک چھوٹی عمر کے جوان کے سوا جسے ہم سامان کی حفاظت کے لیے منزل میں چھوڑ آئے ہیں دوسرا کوئی شخص پیچھے نہیں رہ گیا، بحیرانے کھامیری خواہش ہے کہ وہ بھی تشریف لائیں۔ حارث بن عبدالمطلب اس آسمان رسالت کے چاند کو لانے کے لیے گیا۔ اور کجا کہ یہ بے مردقی اور راہ کرم کے خلاف ہے کہ محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حال پر رہنے دیں اور ہم اس کے بغیر دسترخوان پر حاضر ہوں۔ جب راہب نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سنا تو اس کے حاضر کرنے میں جلدی کی اور کجا۔

بگو محمد و بس کن کہ دین و ملت را تقاضاست بنائش چہ حالے القاب است
حارث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جا کر لے آیا، بحیرا دیکھ رہا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے نیچے سے باہر آئے وہ سفید بادل بھی آپ کے ساتھ روانہ ہوا۔

بنور صبح صادق نور محمدی از مطلع سعادت براوج کن نکال
مہ را د نیمہ کرد بدست چو آفتاب سایہ نہ بر زمینش و از ابر سائبان
جب آپ کے آفتاب طلعت نے اس صومعہ پر عکس ڈالا اور اپنے چاند جیسے بخاراں سے مجلس کو آراستہ کیا، راہب تعظیم کے لیے سرود کھڑا ہو گیا اور بڑی عزت و احترام سے سرداران قوم سے بلند مقام پر بٹھایا اور کھتے ہیں کہ بحیرانے مہمانوں کو درخت کے سایہ میں

بٹھایا ہوا تھا۔ پیچھے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے تھے بادل سایہ کے ہوئے تھا اور جب مجلس میں داخل ہوئے، اس درخت کا سایہ جس میں مہمان بیٹھے ہوئے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھک گیا، بحیرانے کہا: انظروا الى الشجرة كيف مال اليه، دیکھو! اس درخت کا سایہ اس کی طرف کیسے مائل ہوتا ہے، آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم اگر بیٹھ گئے۔ پھر بحیرا بڑے مائل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حرکات و سکنات کو دیکھنے لگا اور آپ کی ذات مبارک میں وہ آثار و علامات جو اس نے کتب سابقہ میں پڑھی تھیں کھلی آنکھوں دیکھ رہا تھا۔

دلئے آں جان کہ باواز نوشت نے نرسد مردہ آں تن کہ باد مرثوہ جانے نرسد
سید آرزو کہ بے نور جالت گذرد ہمیش از مطیع تو کاسہ و خوانے نرسد

جب مہمان کھانا کھا چکے اور واپس جانے کا قصد کیا، بحیرانے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابوطالب کے ساتھ رابطہ اور حضرت ابوطالب کی نگہداشت کو مشاہدہ کر لیا تھا، حضرت ابوطالب کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا، یہ کون ہے، جواب دیا میرا بیٹا ہے، بحیرانے کہا، اس کے والدین زندہ لوگوں میں نہیں ہونے چاہئیں۔ حضرت ابوطالب نے کہا، ہاں اسی طرح ہے، میرا بھتیجا ہے، بحیرانے کہا، آپ نے سچ کہا، پھر بحیرانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توجہ کی، امتحان و پختگی یقین کے لیے لات و منات کی قسم یاد کی اور کہا، اے لڑکے میں تجھے لات و منات کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ تجھ سے پوچھوں، ٹھیک ٹھیک جواب دے گا پھر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے ان سے قسم نہ دے کیونکہ میں ان سے زیادہ کسی چیز کا دشمن نہیں ہوں، بحیرانے کہا، میں تجھے خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ میں تجھ سے سوال کروں جواب دے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو چاہتے ہو پوچھو، بحیرانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متفرق سوالات کیے بعض نیند اور بیدار ہونے کے متعلق اور دوسرے امور کے متعلق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوالات کے جوابات دیتے رہے اور خواب کے جواب میں فرمایا تمام عیسیٰ و لا ینام قلبی، میری آنکھ سو جاتی ہے لیکن میرا دل بیدار رہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات بابرکات کی علامات و صفات بیان کرتے تھے اور بحیرا ان کو

پیغمبر آخر الزماں کے ادھاف جو اس نے کتب سابقہ میں مطالعہ کیے تھے کے موافق پاتا تھا۔ پھر اس نے آپ کی چشم مبارک کی طرف دیکھ کر حضرت ابوطالب اور بعض مخصوص لوگوں سے جو ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پوچھا، کہ یہ سرخی اس کی آنکھوں سے زائل ہو جاتی ہے یا نہیں، انہوں نے کہا، ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ وہ زائل ہوئی ہو، یہ علامت بھی درست نکلی، اسے اور زیادہ یقین ہو گیا۔ لیکن زیادتی یقین اور اطمینان قلب کے لیے بکیرانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس کی کہ دوش مبارک سے کپڑا ہٹائیں، وہ مہر نبوت کا مشاہدہ کرنا چاہتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرط حیا سے دکھانا نہیں چاہتے تھے حضرت ابوطالب نے کہا اے میری دونوں آنکھوں کے نور، اسے مہر نبوت کے دیدار سے محروم نہ رکھیے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوش مبارک کھولا، بکیرانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت دیکھی جیسا کہ اس نے پہلی کتابوں میں دیکھی تھی اسی صفت پر مشاہدہ کی اس مہر منیر پر بوسہ دیا آنکھوں سے آنسو بہ نکلے اور کہا: اشد انک رسول اللہ حقاً اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں چومتا تھا اور انتہائی حیرت و بخود ی میں کہتا تھا: نظم

ربود عقل و دلم را بجل آن حسدی	بزر بر غم زلفش ہزار بوا معصی !
ہزار علم و ادب و اشم من ایخواجه	کنونکہ مست غرام صلائے بے ادبی
رواں شد آب ز چشم من و گواہی داد	کما تسیل میاء السقا من القرب

پھر اس نے بلند آواز میں کہا، ہذا سید المرسلین، ہذا سید المرسلین، ہذا رسول رب العالمین
 هذا الذی بعثہ اللہ تعالیٰ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، قریش نے جب یہ حال دیکھا آپس
 میں کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس مرد کے نزدیک بہت قدر و منزلت ہے۔

نقل ہے کہ اس کے بعد بکیرانے حضرت ابوطالب سے کہا کہ یہ شخص پیغمبر آخر الزماں ہے
 اس کی شریعت دنیا میں پھیلے گی۔ اس کا روشن دین تمام سابقہ ادیان کو منسوخ کر دے گا،
 اے آپ شام نہ لے جائیں۔ کیونکہ یہودی اس کے دشمن ہیں اگر انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ موعود
 پیغمبر ہیں، شاید اس گرامی قدر کی ذات کو کوئی گزند پہنچائیں اور اس لڑکے کے متعلق ہم سے بہت
 عہد و مواعیت کیے گئے ہیں، حضرت ابوطالب نے کہا آپ سے کس نے عہد و مواعیت لیے ہیں۔

ہجیرانے مسکراتے ہوئے کہا، وہ کتاب جو خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتاری، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق عہد اس میں وارد ہیں ہم نے اس کے بارے اداۓ نصیحت کی ہے، بہت جلد اسے اپنے شہر میں پہنچا دیجئے۔ حضرت ابوطالب کو فکرا لاحق ہوئی، سامان کو بصرہ میں ہی فروخت کیا اور مکہ کو لوٹے اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جگہ سے واپس بھیج دیا گیا اور خود نجارت کی تکمیل کے لیے شام کا عزم کیا۔

نقل ہے کہ چند یہودی اور بعض کہتے ہیں کہ سات افراد تھے۔ روم سے اسی جگہ کے ارادہ سے روانہ ہوئے تھے، انہوں نے کہا تھا اور پختہ کتابوں کے مطالعہ سے اس طرح معلوم کیا تھا کہ اس زمانہ میں پیغمبر آخر الزماں اس درخت کے نیچے جو بحیرہ کے گھر کے نزدیک تھا ٹھہرے گا وہ وہاں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے ارادہ سے آئے۔ اسی روز بحیرہ کے پاس آئے ان میں تین کاہن تھے، روئیس، زریہ اور شام، ہجیرا سے انہوں نے کہا کہ ہم نے آسمانی کتابوں میں یوں دیکھا ہے کہ آج صومعہ کے اس درخت کے نیچے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے قافلہ کے ساتھ ٹھہرے گا۔ ہم اب اس لیے آئے ہیں کہ اسے قتل کر دیں اور بحیرہ سے اس سلسلہ میں امداد طلب کی۔ ہجیرانے واضح دلائل کے ساتھ انہیں بتایا کہ اگر یہ جوان وہ پیغمبر ہے جس کی تعریف و توصیف تم نے آسمانوں میں پڑھی ہے، وہ شخص جو توریت، زبور اور انجیل پڑھتا ہے، اسے پیغمبر ہونے کے اعتبار سے کیسے نہیں پہچانے گا اور اس کے قتل کا ارادہ کیسے کر سکتا ہے دوسری یہ بات ہے کہ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہے تو کیا کسی شخص میں اسے روکنے کی طاقت ہے۔ انہوں نے کہا، نہیں، اس نے کہا، بس تم اس شخص سے ہاتھ اٹھا لو۔ لوٹ جاؤ اور فضول کو شش مت کرو۔ اس جماعت نے انصاف کرتے ہوئے اس خیال کو ترک کر دیا اور ایک روایت ہے کہ ضروری ہے کہ اس خیال سے درگزر کرو اور فضول غم نہ کھاؤ۔ کیونکہ اگر یہ شخص سنیبہ ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔

ہر چہ حق کر دے در ازل تقدیر
تواند کسے دہد تفسیر !

باد چہ دست بر وعدہ را کہ جاوداں
بازئے کفنش بید اللہ ندیدہ است

تم اسے نہیں پاسکو گے اور اگر یہ شخص وہ ہے ہی نہیں فتنہ پیدا کرنا اور ناحق خون بہانا انسانیت کے قواعد کے خلاف ہے۔ بحیرا کی نصیحت انہیں موافق آئی اور وہ آٹھ آدمی آٹھ بہشت کی امید پر ہر طرف سے لوٹ آئے پختہ استقامت، اس کے دامن متابعت میں ڈالا اور سواد ہوس کے حرام سے نکل گئے اور باقی زندگی بحیرا کے ساتھ اس صومعہ میں بسر کی۔

اس کے بعد حضرت ابوطالب اگر سفر کا ارادہ کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ جانا چاہتے۔ حضرت ابوطالب راہب کی وصیت کی وجہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میود کے تعرض کے خوف سے اپنے ساتھ نہ لے جاتے اور خود بھی جب تک شدید ضرورت لاحق نہ ہوتی بالکل سفر نہ کرتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت ان کے لیے سخت گراں مہی،

چودھویں سال کے واقعات :-

عرب الفجار ثانی

علمائے سیرت و تاریخ نے اپنی کتابوں میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ قریش کے زمانہ جاہلیت میں دو مرتبہ قیس عنبلاں کے ساتھ جنگ ہوئی۔ یہ عرب کا ایک قبیلہ ہے جو قیس عنبلاں کی طرف منسوب ہے۔ پہلی مرتبہ کی لڑائی کو فجار اولیٰ کہتے ہیں اور دوسری کو فجار ثانی، چونکہ یہ واقعات ماہ حرام میں وقوع پذیر ہوئے اس لیے انہیں فجار کہتے ہیں کیونکہ شر و فساد شہر حرم میں عربوں کے نزدیک بہت بُری بات تھی اور دشمنوں کا خون اور مال ان مہینوں میں اپنے اور پرانوں نے حرام کیا ہوا تھا۔

یہ جنگ اس طرح ہے کہ بنی نضیر ہوازن کے ایک شخص کا بنی کنانہ واقعہ فجار اولیٰ کے ایک آدمی پر قرضہ تھا۔ کنانی اس کی ادائیگی میں لیت و صل کرتا تھا، نضیری شخص جو قرض خواہ تھا اپنا گھوڑا عوب کے بازار حکالہ میں لایا اور آواز دی کہ مجھے کسی ایسے شخص کی ضرورت ہے جو اس گھوڑے کی مانند گھوڑا اس قرض کے برابر بیچے جو میرا فلاں کنعانی پر ہے، اس بات سے اس کی نضیر اس کنعانی پر لیب لگانا تھا یعنی جیسا

کہ یہ سواری غیر مفید ہے اسی طرح وہ مال بھی جو کنغانی پر میرا ہے اس کی بد معاشی کی وجہ سے غیر مفید ہے۔ بنی کنانہ اس کی اس بات پر طیش میں آگئے، ان میں سے ایک شخص نے اس سواری پر حملہ کیا اور اسے ہلاک کر دیا۔ نصری نے بنی نصریں آواز دی اور ان سے امداد طلب کی، کنغانی نے بھی بنی کنانہ سے اعانت طلب کی۔ ان دونوں قبیلوں میں نزاع بڑھ گیا اور جنگ کے شعلے بھڑکنے ہی والے تھے اور خوزیزی ہوا چاہتی تھی کہ سمجدار لوگ درمیان میں آگئے اور فتنہ کی آگ کو بجھا دیا۔

اور ایک دوسری روایت یوں ہے کہ قریش کے چند جوان جن کے سروں میں جوانی کا خون موجزن تھا اور ہوائے شیطانی سے مغلوب، بنی عامر کی ایک عورت کو انہوں نے دیکھا۔ اس کی حرکات و سکنات کو اس کے کمال اور حسن کی دلیل سمجھے، اس نے اپنے چہرہ پر برقعہ ڈالا ہوا تھا۔ وہ جوان اسے زبان حال سے بچتے سے

یکرہ آں برقعہ برنگن از رخ زیبائے خویش تا بہ بنی جانفشان عاشقان در پائے خویش

اس عورت نے انہیں دھمکایا اور اس حرکت سے انہیں منع کیا، اس زمانہ میں قوم میں زیر جامہ پنپنے کی عادت نہیں تھی وہ دامن پھیلائے اطمینان سے بیٹھی ہوئی تھی ان جوانوں میں سے ایک نے اس کے دامن کو پیچھے سے ایک جھاڑی سے باندھ دیا۔ جب عورت کھڑی ہوئی اس کی شرمگاہ برہنہ ہو گئی، جوان ہنس پڑے اور کہا کہ چہرہ جس کے دیکھنے میں کوئی برائی نہیں اسے تو ڈھانپتی ہے اور جو چیز ڈھانپنے کے لائق ہے اسے برہنہ کرتی ہے، عورت اس معاط سے بڑی شرمندہ ہوئی اور شرم و غیرت کی آگ اس کے دل میں مشتعل ہوئی وہ چلائی اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بلایا، ایک گروہ اکٹھا ہو گیا۔ ان جوانوں کے ہوا خواہ بھی جمع ہو گئے فتنہ و فساد کی آگ بھڑک اٹھی اور کام زبان سے گذر کر تلوار تک جا پہنچا۔ قریب تھا کہ زبردست فتنہ آشوب ظہور پذیر ہوتا چند سمجدار لوگوں نے اس آگ کو بجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا، چند بچوں کی بیوقوفی سے کھیل کھیلا، عورت چلا اٹھی، بغیر اس بات کے کہ ضرب تیغ اور زبان بید زینغ درمیان میں پڑے، عورتوں کی باتوں اور بچوں کے کردار سے آپس میں الجھنا اور ایک دوسرے کا تعصب سے خون بہانا اچھی بات نہیں ہے۔ ان کو ٹھنڈا کر کے

ایک دوسرے سے جدا کیا، فجار اولی کا واقعہ اس طرح رونما ہوا تھا یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے دسویں سال ہوا تھا لیکن فجار ثانی یہ بھی کہ بنی کنانہ کا ایک شخص جسے ابراض بن قیس کہتے تھے، خونریزی اور عیاری میں سربرآوردہ تھا۔ اس کے رشتہ داروں نے اس سے اظہار بیزاری کر دیا تھا اور اس کی خیانتوں سے متنفر تھے چونکہ لوگوں کے ساتھ بہت ہی بُرا سلوک کرتا تھا اور لوگوں کا ناحق خون بہاتا تھا اور ان کے مال لوٹے تھے وہ کسی قبیلہ میں بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا اور ایک پہاڑ سے دوسرے پہاڑ کی طرف بھاگا پھرتا تھا۔ دنیا اس پر تنگ ہو چکی تھی۔ اس نے نعمان بن منذر کی پناہ لی جو کہ عرب کا ایک سردار تھا۔ ایک عرصہ اس کی پناہ میں آرام سے زندگی گزارتا رہا، نعمان ہر سال ایک قافلہ، عکاظ، جحفہ اور ذوالحجاز میں بھیجتا تھا جو کہ عرب کی بازار گاہ ہے۔ جب نعمان قافلہ بھیجتا تھا تو اس کا کسی عرب کو قافلہ کا سالار ضرور بنانا تھا تاکہ قافلے کو صحیح و سلامت منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اس سال جبکہ ابراض بن قیس اس کے پاس تھا قیس کے رُوسا میں سے ایک شخص غنبلان بن عروہ رجال جو کہ بہت زیادہ سفر کرنے کی وجہ سے رجال کے لقب سے طعن تھا وہ بھی نعمان کی خدمت میں پہنچا۔ عروہ ایک ایسا شخص تھا جو بزرگوں کی خدمت میں رہا تھا اور خدمت کی وجہ سے بادشاہوں کے نزدیک بلند مرتبہ حاصل کر لیا تھا، بادشاہوں سے بادشاہوں کے پاس تحائف پہنچانے ہوتے تھے مختصر یہ کہ عروہ اور ابراض دونوں نعمان کے سامنے کھڑے تھے، نعمان نے کہا، مجھے کسی نامدار شخص کی ضرورت ہے جو کارواں کو عکاظ میں اس طرح پہنچا دے کہ عرب کے قبائل اور راستہ کے لوگوں سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے، ابراض نے کہا میں اس کام کو سرانجام دوں گا چنانچہ بنی کنانہ سے انہیں کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ اگر کوئی نقصان پہنچا تو اس کا ذمہ دار میں ہوں گا نعمان نے کہا مجھے ایسا شخص چاہیئے جو بنی کنانہ سے معاہدہ کرے اور بنی قیس غنبلان سے بھی محفوظ رکھ سکے۔ عروہ نے کہا، ابراض کتا ہے جس سے اس کی اپنی قوم بیزار ہے اسے تو بیعت بھی نہیں کہ اپنے آپ کو دہاں سے سلامتی سے گزار لے جائے، قافلے کو کیسے گزار سکتا ہے۔ پھر کہا اگر بادشاہ کی اجازت ہو تو میں کارواں کو ان قبائل سے جو تمامہ اور بحر کے درمیان ہیں صحیح و سلامت گزار دوں، نعمان نے کارواں کو عروہ کے سپرد کر دیا۔ عروہ کارواں کا

مہربان ہو کر اسے لے کر روانہ ہو گیا، براض تیر خوردہ کتنے کی طرح اس کے پیچھے نکلتا کہ جس جگہ بھی موقع ملے عروہ کا کام تمام کر دے۔ عروہ اس کے مکر سے غافل تھا، جب کارواں کو فک کے نزدیک پہنچا دیا اور قبائل قیس جو کہ عروہ کی قوم تھے وہاں اترے ہوئے تھے اور نیچے لگا رکھے تھے اور ایک چہرا گاہ پر قبضہ کیے ہوئے تھے، عروہ بے خوف ہو گیا اور احتیاطی تدابیر سے غفلت برتی، براض وہاں اس کے پاس پہنچا، فرصت کو غنیمت جانا، جیسا کہ اسلام میں استخارہ سنت ہے جس کام میں بھی متردد ہوں ایک کاغذ پر "کر" اور دوسرے پر "نکر" لکھتے ہیں دونوں رقعات کو مصلیٰ کے نیچے رکھتے ہیں اور دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے اپنی بھلائی کے خواستگار ہوتے ہیں، پھر ہاتھ مصلے کے نیچے ڈال کر ان میں سے ایک کاغذ کو باہر نکالتے ہیں، جو کچھ اس میں لکھا ہوتا ہے اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، اسی طرح اہل جاہلیت کے ہاں قمار کے تیر تھے، جب کسی کام میں متردد ہوتے ترکش سے چند تیر نکالتے اور چڑے کے تھیلے میں ڈال کر اسے گردش دیتے اس کے بعد ہاتھ بڑھا کر ایک تیر اس میں سے نکال لیتے، ان تیروں پر کام کے کرنے یا نہ کرنے کے متعلق لکھا ہوا ہوتا تھا پھر اس لحول کے مطابق عمل کرتے، حاصل کلام یہ کہ براض نے اس خطرناک کام کے لیے تیر قماری خریطہ میں ڈالے ہوئے تھے اور چاہتا تھا کہ عروہ کے قتل کرنے یا اس سے ہاتھ اٹھا لینے کا یقین حاصل کرے اور یہ اس بات پر موقوف تھا کہ فال کیا نکلتی ہے، اچانک عروہ اس کے پاس سے گذرا اور استہزاء کے طور پر براض کو کہا، کیا کر رہا ہے اور ان تیروں سے تیر کیا مقصد ہے اس نے کہا میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ کون سا تیر نکلتا ہے، اگر کام کرنے پر دلالت کرے تو تیر سے وجود سے رونے زمین کو پاک کر دوں، اس نے کہا، تیری یہ جرات کہ ایسا سوچے اور براض کو بہت بُرا بھلا کہا، براض طیش میں آ گیا، استخارہ پورا کرنے سے پہلے تلوار پر ہاتھ ڈالا اور عروہ کی گردن اڑادی اور نعمان کے کارواں کو جو تمام ہمیش قیمت کپڑوں پر مشتمل تھا اپنے آگے رکھ کر لے گیا۔ بنی قیس مہملان کے دو مرد جو عروہ کے رشتہ دار تھے ایک بنی غنی اور دوسرا بنی عطفان سے، براض کے لیے اس کے پیچھے نکلے تاکہ کارواں کو واپس لائیں اور براض سے عروہ کے خون کا انتقام لیں، براض کارواں کو ہانک کر لے گیا اور ان سے پہلے

خیبر میں پہنچ گیا، اور وہ قبیلہ قیس کے دونوں آدمی بھی جلدی کر رہے تھے براض کے قبیلے سے کوچ کرنے سے پہلے وہاں پہنچ گئے وہ اسے پہچانتے نہیں تھے قیسوں نے اس سے پوچھا کیا تو نے براض کو اس جگہ دیکھا ہے، اس نے کہا مجھ سے بد معاشر، مکار مرد کا حال کیا پوچھتے ہو، انہوں نے کہا ہاں اسی طرح ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کہاں ہے، اس نے کہا کیا تم میں اتنی طاقت ہے کہ اس سے پنجہ آزمائی کرو، انہوں نے کہا ہاں ہم میں اتنی طاقت ہے اگر تم ہمیں اس کا اتنا پتا بتا دو، اس نے کہا تم دونوں میں سے زیادہ بہادر کون ہے، غطفانی نے کہا میں ہوں۔ براض نے غطفانی سے کہا، آؤ تاکہ میں تمہیں وہ دکھاؤں، غطفانی نے چادر اڑھی اور اس کے ساتھ ہولیا، غنوی مرد بیٹھ گیا، براض اسے ایک ویرانہ میں لے گیا اور کہا اس ویرانے میں اس مکان میں ہے، براض اس سے پہلے اس مکان میں گیا پھر باہر آیا اور کہا کہ جاؤ، خوب گرمی نیند سورتا ہے اگر کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو یہی وقت ہے کیا شمشیر کاری ماننے کی تم میں کچھ طاقت ہے کہیں اپنی جان نہ دے بیٹھنا اس نے کہا ہاں، براض نے کہا، تیری تلوار کاٹ رکھتی ہے، مجھے دو تاکہ میں دیکھوں، غطفانی نے تلوار اسے دی، براض نے تلوار کھینچ لی اور ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر دیا، جب اس سے فارغ ہو گیا، غنوی مرد کے پاس آیا اور کہا جھوٹی لاف زنی کا کیا کہنا جو تیرے اس ساتھی نے ہانکیں، میں نے اس سے زیادہ کسی کو بزدل نہیں دیکھا، میں نے براض کو دکھایا، کچھ بھی نہیں کر سکا، غنوی کی رگ جیت بھڑکی، اس نے کہا میں تیرے ساتھ چلتا ہوں، براض کو مجھے دکھا، میں فی الفور دنیا کو اس کے شر سے پاک کر دوں گا، براض نے کہا، میں سے ساتھ آؤ۔ براض آگے آگے جاتا تھا اور غنوی مرد اس کے پیچھے، یہاں تک کہ اس ویرانے میں پہنچے، براض نے غنوی پر حملہ کیا اور اسے بھی قتل کر دیا، دونوں کے ہتھیار اٹھائے اور چل دیا، اور کارواں کو بھی ہانک لے گیا، اور بنی اسد کے ایک آدمی کو جو بنی کنانہ کے عزیز، بیٹے اور چچا تھے، دس اونٹوں کے عوض مزدوری پر لیا اور اسے کہا کہ بازارِ عکاظہ جاؤ اور میرا، عروہ اور قیسوں کے ساتھ معاملہ ہے تم مال اور کارواں لے جانا تمام واقعات ایک ایک کر کے، حارث بن امیہ جو قریش کا رئیس اور سردار مکہ سے ہے کہو، وہ شخص عکاظہ میں آیا، قبائلِ عرب، قیس اور کنانہ وغیرہ تمام اس بازار میں تھے،

حارث بن امیہ بھی سردارانِ قریش کے ساتھ اس جگہ تھے، وہ مردِ جبراض کا ابھیر تھا آیا اور خفیہ طور پر جبراض کے پیغام کو پہنچایا اور قصہ بیان کیا، حارث بن امیہ پریشان ہو گیا اور حارث بن عبد اللہ جذعان اور ہشام بن مغیرہ کو بلایا جو کہ قریش کے بزرگ اور مالدار تھے، انہوں نے متفقہ طور پر ہر قبیلہ میں ایک ایک ننگ آدمی بلایا اور تمام مل کر ابوہریرہ بن عامر بن مالک بن جعفر جو کہ قریش و غیلان میں نامور اور سردار تھا اور عردہ مقتول کا چچا تھا کے پاس آئے اور اس سے اجالا کھا کہ اہل تمامہ اور نجد میں ایک واقعہ رونما ہو گیا ہے اور یہ نہ بتایا کہ کیا واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے ایسا نہ ہو کہ خصومت بڑھ جائے، اے ابوہریرہ! اس سے پہلے کہ کوئی بات ہو جائے اور بازار اجڑ جائے، مناسب ہے کہ اہل عکاظہ کو ایک قسم کی تسکین دے، تاکہ ایک دوسرے سے متعرض نہ ہوں، جب تک کہ حقیقت حال معلوم نہ ہو جائے۔ ابوہریرہ نے لوگوں کو راضی کیا، قریشیوں نے فی الفور مکہ کا عزم کیا، دوسری کا وقت تھا مکہ خبر آئی کہ عردہ جبراض کے ہاتھوں قتل ہوا، ابوہریرہ چونکہ عردہ کا چچا زاد بھائی تھا، اس غم سے کھول اٹھا اور کہا اہل مکہ نے میرے ساتھ دھوکا کیا اور حارث بن امیہ نے مجھے باتوں سے فریب دیا، میں بہر صورت اپنے چچا زاد بھائی کے خون کا انتقام لوں گا۔ اور بنی کنانہ کو بازار عکاظہ میں دوبارہ داخل ہونے کی اجازت نہیں دوں گا اور قریشیوں کے پیچھے گیا وہ حرم میں مہاگ کر داخل ہو گئے۔ ابوہریرہ نے حرم کی حرمت کا لحاظ کیا اور کہا، عردہ کا خون رائیگاں نہیں جائے گا، آئندہ سال ہمارے اور تمہارے درمیان جنگ ہے، تیاری کرو، اور بد بخت جبراض آیا اور کارواں کو لایا اور اپنی قوم میں بھڑا، دوسرے سال قریش اور قبائل کنانہ مستعد ہو گئے اور عکاظہ میں گئے، قیس غیلان ان سے پہلے آکر صفیں باندھ چکے تھے چنانچہ جنگ شروع ہو گئی، خلاصہ کلام یہ کہ جنگ کے شعلے اس قدر بھڑک اٹھے کہ گمان ہوتا تھا کہ ان دو قبیلوں میں سے کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا، کون سے ایک شخص نے آواز دی کہ اس سے پہلے کہ ان دو قبیلوں میں سے کوئی شخص زندہ نہ رہے اور بیگانے آکر تمہاری عورتیں اور بچے لے جائیں صلح کر لینی چاہیے، دونوں فریقوں نے لڑائی سے ہاتھ اٹھالیا اور اس شرط پر صلح کی کہ دونوں طرف کے مقتولین کو شمار کر لیا جائے اگر دونوں طرف کے مقتولین برابر ہوں تو فہما و گرنہ جس

قبیلہ کے مقتولین زیادہ ہوں دوسرے قبیلہ سے خون بہالیں، قبیلوں سے ہمیں افراد زیادہ قتل ہوئے تھے ان کا خون بہا ان کو دے دیا گیا، اور انہوں نے عہد کیا کہ آئندہ عودہ اور براض کے قصہ کے پیچھے نہیں پڑیں گے اور نہ ہی اس سبب سے جھگڑا کریں گے، واقعہ فجار دوم کی کیفیت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس اس جنگ میں شریک تھے بلکہ اس میں جنگ بھی کی، چنانچہ آغاز نبوت میں جب فجار کا قصہ ہوتا، فرماتے تھے میں وہاں تھا اور اس میں دادِ شجاعت دیتا رہا اور چند کاری تیر پھینکے اور صلہ رحمی کا جھنڈا بلند کیا، اور ایک روایت میں ہے فرمایا کہ میں پھینکے ہوئے تیر اٹھاتا اور اپنے رشتہ داروں کو دیتا تھا۔ اور صورت و حقیقت میں قریش پر امداد و اعانت کے دروازے کھولتا تھا، حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنے اہل حرم کو غلبہ عطا فرمایا اور فتح و کامرانی بخشی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سترھویں سال ایک قول کے مطابق زبیر بن عبدالمطلب کو اور ایک قول کے مطابق عباس بن عبدالمطلب کو تجارت کے لیے مین کے سفر کی خواہش پیدا ہوئی، حضرت ابوطالب سے انہوں نے درخواست کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سفر میں ان کے ساتھ بھیجیں تاکہ حق تعالیٰ ان کی برکت سے جمعیت و روشنائی زیادہ کرے ابوطالب نے اس درخواست کو قبول کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے چچا کے ساتھ مین کی طرف بھیج دیا گیا۔ راستہ میں آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس نے محبت سی چیزیں مشاہدہ کیں، اسی سال ہرمزبن نوشیرواں کو سلطنت سے معزول کر کے اس کی جہاں ہیں آنکھوں میں گرم سلاخی پھیر دی اور ولادت کے انیسویں سال ہرمز کو قتل کر دیا اس کا عرصہ حکومت گیارہ سال سات ماہ دس روز تھا اور ایک قول کے مطابق اس کی مدت سلطنت بارہ سال تھی، اسی سال ہرمز کے بیٹے خنصر و پردیز کو لوگوں نے سلطنت و اقبال کے تخت پر بٹھایا عربی میں پردیز کا معنی فتح مند ہے اور بعض سیرت کی کتابوں میں ہے کہ اس سال اور بعض کہتے ہیں کہ بیسویں سال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شام کے سفر کے ارادہ سے باہر نکلے اور بکرا کے صومعہ کے نزدیک بیرہ کے درخت کے نیچے آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول فرمایا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھانا لانے

کے لیے بحیرا کے پاس گئے، بحیرا نے آپ سے پوچھا، وہ شخص جو درخت کے نیچے بیٹھا ہے کون ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا وہ حضرت محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب صلی اللہ علیہ وسلم ہے، بحیرا نے کہا تم بخدا وہ پیغمبر ہیں اور خاتم پیغمبران صلی اللہ علیہ وسلم میں چنانچہ میں نے سنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس درخت کے نیچے پیغمبر آخر الزماں کے بغیر کوئی نہیں بیٹھے گا۔ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں اسی روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق جاگزیں ہو گیا، بعض اہل سیرت نے اس سفر کو وہی سفر قرار دیا ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوطالب ہمراہ تھے :

بیسویں سال کے واقعات

اس سال فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہونے شروع ہوئے اور آپ کو ایک دوسرے کو دکھاتے تھے، نقل ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطالب سے کہا، چچا جان! چند راتیں پہلے تین آدمی میرے پاس آئے، اچھی طرح مجھے دیکھا اور کھایا وہی ہے لیکن ابھی اس کے ظہور کا وقت نہیں آیا، اس کے بعد دوسری مرتبہ حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا، اے چچا! ان تین آدمیوں میں سے ایک پھر مجھ پر ظاہر ہوا، مجھ پر حملہ کیا اور اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں ڈال دیا جس کی خوشی اور راحت محسوس کرتا ہوں، حضرت ابوطالب آپ کو ایک کاہن کے پاس لے گئے جو کہ علم طب میں بھی مہارت رکھتا تھا اور اس طبیب کا بن کے پاس آپ کے حالات بیان کیے اور اس کا علاج اس سے پوچھا، اس مرد نے احتیاط سے آنسر در صلی اللہ علیہ وسلم کے اعضاء کو دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کو ملاحظہ کیا، اور وہ علامت جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش مبارک پر بھتی ملاحظہ کی اور کہا اے ابوطالب! تیرا بیٹا عیب اور بیماری سے پاک ہے، شیطانوں کا غلبہ بھی اس سے بعید ہے، میں علامات خیر اس میں بہت سی مشاہدہ کرتا ہوں، یہ حالت جو وہ بیان کرتا ہے، شیطان اور اس کے دوسرے سے نہیں ہے بلکہ ملائکہ کرام میں جو اس کے دل کو نبوت و

رسالت کے لیے تفتیش کرتے ہیں، امیدوار ہو کہ دمدم اس سے خیرات و مبرات کے آثار ظاہر ہوں گے اور روز بروز اس کے انوار سعادت و سیادت زیادہ مہل گے اور ختم المرسلین کا آفتاب اس کے روز افزوں دولت کے مطلع سے طلوع ہوگا۔

نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دنوں خواب میں میں نے دیکھا کہ ایک شخص میرے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھا پھر اپنا ہاتھ میرے سینہ کے اندر لے جا کر میرے دل کو باہر نکالا، پھر کما پاک دل پاک جسم میں بے پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا، اسی سال فرمایا، خواب میں میں نے یوں دیکھا کہ گھر کے چھت سے لکڑی اٹھالی ہے اور چاندی کی سیڑھی رکھی، دو شخص نیچے آئے ایک شخص مجھ سے دوڑ بیٹھ گیا اور دوسرا میرے پہلو میں بیٹھ گیا، میرے پہلو کی ہڈی کھینچ کر دل باہر نکالا اور کہا، اچھا دل ہے، مرد صالح اور پیغمبر مبلغ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اور پھر اپنی جگہ پر رکھ دیا اور میں بیدار ہو گیا اور بہت سے عجیب واقعات اس سال ہوئے۔ اس جگہ تمام کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں۔

حلف الفضول

اس کی شرح یوں ہے کہ اکابر قریش کی ایک جماعت جن میں سربراہ آورہ بن عبد المطلب تھے ایک دوسرے نے عہد باندھا کہ ظالموں کے ظلم کو مکہ کے مظلوموں سے دور کریں گے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ان میں موجود تھے لیکن معاہدہ میں دخل نہیں دیا۔ اسی وجہ سے اہل سیرت نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ اس حلف کی اصل بنیاد اور حلف الفضول کے نام کے ساتھ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ جبرہوں اور قطوریوں کی وہ جماعت کہ ایک ان میں سے فضل بن الحارث الجرجمی اور دوسرے کو مفضل بن فضالہ الجرجمی اور تیسرے کو فضیل بن دؤامت القطوری کہا جاتا تھا ان دو قبیلوں کے ان تینوں بزرگوں نے اپنے متبعین کی جماعت کے ساتھ اس بات پر اتفاق کیا کہ مکہ میں کسی ظالم کو ظلم کرنے کی اجازت نہیں دیں گے اور وہ جماعت اس وجہ سے ان کے نام کی ترکیب فاضلہ، لام سے تھی جو کلمہ فضل کے حروف میں تمام کو فضول میں جمع کر کے ان کے معاہدے کا نام حلف الفضول رکھ دیا اور اس سے مراد فضولی نہیں ہے جو

ہماری اصطلاح میں مذموم ہے مجھ کو نہیں ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے۔

ان الفضول تحالفوا وتعاقدوا ان لا بقدر بیطن مکہ ظالم

پھر یہ رسم دورِ زمانہ کے ساتھ مٹ گئی تھی، جب حضرت عبد المطلب فوت ہوئے سرداری تین اشخاص کو ملی، حارث بن امیہ، عبد الشمس اور ہشام بن المغیرہ المخدومی، ان تینوں نے فضل و عدل اور احسان کی رسوم کے قائم کرنے میں جدوجہد اور کوشش کی، غریبوں کے ساتھ معاملات میں طریقِ مروت اختیار کرتے تھے۔ ان ہی دنوں میں بنی ربیعہ جو مین کے عرب قبائل سے ایک قبیلہ تھا کا ایک مرد، عمرہ کا احرام باندھ ہوئے بہت سے مال و اسباب کے ساتھ مکہ میں تجارت کے لیے آیا ہوا تھا۔ اس مال کو عاص بن دابل سہمی نے جو کہ عمر و عاص کا باپ تھا، اس مینی سے لے لیا، اپنے فائدہ کی خاطر اس غریب کا نقصان سوچا اور دائرہ عدل انصاف سے باہر نکل گیا۔ اور وہ بیچارہ مسافر جب خورشید نے طلوع کے دریچے سے سر باہر نکالا اور دنیا کے مکانات کی چھتوں کو اپنے نور کی شعاعوں سے آراستہ کر دیا، یہ قریش کے اجتماع کا وقت تھا، کوہ البقیس پر جا کر اپنی غربت اور بے چینی اور عاص بداندیش کے ظلم و ستم کو بلند آواز سے بیان کیا، بنو ہاشم، بنو عبد المطلب، بنو زہرہ، بنو تمیم اور بنو اسد بن عبد المزی اٹھتے ہو گئے اور عبد اللہ بن جرجان کی حویلی میں گئے، کیونکہ وہ قوم میں سب سے زیادہ شریف عمر میں بزرگ اور حلف الفضول میں شریک تھا، انہوں نے عہد کیا کہ ہم قریش کو کسی پر ظلم نہیں کرنے دیں گے، پھر تمام نے عاص بن دابل کے گھر کا رخ کیا، اس غریب کا تمام حق اس سے لیا اور اس کے سپرد کر دیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بیان کی گئی ہے کہ آپؐ فرمایا میں سرائے عبد اللہ جرجان میں ان لوگوں کے درمیان موجود تھا جنہوں نے مظلوم کے انصاف اور ظالم کے ظلم کو دور کرنے کا عہد کیا، میں اس پسندیدہ اور عمدہ عمل کے بدلے تمام روئے زمین کے سرخ رنگ اونٹ لینا بھی پسند نہیں کرتا تھا، یعنی مجھے شرف و منقبت، بے شمار مال سے بہتر ہے اور فرمایا کہ اگر مجھے پھر اس قسم کے معاہدہ کی دعوت دی جائے تو قبول کر دوں گا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک بیس سال سے متجاوز ہوئی تو اجبار میں جو مکہ میں ایک پہاڑ ہے شبانی کیا کرتے تھے اور حق الن خدمت کے طور پر کئی قیراط وصول کرتے تھے اور

صحاح میں احادیث وارد ہوئی ہیں جس میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی پیغمبر ایسا نہیں گزرا جس نے شبانی کا کام نہ کیا ہو، حاضرین مجلس نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے یہ کام کیا ہے، فرمایا، ہاں، بکریوں کو پہاڑ میں لے جاتا تھا اور چراتا تھا اور اس کی مزدوری لیتا تھا، اس عالی مرتبہ گروہ کو یہ کام سپرد کرنے میں یہ حکمت تھی تاکہ زیر دستوں پر شفقت و رحمت اور وصیت میں برابری کی رعایت کریں اور تمام زیر دستوں پر شفیق، اور بے کسوں کے رفیق ہوں۔

باب ششم

پچیسویں سال کے واقعات

فیفسہ بنت منہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب پچیس سال کے ہو گئے، حضرت ابوطالب کے عرصہ حیات پر فقر و فاقہ، خوراک کی کمی اور فتور طاقت کے لشکونے غلبہ پالیا، اسی اثنا میں عاتکہ بنت عبد المطلب، اپنے بھائی ابوطالب کے پاس آئی اور کہا ہمارے اس باغ زندگی کے پودے اور روضہ کامرانی کے درخت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے وہ وقت آگیا ہے کہ کامیابی کے درخت سے ملائیں اور اس خورشید جہاں تاب پر وقت آگیا ہے اشرف از دواج میں شب و روز چاند کے ساتھ بٹھائیں، تاکہ اس وصل سے ہم پھل کھائیں اور اس اجتماع سے سعادت حاصل کریں۔ بیت

چو خورشید مہ را شود مشتری چو زاید بجز از تو اختاری

حضرت ابوطالب نے زرگس شہلا سے شگوفے گرائے اور موتیوں کے ہار سرخ یا قوت کی ڈبیہ سے پھینکے اور کہا، اے مہربان بہن! اے دل و جاں، تجھے یہ خیال نہیں ہونا چاہیئے کہ میں اس فکر سے غافل ہوں، سچی بات یہ ہے کہ میں گل لالہ کی طرح جگر پر اندہہ کا داغ رکھتا ہوں لیکن غیر کفو میں مجھے نکاح کرنے کا خیال نہیں اور کفو میں کرنے کے لیے اس کے انتظامات کرنے کی قدرت نہیں ہے۔ تنگی کے کئی سال ہم پر گذرے ہیں جس نے ہمارے ہاتھ میں کچھ نہیں

چھوڑا۔ عاتکہ نے کہا میں نے اس معاملہ میں غور و فکر کیا ہے اگر میری رائے درست ہو تو اس پر عمل کریں، حضرت ابو طالب نے دریافت کیا تو عاتکہ نے کہا میں نے سنا ہے کہ خدیجہ شام کی طرف کارواں بھیجتی ہے اور اس کام کے لیے امین آدمی چاہتی ہے اگر مصلحت ہو تو میں اس کے ساتھ یہ بات کروں، یہاں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ حضرت ابو طالب نے آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ راز بیان کیا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اس کے سامنے پیش کرو لیکن ہے تمہیں مضاربت پر کچھ مال دے دے تاکہ اس ذریعہ سے ہمیں نفع حاصل ہو، خواجہ عیسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کا ضمیر انور، اسرارِ غیب کا خزانہ اور معجز بیان زمانِ یقینی باتوں کی ترجمان بنتی فرمایا:۔ لعلہما تو مسل فی ذالک، جب حضرت ابو طالب کے یہ سوال جواب اور قبل و قال، خانوادہ غالب کے سردار کے ساتھ ہو چکے اور یہ لوگوں میں مشہور ہو گئی، چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کانوں تک بھی یہ بات پہنچی، حالانکہ حضرت خدیجہ تجارت کے لیے بہت سا مال شام کی طرف بھیجنا چاہتی تھی لیکن اسے کسی شخص پر اعتماد نہیں تھا جب اس نے یہ بات سنی اسے غنیمت جانا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و امانت اور یقین دہانی قریش میں انہر من الشمس و ربین من الاسم تھی، حتیٰ کہ آپ کو محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم کہتے تھے۔ جب حضرت خدیجہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں حسن و جمال، صدق و فعال اور اعلیٰ خصلتیں مجتمع دیکھیں، فوراً ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا میں نے سنا ہے کہ آپ کو تجارت کی رغبت ہے، میں آپ کی سچائی، عمدہ کردار، اعلیٰ امانت اور کمال دیانت کی وجہ سے دوسروں سے دو گنا روپے آپ کو دوں گی تاکہ آپ اس سامان کے ساتھ شرائط تجارت بجالائیں، اور جو نفع اس سے حاصل ہو اس میں اپنے آپ کو برابر کے شریک سمجھو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صورت حال حضرت ابو طالب سے بیان کی، حضرت ابو طالب نے کہا، ان ھذا الرزق ساقہ اللہ تعالیٰ الیک، یہ رزق ہے جسے حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔

دوسری روایت یہ ہے کہ عاتکہ نے یہ بات حضرت ابو طالب سے کہی، اجرت اور تجارت کے لیے کہا، حضرت ابو طالب زار و قطار روئے اور حسرت سے عاتکہ کی طرف دیکھا اور کہا،

اے عاتکہ! ہمارے خویش و اقارب میں سے کسی شخص نے مزدوری نہیں کی اور اپنے خاندان میں سے کسی شخص کے لیے میں روادار نہیں خصوصاً یہ نور دیدہ جس کی پیشانی سے عزت و جلال کے انوار چمکتے ہیں اور دولت و اقبال کے آثار اس کے چہرہ سے واضح ہیں، میں کسی طرح روادار نہیں لیکن بحکم الضرورات تمسح الخدورات، جا کر خدیجہ سے مشورہ کرو، دیکھیں اس کی کیا رائے ہے۔

روایت ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ملکہ عرب تھی، حسن و جمال، لطف و کمال اور کثرت ملک و مال میں بے نظیر تھی، دنیا کی تمام عورتوں سے ممتاز، اطراف و اکناف کے اشراف ملوک اس کے خطبہ کی طرف راغب اور اس کی دولت وصال کے خواہشمند تھے لیکن وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتی تھی، اپنے پہلے خاوند کی وفات کے بعد عبادت الہی اور توحید اور دوسری آسمانی کتابوں کی تلاوت میں مصروف رہتی تھی، انہی دنوں اس نے ایک خواب دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے اتر آیا ہے اور اس کی آغوش میں آگیا ہے اس چاند کی روشنی اس کی بغلوں سے نکل رہی ہے جس سے دنیا روشن ہو گئی ہے، جب بیدار ہوئی اپنے خواب کی تعبیر کے لیے ایک قاصد بکیر کے پاس بھیجا، بکیر نے کہا اس کی تعبیر یہ ہے کہ پیغمبر آخر الزماں پیدا ہو چکے ہیں، تجھے نکاح میں لائیں گے، تیرے ساتھ وصال کے ایام اور اتصال کے وقت ان پر وحی اترے گی دنیا اس کی ملت کے فروغ سے نورانی ہو جائے گی۔ عورتوں میں سے سب سے پہلے تو ان پر ایمان لائے گی، وہ پیغمبر قریشی بنی ہاشم سے تیرے اقارب میں سے ہوگا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خدا کا شکر ادا کیا اور لامتناہی رحمت کے ظہور کی منتظر رہتی تھی، اچانک عاتکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر کے مشورہ کے لیے اس کے گھر آئی، اس کی تشریف آوری کو بڑی خوش قسمتی سمجھا، مخلصین کی مانند اس کی عزت و احترام کے لیے اٹھی اور اس کی مہانداری کے لیے مکر بستہ ہوئی اور ضیافت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا، کیونکہ وہ عبدالمطلب کے سلسلہ، سیدہ عرب بنی غالب اور حضرت ابوطالب کی ہمیشہ تھی، عاتکہ ہر لمحہ صورت حال بیان کرنا چاہتی تھی، لیکن اس آقائے دو جہاں پر اجیر کے نام کے استعمال کی شرمساری سے شرم و حیا کے پسینہ میں غرق ہو

جاتی تھی اور پھر خاموش ہو جاتی، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا اے سیدہ عرب کیا حکم ہے؟ اور تشریف آوری کا مقصد کیا ہے۔ اپنی خواہش سے ہیں آگاہ کیجئے اور ہماری طرف سے خدمتگاری کو قبول کرتے ہوئے ہم پر احسان کیجئے، عاتکہ نے کہا، آپ نے یقیناً سن رکھا ہوگا کہ میرے بھائی عبداللہ کا ایک فرزند ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میرا والد اپنی زندگی میں اس کی تربیت اور پرورش کیا کرتا تھا، وفات کے وقت اس کے متعلق بہت سی وصیتیں کیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب جو ان ہو چکے ہیں اور دقت آچکا ہے کہ اس نیکو فال اختر اور آسمان حسن و جمال کے مشتری کو، زہرہ مثال زہرہ کے ساتھ اتصال حاصل کرے لیکن فقر و بد حالی کی وجہ سے جو میرے بھائی ابوطالب کو لاقی ہے اس مقصد کو پورا نہیں ہونے دیتا سا گیا ہے کہ ملکہ کا ایک کارواں روانہ ہوگا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کچھ سپرد بھی اگر کوئی کام کر دیا جائے تو بنو ہاشم ممنون احسان ہوں گے، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کلمات سے خواب کے سچا ہونے کی خوشبو محسوس کی، اس کا گلنار باطن، نسیم امید سے کھل اٹھا اور اس کے دل کا چراغ، آتش شوق سے نورانی ہو گیا، نظم

چو یابد ناگماں چوں ناشد آنخال چو یابد ناگماں چوں ناشد آنخال

چو بیمارے کہ درمان باز یابد چو درمان مردہ جاں باز یابد

آنکہ من سرداش آمد پائے خود واں اینت شادی اینت فرصت اینت بخت نوجواں

اس نے کہا، اے سیدہ قریش! میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سنے ہیں، رعایت، امانت، حفظ، دیانت، طبیعت کی پاکیزگی، حسن اخلاق، کمال حسب اور اس کے ادب و نسب کے جمال کو میں نے معلوم کیا ہے جو کچھ میں اس جیسے شخص کو دیتی ہوں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے دو گنا دوں گی، اور ان کی خدمتگاری کو اپنے اوپر احسان سمجھوں گی لیکن کارواں کی نگرانی اور لیٹروں سے اموال کی محافظت بڑا مشکل اور دشوار کام ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس لائیے، تاکہ ان کے طور طریقہ کو دیکھوں تاکہ معلوم کر دوں کہ اس اہم کام کے لائق ہیں یا نہیں، عاتکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لانے کے لیے گھر آئی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس بے مثل محبوب کی خاطر اپنے گھر کو آراستہ کیا، غسل

کیا اور اپنے ظاہر و باطن کو ظاہر و باطنی خوبصورتی سے آراستہ کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے انتظار میں مسند جلال پر بیٹھی اور باریک پردہ مسند کے سامنے لٹکا دیا۔ تو ریت سامنے رکھ کر پیچھے آخر الزماں کی صفات و نشانات کا مطالعہ کرنے لگی، دیدہ امید سے گوہر آبدار گراتی تھی، اپنے خدام اور پہرہ داروں سے کہا جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئیں اور مجلس کو زیب جمال اور زیور جمال سے آراستہ کریں آپ کو صدر گاہ میں جو ارباب جاہ و جلال کی مسند ہے پر بٹھائیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عاتکہ کے ساتھ تشریف لائے مذکورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کے شایان شان تعظیم و توقیر بجالائی اور ہر ایک کو عزت و وقار کی جگہ پر بٹھایا، پھر تو ریت کو دیکھا جو کچھ کتاب میں دیکھتی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں اس کے مطابق مشاہدہ کرتی تھی، کبھی آپ کے چاند کی مانند رخ انور کا مطالعہ کرتی کبھی گیسوئے سیاہ کا بیان پڑھتی اور کبھی آپ کے چہرہ کے نور کو دالضحیٰ کی تفسیر جانتی، کبھی ان کی سیاہ رنگت سے دلیل اذاسبحی کی تعبیر بیان کرتی، کبھی کھان کی مانند آپ کے دو آبروؤں کے طاق سے قاب قوسین کا بیان دیکھتی اور کبھی آپ کی دلفریب آنکھوں کے غزروں سے مازاخ البصر کا مشاہدہ کرتی اور کبھی آپ کے یا قوت گوہر بار میں موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ مشاہدہ کرتی اور کبھی اچانے میحان کے تنفس سے معاندہ کرتی، دریائے کوثر، آپ کے اسرار گفتگو کے دریا کا ایک چھینٹا تھا او درخت طوبی آپ کے دستاں قد کے نخلستان کا ایک پودا دکھائی دیتا تھا۔ نظم۔

سورہ وایل دیدم وصف گیسوئے شماس	والفحی خواندم سر اسر نخر رئے شماس
پایہ پایہ تابوئے قاب قوسین آدم	چون نظر کردم صفات طاق ابروئے شماس
دیدہ ام بسیار در تفسیر مازاخ البصر	شرح چشم مست شور انگیز جادوئے شماس
حرف سورہ یوسف فرد خواندم شبے	ذره از آفتاب حسن دلجوئے شماس
بانگ طبع فادخلوا غلادین اند جنال	چون بگوش جان شنیدم از کونے شماس
آں رایتا کہ میگویند از حسیب عظیم	دفر اخلاق خواندم سر بر خنئے شماس

خدیکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سابقہ کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو صفات پڑھی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ ذات میں بغیر کسی کمی کے ایک ایک مشاہدہ کیں

اس نے اپنے جی میں کہا، تیرے خواب کی تعبیر درست نکلی، خورشید کمال تیرے ماہ جال کا
 ساتھی ہو گیا لیکن ابھی یہ راز پوشیدہ رکھنا چاہیے، صفحہ جان پر نقش انتظار ڈالنا چاہیے۔ لامحالہ
 اجرت مقرر کر دی اور عاتکہ پورے اطمینان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر لے گئی، وہ لباس
 جو راستہ میں مفید ہو سکے پہنا دیا اور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھیج دیا، آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم آتش سے شمع کی مانند دل گداز تھے، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا لذت وصال اور
 اتصال کی نشاط سے خوش و ضیع اور نازاں، اس ایک کے لیے دل شگفتگی اور اس دمسے
 کے لیے دل بستگی، اس کا دل مزدوری کی شرمندگی سے زخمی اور اس کا دل انجام کار کے
 ملاحظہ سے خوش و غرم، گھنگاروں کے نالہ و فریاد کے ذوق کو خدا جانتا ہے، نالہ یوسف کی
 لذت کو زلیخا جانتی ہے، پروانہ جانتا ہے کہ پُر وبال حجازی کو شمع کے شعلوں میں جلا نا اگرچہ
 ناز ہے لیکن اس شمع کے مشاہدہ میں وہ بھی شیریں و شکر ریز ہے، دیوانہ جانتا ہے کہ سلسلہ
 زنجیر میں گردن کو اسیر کرنا اگرچہ قید ہے لیکن یہ قید کس قدر دل آویز اور طرب انگیز ہے بیت
 گردنت بشکست و لبرستی افزون کن کمال کو شکست جام مجنوں قصہ یلی درگست

انقصہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک عسلا م مسیرہ نامی تھا، خدیجہ کا تمام مال اسی
 کے تصرف میں تھا، اسے بلایا اور فاخرہ لباس اس کے سپرد کیے اور ایک اونٹ کو مہار
 اور شاہانہ ساز و سامان سے تیار کر کے اسے بلایا اور مسیرہ سے کھامکے سے باہر نکلے وقت
 اونٹ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دے جب لوگوں میں سے باہر نکل جائے یہ فاخرہ
 لباس ان کو پہنا دینا اور انہیں اس آراستہ اونٹ پر بٹھا دو، اونٹ کی مہار خود پکڑ لو۔
 اپنے آپ کو ہر جگہ اس کا غلام اور خدمتگار تصور کرو اور انہیں اپنا امیر سمجھو۔ خرید و فروخت
 اور لینے دینے میں ان سے مشورہ کیے بغیر کسی چیز میں تصرف نہ کرنا، انہیں حتی الامکان تکلیف
 سے محفوظ رکھنا اور جلد از جلد صحیح سلامت ہم تک پہنچاؤ۔ تاکہ سادات قریش مبنی ہاشم کے سامنے
 شرمندہ نہ ہوں۔ اگر تم نے ہمارے فرمان کے مطابق عمل کیا تو تجھے آزاد کر دوں گی، اور
 دنیاوی مال و متاع سے تیری خواہش کے مطابق تجھے خوش کر دوں گی لیکن آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے میں یعنی کس حیثیت سے بھیجا روایات مختلف ہیں بعض کہتے ہیں

اجیر تھے اور بعض بچتے ہیں شرارت کے طور پر بھیجتے تھے، واللہ اعلم۔

جب کارواں روانہ ہوا اور تمام لوگ جمع ہو گئے، بعض لوگ مزدوروں کو الوداع کہنے کے لیے جمع ہوئے، بچے، چچاں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز درشتہ دار جو سرداروں قریش اور سادات بنی ہاشم تھے، آقائے بردوسر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و غمخواری کیلئے باہر آئے تھے، عائشہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدمت گزاروں کے لباس میں دیکھا کہ انڈ کی ہمار کندھے پر رکھے چودھویں راستے چاند پر غبار پڑا ہوا ہے

کالدر فی الصدق والخمر فی الخمر والنور فی الظلم والخور فی الشعل
عائشہ بے طاقت ہو گئی اور خون کے آنسو رونے لگے خط کی مانند سر پہ خاک ڈالی اور کہا،
یا عبد المطلب یا جعفر بیوز مزمناہ ویا عبد اللہ خاک قبر سے سر اٹھاؤ،
اور حضرت باری کے اس عزیز کو خدمتگاری کا لباس پہنے ہوئے دیکھو، حضرت ابوطالب اس
حال کو دیکھ کر بے ہوش ہو گئے دوسرے عزیز واقارب بھی مدہوش ہو گئے جب ہوش میں آئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بغل میں لیا آنسوؤں کے موتی لوگوں کے سامنے ہموں پر مسلسل گرتے
اور سینہ سوزاں سے آہیں بھرتے اور کہا دوستو! مجھے بھول نہ جانا اور میری مسافری اور بقیاری
کو یاد کرنا، مثنوی :-

الاے رسیقاں کہ با یکہ گر نشینید اندر وطن مستقر
چو رد سوئے بزم مراد آورید ز حال عنریباں بیاد آورید
تمام عزیز واقارب اس قدر روئے کہ عالم افلاک کے صوامع نشین اور قدسیاں
حضرت پاک ان کی موافقت میں رونے لگے، انہوں نے کہا، خداوند! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
ہیں جن کی شان میں لولاک ہے اور نیلگوں افلاک اس کا ایوان ہے، خداوند! یہ وہی ہیں
لعمر جن کا تاج اور لباس تقویٰ ان کا دیباچہ ہے، سبحان الذی اسرعی اس کے
معراج کی صفت ہے، خطاب ہوا، فرشتو! یہ وہی یار ہے لیکن تمہیں ہماری عشق بازی کے
اسرار معلوم کرنے سے کیا کام؟ بیت :-

در میان عاشق و معشوق کاے رفت رفت تو نہ معشوقی نہ عاشقی مرتزا باہی چہ کار

جب لوگ واپس آگئے میسرہ نے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان کے مطابق خواجہ شب معراج صلی اللہ علیہ وسلم کو تاج اور دیباچ سے آراستہ کیا اور آراستہ اونٹ پر بٹھا دیا اور اونٹ کی مہار اپنے کندھے پر رکھی، ابو جہل، عقبہ اور شیبہ اس کا رواں میں تھے، میسرہ سے کہا اس یتیم کو پرانے کپڑے پہنا اور دستوار کام کرنے کا حکم دے تاکہ محنت کا عادی ہو جائے اور محنت و مشقت میں اس کو آرام ملے، میسرہ نے کہا میں تمہارا غلام نہیں ہوں، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا غلام ہوں اسی کا حکم اور اسی کا فرمان ہے جو مال میرے پاس ہے اسی کا ہے اور وہ جان جو میرے جسم میں ہے اس کے آستان پر قربان ہے۔

نقل ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ایک رشتہ دار خزیم ابن حکیم سلمی تھا اسے بھی اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت میں بھیجا، خزیمہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت محبت تھی اور آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دوست رکھتا تھا اس سفر میں ایک لمحہ کے لیے بھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہیں ہوتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سی خلاف عادت چیزیں مشاہدہ کرتا تھا اور ہر فرق عادت سے اس کی محبت بڑھتی تھی، چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دو اونٹ راستہ میں درماندہ ہو گئے اور سفر کرنے سے عاجز آ گئے، میسرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اونٹوں کے منہ پر رکھے اور ان کے لیے دعا فرمائی اسی وقت وہ اونٹ چلنے لگے اور کارواں سے آگے آگے رہتے تھے خزیمہ اور میسرہ کو اس حال سے تعجب ہوا اس چیز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سمجھے، آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظیم ہے، جب بصرہ اور شام کی سرحد پر پہنچے، بحیرہ صومعہ کے پاس اترے، بحیرہ صومعہ سے دار بقا کو کوچ کر گیا تھا اور نسطور اور ایک روایت کے مطابق نسطور اجوعیسیوں کے عبادت گزاروں میں سے سربراہ اور وہ تھا اور اس صومعہ میں بحیرہ کا قائم مقام تھا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس درخت کے نیچے بیٹھے جو خشک ہو چکا تھا وہ فی الفور سبز و شاداب ہو گیا، اور پھل لے آیا، اس درخت کا گرد و نواح تمام سرسبز اور مرغزار ہو گیا، نسطور نے جب صومعہ کے چھت سے یہ حال مشاہدہ کیا، بد حال ہو گیا، صومعہ کی چھت سے نیچے اترا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم

کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، لات و منات کی قسم بتائیے آپ کا نام کیا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شکلتک امک، تیری ماں بے فرزند ہو جائے مجھ سے دُور ہو جاؤ، عربوں کی گفتگو میں سب سے گراں مجھ پر یہی بات ہے، نسطوراکے ماتمہ میں ایک لکھا ہوا صحیفہ تھا، اسے دیکھتا تھا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے مبارک کو دیکھتا تھا، جب کچھ مدت احتیاط سے دیکھ لیا، کہا مجھے اس خدا کی قسم! جس نے انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف بھیجی یہ وہی ہے، خزیمہ نے راہب سے یہ حال مشاہدہ کیا تو وہ سمجھا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ رکھتا ہے اور چاہتا ہے کہ آپ کے متعلق کوئی مکر کرے اس نے تلوار کھینچ لی اور پکارا اسے آں غالب! پس قریش جو کارواں میں موجود تھے اس طرف متوجہ ہو گئے، انہوں نے پوچھا، اے خزیمہ! کس چیز نے تجھے رعب اور خوف میں ڈال دیا ہے، خزیمہ نے راہب کی شکایت کی، تمام ساتھی خزیمہ کے ساتھ راہب کی طرف متوجہ ہوئے، راہب ڈر کر صومعہ میں آگیا اور دروازے کو بند کر لیا، اور چھت پر چڑھا اور پکار کر کہا مجھ سے کیوں ڈرتے ہو، خدا کی قسم میرے نزدیک کوئی قافلہ اس جگہ تم سے زیادہ پیارا نہیں اترا، اور میں اس صحیفہ میں اسی طرح لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ جس شخص نے اس درخت کے نیچے قیام کیا ہے، خدا کا رسول اور خاتم الانبیاء ہے۔ جو شخص اس کی فرمانبرداری کرے گا نجات پائے گا جو شخص اس کی مخالفت کرے گا ہلاک ہو جائے گا، پھر خزیمہ سے پوچھا تجھے اس سے کس قسم کی نسبت ہے اس نے کہا میں اس کا خدمتگار ہوں، اونٹوں کا عاجز رہ جانا اؤ آپ کے چھونے کی برکت لے قوت حاصل کرنا اسے بتایا۔ راہب نے کہا میں تیرے سپرد ایک راز کرتا ہوں مجھے توقع ہے کہ تم اسے پوشیدہ رکھو گے، خزیمہ نے کہا مجھے قبول ہے، نسطوراکے لکھا اس صحیفہ میں لکھا ہوا ہے کہ یہ شخص تمام بلاد پر قبضہ حاصل کرے گا اور تمام لوگوں پر فتحد ہو گا اور کوئی شخص اس کی بزرگی کی انتہا کو نہیں جانتا، اے خزیمہ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ اس کے دشمن بہت ہیں اس کے اکثر و بیشتر دشمن یہودی ہیں ان کے پاس بزرگوار کو لے جانے سے پرہیز کرو، جب خزیمہ نے یہ باتیں راہب سے سنیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا کہ میں چند صفات آپ میں مشاہدہ کرتا ہوں جو دوسروں میں نہیں ہیں میرا خیال ہے کہ جو پیغمبر تمامہ سے مبعوث ہو گا وہ آپ ہیں میں لوگوں کو آپ سے محبت کرتے

ہوئے پاتا ہوں، میں بھی آپ کے دوست کو دوست رکھتا ہوں اور آپ کے دشمن کو دشمن سمجھتا ہوں، آپ کی تصدیق کرنے والا اور آپ کا مددگار ہوں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اب اپنے شہروں کو جاتا ہوں جب آپ کا معاملہ ظاہر ہو گا تو حاضر ہوں گا، وہ فتح مکہ کے بعد آیا اور مسلمان ہو گیا، پھر نسطورا راہب نے میسرہ کو بلایا، وہ اسے پہچانتا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض نشانات اس سے پوچھے اور ایک ایک سوال کا اس سے جواب سنا۔ پھر میسرہ نے پرندوں کا آپ کے سر مبارک پر سایہ کرنا، آپ کے قدم مبارک کے نیچے سے پانی کا جوش مارنا، آپ کے دست مبارک کی برکت سے طعام میں برکت ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جبین میں سے نور بقیقین کا ظاہر ہونا نسطورا سے بیان کیا، شیخ نے کہا بڑی مدت سے اس سبک رفتار، صاحب خیر صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں میں یہاں وقت گزار رہا ہوں اور مسبوط کتابوں کے اوراق سے قنطرة الی میسرہ لکھا ہوں پڑھتا ہوں، دولت لم یزلی کی مدد سے اس محبوب لم یزلی کی خدمت میں پہنچا ہوں جو کچھ میں نے سنا تھا کما حقہ دیجھا۔

بعد الحمد کہ دیدہ برخش کر دم باز تابناک قدمش سر نہم آرزوئے نیاز

اب تجھے وصیت کرتا ہوں کہ اس سے جُدا نہ ہونا اور اس سفر میں اس کے ساتھ رہنا اور شام مت جانا کیونکہ وہاں اس صبح شریعت کے منکر ہیں اور اس کی ملت کے انوار کو حسد کی بیماری کی وجہ سے نہیں دیکھ سکتے، پھر اس نے قسم کھا کر کہا کہ یہ شخص پیغمبرِ آخر الزماں اور خاتمِ انبیاء مرسلین علیہم السلام ہے، کاش کہ ان کے زمانہ بعثت کے آغاز کے وقت میں زندہ ہوتا تاکہ ملتِ اسلامیہ میں اس کی اتباع کرتا۔

القصد میسرہ اور غزیرہ نے یوں مصلحت دیکھی کہ اپنے سامان کو لبصرہ میں فروخت کر دیں اور شام کی روانگی کو موقوف کر دیں۔ چنانچہ اپنے سامان کو اعلیٰ قیمت پر لبصرہ میں فروخت کیا اور منہ کی طرف رجوع کیا۔

نقل ہے کہ اس سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک یہودی سے معاملہ کرتے تھے، اس معاملہ میں مباحثہ شروع ہو گیا، یہودی نے کہا تجھے لات وعزى کی قسم دیتا ہوں تاکہ تیری صداقت معلوم ہو جائے۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں لات وعزى کی قسم ہرگز نہیں کھاؤں گا کیونکہ میں

سے زیادہ کسی چیز کو میں دشمن نہیں سمجھتا جب میں ان کے پاس سے گزرتا ہوں تو اپنی آنکھیں بند کر لیتا ہوں اس نے کہا بات تمہاری ہی ٹھیک ہے شاید تم اہل حرم سے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، اس کے بعد اس شخص نے میسرہ سے تنہائی میں کہا، اے میسرہ! یہ تیرا ساتھی خدا کی قسم پیغمبر مودود ہے، ہر موجود کا شرف خزانہ جو د کا گوہر، مقصود آفرینش اور اہل بیش کا اصل مقصود ہے یہی ہے، نظم :-

اوست مختار خدا و جرح واد و اح و حواس زان گرفتند از دہ و دوش منتے بے منتہا
ہشت حسد و ہفت چرخ و شش جہت و پنج حس چار ارکان مسدود و دوا و دوا کون از یک خدا

حاصل کلام جب ہم تجارت حسب منشا مکمل ہو گئی، بصرہ سے مراجعت کی منزلوں پر منزلیں طے کرتے رہے، میسرہ راہب اور دوسرے لوگوں کی باتیں سننے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کو زیادہ سے زیادہ تو حسب دیکھتا رہا، جب مگر مہم ہو جاتی وہ دیکھتا کہ دو فرشتے پرندوں کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ کرتے اور جب بحر الطیران پر پہنچے، امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ وہ بھی اس سفر میں کارواں کے ساتھ تھے میسرہ سے کہا خوش خبری کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سوار کر کے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس روانہ کر دے میسرہ نے قبول کیا بہت خوبصورت اونٹ عمدہ سامان اور دیبا کی چادروں سے آراستہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا، ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا کہ اونٹ کو ان فاخرہ کپڑوں سے آراستہ کرنے کا کیا سبب ہے، میسرہ نے کہا ملکہ کی عادت ہے کہ ہر وہ اونٹ جو اس کو خوشخبری سنائے اس اونٹ کو اسی شخص کو بخش دیتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچے، کیونکہ اس سفر میں آپ کی برکت سے ہمیں بہت منافع حاصل ہوا ہے، ابو جہل نے کہا، اے میسرہ وہ ابھی خرد سالی ہے اور سفر نہیں کیا اور گھر سے باہر نہیں نکلا ممکن ہے راستہ بھول جائے، کسی دوسرے شخص کو بھیج، میسرہ نے کہا ہاں اگرچہ وہ طفل ہے لیکن تمام جان اس کا طفیلی ہے اگرچہ وہ تنہا جانے والا ہے مگر تمام موجودات اس کے حشم و خیل ہیں، قصہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روانہ کر دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ فاصلہ طے کر لیا آپ کی پُر خارا آنکھوں پر نیند نے غلبہ کیا اور اونٹ پر تھوڑی دیر کے لیے سو گئے، اونٹ راستہ سے ہٹ گیا اور بعض روایات میں

مثل تفسیر تیسیر وغیرہ میں آیا ہے کہ شیطان آیا، آنسو وصلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تھے اور رات تاریک اونٹ کی مہار کو پکڑا اور راستہ سے پھیر دیا، حق تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا انہوں نے اپنا قدم اس کے سر پر مارا، اور اسے جہنم کی سرزمین میں ڈال دیا پھر جبرائیل علیہ السلام کو مکہ پہنچایا میرے حبیب کے اونٹ کی مہار پکڑ لے اور سیدھے راستہ پر لے آ، اور تین روزہ راہ کو ایک لمحہ میں طے کر دے، قَاتِلَ اللّٰہِ تَعَالٰی و وَجَدَكَ ضَالًا فَهَدٰی، اور حدیث شریف میں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سالتُ اللّٰہَ تَعَالٰی شَیْئًا و وَدَدْتُ اَنْ لَا اَسْأَلَ، یعنی حق تعالیٰ سے ایک چیز پوچھی اور جواب سننے کے بعد میں چاہتا تھا کہ کاش میں سوال نہ کرتا، قلتُ اللّٰہی کَلِمَتِ مُوسٰی تَکْلِیْمًا وَاَعْطٰتِ سُلَیْمٰنَ مُلْکًا عَظِیْمًا فَا لَیْسَ اَعْطٰتَنِیْ بِعَقَابِلَتِہَا، خداوند! موسیٰ علیہ السلام پر اس سے بات کر کے تو نے احسان کیا، اور سلیمان علیہ السلام کو تو نے ملک عظیم عطا کیا، اس کے مقابلہ میں مجھے کیا چیز عطا فرمائی حق تعالیٰ سے جواب آیا یتیم لوگوں کی نظروں میں ذلیل ہوتے ہیں اور کوئی شخص ان کی دیکھ بھال اور پرورش نہیں کرتا، تو عبد اللہ سے تنہا اور یتیم رہ گیا، تجھے میں نے عزیز کیا اور تیری شفقت و محبت عبد المطلب اور ابو طالب کے دل میں پیدا کی یہاں تک کہ انہوں نے اپنے مال و جان کو تجھ سے دریغ نہیں کیا اور تیری رفاقت اور محافظت پر کمر بستہ ہوئے۔ قال اللّٰہ تَعَالٰی الرَّعِیْدُ یَتِیْمًا فَا وٰی اَوْثَمَ سے آتے وقت تیرا اونٹ راستہ سے ہٹ گیا تھا ہم نے جبرائیل علیہ السلام کو جن کیلئے پیغمبران مرسل وحی و نبوت آنے کے بعد ان کے دیدار کی تمنا کرتے ہیں، نبوت سے پہلے خدا نگاروں کی طرح تیرے اونٹ کی مہار اسے پکڑوا دی، و وَجَدَكَ ضَالًا فَهَدٰی، تو تفسیر تھا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مال سے تجھ کو میں نے تونگر کر دیا، و وَجَدَكَ عَائِلًا فَاضَاعَتْ، المقصہ جب فرشتوں نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین کو لپیٹ دیا تین روزہ راہ کو آپ نے ایک لمحہ میں طے کر لیا، تفسیر بنت نیر روایت کرتی ہیں کہ جب کاروان کے پہنچنے کا وقت قریب آگیا تھا، خدیجہ ہر روز عورتوں کی ایک جماعت کے ساتھ بالاخانے پر بیٹھ جاتی اور منتظر رہتی راہی کہتا ہے کہ اس روز میں خدیجہ کے پاس تھی کہ اچانک ایک شتر سوار دور سے دکھائی دیا، ایسے اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا جو برق پر سبقت لے جاتا اور براق کا ہمسام تھا، ہوا انت گرم تھی

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کے سر پر دو پرندے جن کا ذکر عنقریب گذر چکا ہے اور ایک ولایت میں سفید بادل فضا میں راحت افزا سایہ ڈالے ہوئے تھا اور خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سائبان تانے ہوئے تھا، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کے مشاہدہ سے سرخ رو ہو گئیں اور اس کا رشتہ جان آتش شوق سے بھڑک اٹھا، لیکن عورتوں سے پوچھا کہ اس گرم وقت میں یہ آنے والا کون ہو سکتا ہے، نظم :-

ایں کیست ایں کیست ایں از دو پید آمدہ ایں نور الہی ست ایں از حق تعالیٰ آمدہ
ایں لطف در حمت را بخودین سخت و دورا در خانہ بد اختران خورشید سیما آمدہ

خادمادوں نے کہا اے ملکہ! یہ سوار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند معلوم ہوتا ہے، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھا اس جگہ کیا کرتا ہے، جانتی تو تھی مگر تجاہل عارفانہ کرتے ہوئے خود کو اس سے دور رکھ رہی تھی، اس وقت عورتوں نے کہا، اے سید عروب کستوری کو اس کی خوشبو کی غمازی کو پھپھانا محالات میں سے ہے اور محبت کو آنسوؤں اور چہرہ کے رنگ کی تبدیلی کے باوجود ایک دشوار کام ہے، بیت :-

آشفته را گواہ نباشد معاشقی رنگ رخس دور بییں و بد انگو بست

وہ آنے والا محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس کی دلیل ملکہ کے بشرہ میں رنگین رخسار ہے، سمجھتے ہیں کہ جب خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور خوارق عادات مثل فرشتوں کی سائبانی، اس جھگل میں اونٹ کا برق خالط کی مانند تیز چلنا، نور جبیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین کا پلٹا جانا مشاہدہ کیا، ایک ایک سے اپنے ساتھ عورتوں کو آگاہ کرتی تھی یہاں تک کہ وہ خوارق دیکھیں اور تعجب کرتی تھیں، یہاں تک کہ ایک ساعت میں خدیجہ کے دروازہ پر آپ نے فرم فرمایا، خلوہ نے فی الفور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو آگاہ کیا اور آپ کے قدم یمینت لزوم کی بشارت دی، جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہوئے، دعا و سلام کے بعد پیسرہ کا خط ملکہ عروب کو دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ اس سفر میں بہت سامنا فح حاصل ہوا اور توقع سے کہیں زیادہ نفع ہوا اور یہ سب کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کی برکت

ہوا، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس اونٹ کو مع سامان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخش دیا اور اس نے مکتوب کا جواب فی الفور لکھا اور اسی وقت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھیج دیا، اسی روز سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم واپس کارواں میں پہنچ گئے، ابوہل نے جب دور سے دیکھا خوشی کا اظہار کیا اور کہا اے میرے قونے میری بات نہ سنی اور موقع ضائع کر دیا، یہ رہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم راستہ بھٹک گیا ہے اور پھر کارواں کی طرف چلا آ رہا ہے، ابوہریرہ اور میرہ اس سے اندوگہیں ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے اور خط کا جواب لائے، میرہ نے ابوہل سے کہا معلوم ہوا کہ تو گم کردہ راہ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم راہ راست پر ثابت قدم ابوہل نے شرمندگی سے کہا، مجھے اس خط پر کوئی اعتماد نہیں ہے کیونکہ کئی دنوں کا راستہ ایک دن میں طے کرنا محال ہے، میں اپنے غلام کو بھیجتا ہوں تاکہ وہ جا کر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتائے، اس کا غلام کئی دنوں کے بعد حضرت خدیجہ کے پاس پہنچا اور بشارت دی اور انعام طلب کیا، حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا مجھے فریب مت دو، چند روز ہوئے محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس خبر لے آئے تھے، چند روز کے بعد کارواں صحیح و سلامت مکہ میں پہنچا اور بادل کے سائبان یا ان دو فرشتوں کے ساتھ جیسا کہ دونوں راویوں میں اختلاف ہے، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اطلاع دی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوارق عادت سے جو انہوں نے مشاہدہ کیا تھا حضرت خدیجہ سے بیان کیا،

دوسری روایت یہ ہے کہ میرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سے پہلے نہیں بھیجا تھا بلکہ ہمراہ آ رہے تھے حضرت خدیجہ بالاخانہ پر بیٹھی ہوئی تھیں کہ دور سے اونٹ سواروں کی ایک جماعت دکھائی دی، ان کے درمیان تخت رسالت کے بادشاہ اور تخت جلالت کی دلیل صلی اللہ علیہ وسلم سپاہ میں شاہ اور ستاروں میں چاند کی مانند دکھائی دیتے تھے دو پرندے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر سایہ فلکین تھے، اور آپ کی پیشانی کا نور خورشید کی شعاعوں پر سبقت لے جا رہا تھا۔ بیت ۱۔

اے بردہ ز آفتاب بوجہ حسن سبقت قرص قمر بجمہ انشت کردہ شق
ساتھی عورتوں کو انہیں دکھایا اور امرغیب کے دیکھنے سے تعجب کرتی تھی ابھی حضرت خدیجہ

کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کاروان ہدایت کا قافلہ سالار اور میدان عنایت کا سپہ سالار ہے اس کے دل میں خیال گذرتا تھا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ مسافر اس گرم ہوا میں بیابان سے نکل کر ہماری اس منزل میں ٹھہریں اور ان کی مہمانی اور حق گذاری کا شرف حاصل کروں، کچھ دیر بعد میسرہ اس سرد و فتر اجر و فلاح کی خدمت میں پہنچا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے جو دلائل اس نے سفر میں معلوم کیے تھے اور کشادگی کے شواہد اور حسن خلق اس نے اس سفر میں معلوم کیے تھے، ایک ایک کو ملکہ عرب سے بیان کیا، حضرت خدیجہ نے اس کے سر پر دو پرندوں کے سایہ ڈالنے کے متعلق سوال کیا، اس نے کہا آپ کی بارگاہ عالی سے مفارقت کے وقت سے اب نزول کے وقت اسی طرح ہوا اور اس قسم کے عجیب و غریب بہت سے واقعات ظہور پذیر ہوئے پھر اس کے بعد سید مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہر قسم کا سامان جو دو گنا چو گنا حاصل ہوا تھا پیش کیا اور نسطور راہب کی باتیں اور وصیتیں بیان کیں، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو جس چیز کا گمان تھا وہ علم الیقین سے واضح ہو گئی اور خدیجہ نے اس کے اظہار سے میسرہ کو منع کر دیا اور کہتے ہیں کہ میسرہ کو دس ہزار درہم اس وعدہ پر دیئے کہ وہ اس حقیقت کو مخفی رکھنے کی کوشش کرے گا مکتے ہیں کہ اس کا مبالغہ اس وجہ سے تھا کہ ایسا نہ ہو کہ دشمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرے اور بعض کہتے ہیں کہ اس وجہ سے تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل و کمال اور حسن و جمال زبور نبوت و فتوت سے آراستہ و پیراستہ دکھائیں گے، اکابرین قریش اسے اپنا داماد بنا لیں گے، اس کی نیت یہ تھی کہ شہباز نبوت اس کے آشیانہ دل میں ٹھہرے اور دولت رسالت کا مبارک پُرویاں چار حسب صرف اس پر سایہ ڈالے، اس کے خلوص نیت کی برکت تھی، کہ ہزاروں خواہشمندوں میں سے وہ اپنی مراد و مقصد کو پہنچی وہ کہتی تھی، نظم

وسید خدمت آل شہ دلنواز بمن فقام سایہ آں سرد و سرفراز بمن

ہمائے قدس کہ بودیم سایہ پر در او ہزار شکو کہ افگند سایہ باز بمن

مرا کہ سایہ جاہست فوق نہ طارم ز خدمت تو رسیدست اہتر از بمن

نقل ہے کہ میسرہ نے شام سے مکہ میں تجارت کی غرض سے جو سامان خریدنا تھا وہ حسب دلخواہ فروخت ہو گیا، جب اس کا انہوں نے حساب کیا دوسرے سے کئی گنا زیادہ نفع اس مبارک

سفر سے حاصل ہوا، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے سمجھتی تھی، لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں راسخ ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناکحت کی رغبت کی۔

عقد از دواج خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

نفسہ سے روایت ہے کہ اس نے کہا کہ حضرت خدیجہ اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب سے زیادہ عقل مند تھیں، و فور دیانت، کمال دانش اور درست فہم، ذہن رسا، کمال خرم اور شرف حسب و نسب کے ساتھ بے پناہ دولت کی وجہ سے اکثر سرداران قریش اس سے نکاح کرنے پر آمادہ تھے، بہت زیادہ سامان اور بے شمار نقدی اس کے سامنے پیش کرتے تھے وہ عرب کے کسی بھی متمول اور بزرگ سے شادی پر راضی نہیں ہوتی تھیں، جب اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعات و حالات میں تامل کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی خواہش نے اس کے دل پر غلبہ کیا، اس کے بعد نفسہ بنت منیہ کو جو نہایت زیرک اور دانا عورت تھی، اپنے مافی الضمیر سے آگاہ کیا، نفسہ اس ملاپ کا عند کر کے رسالت مآب کی خدمت میں آئی تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلسلہ نکاح کے مستحکم کرنے پر آمادہ کرے، اس نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم گھر بار آباد کرنے میں آپ کو کیا چیز مانع ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں اس کام کے انتظامات نہیں کر سکتا اور نہ یہ بوجھ اٹھا سکتا ہوں، نفسہ نے کہا میں جتنی ہوں کہ اگر ایسی عورت مل جائے جو حسن و جمال کے ساتھ مال و دولت بھی رکھتی ہو جو آپ کے گھریلو اخراجات کی کفالت کرے تو کیا آپ اسے پسند کریں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوچنے لگے کہ یہ کون شخص ہو سکتا ہے، جو اس قسم کا تخم سعادت و اقبال، فضل و کرم کی کھیتی میں ڈالے پھر سوال فرمایا کہ وہ کون عورت ہے، میں نے کہا خدیجہ بنت خویلد، آپ نے پوچھا کونسا وسیلہ اختیار کروں کہ اس کے مراد کے دامن کو پکڑ سکوں، میں نے کہا کہ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں اس کام کی رغبت دلاؤں۔

میں اس وقت گئی اور اسے یہ بشارت عظمیٰ پہنچائی اور ان کے درمیان سلسلہ محبت کو مستحکم کیا پھر

خدیجہ نے مبارک گھڑی مقرر کی، اور عمر دین اسد اور ورق بن نوفل بن اسد جو اس کے چچا اور بھتیجا تھے کو طلب کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ فلاں وقت جن رشتہ داروں کو ساتھ لانا چاہئیں لے کر تشریف لائیں اور بے تکلف قدم رنجہ فرمائیں، اس وقت حضرت ابوطالب اور ان کے بھائی اندوگئیں ہو گئے کیونکہ ان کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے کپڑے نہیں تھے جو نوشاہ کے لیے موزوں ہوں، ایسا لباس جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شایان شان ہو دستیاب نہیں ہو رہا تھا، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی فکر میں تھے کہ اچانک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے مشرف ہوئے، عرض کیا، اے برگزیدہ عالم اولاد آدم علیہ السلام میں آپ کی جبین مبارک میں طلال کا اثر شاہدہ کرتا ہوں، اس کا سبب کیا ہے اگر کسی کام کی وجہ سے ہے جس کی تدبیر ہم کر سکتے ہیں جان و دل سے حاضر ہیں اور اگر جسمانی خدمت سے وہ کام بن سکتا ہے تو ہمارا جہم آپ کے لیے حاضر ہے اور جان سے اس کی تکمیل ہوتی ہے تو آپ پر جان بھی قربان ہے اور اگر مال سے میسر ہو سکتا ہے تو وہ آپ کی خاک پا پر قربان ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صور حبال بیان کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسکرائے اور عرض کیا کہ حضرت عبدالمطلب نے سونے کے ہزار دینار اور چھ عمدہ کپڑے میرے سپرد کیے تھے اور وصیت کی تھی کہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرورت پڑے تو اسے ان کے حوالے کر دوں، اب وہ مال میرے پاس ہے اور وہ کپڑے جو انہوں نے مجھے دیے ہیں سب ملے ہوئے کپڑے بھی ہیں، اجازت لینے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور سونے کی بھری ہوئی پٹیلی اور نو جوڑے نفیس کپڑوں کے جس میں سے ہر ایک کی قیمت پانچ سو دینار تھی لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کپڑوں کو پہنا اور اسی انار میں حضرت خدیجہ نے بھی شاہانہ لباس ارسال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لباس پر کسی کے لباس کو ترجیح نہیں دیتا، سمجھتے ہیں کہ وہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا لیکن انہوں نے احسان کے اظہار کو پسند نہ کیا اور قبول نہ کرنے کا احتمال بھی تھا اس لیے انہوں نے کہا کہ یہ حضرت عبدالمطلب کی طرف سے، امانت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں دعا فرمائی اور فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امور کلیہ اور جزئیہ میں کسی بھی طریقہ

سے کسی چیز سے مددگاری میں دریغ نہیں کیا، اب مجھے یہ بھی توقع ہے کہ حضرت خدیجہ کے گھر تک پہنچنے میں ہماری رفاقت کریں گے تاکہ سابقہ الطاف موجودہ نوازشات کے ساتھ مل جائیں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا :-

مصرع۱۔ بسر رویم کہ ایں رہ ہپائے نتواں رفت ۱

خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے گھر کو شانہ و شوہر کی طرف سے آراستہ کیا ہوا تھا اور نفیس چادریں بکھار رکھی تھیں اور سونے چاندی اور جواہرات کے بھرے ہوئے طبق نوکروں کے ہاتھوں پر رکھے ہوئے تھے تاکہ آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و اکرام کے لیے آپ کے پاؤں میں بکھار کر دیں اور کہتے ہیں کہ تمام غلاموں کو شوکانہ میں اس روز آزاد کیا، انقصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ بن عبد المطلب کی رفاقت میں حضرت خدیجہ کے گھر تشریف لائے، نکاح کا معاملہ مستحق ہو جانے کے بعد حضرت ابوطالب نے قبیلہ کے اکابرین کو بلوایا، حضرت خدیجہ کی طرف سے طے ہوا کہ اس کا چچا عمر بن اسد اس کی طرف سے ولی عقد ہوں گے اور عقد ازدواج اس کے اہتمام سے مستکم ہو گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آپ کے چچا حضرت ابوطالب نے ایک بلیغ خطبہ جو خطبہ خدیجہ پر مشتمل تھا پڑھا اس عبارت کے ساتھ ۱

الحمد لله الذي جعلنا من ذرية ابراهيم وذرع اسمعيل
وسبط معد وعنصر مضر وجعلنا احصنة بيته وسواس حرمة و
جعلنا بيتنا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الاحكام على الناس اما بعد
فان هذا ابن اخي محمد بن عبد الله فتى لا يوازن به رجل من
قریش الارجح وان كان في المال اقل، فان المل ظل زائل وامر
حائل ومحمد من قد عرفتم قربته وقد خطب خديجة
بنت خويلد نزل لها من الصداق ما عاجله واجله من
مالی وهو والله وبعد هذا بهاء عظیم وخطر جلیل ۱

اس خطبہ کا مضمون اس طرح ہے، حمد و سپاس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہمیں

فرزندان ابراہیم اور نسل اسماعیل علیہ السلام میں سے کیا اور اصل معد اور نسل عنصر مضر

پیدا کیا اور میں اپنے گھر کے محافظ اور پیشوا بنایا اور وہ گھر جو مخلوقات کا قبلہ اور طواف گاہ اور امن کا محرم ہے میں عنایت فرمایا، ابا بعد، میرا بھتیجا محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ ایسا مرد ہے کہ اگر اس کا تمام قریش سے موازنہ کیا جائے تو وہ انسانیت پر فوقیت رکھتا ہوگا، اگرچہ اس کے پاس مال کم ہے تو مضائقہ نہیں کیونکہ مال زائل اور ختم ہونے والی چیز ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ شخص ہے جس کی قرابت ہمیں معلوم ہے، اب وہ خدیجہ بنت خویلد کی میسر مال سے مہر عاجل اور اجل سے خواستگاری کرتا ہے، قسم بخدا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم و بزرگ مرتبہ ہے، جب حضرت ابوطالب کا خطبہ ختم ہوا، ورقہ بن نوفل نے خطبہ شروع کیا جو رب تعالیٰ کی سپاس و حمد اور حضرت ابوطالب کی باتوں سے خوشی کے اظہار پر مشتمل تھا ان الفاظ سے :-

الحمد لله الذي كما ذكرت وفضلنا على ما عددنا تخن سادات العرب وقادتهم وانتوا اهل ذلك كله ينكر العشيعة فضلكم ولا يرد احد من الناس فخركم وشرفكم وانا في هذا الامور اغبون

پھر دونوں طرف سے ایجاب و قبول کے الفاظ مذکور ہوئے اور دونوں طرف سے لوگ خوش ہوئے اور یہ جو محض سیرت کی کتابوں میں لکھا گیا ہے کہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا والد مجلس نکاح میں موجود تھا، درست نہیں، کیونکہ خویلد عرب الحجاز سے پہلے فوت ہو گیا تھا، ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ باپ کا ذکر کر کے چچا مراد لیا گیا ہے، جب ورقہ بن نوفل خاموش ہو گیا، حضرت ابوطالب نے کہا اے ورقہ میں چاہتا ہوں کہ خدیجہ کا چچا عمر بن اسد اس نکاح میں تیری موافقت کرے، پس عمرو بن اسد نے کہا اے گردہ قریش تم گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کو محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں دیا۔ اور دونوں طرف سے ایجاب و قبول متحقق ہوا واللہ اعلم، خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا عمر ایک روایت کے مطابق پانچ سو متعال سونا تھا اور ایک روایت کے مطابق پانچ ہزار متعال سونا تھا اور ایک روایت میں سیس اونٹ تھے، متاخرین نے سیرت کی کتابوں میں مختلف روایات مطابقت تحریر کی ہے اور بہت سے احتمالات کی گنجائش رکھی ہے، واللہ اعلم، اس عقد مبارک کی تکمیل کے بعد حضرت ابوطالب نے ولیمہ کے لیے اونٹ ذبح کیا تھا اور شرافت قریش کی شاندار دعوت کی، خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لونڈیوں نے اس عمدہ سنت کے اعلان اور اس پسندیدہ

طریق کے اظہار کے لیے دف بجانفی اور قص کیا اور شاہانہ جشن ترتیب دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو خسرانہ نوازشوں کے ساتھ روانہ کیا اور خود خلعت گزریں ہو کر کھتے تھے، بیت برد و باتہنا دیپج انبوہ نے ! ایں ہمہ شادی دیپج اندوہ نے اور دن کو ہی زفاف ہوا، اس کے بعد خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خزانوں کے دروازے کھول دیئے اور وہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک اور ان پر قربان کر دیئے اور کہا میں نہیں چاہتی کہ امورِ معیشت میں آپ میرے ممنون احسان رہیں، یہ تمام مال آپ کی ملکیت ہے اؤ میں آپ کی ممنون احسان رہوں گی، بیت توسلطان باسی بندہ ہمنجاہم کہ تامن زندہ باشم توسلطان باشی ومن باشم حضرت ابوطالب اس کام سے بہت خوش ہوئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو فخرِ معاش اور ضبطِ مہمات سے مکمل طور پر فراغت حاصل ہو گئی اور کہا، الحمد للہ الذی اذہب عنا الکرب و ارفع عنا الغموم، پس خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کمر بستہ ہوئی اور اپنی دنیا اور دین کی بھلائی اسی میں دیکھتی تھیں، ار باب سیرت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نکاح کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک پچیس سال حضرت خدیجہ کی عمر چالیس سال تھی اور حق تعالیٰ نے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سعادت مند اولاد عطا فرمائی چنانچہ اس کی تفصیل عنقریب سیرۃ نسا حضرت خدیجہ کے اوصاف و فضائل کے ذیل میں انشاء اللہ آئے گی۔

ساتواں باب

پننتیسویں سال کے واقعات

ان امور کا کچھ ذکر جو بعثت کے طور تک وقوع پذیر ہوئے، اور ایک ان میں سے جو سیرت کی کتابوں میں مذکور ہوا۔ بنائے کعبہ کا ذکر ہے، ولادت کے پننتیسویں سال خانہ کعبہ خراب ہو گیا تھا، قریشیوں نے پھر اس کی تعمیر کی، اس باب میں تین تفصیل ہیں۔

ذکر بنائے کعبہ معظمہ ادا اللہ شرفاً و تعظیماً

مکان کے انہدام اور اس کی تعمیر کا سبب یہ تھا، بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک جگہ مٹی جہاں گذشتہ زمانہ کے حکام سونے سے ہرن کی شکل کا زیور بنا کر قیمتی جواہرات مرصع کر کے دباؤں دفن کرتے تھے۔ قریش کی ایک ادبائش جماعت کو اس کی اطلاع ہو گئی، فون خزانہ کو انہوں نے نکال دیا اور کنواں کھودنے کی وجہ سے خانہ کعبہ کی دیواروں میں تزلزل پیدا ہو گیا جو انہدام پر منتج ہوا اور دوسری روایت یہ ہے کہ چونکہ خانہ کعبہ کا دروازہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے پست تھا اور سیلاب کا پانی مکان کے اندر چلا جاتا تھا اور گزرنے سے مکان کو کمزور کر دیتا تھا چنانچہ تمام مکان میں خرابی پیدا ہو گئی، قریش نے کئی مرتبہ ارادہ کیا کہ اسے دوبارہ تعمیر کر کے دروازہ کو اونچا کر دیں تاکہ بارش کا پانی اندر نہ جاسکے، دونوں اقوال میں ^{بوقت} مصلحت ہو سکتی ہے، کنواں پہلے کھودا گیا ہو گا جب سیلاب اس کنویں میں داخل ہوا تو وہ مکان کی بربادی کا سبب بن گیا، ہر حالت میں مذکورہ سال میں اشراف قریش نے خیال کیا کہ اس عمارت کو نئے سرے سے بنائیں، اس کی دیواروں کو بلند اور چھت کو مضبوط کریں، حالانکہ اس سے پہلے صرف چار دیواری تھی جس پر چھت نہیں تھا اور آدمی کے قد سے اونچی نہیں تھی اور وہ بھی ٹوٹی پھوٹی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ اور عیالیں اور حرم کے زمانہ میں دروازہ زمین کے ساتھ تھا قریش نے ایک اور اختراع کی اور مصلحت اس میں دیکھی کہ دروازہ کو اونچا کر دیں اس میں انہوں نے دو قاعدوں کا لحاظ رکھا ایک یہ کہ سیلاب کے اندر داخل ہونے سے مکان محفوظ رہے گا، دوسرے ہر شخص ان کی اجازت کے بغیر داخل نہیں ہو سکے گا اور کشف الاسرار بزدلی میں کہتا ہے کہ پچیس سال کی مدت اس قدر میں گذر گئی، ایک قوم اس سے تعرض کرنے سے احتراز کرتی تھی اور ایک قوم اس کی تعمیر کو بہتر سمجھتی تھی، جب انہوں نے عمارت بنانے کا پختہ ارادہ کر لیا ضروری تھا کہ پہلے اس کی شکستہ دیواروں کو گرانا چاہیے تھا لیکن قریش اس پرانی عمارت کو گرانے کی جرأت نہیں کرتے تھے اور اس کی حقویت اور عذاب سے بچتے تھے، اسی وجہ سے ایک مدت

سے معرض التوا میں پڑا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے اتفاق کر لیا، اس کے بعد قریش نے کعبہ کو آپس میں تقسیم کر لیا تاکہ تخریب اور تعمیر میں سب شریک ہوں، اگر اس کی تخریب سے کوئی عذاب آیا یا اس کی تعمیر سے کوئی سعادت پہنچے تو اس میں سب برابر ہوں، اس تقسیم پر قرعہ ڈالا، ہر رکن ایک قبیلہ کے حصہ آیا۔ رکن شامی سے رکن میانی تک بنی قریظہ، رکن میانی سے رکن حجر الاسود تک بنی سہم اور بنی عدی کے حصہ میں آیا، رکن حجر الاسود سے رکن عراقی تک بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ میں آیا، رکن عراقی سے رکن شامی تک بنی اسد بن عبد العزے اور بنی عبد الدار کے حصہ میں آیا۔ اس کی تخریب اور تعمیر ان قبائل میں سے ہر قبیلہ پر اس طرح تقسیم ہوئی۔ یہ قبائل ہر روز علی الصبح جب تقدیر کے فراش نور کی چادر عالم کو نوافل کی فضا میں بچھا دیتے تمام کعبہ کے گرد جمع ہو جاتے لیکن کسی شخص میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس گھر کو گرا سکے۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے کام چھوڑ دینے کا سبب یہ تھا کہ ہر روز اس کنوئیں سے جو کعبہ میں خزانہ رکھنے کی جگہ تھی ایک اژدہا نکلتا اور جو شخص کعبہ کو گرانا چاہتا ہے اژدہا اس کا قصد کرتا اور یہ اژدہا بہت بڑا اژدہا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کا سر سالم مکہ کے برابر تھا، اور جب بھی کوئی شخص کعبہ کے نزدیک آتا یا اس کی دیوار سے پتھر اکھاڑتا وہ سانپ اس کنوئیں سے نکل کر اس دیوار پر آجاتا اور اس کے نگل جانے کا ارادہ کرتا اس وجہ سے تنگ آکر قریش نے رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور کہا، الہی! ہم تیرے گھر کو نئے سرے سے بنانا چاہتے ہیں اور یہ سانپ ہر دفعہ ہمیں ہلاک کرنے کا قصد کرتا ہے اس کا تدارک کر، اتفاقاً اس روز گزشتہ دستور کے مطابق سانپ کنوئیں سے باہر آیا ہوا تھا۔ اور کعبہ کی دیوار پر تھا کہ اچانک لوگوں نے ایک سفید پرندے کو دیکھا جو ہوا سے اتر آیا، اور امام واقدی کی روایت کے مطابق ایک پرندہ تھا جس کی پشت سیاہ، پیٹ سفید اور اس کے پاؤں زرد تھے، اس اژدہا کو اس نے اچک لیا اور کوہ اخلاص پر لے جا کر پھینک دیا، قریش نے جب اپنی دعا کی قبولیت کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ انہوں نے کہا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق تعالیٰ خانہ کعبہ کی تعمیر پر خوش ہے پھر انہوں نے بہت سا سونا آپس میں تقسیم کیا اور پھاڑے ہاتھ میں لے کر پرانی عمارت کی تخریب کے لیے آئے۔ سب سے پہلا جو انہوں نے عمارت

سے اکھاڑا وہ ان کے ہاتھ سے پھسل کر پھر اپنی جگہ پر چسپاں ہو گیا، قریش ڈر گئے اور کعبہ کو گرانے سے رک گئے، ان میں سے ایک شخص نے کہا اے قریش! یہ مال جو تم نے جمع کیا ہے یہ شبہ سے خالی نہیں، اگر تم خانہ کعبہ کی عمارت کو بنانا چاہتے ہو تو ایسا مال جمع کرو جس میں کوئی شبہ نہ ہو، دوسری مرتبہ بہت سا مال حلال طریقہ سے لکایا ہوا جمع کیا لیکن کعبہ کو گرانے سے خائف تھے، چند روز اسی تردد میں گذر گئے، آخر کار ولید بن مغیرہ نے کہا، اے قریش! میں ابتدا کرتا ہوں تم میری مدد کرو، قریش متفق ہو کر آئے، ولید بن مغیرہ نے بھاؤ ڈا پکڑا اور دیوار کعبہ سے چند پتھر اکھاڑے قریش دُور کھڑے دیکھ رہے تھے کہ ولید کی ہم کایا فیصلہ ہوتا ہے، جب ولید ہر رات گزرنے لگا تو اس پر کوئی عذاب نہ اترتا تو قریش نے کہا ولید کی سلامتی، خدا تعالیٰ کی رضامندی کی دلیل ہے۔ دوسرے روز علی الصبح جب عروس آفتاب نے والیل اذایغشی کا نقاب، والنار اذاجلی کے جمال بالجمال سے اٹھایا، تمام قریش یکدم کعبہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور دیواریں جو پتھروں کی بنی ہوئی تھیں ایک ایک پتھر کو اکھاڑا اور پرانی عمارت کچھ بھی باقی نہ چھوڑا، جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد تک پہنچے جو کہ اسماعیل علیہ السلام کی مدد سے انہوں نے بنائی تھی زیرِ حد کی ٹانڈ سبز پتھر ظاہر ہوئے، انگلیوں کی مانند آپس میں الجھے ہوئے تھے، ولید بن مغیرہ نے ایک کدال اس پر ماری اس میں سے ایک پتھر کا ٹکڑا جدا ہوا۔ ابو وہب نے اس ٹکڑے کو اٹھایا اس پتھر کے نیچے سے ایسی روشنی ظاہر ہوئی کہ انتہائی درجہ کی خیرۃ کن تھی قریب تھا کہ حاضرین کی بصارت اس سے زائل ہو جائے، اسی وقت وہ پتھر ابو وہب کے ہاتھ سے گر گیا اور پھر اپنی جگہ پر استوار ہو گیا، امام واقدی اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ اس پتھر کے ٹوٹنے کے وقت تمام مکہ لرز اٹھا اور اس قدر اضطراب پیدا ہوا کہ قریب تھا کہ مکہ کی تمام عمارتیں گر پڑیں، انہوں نے کہا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد ہے اس سے قرض نہیں کرنا چاہیے۔ اسی اساس پر عمارت کی بنیاد رکھی اور ہر قبیلے ہر رکن کی عمارت میں جیسا کہ ان کے سپرد ہوئی تھی جس کا ذکر گزر چکا مشغول ہوا، اتفاقاً اسی دوران ایک کشتی روم کی طرف سے دریا کے راستہ پہنچی اور تباہ ہو گئی اور اس کشتی میں سوار لوگوں میں باقوم نامی ایک شخص تھا جو فن تعمیر کا ماہر تھا اپنی قوم کے ساتھ حدہ کے ساحل پر پھٹرا، قریش کو اطلاع پہنچی، ولید بن مغیرہ سرداران قریش کے ساتھ وہاں پہنچا، انہوں نے سفید لکڑیوں کو خرید لیا اور

باقوم بھی ان کی درخواست پر ان کے ساتھ مکہ میں آیا تاکہ بیت اللہ کی تعمیر میں مشغول ہو اس سے انہوں نے طے کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے مطابق اسے تعمیر کرے لیکن اجرائے دیوار دہری ہوں جو پہلے تھے اور ان کے بغیر کوئی دوسری چیز نہ ملائے، استاد نے کہا کہ پرانے اجزاء سے عمارت کو نہیں بنایا جاسکتا۔ دو ہاتوں میں سے ایک کو اختیار کر دیا تو مجھے اجازت دو کہ میں ان میں پتھراؤ مٹی ملاؤں یا مکان کی مقدار میں کمی کر دوں، قریش نے دوسری شق کو پسند کیا اور خانہ کعبہ سے حجر کو حطیم کر دیا، لاحالہ وہ جگہ حجر بھی کھلائی اور حطیم بھی چاروں قبائل اپنے اپنے ارکان کی تعمیر و تربیت کے لیے سرگرم عمل تھے اور مل کر پتھراٹھا رہے تھے، ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ تعاون کر رہے تھے، روایت کی گئی ہے کہ قریش نے اپنی چادریں کھول کر کندھوں پر رکھی ہوئی تھیں اور پتھراٹھاتے تھے، حضرت عباس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت کی وجہ سے کہ آپ کا دوش مبارک زخمی نہ ہو جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ وہ بھی اپنے کندھے پر اپنے ازار کو رکھ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنا چاہا اچانک گر پڑے اور بیہوش ہو گئے جب دوبارہ ہوش میں آئے فرمایا میرا ازار، میرا ازار، یعنی غیب سے پکارا گیا کہ فرعونو ملک، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس خطاب کے سینے پر بے ہوش ہو گئے، کیونکہ یہ پہلی آواز تھی جو غیب سے آپ کے سمیع بے غیب میں پہنچی۔ جب ہوش میں آئے حضرت عباس نے پوچھا ماشاء اللہ فرمایا نَصِيحَتِ اَنْ اَمْسِي نَرَيَانَا، اگرچہ یہ روایت سیرت کی اکثر کتابوں میں درج ہے لیکن ضعف سے خالی نہیں واللہ اعلم، جب دیواریں بلند ہو گئیں اور ان کی بلندی حجر اسود تک پہنچ گئی قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ منبر کے حجر اسود کو وہ اس کی جگہ پر رکھے اور ان چار قبیلوں میں اختلاف یہاں تک بڑھا قریب تھا کہ جنگ کی نوبت آجائے اور بنی عبدالدار مارنے پر تیار ہو گئے اور عہد کر لیا کہ جب تک ہم تمام کو قتل نہ کر دیا جائے ہم اس سے دستبردار نہیں ہوں گے اور کسی کو اس کام میں مصیبت نہیں لے جانے دیں گے، اور یہ عہد عقد الام سے ملقب ہوا جب گفتگو حد اعتدال سے بڑھ گئی، ولید بن مغیرہ جو قریش میں عمر رسیدہ بزرگ تھا اور نوجوانوں کو جنگ و قتال سے منع کرتا تھا انہیں مخالفت کے انجام کی سنگینی سے آگاہ کیا، انہوں نے فیصلہ کیا کہ جو شخص کل باب بنی شیبہ سے داخل ہو وہ اس جھگڑے کا فیصلہ ہوگا، وہ جو

بھی فیصلہ کرے منظور کیا جائے گا، علی الصباح جمشید خورشید کے زرد افشاں جھنڈوں کو اس نوپڑہ نیلگوں محل پر بلند کیا اور کندہ نور، اسی خوشی و مسرت کے محل پر ڈالی، قریش انتظار گاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اختیارات کی باگ توڑ دی تھی، منتظر تھے کہ دیکھیں دروازہ سے کون آتا ہے اور اس مشکل گرہ کو کون کھولتا ہے، سب سے پہلے جس شخص نے آستانہ حرم کے اندر قدم رکھا سید عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر خوش ہو گئے اور بندگی کی قید سے آزاد ہو گئے یہ رہے محمد امین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، اور کوئی شخص ان کی صوابدید سے پہلو متی نہیں کرے گا، جب صورت واقعہ آپ کی عالم آرا رائے کے سامنے پیش کی گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو زمین پر بچھایا اور حجر اسود کو یدر بیضا سے اٹھایا اور چادر کے درمیان رکھ دیا اور فرمایا ہر قبیلہ اپنے میں سے سب سے زیادہ بزرگ آدمی منتخب کرے اور ہر شخص چادر کا ایک کونہ پکڑے تاکہ اس متبرک کام میں ہر شخص شریک ہو جائے۔ عقبہ بن ربیعہ، ابو زمعہ، ابو حذیفہ بن المغیرہ اور عدی بن قیس کہ ہر ایک اپنے قبیلہ کے سزاوردہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر چادر کے کونے کو پکڑ کر حجر اسود کو اپنی جگہ پر لائے پھر حجر اسود کو مقررہ جگہ پر رکھنے میں اختلاف پڑ گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تمام ایک شخص پر اتفاق کرو، انہوں نے کہا جب فتنہ کی آگ کو آپ نے فرو کیا ہے اس امر میں بھی آپ کو مقرر کرتے ہیں اور آپ کے سپرد کرتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھایا اور اسے اپنی جگہ پر رکھ دیا، ایک دوسرے پتھر کی اسے مستحکم کرنے کے لیے ضرورت تھی، بنی نجدان کا ایک شخص اس کام کو سرانجام دینے کے لیے اٹھا، حضرت عباس نے اجازت نہ دی اور خود پتھر اٹھا کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا آپ نے حجر اسود کو اس سے مستحکم کر دیا اور فرمایا کوئی شخص ہمارے ساتھ اس عمارت میں شریک نہیں ہو سکتا، قریش اس معاملہ میں خوش ہو گئے، ان میں سے دشمنوں کی خواہش کے برعکس جھگڑا ختم ہو گیا، پھر خانہ کعبہ کی بندی بیس گز رکھی گئی، لمبائی تیس گز اور چوڑائی بائیس گز تھی، چھ ستون اور گیارہ قوی ٹکڑیاں ڈال گئیں اور حجر اسود خانہ کعبہ سے باہر لگایا گیا۔

واللہ اعلم للرشاد

فصل دوم :- آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک کعبہ کی حریمیت حال اسکا انجام

جاننا چاہیے کہ اس متبرک مقام کا اصل افریش اس کتاب میں آدم علیہ السلام کے قصہ میں بیان ہوئی جب آدم علیہ السلام اپنی لغزش کی معافی کے لیے اس مقام کی زیارت کے لیے مامور ہوئے اور بیت المعمور کو آپ کے لیے بھیجا، اس کی شرح بھی پورے طور پر وہاں بیان ہوئی اور جب بیت المعمور چوتھے آسمان میں اٹھایا گیا، اس کے بعد اولاد آدم اور ایک روایت کے مطابق شیث علیہ السلام نے تنہا دوسری مرتبہ پتھروں اور گارے سے اس عمارت کو بنایا، وہ طوفان نوح میں منہم ہو گئی، اور ایک سرخ ٹیلے کی صورت میں باقی رہی، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند ارحمہد حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تیسری مرتبہ اس کی بنیاد کو مستحکم کیا اس کے بعد علاقہ نے چوتھی مرتبہ اسے بنایا پھر پانچویں مرتبہ جبرم اس کی ترمیم سے سرفراز ہوئے جب تھپٹی مرتبہ اسے بنانے کی نوبت قریش تک پہنچی، اس میں ماہوں نے تبدیلی کی، چنانچہ حطیم کو خانہ کعبہ سے باہر کر دیا۔ دروازہ کو بلند کیا اور دو دروازوں کی بجائے ایک دروازہ رکھا چنانچہ عنقریب بیان ہوا، چنانچہ قریش کی تعمیر ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد کے خلاف تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا :- لولا ان قومک حدیث عہد بالکفر لنقضت الکعبۃ ورددتها علی قواء ابراہیم علیہ السلام وجعلت لہا بابا شرقیا و بابا غریبیا ؛ یعنی اے عائشہ ! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری قوم یعنی قریش، مسلمان ہوئے ہیں اور ابھی کفر کے زمانہ سے زیادہ مدت نہیں گزری، میں کعبہ کو توڑ دیتا اس کے پتھروں کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا، اے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر استوار کرتا اور کعبہ کے دو دروازوں سے ایک دروازہ مشرقی جانب اور ایک مغربی جانب بناتا، اگر میں کعبہ کو نئے سرے سے بنا میں تو انہیں کہوں کہ ابراہیم علیہ السلام کی بنیاد پر بنائیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خانہ کعبہ میں لے گئے اور حجر کو مجھے دکھایا اور چودہ ہاتھ کے فاصلہ پر تھا، اس حدیث کی بنا پر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ حکومت میں قریش

کی بنیاد کو گرا دیا اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی بنایا، ساتویں مرتبہ کعبہ کو بنایا گیا، جب حجاج بن یوسف ثقفی عبدالملک مروان کی طرف سے عبداللہ بن زبیر کے ساتھ جنگ کے لیے مکہ گیا اور اس پرستش پائی ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بنیاد کو گرا کر اسی طرز پر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تھی آٹھویں مرتبہ تعمیر کیا۔ جب ہارون الرشید کی خلافت کا زمانہ آیا تو اس نے ارادہ کیا کہ مروان کی تعمیر کردہ عمارت کو گرا کر خانہ کعبہ کو عبداللہ بن زبیر کے طرز پر تعمیر کرے اس سلسلہ میں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشورہ کیا، امام نے فرمایا اے امیر المؤمنین خانہ کعبہ کو چھوڑ دیجئے تاکہ بادشاہوں کا ٹھیل نہ بن جائے یعنی بادشاہوں کی بازی گاہ نہ بن جائے جس بادشاہ کا یہ ارادہ ہو گا خانہ کعبہ کو گرا دے گا اور پھر تعمیر کرے گا، ہارون الرشید نے امام کی بات کو قبول کر لیا اور اس خیال کو ترک کر دیا، موجودہ عمارت حجاج کی تعمیر کردہ ہے ۱۔

روایت ہے کہ یہ عمارت اسی طرح قائم رہے گی جیسی آکر اسے خراب کریں گے چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، لیجی العبشۃ فیخربونہا خرابا بلا یعمرو بعدہ ابدا۔ یعنی حبشہ آئیں گے اور حبشہ سے مراد وہاں کے باشندے ہیں کہ وہ آئیں گے اور خانہ کعبہ کو خراب کریں گے کہ قیامت تک اسی طرح خراب رہے گا، اہل حبشہ کا خانہ کعبہ کو خراب کرنا قیامت کے نزدیک آجانے کی علامت ہے جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے بعض سیرت کی کتابوں میں درج ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت بھی اسی سال میں ہوئی تھی ۲۔

فصل سوم

زید بن عمرو بن طفیل

حضرت سعید عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور وہ اس سال فوت ہوئے۔ عامر بن ربیعہ روایت کرتے ہیں کہ زید بن عمرو دو نصاریٰ کا دین رکھتا تھا اور بت پرستی کو بُرا سمجھتا تھا اور اپنی قوم سے جو باطل دین میں تھے ہمیشہ انہما نفرت کرتا اور ان کے دین کے خلاف تھا اور ان کے ذبح کو قطعاً تناول نہیں کرتا تھا۔ مجھے کہا، اے عامر! میں نے اپنے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے اور

حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ملت کی مطابقت کرتا ہوں، انہوں نے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی ہے میں پیغمبر آخر الزماں کا انتظار کر رہا ہوں جو کہ ان کی نسل سے ہے تاکہ اس پر ایمان لاؤں اور اس کی تصدیق کروں لیکن زندگی کا بھروسہ نہیں اگر تو اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو پالے تو میرا سلام پہنچا دینا، عامر نے کہا جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو گئے میں نے اس کا سلام اور پیغام پہنچایا، فرمایا علیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں نے اسے بہشت میں دیکھا ہے مثل رہا تھا اور اپنے دامن کو زمین پر گھسیٹ رہا تھا، محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ چار آدمیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بت پرستی ترک کر دی تھی اور دین حق کی طلب میں زمین کی اطراف و اکناف میں منتشر ہو گئے، ایک ورقہ بن نوفل، دوسرا عبداللہ بن جحش، تیسرا عثمان بن الحویرث اور چوتھا زید بن عمرو بن طفیل، ان کا قصہ یوں تھا کہ قریش کے ہاں عید کا دن تھا اور تمام قریش وہاں جمع تھے ان کا ایک بت تھا جس کا تقرب حاصل کرنے گئے تھے اس کی عبادت کرتے تھے اور یہ چاروں افراد حق سبحانہ و تعالیٰ کی نظر عنایت سے سرفراز ہوتے تھے، ایک دوسرے سے انہوں نے کہا، آؤ ہم دنیا میں انصاف کریں، یہ قریش جو بتوں کی پرستش میں مشغول ہیں ان سے انہیں نہ کوئی فائدہ پہنچتا ہے نہ نقصان، بلا وجہ دین ابراہیم کو منسوخ کیا ہوا ہے اور اس باطل دین میں مصروف ہیں یہیں ان کی متابعت کرنے اور ان بتوں کی پرستش کرنے میں مشغول ہونے کی کوئی ضرورت نہیں، آؤ ہم کہیں چلے جائیں اور دین حق کی تلاش کریں اور اپنے آپ کو کفر و گمراہی سے نجات دیں، پس ورقہ بن نوفل نے شام کا قصد کیا اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور علم انجیل حاصل کرنے میں بڑی مشقت اٹھائی یہاں تک کہ اس نے اپنا مقصد حاصل کر لیا اور پھر مکہ کو لوٹ آیا اس طرح وہ دین عیسائیت پر تھا، یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا اور مسلمان ہو گیا، چنانچہ اپنی جگہ پر بیان ہوگا، عبداللہ بن جحش بھی دین کی طلب میں مکہ سے نکلے وہ جہاں بھی پہنچتے دین حق کے متعلق پوچھتے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور سعادت اسلام سے مشرف ہوا پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور اسی جگہ دنیا سے کوچ کیا، اس کی حکایت بھی تفصیل سے بیان ہوگی۔

انشار اللہ تعالیٰ، اور عثمان بن ابی الحویرث مکہ سے نکلا اور دین حق کی طلب میں روم گیا۔ قیصر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عیسائی مذہب اختیار کر لیا، قیصر کے نزدیک بڑا مرتبہ حاصل کیا اور روم میں ہی وفات پائی، زید بن عمرو بن طفیل مکہ سے باہر جانا چاہتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد خطاب نے جو اس کے رشتہ دار تھے مکہ سے باہر نہ جانے دیا اسی طرح مکہ میں رہتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انتظار کرتا رہا اور زندگی دین حق کی جستجو میں گزارتا تھا بچتے ہیں کہ کعبہ کی طرف رخ کر کے کھتا، اللھم لو اعلم ای وجہ احب الیک عبد تک ولكن لا اعلمہ، خدا وندا! اگر میں جانتا کہ تیری عبادت تجھے کس طریقہ سے زیادہ پسند ہے تو میں اسی طرح تیری عبادت کرتا لیکن میں نہیں جانتا مجھے معذور سمجھ یہ کتنا اور سجدہ کرتا لیکن اس کی رغبت ملت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تھی اور قریش کو کھتا، اعبد وارث ابراہیم، یعنی ملت ابراہیم علیہ السلام کی تلاش و جستجو میں شام کے شہروں کی طرف گیا۔ وہاں اسے اس دین کا کوئی حصہ نہ ملا، موصل اور جزائر عرب کی طرف سفر کیا وہاں بھی حاصل نہ ہوا جس سے بھی دین ابراہیم کا نشان پوچھتا وہ جواب دیتا کہ یہودی و نصرانی کے دین کے ہر حکم کی شرح خواہ اصول سے متعلق ہو یا فرع سے ہم بیان کریں گے لیکن ابراہیم علیہ السلام کے دین کی ہمیں واقفیت نہیں، یہاں تک کہ اس نے سنا کہ بلقا کی سر زمین میں ایک راہب ہے کہ جو زہد و علم میں شام و فلسطین کے نصاریٰ کا مرجع و مقتدا ہے، اس کے پاس گیا اور اس سے ملت ابراہیم کے متعلق استفسار کیا، اس نے کہا اس زمانہ میں کوئی ایسا شخص تجھے نہیں ملے گا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت کا نشان بتائے لیکن وہ وقت قریب ہے کہ تیری ہی قوم سے یعنی قریش سے ایک پیغمبر ظاہر ہوگا اور وہ ملت ابراہیم کو زندہ کرے گا دین حنیف کو پھیلانے کا اور دوسرے تمام ادیان کو منسوخ کر دے گا، اب تم مکہ کو واپس چلے جاؤ اس دین کی حقیقت وہاں تجھے ملے گی، زید خوش ہو گیا اسی وقت اٹھا اور مکہ کو چل دیا، جب خیبر کے نزدیک پہنچا، خناجہ نے اسے قتل کر دیا جب اس کے فوت ہونے کی خبر مکہ میں پہنچی، ورقہ بن نوفل اس کے لیے بہت رو دیا اور اس کے لیے ایک مرثیہ لکھا اور اس کے ایمان و توحید کی گواہی دی نقل ہے کہ ایک روز اس کے لڑکے سعید نے جو امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھتیجا تھا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ زید بن عمرو کے لیے

بخشش طلب کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ نعم فانہ یجمع
امۃ وحدۃ، اس کے لیے بخشش کیوں طلب نہ کروں، حالانکہ وہ قیامت کے روز
تنہا ایک امت ہے اور یہ اس لیے فرمایا کیونکہ جس وقت اس نے ملت ابراہیم اختیار کی دنیا میں
اس کے بغیر کوئی شخص اس ملت پر نہیں تھا۔

هذا اخر الركن الثاني من كتاب معارج الفتوة
وسيتلوه الركن الثالث بحمد الله وحسن التوفيق
جامدا ومصليا وسلم تسليما كثيرا

تتمت وعمت

حضرت مولانا خلیفہ عبد اللہ طاہری کوٹری ضلع جامشورو

بَعْدَ سَاعٍ كَثِيرٍ مَكَانِ فَضْلِ سَلَامٍ

درین مان بکت اقرآن نسخہ دین ایمان گنجینہ جو اہر قیام خزینہ لالی اخلاق سید الشہداء ایمان
مکرم حالات خاتم پیغمبران صحیفہ می سن عاوات سرور عالمیان علیہ علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ



مصنفہ علامہ حلیل فہامہ قبل قدوۃ المحققین زبدۃ المتقین محدث کامل مفسر صاحبیات
معنوی و لانا المعین کا شفی قدس سرہ بکس الاخری باہتمام قاضی عبدالکیرم البرہم قاضی نور محمد صاحب

مطبع گرامی بی بی و افغ بی بی مطبعہ سید کرید

عہد رسالت کی ضیائیں

سابقہ صفحات میں صبح ولادت سے نزول وحی (چالیس سالہ زندگی) تک کے شب و روز کا مطالعہ قارئین کتاب کا سرمہ چشم دل و جان بنا۔ آئندہ صفحات (دکن دوم) سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر مشتمل ہیں۔ آغاز نزول وحی سے لے کر شبِ ہجرت کے تمام واقعات کو اپنی جلو میں لیے جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ یہ زمانہ عہد رسالت کا دشوار ترین زمانہ کہلاتا ہے۔ اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر سرکارِ دو جہاں رحمت عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری دنیا کے مصائب کو لبیک کہا۔ اس کلمہ حق کی آواز نے تمام شیطانی قوتوں کو لرزہ بر اندام کر دیا۔ مغضوب اور بد باطن قوتیں اپنی پوری طاقت کے ساتھ مخالفت کا طوفان بن کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور اس پیکرِ عزم و استقلال کے سامنے سرنگوں ہوتی گئیں۔ صدائے رحمت پر جو صحابہ جمع ہوئے۔ انہیں جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا اس کی مثال کائنات ارضی کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ مکی زندگی کا یہ زمانہ اسلام کے ماننے والوں کے لیے بے پناہ صبر و استقامت کے امتحان کا زمانہ تھا۔ اس تیرہ سالہ عہد رسالت نے قلب و نظر کی جس انداز میں تربیت کی۔ اس کے ثمرات مدنی زندگی میں برآمد ہوئے۔ صبر و استقلال کے پیکرِ بدر و حنین میں چٹان بن کر کھڑے ہو گئے۔ فقر و فاقہ کے خوگر مدنی زندگی میں مظلوم انسانیت کے نجات دہندہ بن گئے۔ اسی دور کے بے سروسامان لوگ مستقبل میں قیصر و مہرئی کے محلات پر کندیں ڈالنے کے قابل ہو گئے۔ اس تربیت گاہ کے مٹھی بھر جانثار تاریخ عالم کے آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

وہ کون سا ظلم تھا جو مشرکین مکہ نے روا نہ رکھا۔ وہ کونسی سازش تھی جو رؤسا و قریش نے اسلام کے خلاف نہیں کی۔ وہ کون سا تیر جفا جو اسلام کے نام لینے والوں کے سینوں میں پیوست نہیں ہوا۔ انسانی مظالم کی جتنی تدبیریں ہو سکتی تھیں اللہ کا نام بلند کرنے۔

والوں کے خلاف استعمال کی گئیں۔ دوسری طرف صبر و اطمینان کی جو دولت ان السابغون
 الاولون کے سینوں میں بھر دی گئی تھی اس کا اثر تھا کہ خدا اور اس کے محبوب کے فیصلوں کے
 سامنے تسلیم و رضا کی پیشانی پر کبھی طلال نہ آیا۔ ان حضرات نے اپنی دنیا تو کیا اپنی جان اور ایمان
 بھی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر نثار کر دی۔ ہجرت کی شام کو جب یہ قافلہ مکہ کے
 در و دیوار چھوڑ کر غارِ ثور کی تاریک گہرائیوں میں اتر رہا تھا تو چاند اور ستارے اپنی ضیاء بار
 آنکھوں سے نفع و کامرانی کی بشارت دے رہے تھے۔ تاریخ نے اپنے صفحات پر اس حقیقت
 کو لکھا۔ مکہ کو چھوڑنے والے ایک دن مدینہ سے لوٹے تو جبار الحق و زہق الباطل کے جھنڈے
 لہراتے کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے۔

حضور سرورِ کائنات کی زندگی کے یہی لمحات ہیں جو آئندہ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔
 اہل ذوق انہی واقعات سے اپنے دلوں میں جلالت اور اپنے ایمانوں میں تقویت پائیں گے
 مصنف کتاب نے جس تفصیل کے ساتھ الفاظ کے تابدار موتیوں کو ترتیب دیا ہے وہ دنیائے ادب
 کا ایک شاہکار ہے۔ اندازِ بیان میں جس شیرینی کو برقرار رکھا ہے وہ صاحبِ تصنیف کے
 عشق و محبت کی تفسیر ہے۔

ہماری دلی خواہش ہے کہ یہ صفحات اہل ذوق کے دل و جان کا سامان
 اطمینان بنیں۔

پیر زادہ اقبال احمد فاروقی ایم اے

رفیقِ مطبوعات
 مکتبہ نبویہ - لاہور



باب اول

آنحضرت پر وحی کا نزول

وحی کی ابتدائی کیفیت

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بعثت سے ہجرت تک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بعثت کے چند پہلے دنوں میں کے واقعات و حالات میں جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتا وہ مجھے السلام علیک یا رسول اللہ کہتا۔ نزول وحی کے ایام میں آپ جب کسی راستہ سے گزرتے تو ایسی آواز سُنتے جیسے کوئی شخص کہہ رہا ہو ”یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم“۔ دائیں بائیں دیکھتے مگر کوئی شخص دکھائی نہ دیتا۔ گمان کا آپ پر غلبہ ہوتا تو آپ تیزی سے وہاں سے نکل جاتے۔ آپ نے اس صورت حال کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بیان فرمایا اور فرمایا کہ ”مجھے خدشہ ہے کہ کوئی آفت یا مصیبت نہ ٹوٹ پڑے۔“ حضرت خدیجہ نے عرض کی: اطمینان فرمائیے آپ کو کوئی مصیبت نہیں پہنچے گی۔ آپ کو خیر و بھلائی حاصل ہوگی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نزول وحی سے پندرہ سال پہلے ہی سے آوازیں نہ لگنے لگیں مگر کوئی شخص دکھائی نہیں دیتا تھا اور سات سال نزول وحی سے پہلے روشنی دیکھتے تھے جس سے وحی سرت حاصل ہوتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وحی سے جو چیز سب سے پہلے ظاہر ہوئی وہ سچے خواب تھے۔ خوب صورت مقامات اور اچھے واقعات صبح کے نور کی طرح ظہور پذیر ہوتے تھے۔ آپ کے ظاہر و باطن پر بزرگی اور انتقامت کے دروازے کھلتے تھے۔ اس کا آغاز ماہِ ربیع الاول میں ہوا۔

حکمتِ روایاتِ صادقہ قبل از وحی

سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وحی سے پہلے سچے خوابوں میں یہ حکمت تھی کہ

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی الہام کے عادی ہو جائیں اور قلب اطہر نزول ملک سے انس پکڑے اور آپ کے نفس نفیس کا گھوڑا ریاضت کے چابک سے مطیع و فرمانبردار ہو جائے اور مقامِ دعوت میں بلند درجہ حاصل کریں۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک سات سال کی ہوئی، اسرافیل علیہ السلام کو آپ کی خدمت میں مقرر فرمایا گیا۔ تین سال آپ کی خدمت میں رہے کبھی کبھی آپ کے سامنے ظاہر ہوتے اور آپ سے باتیں کرتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پندرہ سال ہوئی، خدا تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام آپ کی خدمت میں رہنے لگے انیس سال کی عمر تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیلؑ کی نگرانی اور دیکھ بھال میں پرورش پائیے لیکن جبرائیل علیہ السلام اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ظاہر نہیں کرتے یہاں تک کہ آپ نے چالیس سال مکمل کر لیے اور درجہ کمال کو پہنچے حتیٰ اذ ابلیغ اشدہ و ببلغ اسبعین سنۃ، اس وقت خود کو خدا تعالیٰ کے حکم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کیا، جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا۔

جب حق سبحانہ و تعالیٰ کی پاک بارگاہ میں انس کا وقت قریب پہنچا اور خلوت سرائے ملکوت کے مقربین کے ساتھ مصاحبت کے وقت نے جلوہ دکھایا تو خلوت اور لوگوں سے علیحدگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند خاطر ہوئی۔ چنانچہ آپ نے غارِ حرا میں خلوت اختیار فرمائی، کئی کئی روز اور کئی کئی راتیں اس غار میں عبادت میں گزارتے۔ کچھ دن رات وہاں گزارنے کے بعد جب خیالاتِ عالیہ پر اہل و عیال کا شوق معلوم کرتے، گھر واپس آتے اور چند روز ان کے ساتھ گزارتے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے لیے پھر توشہ تیار کرتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لے جاتے، وہ ایسا غار ہے جس کی لمبائی چار گز اور چوڑائی بعض جگہ سے ۱۱ گز اور بعض جگہ اس سے بھی کم ہے۔ مسجد حرام سے منیٰ جانے والے کے بائیں طرف مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غار کی عبادت گاہ میں خلوت اختیار کرنا پسند آیا تو زیادہ وقت وہاں گزارتے، یہاں تک کہ قریش کی عورتیں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ملامت کرنے لگیں، کہنے لگیں: اے سیدہ عرب! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو نے انواع و اقسام کے عمدہ اخلاق اور مہربانیوں سے نوازا ہے، ملک و مال اور جاہ و جلال اس کی محبت میں قربان کر دیا ہے، اب وہ تیرے ساتھ الفت و محبت سے نہیں رہتا اور جاہل محبت کا طریقہ ہے اس کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جواب میں فرماتیں: جو کچھ تم گمان کرتی ہو میرا دل اس سے مطمئن ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ مجلس سے اظہارِ نفرت اور محبت کے تعلق کو ختم کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ صبحِ سعادت کا اثر ہے جو سرداری کے مطلع سے طلوع ہوتی ہے۔ آفتابِ رسالت کے نکلنے کی علامات ہیں جو مشامِ جاں کو معطر کرتی ہیں۔ انجن اقبال کے شعلوں کا عکس ہے جو دل کو منور و روشن کرتا ہے۔ ساہا سال سے اس تمنا کے بیج کو دل و جان کی زمین میں میں نے بویا ہے اور ایک دراز عرصہ سے خوشی و راحت اسی خیال سے حاصل کی ہے۔

کاروان وحی می آید ز غیب	ایک از دیدہ نہاں آید ہمی
نیکو دیاں سوی زستان گہ روند	بلبل اندر گلستاں آید ہمی
وقت آں آمد کہ وحی ستر غیب	جانب احمد عیاں آید ہمی
ہمو روغن در میان جان شیر	لامکان اندر مکاں آید ہمی

ہمو عقل اندر میان جان و پوست

بلے نشاں اندر نشاں آید ہمی

ایک روایت یہ ہے کہ ہر سال ایک ماہ مسلسل خلوت میں بیٹھتے اور اپنے اوقات کو عبادت میں گزارتے، جب مہینہ ختم ہوتا تو لوٹ آتے، سات مرتبہ کعبہ کا طواف کرتے، پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لاتے

اہل اشارت نے آں حضرت صلی اللہ علیہ

پہاڑ میں گوشہ نشین ہونے میں مصالح و مسلم کے پہاڑ میں تنہائی و گوشہ گری ہیں

چھ باتیں بیان کی ہیں:

۱۔ پہاڑوں کے وصف ثبات سے ثبات قدمی حاصل کرنا کیونکہ سلوک کی مہم کی بنیاد اسی سے وابستہ ہے۔

۲۔ عجیب و غریب مخلوقات اور انوکھی مصنوعات وہاں بکثرت ہیں ان میں غور و فکر اسرار کے دروازے کھلنے کا سبب ہوتا ہے۔

۳۔ عمدہ جواہرات اور بہترین کانیں کوشش و اجتہاد سے حاصل ہوتی ہیں۔

۴۔ پہاڑوں سے چشمے اور دریا نکلتے ہیں جس سے سانک اس حقیقت سے واقف ہو جاتا ہے کہ محنت و مشقت کے درخت بونے سے مشابہے کے پھل حاصل ہوتے ہیں اور رنج و محنت برداشت کرنے سے خزانہ مل جاتا ہے۔

۵۔ حوصلہ و برداشت، زخم کھا کر موتی قربان کرنا پہاڑ کی صفت ہے، سانک کو اس سے وقار حاصل ہوتا ہے۔

بر تو خانم ز دستہ اخلاق آیتے در وفا و در بخشش

کم مباش از درخت سایہ فگن ہر کہ سنگت زند ثمر بخشش

ہر کہ بخراشت جبکہ بجفا بچو کان کریم زر بخشش

۶۔ قاری کے ورد و وظائف سے موافقت کرتا ہے اور جو کچھ سنتا ہے اُسے بلند

آواز سے خود ادا کرتا ہے۔

ائمہ دین کا اس امر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح عبادت کیا کرتے تھے۔ بعض فرماتے ہیں کہ آپ کی عبادت مصنوعات خداوندی میں غور و فکر تھا لیکن بعض غور و فکر کے ساتھ ذکر کو بھی شامل کرتے ہیں تاکہ اس کے ساتھ دل کی صفائی حاصل ہو۔

روشنائی دل از ذکر میسر گردد لیکن آں ذکر کہ بانگہ مقرر گردد

ذکر نو نیست کہ گرد دل بجان شعلہ زند ظاہر و باطن ازاں نور منور گردد

ایک قول یہ ہے کہ ایسے نیک کام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوقات و حالات موافقت رکھتے، کیا کرتے تھے۔ پہلی شریعتوں میں سے کسی شریعت پر آپ نے عمل کیا یا نہیں؟

اس میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ کسی سابقہ شریعت پر عمل نہیں کیا۔ کیونکہ جو ذات خود مقتدا ہے اس کے لیے یہ مناسب نہیں کہ مقتدی بنے۔ لیکن بعض علماء نے فہمداہم اقتدا (پس ان کی ہدایت کی اقتداء کیجیے) کے مطابق آپ کے لیے دوسری شریعتوں کی پیروی جائز قرار دی ہے مگر کسی خاص شریعت کا تعین نہیں کیا۔ بعض کا کہنا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت پر عمل کیا۔ بڑے بڑے ائمہ نے اسے پسند کیا۔ بعض حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور بعض حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بعضوں نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی شریعت پر عمل کیا بعض کا خیال ہے کہ تمام انبیاء کی شریعتوں پر آپ نے عمل کیا۔ بعض بزرگ اس مسئلہ میں توقف زیادہ مناسب خیال فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم علی اختلاف الاولیاء۔

مرکز دائرہ عظمت و جلال نے مخلوقات علیحدگی اختیار فرمائی اور قاب تو سین او ادنیٰ کے عقانے غارِ حرا میں تنہائی اختیار فرمائی تو قلبِ انور پر اس قدر انوارِ الہیہ اور اسرارِ وحدت کا نزول ہوا کہ ماسویٰ کے تمام نشانات دل سے محو ہو گئے۔ قدیم نور کے ظہور میں امکان کے رسوم کی تاریکیاں معدوم ہو گئیں۔

چو نور مطلع عرفان ظہور خواہد کرد ہزار ظلمت اگر ہست نور خواہد کرد

شرابِ عشق دلش را چنان مہر ساخت کہ در بہشت شرابِ ظہور خواہد کرد

لوگوں سے بیزاری اور بے تعلقی کی بنا پر عرب کے ذہین لوگوں نے از خود محسوس کر لیا کہ الا ان محمدًا اقد عشق ربہ (بلاشبہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب پر عاشق ہو گئے) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خدا کی عبادت میں ہمہ تن مصروف رہتے اور پرچمِ محبت و اُلفت دوستی کی فضا میں بلند رکھتے کہ کلمۃ اللہ ہی العلیا (اللہ کا کلمہ ہی بلند و بالا ہے) یہاں تک کہ آپ کا ضمیر وحی الہی کی آیات کا مستقر بن گیا اور روح الامین کی خدا تعالیٰ کے امر و نہی کے ساتھ آمد و رفت سے آپ کا دل قرآنی آیات کے موتیوں سے آراستہ ہوا۔

چو زنگار ز آئینہ دل زدود جمال حقیقت بکلی نمود

رخ از نور عزت بر افروختہ علوم لدنی در آموختہ

خدا نے کہ ہستی پیدا کر د زہر وے ایں سکہ بر کار کرد

وجودش زورِ یا ثے رحمتِ نشان کہ رحمتِ بران ابر دریا فشان
 فرو خواندہ دیباچہ غیب را رقم کردہ توفیقِ لاریب را
 ہمہ لوح محفوظ در شان او سیاہ و سفیدِ جہاں زان او
 زباغِ رخس ہست بستانِ گلی دران باغ روحِ الاینِ بلی

کرم بین کہ احسان اُمتِ پناہ
 گنہ ماکنیم او بود عذرِ خواہ

سیرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم کے علما نے فرمایا ہے کہ جب اُن حضرت
 نزولِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کو پہنچی تو چھ ماہ تک خواب میں وحی
 آتی رہی۔ اس حساب سے سچے خوابِ نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوئے کیونکہ تئیس سالہ دورِ نبوت
 کی چھیالیس ششماہی بنتی ہیں۔

خدا تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام ہفتہ یا اتوار کی رات ماہِ رمضان میں غارِ حرا
 میں حضور علیہ السلام پر نازل ہوئے لیکن باہمی گفت گو نہ ہوئی۔ پھر دو شنبہ رمضان المبارک
 کی ساتویں تاریخ کو غارِ حرا میں جبرائیل امین اس وقت تشریف لائے جبکہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم قیدِ لہ کی غرض سے استراحت فرما رہے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام پیچھے سے تشریف لائے
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آہٹ محسوس کر کے سیدھے اُٹھ بیٹھے۔ وائیں بائیں دیکھا کوئی شخص
 نظر نہ آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر لیٹ گئے، جبرائیل امین دوبارہ آئے اور فرمایا:
 "قسم یا محمد" (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھئے)۔ آپ اُٹھ بیٹھے ایک شخص کو آدمی کی
 شکل میں دیکھا آپ کے سامنے سے چلا، اُس کا سر آسمان میں تھا، اس نے اپنے پردوں کو
 کھولا جنھوں نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔ اُس کی لمبائی چوڑائی اور شکل اس طرز پر تھی کہ اس کے
 پاؤں زرد، بال سبز، پیشانی اُجلی اور رخسار نورانی تھے، دانت سفید اور چمکدار، سر کے بال
 مرجان کی طرح سرخ اور گردن سرخ یا قوت سی تھی، اس کی دو آنکھوں کے درمیان
 "اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔

بعض روایات میں جبرائیل علیہ السلام کی شکل و صورت اس طرح بیان کی گئی ہے

گنکھریا لے گیسو، آنکھیں نہ لگیں، آپ کے وجود کا نور فرشتوں کے درمیان ایسا ہے جیسے تارکیوں میں سورج، آپ کے چھ لاکھ بازو ہیں، ہر بازو کے اتنے ہی پر ہیں، ان پروں میں سے سب سے چھوٹا پرتنا بڑا ہے کہ تمام دنیا کو ڈھانپ سکتا ہے۔ آپ کے سر مبارک پر آراستہ تاج ہے۔ آپ کا ازار بزرگی اور وقار کی علامت ہے اور بھانہ رحمت سے ہے۔ آپ میں اس قدر طاقت و قوت ہے کہ آپ اپنے سب سے چھوٹے بازو کے سب سے چھوٹے پر کے سب سے چھوٹے ریشہ سے قوم لوط کے چار شہروں کو زمین سے اکھاڑ کر آسمان پر لے گئے اور وہاں روکے رکھا، پھر خدا تعالیٰ کے حکم سے اُٹا دیا۔ ان چار شہروں کے وزن کے متعلق آپ سے پوچھا گیا۔ فرمایا، اس کا بوجھ مجھ پر اس قدر تھا جیسے کسی شخص پر پتھر بیٹھا جائے۔

الغرض جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شکل و صورت دیکھی تو اس کے جسم کی بڑائی سے ڈرے اور فرمایا: من انت ہا جمک اللہ فانی لہ امر شینا قاطع اعظم منک خلقا ولا احسن منک وجہا۔ آپ کون ہیں میں نے آپ سے زیادہ کوئی خوب صورت چیز دیکھی ہے اور بڑی۔ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا: انا روح الامین المنزل علی جمیع النبیین والمرسلین اقراء یا محمد (میں روح الامین ہوں جو تمام انبیاء اور مرسلین پر اترا ہوں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پڑھیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے پڑھوں جبکہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، جبرائیل علیہ السلام نے اپنے پر کے نیچے سے ایک مکتوب نکالا جو بہشت کے زمرہ سے بنایا گیا تھا اور جسے جو اہرات و یاقوت سے آراستہ کیا گیا تھا۔ اس کو آپ کی خدمت میں پیش کیا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پڑھیے۔ آپ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اور پھر اس خط میں تو مجھے کچھ کھا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ اس پر جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے سے لگایا اور بھینچا قریب تھا کہ آپ بے ہوش ہو جاتے۔ پھر چھوڑ دیا۔ پھر کہا: پڑھیے۔ آپ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ جبرائیل امین نے پھر آپ کو سینے سے لگا کر بھینچا۔ تیسری مرتبہ ایسا ہی کیا پھر فرمایا: اقراء باسم ربک الذی خلق الانسان

من علق اقراء وربك الاكرم الذي علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم ۛ

بعض بزرگوں نے بھیجنے میں یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ آپ کا دل مبارک **حکمت فشرودن** مستعد ہو جاتے اور نیت کو مزید سچائی اور ہمت کو بلندی عطا کی جائے۔
 تین بار تکرار میں یہ حکمت نفعی کہ آپ کا نفس نفیس تین درجات امارہ، لوائمہ اور ملہمہ کو نظر انداز کر کے درجہ اطمینان حاصل کرے۔ اس کے بعد آپ پر کلام الہی اُترتا تو آپ کا دل پُر سکون تھا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے اس سے سنا، پتھر میں لیکر کی مانند دل میں نقش ہو گیا۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے اپنا پاؤں زمین پر مارا جس سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا جس میں روح الامین نے وضو کیا۔ وضو کرنے وقت آپ نے کلی کی ناک میں پانی ڈالا، چہرہ، دونوں ہاتھ اور پاؤں تین تین بار دھوئے ایک مرتبہ سر کا مسح کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طریق کی طرف رہنمائی کی۔ آپ نے بھی اسی طرح وضو کیا۔ جب وضو سے فارغ ہوئے تو جبرائیل علیہ السلام نے ایک چلتی پانی لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس پر چھڑکا پھر آگے بڑھ کر دو رکعت نماز پڑھی حضور علیہ السلام نے بھی آپ کی طرح نماز پڑھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! نماز اسی طرح ہے۔ بعض روایات میں وضو اور نماز دوسری مرتبہ سکھائی گئی۔

روضة العلماء میں ہے کہ شریعہ جلیل رضی اللہ عنہ نے حبشہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک مکتوب بھیجا جس میں لکھا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت پاک لکھ کر جمعیں۔ امیر المومنین حضرت علیؑ نے ایک مکتوب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مشتمل تھا، بھیجا اور حضور علیہ السلام کے فرائض و سنن کے طریقے اس میں لکھے ان میں سے ایک یہ بات تھی کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے لیے پانچ وقت کی نماز فرض کی اور مکمل وضو کرنے کا طریقہ بتایا۔ نماز جبرائیل علیہ السلام سے سیکھی اور وہ اس طرح کہ ابتدائے وحی میں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے تو سرخ سونے کا ایک تخت جس کے پائے سفید چاندی کے تھے اور اس میں زبرجد، لؤلؤ اور بیاقوت کندہ تھے۔ اس تخت پر ریشم، دیبا، سندس اور استبرق کا فرش تھا آسمان سے اُترا اور میدانِ مکہ میں بکھرا دیا گیا۔

جبرائیل علیہ السلام نے اس پر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور اپنے ساتھ تخت پر بٹھالیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا سفید لوہو، جوہر بیضا، سرخ یا قوت، سبز زبرجد کے چھ پر مشرق سے مغرب تک پھیلے ہوئے تھے میں نے آپ کے سر مبارک میں دو گیسو دیکھے ایک آفتاب کی مانند سنہری اور دوسرا مہتاب کی طرح سفید و شفاف۔ دونوں جوہر، یا قوت اور زبرجد سے آراستہ اور مشک، اذفر اور کافور سے معطر تھے۔ جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ ستر ہزار فرشتے تخت کے گرد صف بصف کھڑے تھے۔ اس کے بعد جبرائیل امین اُٹھے اپنے پائے مبارک کو زمین پر مارا جس سے چشمہ بہہ نکلا۔ جبرائیل امین نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھیے اور جو کچھ پروردگار سے آپ کے لیے لایا ہو اُس کی تعلیم حاصل کیجئے، آپ کو اس کے ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پس جبرائیل علیہ السلام نے تین مرتبہ اس پانی سے ہاتھ دھوئے پھر تین مرتبہ کُلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، پھر اپنے چہرے کو تین مرتبہ دھویا اسی طرح کلائیوں کو کہنیوں تک سر بار دھویا سر کا مسح کیا کانوں کے ظاہر اور باطن میں ایک مرتبہ مسح کیا اور تین مرتبہ پاؤں کو دھویا اس کے بعد اُٹھے اور کہا "اشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ وانک رسولہ بالحق بعثک"۔ پھر فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جس طرح میں نے کیا ہے اُسی طرح آپ بھی کریں اور جو کچھ میں نے کہا ہے آپ بھی اسے دہرائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھے جبرائیل علیہ السلام کی طرح وضو کیا اور یہ کلمہ شہادت پڑھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! غفر اللہ لک ما تقدم من ذنبک وما تاخر" (اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے اگلے پچھلے لوگوں کے گناہ معاف کر دیے) جو شخص بھی اسی طرح وضو کرے جیسے آپ نے کیا خدا تعالیٰ اس کے نئے، پُرانے، ظاہر و پوشیدہ اور مجہول و مریا جان بوجھ کر کیے ہوئے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ خدا تعالیٰ اُس کے گوشت پوست کو آگ سے محفوظ رکھے گا اور اسے اپنے عذاب و عقاب سے اس وقت محفوظ رکھے گا جب آپ سے ملے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب جبرائیل علیہ السلام میری نظروں سے غائب ہو گئے اُن کی ہیبت اور دہشت محسوس کی۔ میں ڈرا کر لوگ مجھے شر و جنوں کی طرف

منسوب نہ کریں میں شاعر اور مجنون کو سب سے زیادہ بُرا سمجھتا تھا میں نے سوچا کہ ممکن ہے قریش اس قسم کے طعنے مجھے دیں اور ہر شخص ان کی ان باتوں میں شریک ہو جائے اس خیال سے مجھے اس قدر اندوہ و غم پہنچا کہ پہاڑ کی چوٹی سے اپنے آپ کو گرانے کا ارادہ کر لیا۔ راستہ ہی ہیں آسمان سے ایک آواز سنی، سر اٹھا کر دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام ایک مرد کی شکل میں موجود تھے جنہوں نے قدم آسمان کے کنارے پر رکھے ہوئے تھے اور یہ الفاظ فرما رہے تھے: ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور میں جبرائیل ہوں۔“ پس میں راستہ میں ہی ٹھہر گیا اور خود کو پہاڑ سے گرانے سے رُک گیا، میں آسمان پر جس طرف جی دیکھتا مجھے وہی صورت نظر آتی مغرب کی نماز تک اسی حیرانی کی کیفیت میں مبتلا رہا، خدیجہؓ نے میری تلاش میں ہر طرف قاصد بھیج رکھے تھے اور وہ مجھے تلاش کر رہے تھے۔ جب بعض قاصد مجھ تک پہنچے تو جبرائیل علیہ السلام غائب ہو گئے۔ میں خدیجہؓ کی طرف اس حالت میں لوٹا کہ مدہوش تھا اور میرے اعضاء پر کیچی طاری تھی۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ جب میں غوث زدہ اور بے چین خدیجہ کے گھر آیا تو میں نے کہا: ”نرملونی نرملونی“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا یہاں تک کہ آپ کا ڈر اور غوث جاتا رہا۔

ایک روایت اس طرح ہے کہ جب میں غوث زدہ اور کانپتے ہوئے خدیجہؓ کے گھر آیا اُس کے زانو کے ساتھ تکیہ لگا کر بیٹھ گیا اُس نے مجھ سے حال پوچھا میں نے تمام صورت حال اُس کے سامنے بیان کر دی میں نے کہا مجھے ڈر ہے کہ میں اچانک کاہن نہ قرار دیا جاؤں“ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا پناہ بخدا، خدا تعالیٰ اپنے نہ ختم ہونے والے فیض سے آپ کو بھلائی اور خیر ہی عطا فرمائے گا۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے مجھے امید بلکہ یقین ہے کہ آپ اس امت کے پیغمبر ہوں گے۔ ایک روایت میں ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ”لا تخف فان ربك لا يفعل بك شر الا نك

تعزى الضيف و اصدق الحديث و تؤدى الامانة و تعين الناس على النوائب و تؤدى اليتميم و تحسن الغريب و تحسن الخلق“ یعنی حق تعالیٰ آپ کے ساتھ کوئی نقصان دہ بات نہیں کرے گا کیونکہ آپ مہمان دوست، سچے، امین اور عاجزوں

کے درکار ہیں، یتیموں کو پناہ دینے والے، مسافروں کے ساتھ بھلائی کرنے والے اور نیک
خصلت میں۔ ان اخلاقی حمیدہ کے ہوتے ہوئے کسی قسم کا خوف نہیں اور ایک روایت میں ہے
مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِكَ إِلَّا خَيْرًا إِنَّكَ حَسَنُ الْوَجْهِ وَحَسَنُ الْخَلْقِ وَحَسَنُ الْخَلْقِ وَحَسَنُ الصُّوْ
رِ وَحَسَنُ الْقَوْلِ وَحَسَنُ الْعَقْلِ وَحَسَنُ النِّيَّةِ۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ورقہ بن نوفل کی گواہی کو تسلیم کر لیا اور کہا میں اس واقعہ کو اپنے چچا زاد بھائی
ورقہ بن نوفل سے بیان کرتی ہوں دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ ورقہ دین نھرانیت میں کامل تھا اور
انجیل کی عربی میں کتابت کی تھی آسمانی کتابوں کا عالم تھا اس وقت بوڑھا اور نابینا ہو چکا تھا
حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ورقہ کے پاس حاضر ہوئیں اور کہا کہ مجھے جبرائیلؑ کے متعلق بتائیے۔
ورقہ نے کہا: قدوس! قدوس! جبرائیلؑ کو اس سرزمین سے جہاں بت پرست آباد ہیں کیا
کام اور اسے اس ملک میں کون یاد کرتا ہے جبرائیلؑ اللہ جل وعلا کے پیغمبروں کی طرف اس کے
رسول ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے کہ وہ مجھ پر نازل ہوا۔
اور تمام کیفیت اور صورت حال جیسا سنی تھی بیان کر دی۔ ورقہ نے کہا: خدا کی قسم اگر جبرائیلؑ
علیہ السلام اس زمین پر اترے ہیں تو خدا تعالیٰ ان گنت رحمتیں اس سرزمین پر بھیجے گا۔ اے
خدیجہ! اگر تیری یہ بات درست ہے تو یہ وہی ناموس اکبر ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ
علیہما السلام پر نازل ہوا تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے بوجھا مجھے بتائیے کہ کیا قرأت و انجیل میں یہ
بات درج ہے کہ اس زمانہ میں ایک یتیم فقیر شخص مبعوث ہو گا جسے اللہ تعالیٰ مالدار کر دے گا
اور ایک حسب و نسب والی عورت اس سے شادی کرے گی۔ ورقہ نے کہا: ہاں اس
عورت کی صفات تجھ جیسی ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے دریافت کیا کیا کچھ اور صفات بھی ہیں۔ کہا
ہاں ان میں سے چند صفات یہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح پانی پر چلیں گے، عیسیٰ علیہ السلام
کی طرح مردے آب سے باتیں کریں گے، پتھر سلام کہیں گے، درخت آپ کی نبوت کی
گواہی دیں گے۔

ایک روایت کے مطابق ورقہ نے خدیجہؓ سے کہا جس جگہ جبرائیلؑ علیہ السلام آپ پر

نازل ہوتے ہیں وہاں دوبارہ نزول فرمائیں گے تو وہاں اپنے سر کے بال کھول دے اگر وہ وہاں ٹھہرا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اس کے ساتھ گفتگو کریں اور اس کو دیکھیں تو وہ فرشتہ نہیں ہے اور اگر ایسی صورت میں وہ اپنی جگہ سے چلا جائے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے نہ دیکھ سکیں تو وہ یقیناً فرشتہ ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ حضرت خدیجہؓ فرماتی ہیں کہ میں واپس آئی اور غارِ حرا میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی ورتہ کے جو کچھ بتایا تھا آپ سے بیان کیا اور حضور سے عرض کیا: جب شخص آئے مجھے اطلاع دیں۔ جب جبرائیل علیہ السلام دوسری مرتبہ اترے آپ نے حضرت خدیجہؓ کو اطلاع دی۔ حضرت خدیجہؓ نے آپ کو دائیں ران پر بٹھا کر پوچھا کیا اب آپ جبرائیلؑ کو دیکھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر بائیں ران پر بٹھا کر پوچھا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر گورہیں بٹھا کر یہی سوال کیا۔ آپ نے فرمایا ہاں دیکھ رہا ہوں۔ پھر حضرت خدیجہؓ نے اپنے سر کے بال کھول کر پھیلادیے اور پوچھا: کیا اب بھی جبرائیل علیہ السلام دکھائی دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا آپ کو مبارک ہو کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ ہے جن و شیطان نہیں ہے، اور آپ اُس سے جو کچھ سنتے ہیں وحی الہی ہے شیطانی دوسرے نہیں ہے۔

مرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے اس کے ناموس اکبر وحی الہی ہونے کا یقین کامل تھا اور اس معاملہ میں آپ کو کوئی تردد اور شک و شبہ نہیں تھا مگر چونکہ آغازِ وحی تھا اور ابھی آپ کو وحی سے مکمل موانست حاصل نہیں ہوئی تھی اس لیے فکر و اندیشہ سے خالی نہیں تھے یہاں تک کہ وہ تمام اندیشہ دل سے پورے طور پر دور ہو گیا اور مسلسل وحی کی آمد شروع ہو گئی۔ قرآن مجید آیت آیت اور سورہ سورہ آپ پر اترتا رہا انس حاصل ہو گیا اور دل سے کامل اندیشہ نکل گیا ثابت قدمی سے باریتوت اُٹھایا اور خلق کو دعوت کا کام شروع کر دیا چنانچہ حضرت خدیجہؓ پھر ورتہ کے پاس گئیں اور اُس سے تمام حالات بیان کیے اُس نے کہا یقیناً وہ ناموس اکبر ہے۔

وان بك حق يا خديجة فاعلمي حديثك ايانا فاحمد مرسل

وجبريل ياتي به و ميكائيل معها من الله وحى لبشره الصدر منزل

یفون من فان رفیه بنبوتہ یشفی بہ العاقی القوی الممثل
فریقان منهم فرقة فی جنانه و اخری باخوان الدیم تغلل
اذا مادعوا بالویل فیہ شایعة مقام فیہا بانہم تم مرجل
فسبحان ماتھوی الریاح بامره

ومن هو فی الایام ما یشاء ویفعل

ورقہ بن نوفل کے پاس تشریف آوری صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس بھیجیں تاکہ اپنے حالات کو آپ خود بیان کریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ورقہ کے پاس تشریف لاتے اور حالات بیان کیے۔ ورقہ نے کہا: ابشر یا محمد ثم ابشر ثم ابشر میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً وہ پیغمبر ہیں جن کے متعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوش خبری دی ہے آپ وہی احمد اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو ناموس اکبر عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا آپ پر بھی وہی نازل ہوا۔ عنقریب آپ کو جہاد اور کفار کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم ہوگا۔ اگر میں اس وقت زندہ رہتا تو یقیناً آپ کی مدد کرتا، کاش! میں اُن دنوں جوان اور زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو اس شہر سے نکال دے گی تاکہ میں آپ کی امداد کرتا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: کیا مجھے اس شہر سے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا ہاں کوئی نبی ایسا نہیں گذر جس کی مخالفت ایک جماعت نے نہ کی ہو اور اُسے دکھ نہ پہنچایا ہو۔ بایں ہمہ ورقہ نے آپ کو بہت تسلی دی اور حضور علیہ السلام کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ تھوڑے عرصہ بعد ورقہ فوت ہو گیا اور دعوت اسلام کا زمانہ نہ پاسکا۔

محمد اسحاق کی روایت میں ہے کہ آپ نے رمضان المبارک کے باقی دن غار حرا میں گزارے پھر آپ مکہ میں تشریف لائے آپ کا دستور مبارک یہ تھا کہ جب مکہ میں آتے کعبۃ اللہ میں جا کر طواف کرتے اور پھر گھر تشریف لے جاتے۔ جب آپ طواف گاہ سے لوٹے ورقہ نے سوال کیا اے میرے بھتیجے! کیسے آپ نے کیا دیکھا اور کیا سنا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالات بیان کیے۔ اس نے کہا: والذی نفسی بیدہ انک النبی

بہذہ الامۃ الی آخر الحکایت۔

ورقہ جنت میں کو بہشت کے سبز کپڑے پہنے ہوئے جنت میں دیکھا ہے کیونکہ وہ
مُحَمَّد پُر ایمان لایا تھا اور میری تصدیق کی تھی۔

حضرت خدیجہؓ ورقہ کی ملاقات کے بعد عداس راہب، جو
عداس راہب کے ملاقات ایک سال غرورہ بڑھا تھا، بڑھاپے سے اس کے
ابرو آنکھوں پر پڑے ہوئے تھے، کے پاس گئیں، عداس نے پوچھا: یہ خاتون (خدیجہؓ)
زنانِ قریش میں سے بزرگ عورت ہے؛ کہا ہاں۔ عداس نے گاڑی سر پر رکھی اور خدمتگار
سے کہا کہ میری آنکھوں سے ابرو اٹھائیں، حضرت خدیجہؓ سے کہا میرے اور نزدیک ہو کر بیٹھیں
کیونکہ میرے کان بہرے ہیں حضرت خدیجہؓ نزدیک ہو کر بیٹھیں اور کہا مجھے جبرائیل علیہ السلام
کے متعلق بتائیے۔ عداس سجدہ میں گر پڑا اور کہا قدوس قدوس ایسے شہر میں جہاں لوگ
خدا کی بندگی نہیں کرتے جبرائیل علیہ السلام کا نام کیوں لیتے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا: مجھے
آپ ضرور جبرائیل علیہ السلام کی خبر دیجئے۔ عداس نے کہا خدا کی قسم میں اس وقت تک کچھ
نہیں کہوں گا جب تک مجھے اس کا سبب نہ بتاؤ گی اور یہ نہ بتاؤ گی کہ یہ بات آپ کیوں
پوچھ رہی ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا میں اس شرط پر آپ کو بتا سکتی ہوں کہ آپ اس بات کو
پوشیدہ رکھیں گے اور کسی دوسرے کے سامنے ظاہر نہیں کریں گے۔ عداس نے رازداری
کا وعدہ کیا۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبدالمطلب کہتا ہے کہ جبرائیلؑ مجھ
پر نازل ہوا ہے۔ عداس نے کہا یہ ناموس اکبر ہے جو موسیٰ، عیسیٰ علیہما السلام پر وحی لایا۔
خدا کی قسم اگر جبرائیل علیہ السلام اس شہر میں نازل ہو تو اس ملک میں خیرِ عظیم ظاہر ہوگی۔
لیکن اے خدیجہ! بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ شیطان کسی پر ظاہر ہوتا ہے اور اسے بہت سی
صورتیں دکھاتا ہے اس وجہ سے اسے آسیب اور جنون ہو جاتا ہے۔ میری یہ کتاب آپ کو
دکھائیں اگر شیطان کام ہو گا تو اس کی برکت سے محفوظ رہے گا اور اگر رحمانی ہے تو درجات
بلند ہونے کا سبب ہوگی۔ جب حضرت خدیجہؓ عداس کی کتاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس لائیں اس وقت جبرائیل علیہ السلام سورہ ن والقلم لائے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے آیات بنیات پڑھ رہے تھے اور اس سورہ کی تکرار فرما رہے تھے
 ن والقلم وما یسطرون ؕ ما انت بنعمۃ ربک بـسـجنون وان لک لاجراً غیریـمـنون ؕ
 وانک لعلی خلق عظیمہ فستبصرون ویبصرون بایکھ المفتون ؕ حضرت خدیجہؓ آیات الہی
 میں کربست خوش ہوئیں۔

حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آئیے عداس کے پاس چلیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے ساتھ عداس کے پاس تشریف لے گئے۔ عداس نے خاتم النبیین علیہ السلام کو اپنے نزدیک بٹھا کر پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا، دیکھا کہ دونوں کندھوں کے درمیان مہرِ نبوت چمک رہی ہے فوراً سجدہ میں گرا، بعد ازاں سر اٹھا کر کہا قدوس قدوس خدا کی قسم اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ وہی پیغمبر ہیں جن کے متعلق حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہما السلام نے خوشخبری دی ہے۔ خدا کی قسم اگر میں اس وقت جب آپ لوگوں کو دین کی دعوت دیں گے زندہ ہوا تو آپ کی طرف سے تلوار اٹھاؤں گا اور جہاد کروں گا۔ پھر پوچھا: اے نبی اللہ! کیا آپ کو کسی بات کا حکم دیا گیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ عداس نے کہا بہت جلد آپ کو حکم دیا جائے گا کہ لوگوں کو دین کی طرف بلائیں، لوگ آپ کو جھوٹا کہیں گے مجبوراً آپ اس شہر سے ہجرت کریں گے فرشتے آپ کی مدد کریں گے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مدعا ان دو گواہوں کے ذریعہ مستحکم ہوا اور آپ کی رسالت دلیل و حجت سے آراستہ ہوئی۔

بھر کچھ عرصہ وحی رک گئی۔ کہا جاتا ہے کہ تین سال وحی الہی میں عارضی رکاوٹ تک آسمان سے وحی نہ آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بے حد اندوہناک اور غمگین ہوئے یہاں تک کہ کئی مرتبہ پہاڑ کی چوٹی سے خود کو گرانے کا ارادہ کیا مگر مرتبہ جبرائیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور کہتے یا محمدؐ انک رسول اللہ حق۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام فرماتے "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کہاں جاتے ہیں میں جبرائیل آپ کا دوست اور بھائی ہوں۔ اس سے آپ کو اطمینان

وسكون ملتا۔

دوبارہ نزول وحی اور سورۃ مدثر حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس زمانہ میں وحی رُکی ہوئی تھی میں ایک راستہ پر جا رہا تھا اچانک آسمان سے ایک آواز سنی، نظر اٹھا کر دیکھا تو وہی فرشتہ تھا جو غارِ حرا میں میرے پاس آیا یعنی جبرائیل علیہ السلام زمین و آسمان کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ پر اس سے خوف و دہشت طاری ہو گئی گھر لوٹا اور کہا ”زلزونی زلزلونی“ پس مجھے ڈھانپ دیا گیا، خدا تعالیٰ نے وحی بھیجی یا ایہا المدثر قم فأنذر وہا بک فکبر وثیابک فطهر والرجز فاهجر ولا تمنن تستكثر۔

گفت بمن دلبر من قم قسم قم قم فأنذر سخن عشق بگو جم جم جم جم
خیز تا چند زنی طبل تو در زیر گلیم ۔ پردہ بردار کہ خورشید شود پیش تو گم
سر بر آور ز گلیم و بنما بھو سلیم
ید بیضا و ز خورشید سناں طاق طرم۔

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر تبلیغ کو کندھے پر اور تاجِ دعوت کو سر پر رکھا پھر وحی عام آنے لگی۔ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ کچھ عرصہ کے لیے وحی کی آمد میں تاخیر ہو گئی تھی اس تاخیر میں بھی اللہ کی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔

وحی میں توقف کی حکمت یوں بیان کی گئی ہے کہ تین سال تک تاخیر وحی میں حکمت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ رہے اس دوران میں جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نہیں لائے یہ قول امام ابن جوزی کا ہے۔ کتاب وفا، ابن اثیر اور جامع اصول میں بعض اہل اشارت نے اس کی حکمت یوں بیان کی ہے کہ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں شوق پیدا کرنا مقصود تھا، آپ کا اشتیاقِ یہاں تک پہنچا کہ کئی مرتبہ اس جدائی کی وجہ سے خود کو پہاڑ سے گرانے کا عزم کیا آپ کے دل میں انتہائی آتش شوق مشتعل تھی۔

گفتم کہ کوہ گیرم و زب غم بدر روم ادموے دام کہ دوم را در کمر گرفت

سودائے عشق او ہر اجزائے من نبوت آتش چور گرفت ہر خشک و تر گرفت

ہر کس بقدر سوختہ گشتند ناتمام

آتش گم بجز من ما بیشتر گرفت

ابتدائے وحی

تحقیق ابتدائے وحی بڑی جماعت کا یہ خیال ہے شہر مَصَّانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْآنُ بزرگانِ فن سیر و تواریخ مثل محمد بن اسحاق اور ائمہ حدیث کی ایک کے مطابق نزولِ وحی کی ابتداء رمضان المبارک میں ہوئی تھی اس امر پر ایک بڑی دلیل **اِنَّا اَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ** ہے لیکن محدثین اور اہل سیرت نے ابتدائے نزولِ وحی کو تیسری آٹھویں یا بارھویں ربیع الاول ولادت کے اکتالیسویں سال میں شمار کیا ہے۔ جامع الاصول میں اس قول کو ترجیح دی گئی ہے اور مندرجہ بالا آیات کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ اس سے مراد لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر نازل ہونا ہے۔ ایک روایت کے مطابق قرآن ایک ہی دفعہ لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا پر اُترا، پھر وہاں سے حسب ضرورت وقتاً فوقتاً تین سال میں نازل ہوا۔ یہ روایت پہلے قول کی تائید کرتی ہے، بعض نے اس کی اس طرح تادیل کی ہے کہ خواب میں ابتدائے وحی ربیع الاول میں اکتالیس سن میں ہوئی اور اسی سال بیداری میں نزولِ قرآن کی ابتداء رمضان میں ہوئی واللہ اعلم۔

روایات سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے اُترنے والی سورہ اقرآء تھی۔ اور

ایک روایت کے مطابق ”یا ایُّہا المدثر“ تھی۔ حضرت خدیجہؓ سے ایک روایت میں سورہ فائزہ کتاب بھی منقول ہے۔

سورہ فاتحہ کا نزول ایک روایت میں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں تنہا ہوتا ہوں آواز سُنتا ہوں جیسے کوئی کہہ رہا ہو یا محمد

یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، مجھ پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ حضرت خدیجہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ کے پاس لے گئیں اور تمام قصہ بیان کیا ورقہ نے کہا جب دوبارہ آپ یہ

آواز سنیں اسی جگہ رک جائیں دیکھیں وہ کیا کہتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اب کی بار جب یہ آواز سنی تو ٹھہر گئے اور کہا "لیک"۔ آواز دینے والے نے کہا اشهد ان لا اله الا الله وانك رسول الله پھر کہا بسم الله الرحمن الرحيم الحمد لله رب العالمين آخر تک فاتحہ الکتاب پڑھی۔

بعض علماء متاخرین نے دونوں روایتوں میں دونوں روایتوں میں مطابقت اس طرح مطابقت پیدا کی ہے کہ سورہ اقرآن مطلقاً سب سے پہلے نازل ہوئی۔ پہلی دفعہ وحی منقطع ہونے کے بعد سب سے پہلے سورہ المدثر نازل ہوئی اور غار حرا میں جبرائیل علیہ السلام کے ظاہر ہونے سے پہلے سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ اولیت حقیقی افراد کو حاصل ہے اور دوسری سورتوں کا اول ہونا اضافی ہے یعنی پہلی سورہ جو تبلیغ پر دلالت کرے سورہ مدثر کی پہلی آیت تھی اور سب سے پہلی مکمل سورہ جو نازل ہوئی سورہ فاتحہ الکتاب تھی۔ واللہ اعلم

وحی کس کیفیت سے اترتی تھی؟ یہ ہے کہ سب سے پہلے سچے خواب تھے کیفیت وحی چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ ماہ تک ایسے خواب آتے رہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اول ما بدئ برب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوحی الرؤیاء الصالحۃ۔ دوسرا یہ کہ جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر اس طرح القاء کرتے کہ جبرائیل امین آپ کو دکھائی دیتے چنانچہ نزل بہ الروح الامین علی قلبک لتکون من المذدین اس امر کی دلیل ہے اور صحیح حدیث ان

روح القدس لغت فی دعی اسی معنی کی گواہی دیتی ہے تیسری صورت یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر انسانی شکل و صورت میں ظاہر ہوتے اور وحی کو آپ پر پڑھتے جاتے تھے چنانچہ اکثر اوقات وجہ کلمتی کی شکل میں متمثل ہوتے تھے اور بعض صحابہ آپ کو اس شکل میں دیکھتے تھے۔ چوتھی وحی کی صورت گھنٹی کی آواز کی طرح ہوتی تھی۔ صورت دوسری تمام صورتوں سے آپ پر زیادہ دشوار ہوتی تھی۔ چنانچہ اگر اونٹ پر سوار ہوتے اور اس قسم کی وحی اترتی تو اونٹ کی ٹانگیں بوجھ کی وجہ سے

ٹپڑھی ہونے لگتیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن سخت سردیوں کے موسم میں میں نے دیکھا کہ آپ پر وحی نازل ہوئی انتہائی دشواری اور سختی کی وجہ سے آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آگیا۔ امام احمد حنبل رحمہ اللہ اپنی مسند میں لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے باجے تشریف فرما تھے اور عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور آداب بجالائے آپ نے انھیں بٹھایا وہ بیٹھ کر آپ سے گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی پھر زمین کی طرف دیکھا، اپنے دائیں پہلو پر ہو گئے اور عثمان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور اس شخص کی مانند جو تعلیم میں مصروف ہو سر مبارک سے اشارہ فرماتے رہے تھوڑی دیر کے بعد آپ نے آسمان کی طرف دیکھا اور عثمان کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ابن مظعون کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے جیسے آج آپ کو دیکھا ہے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ تم نے کیسے دیکھا، میں نے تمام حالت بیان کر دی، آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی طرف ایک فاسد پیغام لے کر آیا تھا، میں نے عرض کیا وہ پیغام کیا تھا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَايَ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ" حضرت عثمان نے کہا اگرچہ میں مسلمان ہو چکا تھا لیکن پورے طور پر اسلام میرے دل میں جاگزیں نہیں ہوا تھا۔ جس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال دیکھا اسلام میرے دل میں پورے طور پر اتر گیا اور حضور علیہ السلام کی محبت میرے دل پر غالب آ گئی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا ایک روز جبکہ آیت لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ نازل ہو چکی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا یہی آیت لکھ رہا تھا کہ عجب اللہ بن مکتوم (نا بینا) حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا عذر ظاہر ہو چکا ہے یعنی میں نا بینا ہوں اور غزوہ میں شریک نہیں ہو سکتا فوراً آیت غَيْرِ أُولِي الْاَلْسُنِ نازل ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نزد دل وحی سے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بدن مبارک اس قدر بھاری ہو گیا تھا کہ مجھے یوں محسوس ہوا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی اور بلا شک اس قسم کے حالات چوتھی قسم کی وحی کے لوازمات میں سے تھے۔

وحی کی پانچویں قسم یہ تھی کہ جبرائیل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھتے اور جبرائیل ابن آپ پر وحی تلاوت کرتے تھے۔ چھٹی قسم وحی کی وہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں جبرائیل ابن سے اس کی اصلی صورت میں اخذ کی۔ ساتویں قسم وہ تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خدا تعالیٰ نے بغیر کسی واسطہ کے پردے کے پیچھے سے شبِ معراج میں کلام کی اور آٹھویں قسم میں خدا تعالیٰ نے معراج کی رات بغیر کسی واسطہ اور بغیر پردے کے روبرو بات کی اور اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

مطلق از انجا کہ پسندیدہ نیست	دید خدا را و خدا دیده نیست
دید محمد نہ بحشم دگر	بلکہ باین چشم سراں چشم سر
غور و شرا بنے کہ حق آمیختہ	جو عہ آں بر دل ما یختہ
ہتمش از گنج توانگر شدہ	جملہ مقصود میسر شدہ

زاں سفر عشق بن باز آمدہ

در نقصہ رفتہ و باز آمدہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ فرشتے کے زمانہ میں وحی کا جلال یعنی بشتِ ابتدائی زمانہ میں جبکہ وحی کی ہوتی تھی جو قریباً چھ سال کا عرصہ تھا جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم پر دوبارہ وحی شروع ہوئی تو فرشتے اس کے کمر و فر کو سن کر بے ہوش ہو گئے انھیں خیال گزرا کہ قیامت آپہنچی۔ جب معلوم ہوا کہ وحی الہی نازل ہوئی ہے تو انھوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ وحی آپ کس کی طرف سے آئی ہے۔

آپ نے فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف۔ فرشتے کہنے لگے اللہ اکبر قد قامت الساعة۔ یقیناً قیامت آگئی کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بشتِ قیامت کے شرائط میں سے ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا لما تكلم الله سبحانه وتعالى سمع اهل
السماء صلصلة كصلصلة الحديد على الصفا فخر واسجدوا غشى عليهم و
في رواية لهنزل اية الا ان تعدت بها الملكة وسمع في السماء صلصلة
كصلصلة جرت في الزجاج (اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے جب کلام فرمائی تو آسمان والوں
نے لہبہ کی گھنٹی کی گھنٹی سنی پس وہ سجدے میں گر گئے اور بے ہوش ہو گئے اور ایک
روایت میں ہے کہ جب یہی آیت اُترتی فرشتے کانپ اُٹھے اور آسمان پر گھنٹی کی طرح
آواز سنی جاتی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ اسلام پر لیکھنے والے

سیر و توارِ پنج کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے
حضرت خدیجہؓ کا اسلام لانا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قم فاندز
کے خطاب سے سرفراز ہوئے اور بکمّہ ما انزل الیک سے تبلیغ کا حکم دیا گیا۔ آپ
تبلیغ کے لیے تیار ہوئے اور لوگوں کو دعوتِ اسلام دینے میں مصروف ہوئے۔ جس
بہستی نے سب سے پہلے اسلام کی دعوت کو قبول کرنے کا شرف حاصل کیا، ہدایت
کی قینچی سے گمراہی کے پردوں کو کاٹا، جسم پر سب سے پہلے ایمان کی خلعت کو پہنا اور
اپنے سر پر عرفان کا تاج رکھا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو جب واضح دلائل و براہین سے یقین ہو گیا کہ آپ برحق پیغمبر ہیں تو سب سے
پہلے آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اسلام کی دعوت دی اور اللہ تعالیٰ کی
عبادت کی طرف رہنمائی فرمائی حضرت خدیجہؓ نے بلا توقف دین اسلام کو قبول کیا اور
سبقت لے جانے والے لوگوں میں سے ہو گئیں بلکہ تمام پہل کرنے والوں میں سے
آپؐ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کو ساتھ
حضرت خدیجہؓ غارِ حرا میں لیا اور اس چشمہ پر لے گئے جو جبرائیل علیہ السلام

کے پائے مبارک کی برکت سے غارِ حرا کے نزدیک پیدا ہو گیا تھا اور وضو کرنے کا وہی طریقہ جو جبرائیل علیہ السلام سے سیکھا تھا آپ کو سکھایا، نماز و نیاز سے سرفراز ہوئیں اور جو دینی و دنیوی غم و اندوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لاحق ہوتا آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راز داں اور غمگسار ہوتیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کفار کے تمسخر اور تذلیل سے رنجیدہ خاطر ہوتے تو حضرت خدیجہؓ ہی آپ کے دلی سکون و راحت کا سبب ہوتیں۔ آنحضرت جب باہر سے رنجیدہ اور غمگین گھر میں داخل ہوتے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے غم و اندوہ کو آپ کے دل سے نکال دیتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہوئے عرض کرتیں یا رسول اللہ! اطمینان فرمائیے، دل کو خوش رکھیے کیونکہ آخر کار خدا تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرے گا آپ کے دشمن مغلوب ہوں گے اور آپ کی قوم آپ کے حکم کی تابع ہوگی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی بہت زیادہ خدمت گزاری کی، جس وجہ سے ایک دن جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اقراء خدیجۃ السلام من ربنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے خدیجہؓ کو سلام پہنچا دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خدیجہ! یہ جبرائیل ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہیں سلام دینے کے لیے آئے ہیں۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا الیہ السلام وعدہ ملی جبرائیل السلام۔

حضرت خدیجہؓ سے ہی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہؓ کو اس کے لیے جنت میں ایک ایسے مکان کی خوشخبری دوں جو ایک ہی موتی کو کاٹ کر تیار کیا گیا ہے۔

جب حضرت خدیجہؓ ایمان لے آئیں تو دوسرے روز حضرت علیؓ کا ایمان لانا اور ایک روایت میں اُسی دن کے آخری حصہ میں آپؐ بھی ایمان لے آئے، آپ کے ایمان لانے کا قصہ اس طرح ہے کہ ابوطالب کی آمدنی کم اور اخراجات کثرتِ اولاد کی وجہ سے زیادہ تھے جس سے وہ بہت مضطرب اور پریشان حال تھے مکہ میں قحط پڑا چنانچہ اہل مکہ تنگ آ گئے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت عباسؓ سے کہا: چچا جان! آپ کے بھائی ابوطالب کی اولاد زیادہ ہے، مخرج بے شمار ہے اور آمدنی کم، وقت تنگی سے گزرتا ہے بہتر یہی ہے کہ ہم ان کی مدد کریں اور ان کے بوجھ کو کم کریں ہم میں سے ہر ایک اس کے ایک ایک فرزند کو لے لے۔ ابوطالب نے کہا میرے لیے عقیل مزدوری ہے باقی تم جانو۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے علیؓ کو لے لیا۔ حضرت عباسؓ نے جعفرؓ کو لے لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم علیؓ کی تربیت کرنے میں مصروف ہوئے یہاں تک کہ سال کی ستر تک کفالت کرتے رہے۔ ایک دن حضرت علیؓ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آئے تو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں آنحضرت سے حضرت علیؓ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ خدا تعالیٰ کا دیں ہے جس کو میں نے اپنے لیے پسند کیا ہے اور تمہیں بھی اس کی دعوت دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے ہونے کی گواہی دو اور اسے واحد یقین کرو۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں تمہیں لات اور عنزی (توں) کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتا ہوں۔ حضرت علیؓ مرتضیٰ نے عرض کی: میں نے اس دین کو کسی سے نہیں سنا اور اپنے والد بزرگوار ابوطالب کے مشورہ کے بغیر میں کوئی کام نہیں کرتا اگر اجازت ہو تو ان سے مشورہ کر لوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ طے شد بات ہے کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ تو اسے کسی دوسرے کو بھی نہ بتاؤ، حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ نے اس رات توقف کیا اسی رات خدا تعالیٰ نے ان کے دل کو کھول دیا اور انہیں نور ہدایت سے روشن کر دیا جب صبح ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے عرض کی یا رسول اللہ! مجھ پر اسلام پیش کیجئے، اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے کہا میں جا کر والد سے مشورہ کرتا ہوں چند قدم ہی گئے تھے کہ خیال آیا مجھے میرے والد نے وصیت کی تھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جو بات کہیں اسے قبول کر، اس وصیت پر عمل کرتے ہوئے واپس آئے اور ایمان لے آئے۔

فضائل اہلبیت میں اس طرح بیان ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم دو شنبہ کے روز مبعوث ہوئے اور حضرت علیؓ شنبہ کے روز مسلمان ہوئے۔ آپ اپنے ایمان کو

ابو طالب سے چھپائے رکھتے تھے۔ اس کے بعد زید بن حارثہ مسلمان ہوئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا حکیم بن حزام ملک شام کی زید بن حارثہ کا ایمان لانا تجارت سے واپس آیا تو اپنے ساتھ چند غلام بھی لایا،

سلام کے لیے اپنی چچی خدیجہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی ان غلاموں میں سے جو غلام

آپ کو پسند ہوئے لیجئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے زید بن حارثہ کو پسند کیا جب گھر لائیں

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید کو ان سے مانگ لیا، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا آپ نے اسے آزاد کر دیا اور اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہ واقعہ وحی سے

پہلے کا ہے، زید کا باپ حارثہ بیٹے کی جدائی میں غمگین تھا اور دنیا بھر میں اُسے تلاش کرتا

بھرتا تھا، اس نے سوچا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہیے وہاں آیا تو

زید کو اس نے وہاں پایا، بیٹے کے سر انگھوں کو بو سے دیتا اور روتا تھا۔ جب آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو زید کو فرمایا اب تجھے اختیار ہے اگر یہاں رہنا چاہو تو یہاں رہو اور

اگر باپ کے ساتھ جانے کی خواہش ہو تو اس کے ساتھ چلا جا۔ زید نے عرض کی میں آپ کی

غلامی کو باپ کے ساتھ آزادی پر ترجیح دیتا ہوں، میں تمام زندگی آپ کے ساتھ رہوں گا۔

آنحضرت نے اس کے باپ کو معذرت کر کے واپس بھیج دیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پروچی اُتری، ایمان لے آیا، زید تیسرے آدمی تھے جو ایمان لائے، شروع میں لوگ انھیں

زید بن محمد کہتے تھے جب آیت اذْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ نازل ہوئی، زید بن حارثہ کے نام سے مشہور

ہوئے۔ یہ تینوں اپنے ایمان کو پوشیدہ رکھتے تھے۔

جب نماز کا وقت آتا تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیتے اور

مکہ کے باہر وادی میں جہاں لوگوں کی آمد و رفت نہ ہوتی جا کر نماز ادا کرتے۔ ایک دوسری

روایت میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کرتے تو حضرت علیؓ نگرانی کرتے

گرد و نواح پر نظر رکھتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوئی شخص فریب نہ کرے

ایک روز ابو طالب، امیر المؤمنین علیؓ کرم اللہ وجہہ کو تلاش کر رہے تھے مگر وہ نہ مل سکے۔

حضرت کی والدہ نے اُن سے کہا: اے ابو طالب! میں علیؓ کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے

بہت قریب دیکھتی ہوں، مجھے ڈر ہے کہ وہ کوئی ایسی بات قبول نہ کرے جو ہمارے آباد و اجداد
 کی ملت کے لیے خرابی کا باعث ہو۔ ابوطالب نے کہا میرا بیٹا میرے مشورہ کے بغیر اہم امور کا
 فیصلہ نہیں کرتا، اتفاقاً ایک روز ابوطالب کسی کام سے مکہ کے باہر وادی سے گزرے، اس نے
 دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے ہیں اور حضرت علیؓ ہر طرف نظر رکھے ہوئے ہیں
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے ہیں۔ محمد بن اسحاق کی روایت میں ہے
 کہ ہر دو جماعت کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ ابوطالب کو اس سے تعجب ہوا، آہستگی سے
 ان کے سامنے جا کر بیٹھ گیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو پوچھا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!
 یہ کیا دین ہے جو تم نے پیدا کیا ہے اور یہ کیسا کام ہے جو آپ کر رہے تھے؟ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے فرمایا: یا اعمم! ہذا دین اللہ و دین مملکتہ و دین سلسلہ و دین انبیاء
 و دین ابیہنا ابراہیم علیہ السلام بعثنی اللہ تعالیٰ بالمرسالہ الی العباد! اے چچا جان!
 یہ دین خدا تعالیٰ، اس کے فرشتوں، پیغمبروں اور ہمارے باپ حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ
 علیہم کا دین ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اپنا رسول منتخب کیا ہے لوگوں کو یہ دین پہنچانے کے لیے
 بھیجا ہے۔ چچا جان! اب میں آپ کو اس خدا تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں جو بے مثل ہے اور
 اس کا کوئی شریک نہیں، اُسی کی عبادت کرنے کے لیے آپ کو کہتا ہوں اور اُسی کی خدمت
 کرنے کی طرف آپ کی رہنمائی کرتا ہوں۔ یقین کیجئے کہ اس کی عظمت و بزرگی کی بارگاہ پر
 سر جھکانا اور بندگی کرنا ہی بادشاہوں کے لیے سرفرازی اور تاجداروں کے لیے عزت و
 منزلت ہے۔

کشمکش ہر کہ درو زندگیت پیش خداوندی او بندگیت
 ہر کہ دریں مرحلہ بشافت ست جان و جہاں جملہ از ویافت ست
 ہر کہ درو پر توے از رنگ و بو ست
 خاک رہ بندہ درگاہ است

اس کے بعد فرمایا، اے میرے مہربان چچا! آپ میرے لیے دل و جان کی حیثیت رکھتے ہیں
 تمام لوگوں سے آپ زیادہ حقدار ہیں کہ نصیحت کا آغاز میں آپ سے کروں، مناسب یہ ہے

کہ آپ میری مدد کے لیے کمر بستہ ہوں اور کلمہ حق کے لیے جس کے لیے مجھے بھیجا گیا ہے اہم
کریں۔ سہ

بسیار دشمن ست مرا تو دوست نے یاچوں منی گو کہ اینہا نگوست نے
بامن چرا تو طرح جدائی گرفتہ اسے پار دوست بودہ و اسال دوست نے

ابوطالب نے کہا: بیٹے! آپ درست کہتے ہیں لیکن میں آباؤ اجداد کے دین کو نہیں
چھوڑ سکتا اور ملت عبدالمطلب سے روگردانی کر کے آپ کی اتباع نہیں کر سکتا لیکن آپ
اطمینان سے اپنا کام کیجیے جب تک میں زندہ ہوں کوئی دشمن آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکے گا،
اور نہ ہی کوئی حاسد جاہلیت کی حمایت میں آپ سے اُلجھ سکے گا۔ اس کے بعد ابوطالب
حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوئے اور اُس کے دین کے متعلق پوچھا تو حضرت علی رضی
لہ عنہ نے عرض کیا! اباجان! اسلام سچا دین ہے، میں خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر پر ایمان
لے آیا ہوں اور یہ نماز ایسا فرض ہے جسے خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے ضروری قرار
دیا ہے اور ہم اس فرض کو ادا کرتے رہیں گے۔ ابوطالب نے کہا: یا بنی! انہ لم
یدعک الا بخیر فالزمہ اسے میرے بیٹے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہو اور اُن کی
خدمت کرو، وہ تمہیں بھلائی اور نیکی ہی کی بات کہیں گے، خدا تعالیٰ تمہارا حافظ و نگہبان ہو۔
تمام دشمنوں سے تمہیں محفوظ رکھے گا، میں جب تک زندہ ہوں تمہاری حفاظت کرتا رہوں گا۔
تمہاری حفاظت میں اپنی جان تک کی بازی لگا دوں گا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک دن ابوطالب اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ
ایک غار میں آئے، دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امیر المؤمنین علیؑ نماز ادا کر رہے ہیں
ابوطالب نے کہا، اے جعفر! اپنے چچا زاد بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ جعفر
اپنے والد کے اشارے پر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں کھڑا ہو گیا اور ان کے ساتھ
نماز ادا کی، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے لیے دُعا فرمائی "وَضَلَّ اللَّهُ إِلَيْكَ
جَنَاحَيْنِ تَطِيرُ بِهِمَا فِي الْجَنَّةِ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اس کے حق میں قبول
ہوئی چنانچہ غروبِ موتہ میں جامِ شہادت نوش کیا اور خدا تعالیٰ نے اسے دو پر عطا فرمایا۔

تاکہ ان کے ساتھ جنت کے باغات میں اڑتا پھرے اسی درجہ سے اس نیک نخت کو جعفر طیار کہتے ہیں۔

ابوطالب گھر لوٹے تعہضت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ نے کہا: ”آپ کا بیٹا علی کہاں ہے؟ ابوطالب نے پوچھا، کیوں؟ کیا بات ہے؟ کہنے لگی: ”مجھے میری خادمہ نے اطلاع دی ہے کہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ پہاڑ کی غار میں نماز ادا کرتا ہے“ آپ پراسفس ہے کیا آپ اسے روارکتے ہیں کہ آپ کا بیٹا اپنے آبا و اجداد کے دین سے پھر جائے؟“ ابوطالب نے کہا: ”چپ رہ، خدا کی قسم علی کے لیے تمام مخلوق سے زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حجاز و بھائی کی مدد کرنا ہے اور اگر میں بھی دین عبدالمطلب چھوڑ سکتا تو یقیناً میں بھی اُن کی اتباع کرتا، قریش نے یہ بات سُنی تو اُنھیں بے انتہا دشوار گزری اور وہ خوزدہ ہو گئے۔“

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے اور اس کے اسباب میں بہت

اقوال ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ بشت سے بیس سال پہلے اُنھوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ چاند آسمان سے ٹکڑے ٹکڑے ہو کر کعبہ میں گرا۔ مکہ کے ہر گھر میں ایک ایک ٹکڑا اگر اچھروہ تمام ٹکڑے اکٹھے ہو کر پہلی شکل پر آ گئے اور آسمان کی طرف چلے گئے مگر وہ ٹکڑا جو ابوبکرؓ کے گھر میں آیا تھا وہیں رہ گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ وہ تمام ٹکڑے اکٹھے ہو کر ابوبکر کے گھر آ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا۔ ان انوار کے حالات دریافت کرنے کے لیے علی الصبح یہودی علماء میں سے ایک عالم کے پاس گئے اور اس سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ یہودی عالم نے کہا یہ اضغاث و احلام ہیں سے ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ کچھ زمانہ اسی طرح گزرا، اپنی تجارت کے سلسلے میں بحیرا راہب کی خانقاہ میں پہنچے اور راہب سے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی۔ راہب نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ آپ نے کہا: میں قریشی ہوں۔ راہب نے کہا: مکہ میں تمہارے درمیان ایک پیغمبر ظاہر ہو گا اس کا ذرہ ہایت مکہ کے ہر گھر میں پہنچے گا آپ ان کی زندگی میں ان کے وزیر

ہوں گے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ ہوں گے۔ ابو بکر صدیقؓ نے کہا میں خواب کو پوشیدہ رکھتا تھا یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے واقعی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خلق کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ جب مجھے آپ کے ظہور کی خبر ملی تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بے اسلام کی دعوت دی میں نے عرض کی، پیغمبرؐ کی نبوت پر ایک دلیل ہوتی تھی آپ کی دلیل کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے دیکھا تھا اور یہودی عالم نے کہا تھا کہ اس کا کوئی اعتبار نہیں بجز اراہب نے اس کی اس طرح تفسیر کی تھی۔ میں نے پوچھا: آپ کو اس کی کس نے خبر دی ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اطلاع دی ہے۔ میں نے کہا اس سے زیادہ میں آپ سے کوئی دلیل و برہان نہیں پوچھتا، اشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد انک عبدہ ورسولہ۔

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت درخت کی گواہی میں ایک روز ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اس درخت کی ایک شاخ میری طرف اس قدر جھکی کہ میرے سر کے ساتھ آگئی میں اسے دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ یہ کیا چاہتی ہے اس درخت سے میرے کان میں آواز سنائی دی کہ ایک پیغمبر فلاں وقت میں ظاہر ہو گا لوگ اس پر ایمان لائیں گے تجھے چاہیے کہ ان میں سب سے نیک بخت بنے میں نے اس سے کہا کہ وضاحت سے بیان کر کہ وہ پیغمبر کون ہے، اس کا نام کیا ہے؟ اس نے کہا محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم۔ میں نے کہا وہ میرا دوست، حبیب اور ساتھی ہے میں نے اس درخت سے وعدہ لیا کہ جب وہ مبعوث ہوں مجھے خوشخبری دیے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اس درخت سے آواز آئی: اے ابو قحافہ کے بیٹے! مستعد ہو جا اور کوشش کر، کیونکہ اس کی طرف وحی آگئی ہے۔ مجھے ربؐ کی قسم ہے کہ کوئی شخص تجھ سے سبقت نہیں لے جائے گا۔ جب صبح ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! میں تجھے خدا و رسول کی طرف بلاتا ہوں میں نے کہا: اناک رسول اللہ بالحق بعثک سراجاً

منبراً، پس آپ پر ایمان لے آیا اور آپ کے قول کی تصدیق کی۔

ایک دوسری روایت یہ ہے کہ جب خواجہ لولاک کے جسدِ مہمت پر انا ارسلناک کی خلعت آراستہ ہوئی تو آپ نے سوچا کوئی ایسا راز داں چاہیے جو اس بات کے سننے کی طاقت رکھتا ہو اور مصلحت کی جانب کو ترک نہ کرے پس حضرت ابو بکرؓ کی دوستی نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک میں درجہ اعتبار کو پہنچی ہوئی تھی اشارہ کیا کہ ابو بکرؓ کمال عقل سے موصوف اور حسن اعتقاد اور دوستی کے خلوص کے ساتھ معروف ہے اور اس بات کی اہلیت رکھتا ہے کہ اس امر میں راز داں بنایا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ ارادہ کر لیا کہ صبح اُس کے پاس جائیں گے اور اس راز سے اس کو آگاہ کریں گے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی تمام رات اسی سوچ میں مستغرق رہے کہ یہ دین جو ہمارے آباؤ اجداد کا پسندیدہ ہے۔ فطرت سلیم اور عقل کے نزدیک پسندیدہ نہیں ہے اور ایسی چیز کی عبادت کا کیا فائدہ جو نہ نقصان کو دُور کر سکتی ہو اور نہ ہی نفع بخش ہو خدا تعالیٰ جو زمین و آسمان کا خالق ہے اور بساط اور مرکبات کا موجد ہے عبادت کا حقدار کیوں نہیں ہے۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ صبح ہستیا بار کی روشن رات سے جو خدائی فیض اور توفیق الہی کی جائے نزول ہے، ہدایت اور مشورہ حاصل کرے اور اس راز کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کھولے ہر دو ایک دوسرے کی ملاقات کے ارادہ سے چل پڑے، راستہ میں دونوں کی ملاقات ہو گئی انھوں نے کہا، اجتمعنا غیر ميعاد۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک بھلائی کے مشورہ کے لیے آپ کے پاس آ رہا تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں بھی ایک دینی مہم میں آپ کی خدمت میں آ رہا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا راز سے پردہ اٹھائیے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی ہر کام میں آپ پیش رو ہیں پہلے آپ اظہار فرمائیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کل فرشتہ مجھ پر ظاہر ہوا اور خدا کا پیغام لایا کہ لوگوں کو خدا تعالیٰ کی طرف بلاؤ، میں حیران ہوا، تمھارے پاس آیا ہوں کہ تم راہنمائی کرو۔ دعوت کے سلسلہ میں جو تمھاری رائے ہو اس کے مطابق عمل کریں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: پہلے مجھے دین کے شرف سے سرفراز کریں کہ کل سے میں سوتے جاگتے اسی فکر

میں ہوں اور آج آپ سے یہ بات سُن رہا ہوں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے خوش ہوئے
فی الفور سلام پیش کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسلام کی دعوت کو قبول کر لیا۔ مومنین
کے پیشرو اور سب سے پہلے ایمان لانے والے بنے۔

محصل الاتقیاء میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حضرت ابوبکرؓ کا ایک قول نقل کیا گیا ہے
کہ نبوت سے پہلے میں تجارت کی غرض سے مکہ میں کی طرف گیا، قبیلہ ازد کے ایک تین سو سالہ
بڑے کے پاس اُتر اُجس نے آسمانی کتابیں پڑھی ہوئی تھیں۔ جب اس جہاں یہ بڑے
نے مجھے دیکھا اس نے کہا میرا خیال ہے کہ تم حرم کعبہ سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں۔
اُس نے پوچھا کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو؟ میں نے کہا بنی تمیم سے۔ اس نے کہا: ایک
نشانی باقی رہ گئی ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون سی ہے؟ اُس نے کہا: اپنے پیٹ سے کپڑا
اٹھائیے۔ میں نے کہا: جب تک آپ اپنا مقصد بیان نہیں کرتے میں کپڑا نہیں اٹھاؤں گا۔
اس نے کہا: میں نے تمہاروں میں پڑھا ہے کہ حرم میں ایک پیغمبر مبعوث ہوگا اس کے دو
معاون ہوں گے ایک جوان، دوسرا ادھیڑ عمر، جوان مستقبل میں بہت سی دشواریوں اور
مصیبتوں کو دُور کرے گا اور ادھیڑ عمر سفید چہرے لاغر جسم کا ہوگا۔ اس کے پیٹ پر سیاہ
داغ باتیں ران کی طرف نشانی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ شخص تم ہو چاہتا ہوں کہ اس داغ
کو تمہارے پیٹ پر دیکھوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا: میں نے پیٹ سے کپڑا اٹھایا میں نے
دیکھا کہ میری ناف کے اوپر ایک سیاہ خال ہے اس نے کہا: رب کعبہ کی قسم وہ ادھیڑ عمر
آپ ہی ہیں، مجھے اس نے شفقت سے پُر وصیت کی تھی۔ یکن میں اپنے کاروبار کی تکمیل کے
بعد اسے الوداع کہنے کے لیے آیا۔ اس نے کہا: میرے پاس اس پیغمبر کی تعریف میں چند
اشعار ہیں آپ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیں گے؟ میں نے کہا:
ہاں پہنچا دوں گا۔ اس نے بارہ شعر مجھے پڑھ کر سناٹے جس کا پہلا شعر تھا:

المرئانی قد سمعت معاشری

ونفسی وقد اصبحت فی الحی ہہنا

اور اس کے آخر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطاب میں کتا ہے یہ

وانت و مراب البیت تلتقی محمداً العالمک هذا قد اقام البراهن
واعی رسول اللہ دینی فانی علی دینہ اچی دان کنت واهنا

فیالمیتنی ادرکھ فی شیبتی

فکنت لہ عباد الاعماجنہ

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ اشعار اس پیر مرد سے یاد کر لیے اور اس کی وصیتوں کو قبول کیا اور مکہ میں واپس آگیا۔ جب میں اپنے گھر میں آیا تو عقبہ بن ابی معیط و شیبہ اور ابو البختری اور چند اور قریشی مجھے ملنے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی نئی چیز آپ کے ہائی پیدا ہوئی ہے؟ انہوں نے کہا: اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی کہ ابوطالب کے یتیم نے اٹھ کر پیغمبری کا دعویٰ کر دیا ہے اور ہمیں کہتا ہے کہ تم باطل ہو اور تمہارے آباؤ اجداد بھی باطل تھے؟ اگر آپ کی امداد و اعانت اسے حاصل نہ ہوتی تو ہم اسے امن نہ دیتے۔ اب جبکہ آپ خود تشریف لے آئے ہیں خود ہی اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائیے کیونکہ وہ آپ کا دوست ہے۔ جب میں نے ان سے یہ بات سنی تو ان کو معذرت کر کے واپس کر دیا۔ میں نے پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا خدیجہ کے گھر میں ہیں۔ میں جا کر دروازہ پر بیٹھ رہا جب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم باہر نکلے میں نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے جو آپ کی طرف سے باتیں بیان کی جاتی ہیں؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں آپ مجھ پر دوسرے لوگوں کے ساتھ ایمان لے آئیے تاکہ خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں اور دوزخ سے ہمیشہ بکے لیے چھوٹ جائیں۔ میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے پاس دلیل و برہان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میری دلیل وہ بوڑھا ہے جسے آپ یمن میں ملے تھے۔ انہوں نے کہا: میں بہت سے بوڑھوں کو ملا ہوں اور ان سے خرید و فروخت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ بوڑھا جس نے بارہ اشعار بطور امانت تمہیں دیے اور میرے پاس بھیجے اور وہ بارہ اشعار آپ نے ابو بکر کو سنائے۔ حضرت ابو بکر صلی اللہ عنہ نے عرض کی: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کس نے آپ کو اس حال کی خبر دی؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس بزرگ فرشتہ نے بتایا جو مجھ سے پہلے تمام پیروں پر اتر اٹھا۔ میں نے کہا: ہاتھ بڑھائیے، میں نے اچھی کا دست مبارک پکڑ کر کہا: اشهد ان لا اله الا الله واشهد انک رسول الله، میں خوشی خوشی گھر لوٹا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا دو خصوصی صفات کا حامل ہے ایک شواہد سے موکر دوسرا بغیر کسی تاخیر اور پس و پیش کے۔ چنانچہ مستحقے میں ہے قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما عرفنا الاسلام على احد الا كانت له عنده كعبة وتورود ونظرة الابى بكر فانہ لم يتعلم اى امر يتوقف في قبول الايمان، میں نے کسی کے سامنے اسلام کی دعوت پیش نہیں کی مگر ہر ایک نے پہلے پہل تردید کیا، سوچا اور تامل کیا مگر ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بلا توقف اور بلا تاخیر ایمان لے آئے۔

آپ کے سب سے پہلے ایمان لانے کے متعلق چند روایات ہیں، ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے جو عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی حضرت خدیجہؓ تھیں اور سب سے پہلے جو شخص گروہ مومنین میں داخل ہوا حضرت بلالؓ تھے اور سب سے پہلے جس مرد نے سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے اور سب سے پہلے جس بچے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے اور سب سے پہلا وہ شخص جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا زید بن حارثہؓ تھے۔ کہتے ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد بلالؓ ایمان لائے۔

ان تمام اقوال میں مطابقت اس طرح ہے کہ عورتوں میں سب سے پہلے وہ لیت تصدیق کو حاصل کر نیوالی حضرت خدیجہؓ تھیں، بچوں میں پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؓ، مردوں میں ابوبکر رضی اللہ عنہ، غلاموں میں بلالؓ اور آزاد شدگان میں سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم اجمعین تھے۔ حضرت خدیجہؓ کی اولیت حقیقی اور باقی کی اضافی ہے۔

بزرگانِ فہم سیر نے
صدیق اکبرؓ کی کوشش سے ایمان لانے والے
لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ

رضی اللہ عنہ بے شمار صفات جلال و جمال سے آراستہ تھے ان اخلاق حمیدہ کی وجہ سے قریش کے مقتدا بن گئے تھے، آپ اعلیٰ اخلاق، عمدہ اعمال، پسندیدہ خصائل، قابلِ تعریف صفات اور عقل کامل رکھتے تھے۔ مکہ میں ضیافت و مہمانی میں اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ ان عمدہ اخلاق اور پسندیدہ افعال کی وجہ سے ہر شخص ان سے محبت کرتا اور ہر شخص آپ کا احترام کرتا تھا لوگ بڑے بڑے کاموں میں ان کی درست رائے اور مضبوط فکر سے رہنمائی حاصل کرتے، چونکہ سب سے زیادہ عالم تھے لوگ فنِ انساب اور تاریخ عرب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فوائد حاصل کرتے تھے۔ مسلمان ہونے کے بعد اپنے پرانے رفیقوں اور دوستوں میں سے جن کو ملتے اسے ہدایت کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دیتے۔ واضح نشانات اور مضبوط دلائل کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کو ان کے سامنے پیش کرتے، اکابر قریش اور عرب کے سرداروں کی ایک جماعت آپ کی مبارک ہمت کی برکت سے گراہی کی وادی سے چشمہ ہدایت پر پہنچی، جن میں سے بعض کے نام ترتیب وار درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی اسماء ذات النطاقین فرماتی ہیں کہ ہمارے ابا جان جس روز ایمان لائے گھر آئے اور ہم سب کو اسلام کی دعوت دی جب تک ہم سب دائرۃ اسلام میں داخل نہیں ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور دینِ توحید کو قبول نہیں کر لیا مجلس سے نہیں اُٹھے۔

عشرہ مبشر میں سے پانچ آدمی آپ کی راہنمائی اور ترغیب سے دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے۔ عثمان بن عفان، زبیر بن العوام، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن ابی وقاص اور عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم اجمعین۔

امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایمان لانا نے کہا، سعدی بنت کزیز بن ربیعہ میری ایک خالہ تھی جو کمانت میں مہارت رکھتی تھی میں ایک روز اس کے گھر گیا، تو اُس نے مجھے کاہنوں کے انداز میں کہا تمھاری دو عورتیں ہوں گی، دونوں خوبصورت اور حسین، دونوں ایک دوسرے کے لائق، نہ تو نے ان سے پہلے عورت دیکھی ہوگی اور نہ انھوں نے خاوند۔

ایہ عورتیں ایک بڑے پیغمبر کی بیٹیاں ہوں گی، مجھے اس بات سے حیرانی ہوئی اور اسے ناممکن سمجھا۔ دوسری مرتبہ بھی کہانت کے طور پر اُس نے مجھے کہا: محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہو گئے ہیں لوگوں کو خدا کے دین کی طرف بلاتے ہیں، زیادہ مدت نہیں گزرے گی کہ تمام دنیا میں اس کی ملت کا نور پھیل جائے گا۔ جو شخص اس کی نافرمانی کرے گا اس کا سر قلم کر دیا جائے گا۔ میں نے جب اس سے یہ بات سنی آپ کی محبت میرے دل میں پیدا ہوئی، میں متفکر ہو گیا، میرے اور ابو بکرؓ کے درمیان دوستی تھی۔ دو روز کے بعد ان کے پاس گیا اور اپنی خالہ کی بات ان سے بیان کی۔ ابو بکرؓ نے مجھے کہا: اے عثمان! آپ عقلمند اور ہشیار آدمی ہیں ہر کام کے انجام میں صاحب اعتبار ہیں، آپ سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہوگی کہ چند پتھر جو نہ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں، نہ کسی کو نفع و نقصان پہنچا سکتے ہیں وہ خدا کیے بن سکتے ہیں۔ میں نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ آپ نے کہا: آپ کی خالہ نے سچ کہا، خدا تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مخلوق کی ہدایت کے لیے بھیجا ہے، غنیمت جان اور دولت ایمان حاصل کرنے میں تاخیر نہ کر۔

در کارِ خیر حاجتِ یسج استخارہ نیت

ہم اسی گفتگو میں تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے گزرے، علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہائی میں بات کی آپ تشریف لائے اور ہمارے نزدیک بیٹھ گئے، میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: خدا تعالیٰ تجھے جنت کی مہمانی کے لیے بلاتا ہے تو بھی اسے قبول کر۔ آپ کی بات نے میرے دل میں فوراً اثر کیا، میں نے کلمہ پڑھ لیا، اس کے بعد آپ کی صاحبزادی رقیہؓ سے شرفِ عقد حاصل ہوا، کئی مرتبہ مجھے اپنی خالہ کی بات یاد آئی۔

جب سعد بن ابی وقاصؓ ایمان لائے، صحابہؓ سعد بن ابی وقاصؓ کا ایمان لانا قریش کی دست درازی کی وجہ سے وادیِ مکہ میں نماز پڑھتے تھے، ایک روز کفار کی ایک جماعت کا ادھر سے گزر ہوا۔ انہوں نے حماقت سے لڑائی جھگڑا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ہڈی کا ایک ٹکڑا اٹھا کر ایک

کافر کے سر پر دے مارا جس سے اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ چنانچہ کفار بھاگ نکلے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جس شخص نے اسلام میں کافروں کو زخم لگایا اور خون بہایا سعد بن ابی وقاص ہیں آپ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے متعلق دعا فرمائی: اللهم اجب دعوتہ وسدوس مہلتہ اے خدا! سعد کی دعا قبول فرما اور اس کے تیر کو نشانہ پر سیدھا رکھ۔ لامحالہ آپ مستجاب الدعوات ہو گئے۔ آپ اپنی آخری عمر میں دونوں آنکھوں سے نابینا ہو گئے تھے۔ لوگوں نے کہا بیمار آپ کی دعا سے شفا پاتے ہیں اپنے لیے دعا کیوں نہیں کرتے کہ خدا تمہاری آنکھوں کو روشن کر دے۔ آپ نے فرمایا: قضاء اللہ عندی احب من بصری اللہ جل وعلا کی قضا میرے نزدیک آنکھوں کی بصارت سے بہتر ہے۔

عبدالرحمنؓ نے بیان کیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے یمن میں تجارت کے لیے گیا ہوا تھا اور عتکان بن ابی العوالم حمیری جو ایک بہت بوڑھا آدمی تھا اور ضعیفی سے چوڑہ کی طرح ہو گیا تھا، کے پاس بٹھرا۔ جب بھی یمن جاتا اس کے پاس بٹھرتا ہر دفعہ وہ مجھ سے پوچھتا کہ تم میں کوئی شخص پیدا ہوا ہے جو بزرگی اور شہرت رکھتا ہو اور تمہارے دین کا مخالف ہو۔ میں کہتا: نہیں۔ اس مرتبہ جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ پہلے سے زیادہ بوڑھا اور کمزور ہو چکا تھا، کانوں سے بھرہ اور اس کے تمام بیٹے اس کے پاس جمع تھے۔ انھوں نے اسے بٹھادیا مجھے کہنے لگا: اپنا نسب بیان کر۔ میں نے کہا: میں عبدالرحمن بن عوف بن الحارث بن زمرہ ہوں۔ اس نے کہا: بس اسی قدر کافی ہے، میں تجھے ایسی بات کی خوشخبری سناتا ہوں جو تیرے لیے یمن کی تجارت سے بہتر ہے، خدا تعالیٰ نے گزشتہ ماہ تیری قوم میں ایک پیغمبر پیدا کیا ہے، اُسے تمام مخلوق سے منتخب فرمایا۔ اس پر کتاب بھیجی، وہ بتوں کی عبادت سے منع کرتا ہے اور اسلام کی دعوت دیتا ہے باطل دین سے روکتا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون سے قبیلے سے ہے؟ اس نے کہا بنی ہاشم سے، آؤ تم اس کے بھائی ہو، اے عبدالرحمن! جلدی کر اور جلدی واپس جا، اس کی موافقت کر۔

اور اسے سچا جان اور اس کی مدد کر۔ اس نے چند شعر پڑھے اور کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کرنا۔ یہ تین شعر ان اشعار میں سے ہیں: ۱۔

اشهد باللہ ذی المعالی وفاق اللیل والیاصباح

اشهد باللہ ربّ موسیٰ انک امرسلت بالبطاح

تکن شفیع الی ملک

یدعوا الی الی الصلاح

میں نے جس قدر جلد ممکن ہو سکا اپنے کام کی تکمیل کی اور جلد واپس آ گیا جب مکہ میں پہنچا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور حمیری کا قصہ اس سے بیان کیا، آپ نے کہا ہاں خدا تعالیٰ نے محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مفلوک کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کے گھر تھے میں نے جا کر اجازت مانگی، اجازت دے دی گئی، اندر داخل ہوا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک مجھ پر پڑی، آپ مسکرائے اور فرمایا: میں ایسا چہرہ دیکھتا ہوں جس سے بھلائی اور خیر کی مجھے امید ہے، اس کے بعد آپ نے مجھے اسلام کی دعوت دی، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل طلب کی، آپ نے فرمایا: ہدیہ جو اٹھا کر لائے ہو یا جو پیغام تم لائے ہو اسے لاؤ۔ اور حمیری کے ایمان کی آپ نے گواہی دی اور فرمایا: وہ خواص مومنین میں سے ہے۔ میں ایمان لے آیا اور حمیری کے شعر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پڑھے اور میں نے کلمہ شہادت پڑھا، جو خوشخبری اس نے سنائی تھی آنحضرت سے بیان کی۔ آپ نے فرمایا:

”رب مومن ومساہنی ومصدق بی وماشهد زمانی اولکذا حقا اخوانی“ لیکن باقی

لوگ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ورثے ایمان لاتے یہ ہیں، عمرو بن عسفہ اور عقیبہ بھی ان پانچ سبقت یافتہ لوگوں میں شامل ہیں۔ محمد بن اسحاق نے کہا ہے کہ آٹھ آدمی سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے ہیں: علی بن ابی طالب، زید بن حارثہ، ابوبکر بن ابوقحافہ، طلحہ

بن عبید اللہ، عثمان بن عفان، زبیر بن عوام، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین، اور کتاب مستقصی میں عمرو بن ابی شیبہؓ کو بھی ان آٹھ افراد میں

فہرہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ کی راہنمائی سے ہی ابو عبیدہ بن جراح، عثمان مظلون،
 ارقم بن ابی الارقم اور ابوسلمہ بن عبدالاسد دارؤ اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کے بعد
 عبیدہ بن الحارث بن عبدالطلب، سعید بن زید بن عمرو بن نفیل، فاطمہ بنت الخطاب جو
 امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ اور سعید مذکور کی بیوی تھیں اور قدامہ بن مظلون،
 خباب بن الارت، عبداللہ بن مظلون، عمیر بن ابی وقاص، عبداللہ بن مسعود، مسعود بن الربیع
 القاری، سلیط بن عمرو، عیاش بن ابی ربیعہ، خنیس بن حذافہ، عامر بن ربیعہ، عبداللہ
 بن جحش، جعفر بن ابی طالب اور ان کی بیوی اسماء بنت عقیل، طالب بن الحارث، خطاب بن الحارث عمر
 بن ضیف، سائب بن عثمان بن مظلون، نعیم بن عبداللہ، عامر بن فہیرہ و خالد بن سعید،
 حاطب بن عمرو بن عبدالشمس، حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ، داقد بن عبداللہ، عمار بن یاسر،
 صہیب بن سنان، ایاس بن بکر، خالد بن البکیر، ابوذر غفاری، طلیب بن عمرو اور
 صعوب بن عمر رضی اللہ عنہم اجمیع ایمان لائے، ہر ایک کے ایمان لانے کا سبب علیحدہ
 قصہ ہے جس کی یہ کتاب متحمل نہیں ہو سکتی۔

آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 آسمان پر شیطانوں کی آمد و رفت بند ہو گئی بعثت سے پہلے شیاطین ایک
 مقررہ مقام تک آسمان کے قریب پہنچ کر آسمان کی طرف کان لگا کر فرشتوں کی باتیں جو
 حوادث کے متعلق ہوتی تھیں سُنتے تھے، ایک سچی بات کے ساتھ چند باطل اور غلط
 باتیں ملا کر لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث ہوئے ہیں روز
 گزر گئے شیاطین کو آسمانوں کی طرف جانے اور چوری چھپے سُسنے سے روک دیا گیا اور اس
 عمدہ سے معزول ہو گئے وَ اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَا حُجُومًا شَدِيدًا وَ شُهَبًا
 وَ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شَهَابًا وَاصِدًا۔

یہ آیات نازل ہوئیں۔ (سورہ جن ۱۰)

سب سے پہلی جماعت جو شیاطین کے آسمان کی طرف جانے کی ممانعت اور مار
 پڑنے سے آگاہ ہوئی وہ اہل طائف تھے۔ ہر شخص اپنی طاقت کے مطابق بھیڑ بکری اور

باتوں پر کان نہ دھرو۔ اس ملعون بد بخت کی اس بات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو
 بے حد رنج پہنچا اسی طرح غمگین و افسردہ گھر واپس آئے، کوئی بھی شخص ان میں سے ایمان نہ لایا
 اس کے بعد آپ کو قریبی رشتہ داروں کو دعوت دینے کا حکم ہوا اور آیت وَ اَنذِرْ عَشِيرَتَكَ
الْاَقْرَبِينَ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ نازل ہوئی آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ جل و علا فرماتا ہے کہ اپنے
 قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دے، میں اس حکم کو بجالانے سے بہت عاجز ہوں اور یہ
 کام میرے لیے بہت مشکل ہے، جب میں ان کو تو دینا شروع کر دوں گا تو وہ مجھے دُکھ دیں گے اور
 ہر طرح سے میرے ساتھ لڑیں گے، میں سکوت اختیار کروں اور صبر کے ہاتھ سے مصلحت اندیش
 عقل کا دامن پکڑوں، جبرائیل علیہ السلام اترے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر حکم کے
 مطابق آپ نے عمل نہ کیا تو آپ عقوبت الہی میں مبتلا ہو جائیں گے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نے علیؑ سے کہا ایک صاع طعام تیار کر اور اس میں قدرے گوشت ڈال دے اور ایک پیالہ
 دودھ میتا کر اور تمام بنی عبدالمطلب کو بلا لانا کہ میں اُن سے گفتگو کروں۔ امیر المومنین حضرت
 علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق یہ چیزیں تیار کیں
 اور ابوطالب، حمزہ، عباس اور ابولہب وغیرہ چالیس افراد کو جو آپ کے چچا اور رشتہ دار تھے
 جمع کر لیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے میں ابتہا کی، گوشت کا ایک ٹکڑا آپ نے
 لیا اور تناول فرمایا باقی ماندہ ٹشت کے ارد گرد رکھ کر فرمایا اخذوا باسم اللہ تعالیٰ، تمام
 مہمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا، مجھے اس خدا تعالیٰ کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں علی کی جان ہے
 جو طعام میں نے تیار کیا تھا ان میں سے تنہا ایک آدمی کھا سکتا تھا اور وہ دودھ کا پیالہ جو میں
 نے مہیا کیا تھا صرف ایک شخص کے لیے کافی تھا۔ دودھ سے تمام حاضرین کا پیٹ بھر گیا۔ بعد
 ازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بات شروع کرنے ہی والے تھے کہ ملعون ابولہب نے گفتگو
 میں پہل کی کہنے لگا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بادو کیا گیا ہے، تم میں سے کوئی اس کے
 نزدیک نہ جائے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، تیری قوم یعنی قریش میں تمام قبائل سے
 مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اس اہم کام کا تصفیہ یوں ہو سکتا ہے کہ تمہیں کرسیں بند کر دیں

اور تو کسی قسم کی کوئی عیش و عشرت نہ دیکھ سکے یہ کام ہمارے لیے آسان ہے نسبت اس کے کہ تمام قبائل عرب ہماری دشمنی اور مقابلہ کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، کوئی اس قسم کی بُرائی اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ سوچ بھی نہیں سکتا جیسی کہ تم کر رہے ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اس کی گفتگو سے متاثر ہوئی، اسی مجلس برخواست ہو گئی۔ دوسری مرتبہ آنحضرت نے فرمایا: اے علی! اس شخص نے گفتگو میں جلدی کی اور اس کی باتیں تم نے سُن ہی لی ہیں، پھر اسی قسم کا طعام تیار کر، حسب الارشاد طعام اور دودھ مہیا کر دیا جب کھانا کھا کر دودھ پی چکے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو شروع کی، عادت مبارک کے مطابق آپ نے حمد و ثنا سے آغاز کیا، فرمایا:

الحمد لله وبحمده نستعينه ونؤمن به ونتوكل عليه۔ اس کے بعد اس کی وحدانیت کی گواہی دی اور شرک کی نفی فرمائی، کوئی زاہد جھوٹ نہیں بولتا مجھے خدا تعالیٰ کی قسم کہ اگر بضر محال تمام لوگوں کے ساتھ جھوٹ بولوں، تمہارے ساتھ جھوٹ نہیں بولوں گا، مجھے اس خدا کی قسم جس کے بغیر کوئی خدا نہیں تمہاری اور تمام مخلوق کی طرف میں خدا کا رسول ہوں، خدا کی قسم تم تمام لوگوں نے مرنا ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہونا ہے جس طرح تم نیند کے بعد بیدار ہوتے ہو، یقیناً جو اعمال تم کر دگے ان کا محاسبہ ہوگا، نیکی کا بدلہ نیکی اور بُرائی کا بدلہ آگ اور عذاب کے ساتھ ہوگا، تم دیکھ رہے ہو کہ ابلاغ رسالت کے شروع میں میں کمزور و ضعیف ہوں مجھے مددگار اور معاون کی ضرورت ہے تاکہ میں خدا تعالیٰ کے حکم اور دین خداوندی کو ظاہر کروں، آپ میں سے جو شخص میری مدد اور نصرت میں کھڑا ہوگا، میرا بھائی اور تمہارے درمیان وہ میرا خلیفہ اور وصی ہوگا، کسی نے کوئی جواب نہ دیا، امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں عمر میں ان سب سے چھوٹا ہوں، غصہ میں تیز اور قہید اور سب کے اعتبار سے بڑا ہوں مجھ سے جو کچھ ہو سکے گا دل و جان سے کوشش کروں گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاک پا کر کھل الجوا ہر پرترجیع دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک میری گردن میں ڈالے، مجھے دُعا و تعریف سے سرفراز فرمایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرا بھائی اور میرا وصی ہے جو کچھ یہ کہے گوشِ ہوش سے سُنو اور

اللعنة و فرمانبرداری کرو، قوم اُنکر چلی گئی، وہ بٹنے لگے، ابوطالب کو انہوں نے کہا تمہارا بھتیجا تمہیں کہتا ہے کہ اس کی گفتگو سنو اور اس کی فرمانبرداری کرو۔

حضرت بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ علی رضی اللہ عنہ سے پہلے ابوطالب نے گفتگو میں پہل کی اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں آپ کی مدد سے زیادہ کوئی کام پسندیدہ نہیں ہے اور کوئی کام آپ کی رعایت سے زیادہ مطلوب نہیں ہم تمہاری باتیں سننے کے لیے حاضر مجلس ہوئے ہیں یہ تمام تیرے چچا ہیں، میں بھی ان میں سے ایک ہوں اگر وہ تیری بات قبول کر لیں اور احکام رسالت تسلیم کر لیں میں سب سے پہلے ایسا کروں گا اور اگر انکار کریں تو میں بھی عبد المطلب اور باقی آباد اجداد کے دین پر رہوں گا، تمہیں جس چیز کا حکم دیا گیا ہے بجالاتے، دین کو پھیلانے اور پیغام رسالت کو پہنچانے میں کوشش کیجئے، خدا کی قسم میں جب تک زندہ ہوں تیری حفاظت کرتا رہوں گا، تیری حمایت میں اپنی جان کو ڈسالی بنائے رکھوں گا۔ اس کے بعد ابولہب کہنے لگا: عبد المطلب کے بیٹو! خدا کی قسم جو راہ اس نے اختیار کی ہے تمہارے لیے نقصان کی راہ ہے اس سے پہلے کہ دوسرے لوگ اس کی مدافعت میں کھڑے ہوں تم اس کی حمایت سے دست بردار ہو جاؤ۔ ابوطالب نے کہا: اے بھتیجے! اس احمقانہ گفتگو سے باز آ اور دوستی کے لباس میں دشمنی نہ کر، گویا مادر گیتی نے تیرے بغیر کوئی بیٹا نہیں جنا اور خالق عقل نے تیرے بغیر کسی کو زیر عقل سے آراستہ نہیں کیا۔ خدا کی قسم میں جب تک زندہ رہوں اس کی حمایت نہیں چھوڑوں گا اور اسے دشمنوں کے سپر نہیں کروں گا۔ اگر عبد المطلب کی اتباع کرنے کا ارادہ نہ ہوتا تو میں یقیناً اس کی تصدیق کرتا اور اس کی فرمانبرداری کرتا اگر انصاف کرو تو مسلمان ہو جاؤ ورنہ اس کی مدد سے ہاتھ نہ کھینچو اس وقت تک جبکہ خدا تعالیٰ اپنے حکم کو نافذ نہ کرے۔

واقعی کی روایت میں ہے کہ جب آیت وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ الْاَقْرَبِينَ نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو آواز دی، جب تمام اکٹھے ہو گئے پوچھنے لگے ہمیں آپ نے کیوں بلایا ہے؟ آپ نے فرمایا: اے قوم! اگر میں اپنے

کہوں کہ اس پاڑ کے پیچھے ایک جماعت تم پر حملہ کرنے کے لیے گھات لگانے بیٹھی ہے،
 نیزوں اور تلواروں کے ساتھ تمہیں فنا کرنے کے لیے آرہی ہے تو کیا مان لو گے؟ کہنے لگے
 ہاں آپ ہمارے نزدیک قطعاً دروغ کے ساتھ متہم نہیں ہیں اور کبھی بھی ہم نے آپ سے جھوٹ
 نہیں سنا۔ آپ نے فرمایا: میں جسے آئیوا لے عذاب سے ڈراتا ہوں، اسے بنی عبدالمطلب!
 اے اولاد عبد مناف و بنی زہرہ! یہاں تک کہ آپ نے تمام قریش کے قبائل کا نام لے کر
 کہا: اِشْتَرُوا اَنْفُسَكُمْ مِنْ اللّٰهِ لَا رَغْبَ لَكُمْ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا، مجھے میرے پروردگار نے فرمایا ہے
وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرا، یقین کیجیے میں آخرت میں تمہیں
 کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور عذاب سے نہیں چھڑا سکتا جب تک کہ کلمہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
 محمد رسول اللہ نہ پڑھ لو اور میری رسالت کا اعتراف نہ کرو۔ ابولہب لعین نے کہا:
تَبٰلُكَ تو بلاک ہو گیا اسی لیے میں بلایا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی خاطر کیلئے
 خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: تَبَّتْ يَدَا بَنِي نَهْشٍ وَ تَبَّ هٗ مَا اَعْنٰی حَسَنَةُ مَا لَهٗ
وَمَا كَسَبَ الْخَم

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں
 رؤساء قریش ابوطالب کی خدمت میں کہ جب قریش نے دیکھا کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دین کو ظاہر کر دیا اور کھلم کھلا دعوت اسلام کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں
 روز بروز اس کا کام ترقی کر رہا ہے جس سے بتوں کی عبادت لوگوں کے دل سے تھپ تھپ
 اور ان کے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے، انھیں ناگوار نہ گزرتا اگر آپ ان سے اور ان کے
 باطل خداؤں سے تعرض نہ کرتے اور نہ ہی ان کے آباؤ اجداد جو بغیر دولت ایمان حاصل
 کیے فوت ہو گئے تھے مقام آخرت کا تعین کرتے یعنی انھیں دوزخی قرار نہ دیتے۔ جب
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی مجلس سے گزرتے وہ کہتے عبدالمطلب کا بیٹا جو آسمان کی
 باتیں بتاتا اور عالم بالا کے رہنے والوں سے باتیں کرتا ہے یہ ہے، جب اسی طرح
 کچھ وقت گزر گیا، قرآنی آیات جن میں باطل خداؤں کی بُرائیاں اور ان کے آباؤ اجداد
 جو دولت ایمان کے بغیر اس دنیا سے چل بسے تھے کے متعلق احکام نازل ہوئے کہ وہ

دورِ جہنم میں، نازل ہوئیں۔ آنحضرتؐ ان آیات کو ان کے سامنے تلاوت کرتے یہاں تک کہ عداوت اور دشمنی کی بنیاد پڑ گئی تو انہوں نے سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی ایذا رسانی کا پروگرام بنایا، لیکن ابوطالب کی حمایت کی وجہ سے جرأت نہ کر سکے، ان کے سرداروں کی ایک جماعت عقبہ، شیبہ اور ابو جہل وغیرہ ابوطالب کے پاس گئے اور کہا ”اے ابوطالب! آپ ہمارے سردار اور پیشوا ہیں، ہم ہمیشہ آپ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور آپ کے ولی سکون کے لیے کوشاں رہتے ہیں، اب آپ کے اس بھتیجے نے ابا و اجداد کے دین کو چھوڑ کر نبیادین بنالیا ہے اور ہمارے خداؤں کو بُرا کرتا ہے، لوگوں کو گمراہ کرتا ہے، اس کے باوجود کفر و گمراہی کی نسبت ہماری طرف کرتا ہے۔ ہم پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ اس کو نصیحت کریں کہ دوبارہ ہمیں کفر و گمراہی سے منسوب نہ کرے اور نہ ہی ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہے۔ اگر آپ کی نصیحت سے وہ باز نہ آئے تو پھر ہم اس کے تدارک کی کوشش کریں گے“ ابوطالب نے انہیں مشفقانہ جواب دیا اور عمدہ طریق سے واپس کر دیا۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر سے آگاہ کیا، آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح اپنے کام میں مشغول رہے، بتوں کی بُرائی اور ان کی طرف کفر و گمراہی منسوب کرتے رہے ان کے دلوں میں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دشمنی مستحکم ہو گئی۔ جب کچھ مدت اسی طرح گزر گئی پھر ان کے اکابر کی ایک جماعت ابوطالب کے پاس آئی اور کہا ایک مرتبہ ہم نے آپ سے درخواست کی، آپ نے کوئی توجہ نہیں کی، ہم نہیں چاہتے کہ ہماری طرف سے آپ کے دل میں کوئی ناراضگی پیدا ہو، اب پانی سر سے گزر چکا ہے اور ہماری طاقت جواب دے چکی ہے اس سے زیادہ ہم برداشت نہیں کر سکتے اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ ہم ایذا دہی میں مشغول ہوں گے اور اسے اپنے سے دُور کریں گے، کہنے لگے کہ مکہ میں وہ رہے گا یا ہم، اس سے زیادہ ہم میں طاقتِ برداشت نہیں۔ ابوطالب نے بہت کوشش کی کہ ان کی جہالت کی آگ کو فرو کریں مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، الغرض ابوطالب کی مجلس سے غصہ میں اُٹھ گئے، ابوطالب اس سے پریشان ہو گئے نہیں چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچے، اور اس بات کو بھی پسند نہیں کرتے تھے کہ قوم ان سے متنفر

اور غضبناک ہو اور اپنوں کے درمیان جنگ دشمنی پیدا ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلاک کرنا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اب تمام قوم تیری دشمنی پر کمر بستہ ہو گئی ہے اور مجھے ملامت کرنے لگے ہیں، مروت سے یہ بات بہت بعید ہے کہ اپنوں کے درمیان جنگ و جدال پیدا ہو، اگر آپ اس کام میں اُن سے نرمی سے پیش آئیں اور اُن کی خوشنودی کی کوشش کریں تو لڑائی جھگڑے کی نوبت نہیں آئے گی، وہ اسی بات پر رضا مند ہیں کہ تو ان کو کافر و گمراہ قرار نہ دے اور اُن کے خداؤں کو بُرا بھلا نہ کہے، اب تو جان اور تیرا دین! پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال کیا کہ شاید ابوطالب اُن کی حمایت سے تنگ آگئے ہیں اور اُن کی نزہت و حفاظت سے اپنا ہاتھ روک لیا ہے، اسے قوم کے سپرد کر دیگا، آپ نے فرمایا: چچا جان! مجھے قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اگر قریش میرے دائیں ہاتھ پر سورن اور بائیں ہاتھ پر چاند لاکر بھی رکھ دیں اور مجھے کہیں کہ اس کام سے ڈک جا۔ تو بھی یہ کام کرتا رہوں گا یا نو دین اسلام غالب آجائے گا یا اپنی جان اس راہ میں قربان کر دوں گا اور مخدور ہوں گا۔

میں قسم از جو رجھایت ناکہ جانم در تن است

بعد از انم گر اجل آید بسر معذور دار

یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو تھے، جب ابوطالب نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تنگدل ہو کر گئے، ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ کیا تھا اس سے پشیمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا آپ جس طرح چاہتے ہیں کام کیجئے، میں جب تک زندہ ہوں تمہاری حمایت اور حفاظت سے دست بردار نہیں ہوں گا اور زندگی بھر آپ کی خوشنودی کی کوشش کرتا رہوں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی ہوئی اور ابوطالب کے پاس سے اُٹھے۔ جب قریش نے دیکھا کہ ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمایت میں لے لیا ہے اور اس سے کسی طرح دست بردار نہیں ہوئے، تو دوسرے قریش میں سے دس آدمی عقبہ، شیبہ، ربیعہ کے بیٹے، امیہ بن خلف، ابو جہل بن ہشام، عاصم بن وائل، مطعم بن عدی، طعمہ بن عدی،

غلبہ بن حجاج اور انیس بن شریق عمارہ بن ولید کو لے کر (جو حسن و جمال میں چودھویں رات کے چاند کی طرح بلکہ کہتے ہیں کہ آفتاب کی مانند تھا، خوب صورتی میں اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا) ابوطالب کے پاس آئے اور کہا اے ابوطالب! آپ جانتے ہیں کہ اس نوجوان سے زیادہ خوبصورت پورے عرب میں کوئی نہیں اور اس کا باپ سب سے زیادہ معروف اور مشہور ہے۔ ہم یہ محنت جگر آپ کو دیتے ہیں اس کے بدلے آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیں دے دیں تاکہ ہم اسے قتل کر دیں کیونکہ اس نے ہمارے دین کو مکمل طور پر تباہ کر دیا ہے اور ہماری قوم کو گمراہ کر دیا ہے۔ ابوطالب ان کی اس بات سے بڑے غضبناک ہوئے اور کہا لے قوم! اس قسم کی سوچ عقل و خود سے بہت دور ہے۔ کوئی عقلمند ایسی بات سوچ سکتا ہے کہ میں پرورش کے لیے تمہارا بیٹا لے لوں اور اپنا بیٹا تمہیں قتل کرنے کے لیے لے دوں؟ دنیا میں ایسا معاملہ کسی نے کبھی کیا ہے جو آپ فرماتے ہیں۔ اب تک میں تمہیں احتیاط سے کھتا رہا ہوں اب واضح طور پر تمہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جو شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے وہ میرا دشمن ہے اور جو شخص اس کے دین کا دشمن ہے میں اس کے دین کا دشمن ہوں۔ جب ابوطالب نے یہ بات کہی تمام لوگ وہاں سے چل دیے اور دشمنی اور عداوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ ابوطالب نے جب دیکھا کہ قوم برسرِ جنگ ہے تو انھوں نے اپنی قوم بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بلایا اور انہیں حالات بتائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد و اعانت کی ترغیب دی تمام لوگوں نے سرائطِ امت خم کر دیا اور کہا آپ جو کچھ فرمائیں ہم دل و جان سے فرمانبرداری کریں گے۔ ابوطالب نے جب ان کے اتفاق و اتحاد کو دیکھا تو انہیں اطمینان ہوا، جب قریش کو علم ہوا کہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد و معاونت پر کمر بستہ ہیں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ و جیلہ اور ایذا رسانی پر کمر بستہ ہو گئے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر مشرکین کے مظالم

ہم سب سے پہلے اُن لوگوں کا ذکر کرتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ دینے اور شدید دشمنی کرنے میں مصروف رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آفتابِ نبی

کو دشمنی کے غبار سے ڈھانپنے کی کوشش کرتے رہے۔ دشمنی و عداوت میں دنیا بھر سے آگے بڑھے ہوئے لوگ ابوہل بن ہشام، ابولہب بن عبدالمطلب، عقبہ بن ابی معیط، حکم بن ابی العاص، اسود بن المطلب، اسود بن عبدلیث، ولید بن مغیرہ، عاص بن دائل، امیہ بن خلف، ابوقیس، نضر بن الحارث، منبہ بن الحجاج، صائب، عاص بن سعید، حارث بن قیس، سمی، اسود بن عبدالاسد، عدی بن حرا، عاص بن ہشام اور ابی انصاف تھے۔ ان تمام میں سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آزار پہنچانے والا شخص نضر بن حارث تھا لعنۃ اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔ اس تباہ کار اور سیاہ روزگار جماعت نے سید مختار صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانہ دستم بنانے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ ظلم و جفا کا جھنڈا گاڑ رکھا تھا۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسخر اور استہزاء کیا کرتے تھے۔ دوسری طرف اللہ تبارک و تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت فرماتا۔ آپ کے چچا ابوطالب کی امداد اور آپ کے سعادتمند متبعین کی پشت پناہی سے خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت فرماتا تھا اور آیت کریمہ اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حق میں کمال عنایت و مہربانی کی خبر دیتی ہے۔ ان کی ہلاکت کا قصہ اور کیفیت اور ان کے شر کا ازالہ اپنی جگہ پر مفصل بیان کیا جائے گا انشاء اللہ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بُرے ہمسائے نے فرمایا میں دو بُرے ہمسایوں ابولہب اور عقبہ بن ابی معیط کے درمیان رہا کرتا تھا، یہ دونوں مجھے دُکھ دینے کی فکر میں رہتے غلاطت اکٹھی کر کے میرے راستہ پر ڈال دیتے جب میں گھر آتا خود اس کو راستہ سے ہٹاتا انہیں صرف یہ کہتا کہ اے بنی عبد مناف! یہ کیسی ہمسائیگی ہے جو تم میرے ساتھ کرتے ہو؟

مذہب بن جہم روایت کرتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط گندگی کا ایک تھیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پھینکنے کے لیے لایا، طلب کو اس کا علم ہو گیا، اس گندگی کے بھرے ہوئے تھیلے کو اس سے لے کر اُسی کے سر پر دے مارا، عقبہ اس سے بھاگتا تھا وہ اُسے کھینچتا ہوا اس کی والدہ کے پاس لے گیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھی،

اس کی ماں کے سامنے اس کے لڑکے کی شکایت کی کہ طلب نے خود کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے
 ڈھال بنا رکھا ہے اور اپنی ذات کو قریش کے طعن و تشنیع کا نشانہ بنا دیا ہے اس کی ماں نے
 کہا یہ بہت عمدہ کام ہے، رشتہ دار نے رشتہ داری کی بنا پر بدلہ لیا ہماری جان و مال محمد صلی اللہ
 علیہ وسلم پر قربان ہو رہا ہے

اے جان و تن فدائے نامت از دیدہ دل کنم سلامت
 تو باد شمع و ما گدایاں تو خواجه و ماکین غلامت
 روزے کہ شراب وصل نوشی یک جرحہ بما فشاں زجامت
 زان باد کہ ہر کہ قطرہ خورو
 ہشیار نگشت تا قیامت

طارق بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز ذی الحجاز بازار میں موجود تھا، میں نے ایک
 نوجوان کو جاتے ہوئے دیکھا اس کے پیچھے ایک آدمی تھا جو پتھر مارتا جاتا تھا جس سے اس
 نوجوان کے پاؤں خون آلود ہو گئے، جو کہتا تھا ایہا الناس قولوا لا الہ الا اللہ فقلحوا لا الہ
 الا اللہ کو تا کہ نجات پاؤ۔ وہ آدمی کہتا تھا انہ کذاب فلا تصدقوا، بلا شک وہ جھوٹا ہے اس
 کی تصدیق مت کرو۔ طارق بن عبد اللہ کہتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہے، لوگوں نے بتایا
 یہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جنہوں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور یہ شخص جو آپ کو
 پیچھے سے پتھر مارتا ہے آپ کا چچا ابو لہب ہے جو ان کی تکذیب کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سے پوچھا کہ آپ پر احد کے دن سے زیادہ سخت دن کوئی نہیں گزرا جبکہ آپ کے عزیز اور
 ساتھی قتل ہو گئے اور مشرکین نے آپ کے دندان مبارک کو شہید کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا:
 ہاں! جو کچھ میں نے قریش سے دیکھا ہے شدید تر ہے۔ ایک دن میں ایک جماعت کے
 پاس گیا اور خود کو ان کے سامنے پیش کیا اس امید پر کہ شاید وہ مجھ پر ایمان لے آئیں اور
 تبلیغ دین میں میری مدد کریں، وہ مجھ پر ایمان لانے کی بجائے تکلیف دینے پر اتر آئے، مجھے
 پتھر مارتے تھے یہاں تک کہ میری اڑھی خون آلود ہو گئی وہاں سے میں واپس گھر آیا، اس

دن آنتہائی گرمی پڑ رہی تھی۔ کسی شخص نے مجھے قبول نہ کیا۔ گالی گلوچ اور لعن طعن کے بغیر میں نے کچھ نہ سنا ایک کونے میں جا کر ٹنگلین بیٹھ گیا، خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات اور دُعا میں مصروف ہو گیا، میں نے عرض کی: الہی! اگرچہ تیری راہ میں تکلیف بھی پہنچے تو اچھی ہے لیکن تو دیکھتا ہے کہ میں تیری خاطر کس قدر دُکھ برداشت کر رہا ہوں۔ میرے عجز اور بیچارگی کو تو جانتا ہے میری مدد فرما، جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خداوند تعالیٰ آپ کو سلام بھیجتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ فرشتہ جو پہاڑوں پر موکل ہے اُسے میں نے آپ کے تابع کر دیا ہے جو کچھ اُسے فرمائیں گے، کرے گا، وہ فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر آداب بجالایا اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں تو ان دونوں پہاڑوں کو جو مکہ میں ہیں آپس میں ٹکرا دے اور پورے شہر کو زمین میں دھنسا دے تاکہ مکہ شہر اور اس کے باشندوں کا نام و نشان تک مٹ جائے، آپ کی فرمانبرداری کر دوں گا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب آپ کی کیا مصلحت ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس لیے نہیں آیا کہ ہلاکت و تباہی کا سبب بن جاؤں لعل اللہ یرحم من اصلا بہم من یعبد اللہ وحدہ لا شریک لہ شاید کہ اللہ تعالیٰ اُن کی نسل میں ایسے لوگ پیدا کرے جو ایک خدا کی عبادت کریں۔

ولید بن مغیرہ کے تاثرات سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ موسم حج میں جبکہ لوگ اطراف و جوانب سے حج کے لیے جمع ہوتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی جماعتوں کے استقبال کے لیے باہر جاتے اور انہیں دین اسلام کی تبلیغ کرتے۔ مکہ میں بھی جو شخص آتا اس تک دین پہنچا تھے ایک روز ولید بن مغیرہ جو قریش کے سرداروں میں سے تھا اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ عقلمند اور سمجھدار سمجھتا تھا اور تمام سرداروں سے عمر میں بڑا تھا، دوسرے سرداروں سے کہنے لگا کہ قبائل عرب گرد و نواح سے بیت اللہ شریف کی زیارت کو آتے ہیں اور اس مرد یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شہرت اُنہوں نے سُن رکھی ہے لازماً وہ اس کے پاس

جائیں گے اور اس کی باتیں سنیں گے، اُس کی میٹھی میٹھی باتوں اور نیکیں گفتگو سے اس کی طرف رغبت کریں گے اور اس کے دین کو قبول کر لیں گے۔ اس کے متعلق ہمیں غور و فکر کرنا چاہیے کہ اس کو کسی ایسی بات کی طرف منسوب کریں کہ جب لوگ سنیں تو اس کی طرف رغبت کیے بغیر منتشر ہو جائیں۔ ہمیں چاہیے کہ ایک بات پر اتفاق کر لیں اور اس میں کوئی شخص اختلاف نہ کرے ایسا نہ ہو کہ بعض کی باتیں دوسروں کی باتوں کو جھٹلائیں۔ سب نے کہا جو آپ کہیں ہم قبول کریں گے اور اس سے ہم تجاوز نہیں کریں گے، اس نے کہا پہلے آپ حضرات بیان کریں تاکہ میں سنوں۔ کہنے لگے ہم اسے کاہن کہیں۔ ولید نے کہا خدا کی قسم ہم نے کاہنوں کو دیکھا ہے اور ان کی باتیں سنی ہیں اسے کاہنوں کے ساتھ کوئی مشابہت نہیں اور اس کا کلام کاہنوں کے زمرہ اور صحیح کی مانند نہیں ہے، اگر یہ کہو گے تو لوگ تسلیم نہیں کریں گے اور تم جھوٹے کہلاؤ گے۔ کہنے لگے ہم اسے دیوانہ کہیں گے۔ کہنے لگا خدا کی قسم ہم دیوانہ کی کو جانتے ہیں اور بہت سے دیوانے دیکھے ہیں اس کا انداز گفتگو دیوانے کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا ہم کہیں کہ وہ شاعر ہے۔ ولید نے کہا خدا کی قسم ہم شاعروں کو خوب جانتے ہیں اور ہمیں اشعار کی قسمیں یاد ہیں۔ وہ شاعر بھی نہیں اس کا کلام شعر جیسا نہیں ہے۔ کہنے لگے ہم کہیں کہ وہ جادوگر ہے۔ اس نے کہا وہ جادوگروں جیسا بھی نہیں اور اس کا کلام جادو ٹوٹنے کی طرح نہیں ہے۔ کہنے لگے آپ ہی بتائیں کہ اسے کیا کہیں؟ اس نے کہا خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں ایسی شیرینی اور حسن قبول ہے کہ ہمارے تمام کلام پر غالب آتا ہے اور ہماری تمام باتیں مغلوب ہو جاتی ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کا آدمی بھی نہیں کہ غیر معروف ہو تاکہ ہم اسے یقیناً کہہ کر لوگوں کی توجہ اس کی طرف سے پھیر دیں اس کا اصل سب سے زیادہ شریف اور اس کا نسب سب سے زیادہ معروف ہے فصاحت و بلاغت میں اس کا کوئی ثنائی نہیں، جس بُرائی کے ساتھ اس کو منسوب کریں گے جو لوگ اس سے ملیں گے اور اس کے حالات اور اقوال سے واقف ہوں گے ہمیں جھوٹا کہیں گے۔ قوم نے کہا: اے ابو عبد الشمس! آپ کو اس بارے میں سوچنا چاہیے کیونکہ آپ کی رائے سب سے زیادہ درست ہے۔ ولید نے کہا ان تمام القابات میں سے

سے ساحر کہنا زیادہ مناسب ہے کیونکہ لوگ اس کی باتوں سے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے جدا ہو جاتے ہیں۔ باپ اور بیٹے، بھائی بہنوں اور میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیتا ہے۔ ہم کہیں کہ اس کا کلام جادو ہے جو اس نے کسی دوسرے سے حاصل کیا ہے، میلہ اور بابل کے جادوگر دس سے اسے پہنچا ہے۔ اس غیبت نے جب اس قسم کے مکرو فریب کی انہیں تلقین کی خدا تعالیٰ نے اس کے بائے میں آیت بھیجی ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۚ وَ جَعَلْتُ لَهُ مَا لَمْ مَسْدُودًا ۚ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ شُهُودًا ۚ وَ مَهَّدْتُ لَهُ تَمْهِيدًا ۚ ثُمَّ يَطْمَعُ ۚ اَنْ اَنْزِلُ لَهُ كَلَامًا ۚ اِنَّهٗ كَانَ لَا يَلْتَنَا عَيْنًا ۚ سَاْمُرُ هُفَّةً صَعُوْدًا ۚ اِنَّهٗ فَتَكُوْرُ قَدَرٌ فَقَتِلْ كَيْفَ قَدَرٌ ۚ ثُمَّ قَتِلْ كَيْفَ قَدَرٌ ۚ ثُمَّ نَظَرَ ۚ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۚ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۚ فَقَالَ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ يُؤْتِيْهِمْ اِنْ هٰذَا اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ

رؤساء مکہ کی تشویش
عبداللہ عاص نے عروہ بن زبیر سے کہا کہ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ایذا پہنچانی اور دکھ دیے ان میں سے کچھ بیان کیجیے۔ انہوں نے کہا کہ ایک روز اشرف قریش حجر میں بیٹھے ہوئے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی، انہوں نے کہا کسی واقعہ میں ہم نے اتنا صبر اور بردباری نہیں کی جس قدر کہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں کی ہے یہ تمام تکالیف ہمیں اس سے پہنچی ہیں وہ ہمیں بے وقوف اور کم عقل سمجھتا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گالیاں دیتا ہے، ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے اور ہماری جماعت میں تفرقہ ڈالتا ہے، ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہتا ہے۔ ہم یہ تمام تکلیفیں برداشت کرتے اور صبر کرتے ہیں اور کچھ نہیں کہتے۔ ان ہی باتوں میں تھے کہ اچانک سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے حجر اسود کو بوسہ دیا، واپسی کے وقت یہ بد فطرت لوگ آپ سے متعرض ہوئے اور اس قدر ناشائستہ اور نامناسب باتیں کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر تنفر اور کراہت کے آثار نمودار ہونے لگے، دوسرے طواف میں بھی ایسا ہی ہوا، تیسری مرتبہ کھڑے ہو گئے اور فرمایا تسمعون یا معشر القریش انا والذی نفس محمد مبدہ لو لوہ تقبلوا الاسلام لقد اذبحکم، اے گروہ قریش! سنو، مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے

قتل کے مشورے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قریش حجر میں جمع ہوئے اور آپس میں عہد کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پاتے ہی فوراً قتل کریں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات سُن لی، روتی ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر صورتِ حال عرض کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ حرام کی طرف چل دیے، کفار نے جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، ساکت و صامت کھڑے رہ گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی اٹھا کر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا "شاهدت الوجہ" وہ خاک جس جس کا فرکو لگی میدانِ بدر میں مارا گیا اور لقمہٴ دوزخ بنا۔

عتبہ بن ربیعہ کی گفتگو جابر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ جب قریش نے اسلام کی سر بلندی اور روزِ بروز اس کی ترقی دیکھی انہوں نے دیکھا کہ آپ کے ساتھیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ انہوں نے اس میں مصلحت پائی کہ ایک ایسے شخص کو جو فتنہ کمانت و سحر اور شعر و شاعری میں پوری مہارت رکھتا ہو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجیں تاکہ وہ ان سے بات کرے اور قوم کو اس تشویش سے رہائی دلائے چنانچہ انہوں نے عتبہ بن ربیعہ کو منتخب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔

اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مسجدِ حرام میں ملاقات کی اور کہا "آپ بہتر ہیں یا عبداللہ؟" آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر پوچھا "آپ بہتر ہیں یا عبدالمطلب؟" پھر بھی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ وہ کہنے لگا "اگر آپ کا خیال ہے کہ وہ بہتر ہیں تو وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے اور اگر آپ کا گمان ہے کہ آپ اُن سے بہتر ہیں تو میرے ساتھ بات کریں تاکہ میں بھی سُنوں۔"

ایک روایت میں ہے کہ عتبہ نے کہا "اے میرے بھتیجے! یہ درست ہے کہ تیرا حسب و نسب بلند اور اُونچا ہے۔ لیکن تو نے ہمارے درمیان ایک نئی چیز پیدا کر دی ہے جماعت میں تفرقہ ڈال دیا ہے، اپنی قوم کو یہ قوت اور کم عقل کہتا ہے، اپنے اباؤ اجداد کو کافر بتاتا ہے، تو نے عربی قبیلوں میں ہمیں بے عزت کر دیا ہے، کہتے ہیں کہ قریش میں ایک جادوگر اور کاہن پیدا ہوا ہے۔ اگر اس کا سبب شہوت ہے تو قریش سے جس عورت کو

پسند کریں آپ کے نکاح میں دیتے ہیں اور اگر اس کا سبب احتیاج اور فقر ہے تو ہم آپ کو اس قدر مال دیں گے کہ ہم میں سب سے زیادہ مالدار ہوگا اور اگر اس کا سبب ریاست و حکومت کی خواہش ہے تو ہم آپ کو بالانفاق اپنا بادشاہ بنالیتے ہیں اور اگر یہ دماغی خرابی کی وجہ سے ہے تو ہم اس کا علاج کرواتے ہیں تاکہ فاسد مادہ نکل جائے تاکہ ہم دوستی و محبت کے راستہ پر چل سکیں۔ جب عقبہ اپنی بیخیالی باتیں پیش کر چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: آپ نے اپنی بات ختم کر لی؟ اس نے کہا: ہاں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو شروع فرمائی، آپ نے فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ حَمْ تَسْزِیْلُ مِنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ کِتَابٌ فُصِّلَتْ آیَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَعْلَمُونَ ۝ اس آیت تک پہنچے فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ۝ تو عقبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا حَسْبُكَ حَسْبُكَ۔ کسی دوسرے کے پاس ایسی کلام نہیں ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

ایک روایت میں ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سورۃ کی تلاوت فرما رہے تھے تو عقبہ اپنے ہاتھوں کو پس پشت رکھے زانو پر تکیہ لگائے سُمن رہا تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی آیت پر پہنچے سجدہ کیا پھر آپ نے فرمایا اے ابوالوید! سنا تو نے جو کچھ سنا اب جاؤ جو چاہو کرو۔ عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اپنی قوم کی طرف روانہ ہوا جب انہوں نے اسے دیکھا، آپس میں کہنے لگے: خدا کی قسم ابوالوید کا وہ چہرہ نہیں ہے جس کے ساتھ وہ گیا تھا۔ جب ان کے پاس پہنچا کہنے لگا: خدا کی قسم میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے میں نے ہرگز نہیں سنا تھا، بخدا اس کلام کی عظیم شان ہوگی۔ میں اب مصلحت اسی میں دیکھتا ہوں کہ اب تم اسے ستانے میں مبالغہ نہ کرو اور اسے اپنے حال پر چھوڑ دو، اگر تمام قبائل عرب اس پر غالب آگئے تو تمہارا مقصد بغیر کسی تکلیف اور زحمت کے حاصل ہو جائے گا اور اگر وہ غالب آیا تو اس کا ملک تمہارا ملک ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے۔ اس وقت تم سب سے زیادہ خوش قسمت لوگ ہو گے۔ کہنے لگے خدا کی قسم اس نے تجھے اپنی زبان کے جادو سے فریفتہ کر لیا۔ عقبہ نے کہا میری رائے یہی تھی جو میں نے کہہ دی،

و یہ تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔

دُعا کی قبولیت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا کہ آپ نے قریش کو بدو دُعا دی ہو مگر یہ کہ وہ مقبول ہوئی، ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، ابوجہل لعین قریش کی ایک جماعت کے ساتھ اپنی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، وہاں نزدیک ہی ایک اُونٹ ذبح کیا ہوا تھا، اس کی خون اُودا دھری لایا اور کہا "تم میں سے کون ہے جو اس ادھیری کو عین سجدہ کی حالت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ دے" سب سے بدترین شخص عتبہ بن مغیط اس ناپسندیدہ کام کو کرنے کے لیے اُٹھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ کی حالت میں ٹھہرے رہے، کفار بہتے تھے، ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوئے جا رہے تھے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں تھا اور دُور سے سارا واقعہ دیکھ رہا تھا، وہ بہتے تھے اور میں رو رہا تھا مگر کنارے خوف سے دم نہیں مار سکتا تھا، یہاں تک کہ کسی شخص نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع دی، آپ نے اُکر اس بوجھ کو آپ کے کندھوں سے اُٹھایا اور کفار کو برا بھلا کہا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے، تین مرتبہ فرمایا: اللہم علیک بقریش۔ اس کے بعد چند نام۔ لے کر تفصیلاً بدو عا فرمائی، اللہم علیک بابی جہل بن ہشام وعتبہ بن ربیعہ وولید بن عتبہ وعتبہ بن ابی مغیط وابی بن خلف وعمارہ بن الولید لعنة اللہ علیہم اجمعین۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ان لوگوں کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میدان بدر میں قتل ہوئے، عمارہ اور امیہ بن خلف کے سوا تمام کو کنویں میں پھینک دیا گیا، عمارہ اور امیہ کا جوڑ جوڑا لگ کر دبا گیا اور عمارہ کو بہت بُرے اور دردناک طریقے سے ہلاک کر کے دوزخ میں بھیجا، جس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابوطالب کی زندگی میں بیت پرستوں کو خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعرض ہونے کی جرأت نہ ہوئی، بلند مرتبہ اور اشراف صحابہؓ کو بھی ان کی قوم اور

ساتھیوں کی زیادتی کی وجہ سے اپنی مرضی کے مطابق دکھ نہیں دے سکے تھے، لیکن بلالؓ صہیبؓ، جناب اور عمارؓ یا سہرہؓ جیسے کمزور اور فقراء اہل اسلام کو کئی طریقوں سے عذاب دیتے تھے، بعض کو بے کی زرہ پہنا کر سخت دھوپ میں بٹھا دیا جاتا، بعض کو آگ کی طرح گرم ریت پر دوپہر کے وقت ڈال دیا جاتا، بعض کو جھوکا پیسا رکھا جاتا تاکہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدہ ہو جائیں، مسلمانوں کی ایک جماعت جن میں صبر و برداشت کی قوت نہیں تھی، وہ کلمات جو مشرکین چاہتے تھے زبان سے ادا کر دیتے مگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی وہ جماعت جو دکھ اور مصیبت برداشت کرنے کی طاقت رکھتے تھے ثابت قدم رہے اور ان مصائب اور رنج و محن میں زیور صبر کو پہنے رکھا، ان میں سے ایک حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ تھے۔

روایت میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حضرت بلال حبشیؓ پر تشدد
 امیہ بن خلف حمجی کے غلام تھے اور اس کے

خانہ زاد تھے، حضرت بلالؓ کی والدہ حمامہ اور والدہ رباح نامی تھے اور وہ بھی امیہ کے غلام امیہ بہت مالدار آدمی تھا، اس کے کئی بیٹے اور بارہ غلام تھے، لیکن بلالؓ کو وہ سب سے زیادہ چاہتا تھا اسے اپنے بت خانہ کا انچارج بنایا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے جب حضرت بلالؓ کو دولت ایمان سے نوازا، بت خانہ میں خدا تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے۔ دوسرے تمام لوگ بتوں کو سجدہ کرتے لیکن وہ خدا کو سجدہ کرتے تھے۔ جب امیہ کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے پوچھا "تسجد لرب محمد صلی اللہ علیہ وسلم"۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "تسجد اللہ الکبیر المتعال"۔ امیہ اس بات سے مشتعل ہو گیا اور آپؐ پر تشدد کرنے لگا۔ کہتے ہیں کہ جب آفتاب نصف النہار پر پہنچ جاتا اور گرمی کی شدت سے زمین تنور کی مانند تپتی ہوئی ہوتی اسے مکہ کے کھلے میدان میں لے جاتا اور ننگا کر کے سخت دھوپ اور گرم ریت پر ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دیتا اور ایسے گرم پتھر کہ جن پر گوشت جھن جاتے اس کے سینہ، پشت اور پہلو پر رکھتا اور گرم ریت اس پر ڈالتا اور تکلیف دیتا تھا تاکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے برگشتہ ہو کر لات و عزائم پر ایمان لے آئے۔ لیکن ان تمام تکالیف کے باوجود آپؐ کی زبان پر احد احد کے الفاظ جاری ہوتے یعنی میں

خدا وعدہ لاشریک کی پرستش کرتا ہوں۔ کبھی آپ کو کانٹوں پر کھینچتے یہاں تک کہ کانٹے ان کے گوشت پوست میں سے گزرتے اور ان کی ہڈیوں کو لگتے مگر آپ احد احد پکارتے۔ اسی حالت میں درق بن نوفل (ایک نصرانی موجد) آپ کے پاس سے گزرا، جب حضرت بلالؓ کو اس حالت میں دیکھا، کہا اے بلال! توحید سے ہرگز مُنہ نہ پھیرنا اور یہ اشعار پڑھے :

لا تعبدن الا غیر ربکم فان دعاکم فقولوا بئنا حديد

مسخر صکل من تحت السماء لا یذبغی ان یساوی ملکہ احد

عرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا، وہ دوزخی تھا اس طریق سے آپؐ کو عذاب دے رہا تھا اور کہتا تھا: ”تو کہہ میں لات وعزّٰی پر ایمان لایا“ حضرت بلالؓ فرماتے ”میں لات اور عزّٰی سے بیزار ہوں“ اس خبیث کا غصہ اور زیادہ ہو جاتا۔ اچانک میں نے دیکھا وہ دوزانو ہو کر آپؐ کے سینہ پر بیٹھ گیا اور آپؐ کا گلا گھونٹنے لگا یہاں تک کہ سانس کی آمد و رفت منقطع ہو گئی اور حرکت جاتی رہی، میں سمجھا ختم ہو گئے، جس کام کے لیے میں جا رہا تھا اسے پورا کر کے شام کے وقت واپس آیا تو آپؐ ابھی تک بیہوش پڑے ہوئے تھے، اچانک ہوش میں آ گئے، لعین نے کہا: ”کہو میں لات اور عزّٰی پر ایمان لایا“ حضرت بلالؓ نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور احدا احد کہتے تھے۔ انتہائی ضعف کی وجہ سے بات سمجھ نہیں آتی تھی۔

امام اودھبی نے کعب سے بیان کیا وہ فرماتے ہیں میں نے اس شخص سے سنا جس نے بلالؓ سے سنا تھا، حضرت بلالؓ نے بتایا کہ اس خبیث یعنی امیہ نے ایک روز مجھے موسم گرما میں باندھ کر تمام رات ایٹھ میں بیٹھا۔ پھر دوپہر کے وقت ننگا کر کے دھوپ میں سنگریزوں پر ڈال دیا اور گرم پتھر لاکر میرے سینہ پر رکھ دیے، جس سے میں بیہوش ہو گیا، معلوم نہیں کس شخص نے وہ پتھر میرے سینہ سے دُور کیے، مجھے جب ہوش آیا تو شام ہو چکی تھی، میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور کہا وہ مصیبت بھی کیسی نعمت ہے جس میں محبوب کی یاد ہو۔ عارف درویش جانتا ہے کہ بلا و محنت، نعمت و عطاء کا پھل ہے اور جسم و مال اور جان کا نقصان سرمایہ کمال اور عزت و جلال کا زیور ہے، جسمانی مجاہدہ اور

ریاضت آئینہ جان کے لیے جلا کا باعث ہے۔ حضرت رومیؒ فرماتے ہیں: وہ

اس ریاضت را بجاں شومشتری چوں سپردی تن بخدمت جہاں بری
در ریاضت بایست بے اختیار سربہ شکنہ را اے کامگار

چوں حقت داد آں ریاضت شکہ کن

تو نکردی اد کشید از امر کن

حضرت بلالؓ ہی کا بیان ہے کہ ایک روز اس خبیث نے مجھ پر ظلم ڈھایا کہ اونٹ کے بالوں کی ایک پچاس گز لمبی رسی میری گردن میں ڈال کر مکہ کے لڑکوں کو پکڑادی وہ مجھے اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کھینچتے پھرے یہاں تک کہ میری گردن زخمی ہو گئی۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ نے مجھے اُن کے ہاتھ سے نجات دلائی۔

روایت ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو سخت عذاب دیا جا رہا تھا اور انھیں پتھروں کے نیچے رکھا ہوا تھا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس طرف سے گزرے انھیں اس حال میں دیکھا، آپؓ کا دل اس پر کڑھا، آپؓ نے فرمایا: اے امیہ! اس غلام کو عذاب دینے سے تیرا کون سا کام سنو رہا ہے، خدا سے ڈر اور اس سے اپنا ہاتھ روک لے۔ امیہ کہنے لگا: میرا غلام ہے جسے میں نے اپنا مال دے کر خریدا ہے، مجھے اسے سزا دینے کا حق پہنچتا ہے۔ آپؓ نے فرمایا: وہ آدمی جو لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو اس کو دکھ دیتا ہے، یہ کس قدر ظلم ہے جو تو اس پر روا رکھے ہوئے ہے۔ امیہ نے کہا: اے ابو قحافہ کے بیٹے! تو نے ہی اسے نقصان کی راہ پر ڈالا ہے اور بتوں کی عبادت سے روکا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی ترغیب دی ہے۔ اب اسے اس عذاب سے چھڑا، اگر تیرے دل میں رحم ہے تو اسے مجھ سے خرید لے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے غنیمت جانا، فرمایا میں نے ایک سفید نصرانی غلام اور دس اوقیہ سونا دے کر حضرت بلالؓ کو اس سے لے لیا۔ اس کے بعد امیہ ہنسنے لگا۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا: تو کیوں ہنستا ہے؟ کہنے لگا: خدا کی قسم تو نے بہت نقصان اٹھایا، قسم بخدا اگر تو مجھ سے اسے ایک درم میں خریدتا تو بھی میں اسے بیچ دیتا۔ ابو بکرؓ نے فرمایا:

خدا کی قسم میں نے بہت عمدہ سودا کیا ہے۔ اگر تو مجھ سے اس ایک غلام کے بدلے میرا تمام مال طلب کرتا تو میں دے دیتا اور اسے لے لیتا، پھر حضرت بلالؓ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی چادر مبارک سے حضرت بلالؓ کے گرد و غبار کو جھاڑا اور اس کے آقا کے سامنے ہی نیا لباس پہنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور فرمایا: یا معشر قریش! اشد اندھ لوجہ اللہ تعالیٰ، گواہ رہو کہ میں نے اسے خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے آزاد کر دیا ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کی شان میں سورۃ البیل اذا یغشیٰ نازل فرمائی، قیامت تک حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ذکر خیر محراب و منبر پر پڑھا جاتا رہے گا اور آپؓ کو اس صفت سے یاد کیا کریں گے۔

رؤساء بنی مخزوم عمار یا ستر اور اس کی ماں اور باپ کو عمار یا ستر مقام عشق میں تکلیف پہنچاتے تھے۔ ایک روز مکہ کے میدان میں گرم ریت پر انھیں ننگا لٹایا ہوا تھا اور گرم ریت ان کے اوپر گراتے تھے اور ان کے اعضا پر گرم پتھر رکھتے تھے کہ اگر گوشت ان پتھروں پر رکھا جاتا تو کباب ہو جاتا تا کہ وہ دین سے بچھڑ جائیں اور عیاذ باللہ کلمہ کفر کہیں وہ کہتے کہ کوہ لات و عزلی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر میں وہ نہیں کہتے تھے بلکہ وہ کہتے تھے کہ مصیبت نعمت ہے، مصیبت پر رونا غلط ہے۔

ناخوش او خوش بود بر جان من جان فدائے یار دل رنجان من
عاشقم بر قہر و بر لطفش بجد اے عجب من عاشق این ہر و خند

ایسے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے گزرے اور فرمایا: اصبراً یا آل یاسر فان موعدکم الجنة (اے آل یاسر! تھوڑا صبر کرو، اللہ نے تمہارے لیے جنت کا وعدہ کر لیا ہے) عمارؓ کی والدہ سمینہؓ کو مشرکین نے دو اونٹوں کے درمیان باندھ دیا تھا۔ ایک کافر (ابو جہل) نے اس کی شرمگاہ پر برچھا مار کر قتل کر دیا اور اس کے خاوند یاسر کو بھی دوسرے طریقے سے قتل کر دیا۔ اسلام میں سب سے پہلے غلمت شہادت زینت کرنے والے ہی دونوں تھے۔ اے درویش! جب رب العزت کی بارگاہ سے رنج اور تکلیف پہنچے یقیناً الٰہ محبت رنج و محنت سے اس قدر ذوق اور لذت حاصل کرتے ہیں کہ دوسروں کو

نعت و راحت سے وہ لذت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ انہیں ہر وقت یہ خطاب آتا رہتا ہے کہ
 چومست منی جاناز درد سرچشم دارے چو آہوئے منی ایجان ز شیر ز چشم دارے
 چورئے تو من باشم ز سال و مرچہ اندیشی چو شور و شوق من ہست ز شور و شرچہ غم داری
 چو من با تو چنیں گرم چہ آہ سرد میداری چو بر بام فلک باشی ز خشک و ترچہ غم داری
 گرفتہ باغ دہر ہارا ہی خور آں شکر ہارا

اگر بستہ دہر ہارا چہ بند و درچہ غم داری

ایک دفعہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جو کفار کہتے تھے، زبان سے کہہ دیا، اس کی
 خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے اور کہا کہ عمار کافر ہو گیا۔ آنحضرت نے فرمایا :
 حاشا، ایسا ہرگز نہیں ہے وہ کافر نہیں ہو سکتا، یقیناً وہ از ستر پا ایمان سے بھرا ہوا ہے،
 ایمان اس کے خون اور گوشت پوست میں سرایت کر گیا ہے۔ جب حضرت عمار رضی اللہ عنہ
 کو کفار سے نجات ملی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر کفار کے ظلم و ستم کی
 وجہ سے روتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک ان کی آنکھوں پر ملتے تھے
 اور ان کے آنسوؤں کو صاف کرتے تھے، آپ نے فرمایا ان عاد و الہک فعد لہم بما قلت،
 بعض مفسرین نے اس آیت کریمہ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکوہ و قلبہ مطمئن
 بالایمان کے شان نزول کو حضرت عمارؓ کے واقعہ کو قرار دیا ہے اور آیت و لکن من شرع
 اللہ بالکفر صدرا ایم عبد اللہ بن ابی سرح کی حالت کا بیان ہے۔

ہجرتِ حبشہ

ہجرتِ اولیٰ — حبشہ کی جانب

امامِ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ قریش ہجرت کا سبب اور مہاجرین کی تعداد ظلم و تعدی کے عادی ہو چکے تھے۔ ان لوگوں کی ایذا رسانی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ پر عام ہو گئی اور ان کا ظلم و ستم انتہا درجہ کو پہنچ گیا، صحابہ کرام کی ایک جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں آئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! اگر آپ حاطب بن عمیر بن عبد شمس پر ظلم و ستم کو دیکھتے تو ضرور مہربانی فرماتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی اجازت فرمادی، صدیقؓ نے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کس طرف ہجرت کا حکم فرماتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمینِ حبشہ کی جانب رہنمائی فرمائی کیونکہ صحابہ کرامؓ مسافت کم ہونے اور وہاں کی آب و ہوا ام القریٰ مکہ کے مناسب ہونے کی وجہ سے اس طرف ہجرت کرنا بہتر سمجھتے تھے، وہاں روانہ ہوئے بستم رسیدہ پندرہ مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت کی اور چل پڑے، جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

عثمان بن عفانؓ، آپ کی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ اپنی بیوی شہلہ بنت سہل بن عمروؓ، زبیر بن العوامؓ، مصعب بن عمیرؓ، عبد الرحمن بن عوفؓ، ابوسلمہ بن عبد الاسد اس کی بیوی ام سلمہ بنت اسد بن مغیرہؓ، عثمان بن مظعونؓ، عامر بن ربیعہؓ اپنی بیوی لیلیٰ بنت ابی غوثیہؓ، ابوسبزہ بن ابی رحمؓ اور حاطب بن عمرو بن عبد شمس رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، ان مہاجرین کے ساتھ حاطب بن سہیلؓ بھی تھے، عثمان بن مظعونؓ کو ان کی امارت سپرد کی گئی، بعضوں کا کہنا ہے کہ

ان کے امیر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تھے۔

روایت ہے کہ جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے ہجرت کرنے کا عزم کیا، چاہا کہ تنہا ہجرت کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رقیہ کو اپنے ساتھ لے جاؤ کیونکہ تم ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے، اس کے بعد اسامہ بنت ابوبکرؓ کو ان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے بھیجا، اس نے آکر بتایا کہ حضرت رقیہؓ کو سوار کر کے سمندر کی طرف لے جا رہا ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت لوط اور ابراہیم علیہما السلام کے بعد میری بیٹی اور عثمان سب سے پہلے ہجرت کرنے والوں میں سے ہیں۔

روایت ہے کہ جب مہاجرین ساحل سمندر کے قریب پہنچے تو نوفل بن معاویہ ملا، کہنے لگا کہ یہ سب اکٹھے ہو کر کہاں جا رہے ہو، انہوں نے کہا کہ تجارت کی ایک کشتی آئی ہے، اُسے خریدنے جا رہے ہیں، نوفل جو عمرہ کی نیت سے آ رہا تھا، تم میں پہنچا تو اس نے مہاجرین کا فقہ بیان کیا، قریش نے کہا وہ کشتی خریدنے کے لیے نہیں جا رہے بلکہ ہم سے بھاگ کر نجاشی شاہ حبشہ کے پاس جا رہے ہیں۔ بعض قریش ان کے پیچھے بھاگے، مہاجرین خدا کے فضل و کرم سے سمندر سے صبح و سلامت گزر چکے تھے، فقہ یوں ہوا کہ جب وہ پیدل ساحل دریا پر پہنچے تو انہیں کشتی بالکل تیار ملی اس کے ذریعہ امن و سکون کی جگہ پہنچ گئے، تم میں اپنے دوستوں کے پاس زبانِ حال سے یہ پیغام پہنچا یا۔

ستر اللہ علینا چہ علاست وریں سو

رنجہ فرما بسوے ماکزما شاست وریں سو

قریش کی وہ جماعت جو ان کے پیچھے نکلی تھی بے نیل مرام ہوئی۔ یہ واقعہ بعثت سے پانچویں سال ظہور پذیر ہوا۔

مہاجرین کے روانہ ہونے کے بعد سورہ کریمہ والنجم نازل ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے مجمع میں اسے مسجد حرام میں پڑھنا شروع کیا، آنحضرت آیات کے درمیان توقف فرما کر پڑھ رہے تھے۔ جب آپ اس آیت پر پہنچے کہ اَلَّذِیْکُمُ اللَّاتُ الْعَظْیٰہُ وَمَنْوٰہُ

الثَّالِثَةُ الْآخِرَى ۵ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف فرمایا۔ شیطان کو اس دوران میں موقع مل گیا اور چند کلمات ملاویے اور شرکین کے کانوں میں اس طرح پہنچائے تِلْكَ الْعِزَّى تَتَّقُ الْعُلَىٰ وَانْ شَفَاعَتَهُنَّ لَتَرْجُوْا بِهِنَّ يَوْمَ تَكْفُرُ بِيَوْمِ نَسْفَتِ السَّيِّئَاتِ ۝۱۰۰ کی امید کی جاتی ہے۔ جب کفار نے یہ سنا تو انہوں نے خیال کیا کہ یہ کلمات بھی قرآنی آیات سے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی زبان مبارک سے ادا فرمایا ہے، اس وجہ سے خوش ہو گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورت ختم کی، حکم کے مطابق آپ نے سجدہ کیا، دوستوں نے اپنی پسند سے اور کفار نے شیطان نابکار کے شبہ کی بنا پر ان کے ساتھ موافقت کی، اس مجلس میں سردارانِ قریش موجود تھے ان میں ولید بن مغیرہ اور سعید بن العاص اور ایک روایت میں عقبہ بن ربیعہ ان میں شامل تھے، بعض نے تکبر کی وجہ سے اور بعض نے اس وجہ سے کہ وہ سجدہ نہیں کر سکتے تھے ایک مشت خاک اٹھا کر اپنی پیشانی کے نزدیک لے جا کر اس پر سجدہ کیا۔ جب کفار مجلس سے اٹھ گئے، کہنے لگے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے معبودوں کو سجدہ کیا ہے اور ہمارے ساتھ ہمارے دین میں موافقت کی ہے، کیونکہ ہمارا اعتقاد ہے کہ زندگی، موت، رزق دینا اور پیدا کرنا خدا تعالیٰ کی طرف منسوب ہے لیکن یہ معبود خدا تعالیٰ کے دربار میں ہمارے شفیع ہوں گے۔ اب جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتقاد میں ہمارے ساتھ موافقت کی ہے، ہم بھی اس کے ساتھ صلح کرتے ہیں اور اس کو آئندہ تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ اس خبر کی حقیقت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے ساتھ صلح کر لی ہے اور جھگڑا ختم ہو گیا ہے ارد گرد تمام علاقے میں پھیل گئی۔ بیان کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنے کام میں ثابت قدم رہیے کیونکہ قریش آپ کے فرمانبردار اور موافق ہیں ہم آپ کی مدد اور اعانت کریں گے تاکہ آپ کی شریعت تمام دنیا میں پھیل جائے۔ اور آپ کے دین کے محل کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں۔ روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں واپس تشریف لائے تو جبرائیل علیہ السلام نے شیطان کے اقا سے آپ کو آگاہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ سے بے حد گلین ورنجیدہ ہوئے۔ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور اطمینان کے لیے یہ آیت بھیجی: وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ

سُرْسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنَّى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ
ثُمَّ يُخَوِّدُ اللَّهُ أَيَاتِهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝۵ یہ آیت جب مشرکین سے مَنیٰ، کہنے لگے، جب محمد
صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے خداؤں کے بلند مرتبہ کے ذکر سے پشیمان ہو گیا ہے ہم بھی اپنے عہد کو
توڑ کر صلح سے پھر گئے ہیں۔ ان بدکشیوں نے دوبارہ ایذا رسانی کا سلسلہ شروع کر دیا اور عداوت
و دشمنی کی گھات میں بیٹھے۔

آخر رمضان المبارک میں جب مہاجرین کو یہ خبر پہنچی کہ مشرکین
مہاجرین حبشہ کی واپسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر لی ہے اور ان سے
صلح ہو گئی ہے، تو انہوں نے کہا گھر بار سے ہماری ہجرت کا سبب ان بدبختوں کی دشمنی تھا،
اب جبکہ دشمن سے خوف امن میں تبدیل ہو گیا ہے واپس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں جانا بہتر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملازمت سعادتِ اخروی ہے۔ مہاجرین نے
واپس جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ ماہِ شوال میں مکہ کو لوٹے، مکہ کے نواح میں پہنچے تو انہیں اہل مکہ کا
ایک قافلہ ملا، ان سے کیفیت دریافت کی، انہوں نے بتایا کہ کفار کو ایک سورۃ میں
اشتباہ ہو گیا تھا جب انہیں معلوم ہوا کہ ہماری فکر اور سوچ نے دھوکا کھایا، پرانی دشمنی کی طرف
چلے گئے، دشمنی اور عداوت میں پہلے سے بھی سبقت لے گئے۔ مہاجرین اس خبر سے پریشان
ہو گئے اور واپس آنے پر پشیمان ہوئے۔ مہاجرین میں سے ہر شخص کسی قریشی کی حمایت میں
مکہ میں داخل ہوا۔ چنانچہ حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضرت رقیہ خاتونؓ سعید بن العاص کی
پناہ میں آئے، ابو حذیفہ اور اس کی زوجہ اپنے والد عقبہ بن ربیعہ کی پناہ میں، زبیر بن العوام
زمرہ بن الاسود کی پناہ میں، مصعب بن عمیرؓ بن الحارث کی حمایت، ابوسفیانؓ بن ابی رجم
احنس بن شریک کی حمایت اور ایک روایت میں سہل بن عمرو کی پناہ میں آئے۔ حاطب بن عمرو
حوطیب بن عبد العزیٰ کی حمایت میں، سہل بن یعصا اپنے خاندان کے ایک مرد کی پناہ میں
آئے، عثمان بن مظعون و لید بن مغیرہ کی پناہ میں آئے۔ ایک روایت میں عبد اللہ بن مسعودؓ کو
ان مہاجرین میں شمار کیا گیا ہے۔ آپؐ اپنی برادری کے کسی فرد کی پناہ میں نہیں آئے بلکہ چند
روز بعد حبشہ کی طرف پھر ہجرت کر گئے۔

دورینین نے بیان کیا ہے کہ مہاجرین حبشہ ماہِ حجب میں مکہ سے ہجرت کی غرض سے نکلے اور ماہِ شعبان میں حبشہ پہنچے اور رمضان وہاں قیام کیا، ان کی واپسی ماہِ شوال میں ہوئی۔ چنانچہ دو ماہ اور کچھ دن حبشہ میں قیام کیا۔

چند روز ولید بن مغیرہ نے عثمان بن مظعون کا ولید بن مغیرہ کی حمایت سے خروج عثمان بن مغیرہ رضی اللہ عنہ کو اپنی حمایت میں رکھا تھا اور اس کی رعایت کیا کرتا تھا، ایک روز عثمانؓ نے کہا: میں مشرک کی ذمہ داری میں نہیں رہوں گا، ولید کہنے لگا: بھتیجے! کیا مجھ سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی ہے جو مجھ سے دُوری اختیار کرتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، میں خدا کی ذمہ داری میں رہنا چاہتا ہوں۔ ولید عثمانؓ کو ساتھ لے کر مسجد حرام کی طرف آئے اور کہا: اے گودہ قریش! عثمان میری حمایت میں تھا، میں کسی قسم کی تکلیف اسے پہنچے نہیں دیتا تھا، اب وہ مجھ سے بیزار ہے، میں بھی اس سے بری الذمہ ہوتا ہوں اور اسے موجِ بلا کے سپرد کرتا ہوں تا وہ قتل ہو جائے۔ دوبارہ مجھ سے میری حمایت طلب کرے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز عثمان بن عبد اللہ المغیرہ المخزومی نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کی آنکھ پر طمانچہ مارا جس سے وہ نیلی ہو گئی۔ ولید نے ہنس کر کہا: میری پناہ سے نکل کر ان مصائب میں مبتلا ہو گیا۔ عثمانؓ نے کہا: میں ان مصیبتوں میں بھی غمش ہوں۔ ولید نے پوچھا وہ کیوں؟ کہا: کیونکہ یہ تکلیفیں خدا تعالیٰ کے پاس میری طرف سے نیکیوں کا ذخیرہ بن جاتی ہیں، پھر میں صحت مند ہوں اور ان تکالیف کو برداشت کر سکتا ہوں۔

مختے کاں براتے دوست کشی راحت جاں وابتلائے من ست
تاگداتے در حبیب شدم بادشاہ جہاں گدائے من ست
امامِ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ سعد بن ابی وقاصؓ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو سیدھے عثمان بن عبد اللہ المغیرہ کے پاس گئے اور گونہ مار کر اس کی ناک توڑ دی۔ اس طرح انہوں نے اس سے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لے لیا۔

ہجرتِ ثانیہ — حبشہ کی جانب

امامِ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حبشہ سے لوٹے، مشرکین پھر ان کی ایذا رسانی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے لگے اور روز بروز اس میں اضافہ ہوتا رہا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان کو ہجرت کرنے کی اجازت فرمائی، اس مرتبہ صحابہ کرام کی بہت بڑی تعداد نے ہجرت فرمائی۔ امامِ واقدی کی روایت کے مطابق ان کی تعداد ایک سو تین تھی جن میں سے بیاسی مرد اور اکیس عورتیں تھیں۔ یہ لوگ حبشہ میں قیام پذیر رہے، وہاں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنیکی خبر انہوں نے سنی، تینتیس آدمی حبشہ سے نکلے، دو آدمیوں نے مکہ کا رخ کیا، سات قید ہو گئے اور چوبیس آدمی مدینہ منورہ میں آ گئے۔

جو لوگ حبشہ میں ٹھہرے رہے، ان میں سے سات آدمی فوت ہو گئے، ان میں سے ایک عبداللہ حبشہ تھا جو عبیسی ہو کر مرا۔ حبشہ میں مہاجرین کے بارہ بچے پیدا ہوئے، جن میں سے سات لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ فتحِ خیبر کے روز جعفر بن ابی طالب کے ساتھ چھبیس آدمی آئے جن میں سے تیرہ مرد، چھ عورتیں اور سات بچے تھے۔ اس ہجرت کے دوران متعدد واقعات رونما ہوئے، ہم صرف سات واقعات آئندہ صفحات میں بیان کریں گے۔

۱۔ نجاشی کا حسنِ سلوک جب اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ سے واپس آئے تو انہوں نے وہاں کے باشندوں، خوشگوار آب و ہوا، لذیذ کھانوں، تروتازہ میوؤں، جسم کی صحت اور بدن کی قوت کو تفصیل سے بیان کیا، انہوں نے بتایا کہ وہاں چار عبادت گاہیں ہیں جن کے لیے وہ قربانی کرتے ہیں، فقیروں کی دعوت کرتے ہیں اور غریبوں پر نوازشیں کرتے ہیں۔ جب ہم حبشہ کی سرزمین میں داخل ہوئے، نجاشی نے ہمارے حالات کی چھان بین کرنے کے بعد ہمیں امن دے کر زیر بار احسان کیا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ نے عرض کیا ”یا رسول اللہ! حبشہ مرکزِ تجارت ہے، ہم نے وہاں ایک ماہ تک قیام کیا، تجارت سے ہم نے بہت کچھ کمایا، آج حبشہ سے زیادہ موزوں اور بہتر

جگہ مسلمانوں کے لیے کوئی نہیں تھا و تھیکہ خدا تعالیٰ ہجرت کے لیے جگہ متعین فرما دے یا قوم اسلام قبول کرے۔ ہمارے متعلق نجاشی کی بے انتہا مہربانیاں اور ان گنت احسانات تھے جو وہ ہمارے لیے کرتا تھا اور اپنی ساری توجہ ہماری حفاظت اور دیکھ بھال پر لگا رکھی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاسرجعوا الیہما علی بركة الله۔ خدا تعالیٰ کی برکت و حفاظت کے ساتھ سرزمین حبشہ کی طرف واپس چلے جاؤ۔ عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ بھی اس طرف تشریف لے چلیں تو وہ لوگ جو پڑھے لکھے اور آداب سے واقف ہیں، دعوت و تبلیغ کی برکت سے مسلمان ہو جائیں گے اور دین کی اعانت اور اہل ایمان کی مدد کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ابھی ہجرت کا حکم نہیں دیا گیا، میں ابھی حکم الہی کا منتظر ہوں، تمہیں چونکہ حکم ہو چکا ہے اس لیے وہاں قیام کرو۔ اس مرتبہ بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہی امیر تھے۔

۲۔ ہجرت صدیق رضی اللہ عنہ سیرت کی بعض کتابوں میں اس واقعہ کو بیعت عقبہ کے بعد بعثت کے دسویں سال میں ذکر کیا گیا ہے اور حارث بن زید کی جگہ ابی الدغنے کا ذکر کیا ہے۔

اس دفعہ بے دینوں کی ایذا سے تنگ آکر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حبشہ کا سفر اختیار کیا۔ فراق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے داغ کو مجبوراً دل پر لگایا۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ برکتہ العہاد کے مقام پر پہنچے، حارث بن زید جو اس زمانہ میں اپنی قوم کا سردار تھا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملا اور کہا: کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا: مجھے میری قوم نے وطن سے نکال دیا ہے، مجھ پر اتنے ظلم و ستم ڈھائے ہیں کہ میرے ٹھہرے رہنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہ گئی، وہاں سے نکل کھڑا ہوا ہوں تاکہ کسی ایسی جگہ قیام کروں جہاں اطمینان و فراغت سے خدا تعالیٰ کی عبادت کر سکوں۔ حارث نے کہا: آپ جیسے شخص کے لیے مناسب نہیں کہ اپنی قوم کو چھوڑ کر چلا جائے، آپ کا مکہ سے باہر جانا درست نہیں ہے کیونکہ صلہ رحمی، مشقت و آلام کی برداشت، خواص و عوام پر احسان، کمزوروں کی ہمیشہ مدد کرنا اور سخاوت آپ کے ذاتی اوصاف اور آپ کی عمدہ صفات ہیں

میں آپ کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں ، واپس جاتیے اور اپنے خدا کی عبادت میں مشغول رہیے اور کسی شخص کے ظلم و ستم کے خوف سے اپنا وطن منٹ چھوڑ دیتے ، میں حتی الامکان آپ کی حفاظت کروں گا اور کبھی آپ کی حفاظت سے دست بردار نہیں ہوں گا۔ اس طرح حارث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پھر مکہ واپس لے گیا۔ سردار ان قریش کو بلایا اور ابوبکرؓ کے ساتھ ان کے طرز عمل پر انھیں ملامت کی اور بتا کہ طرفداری اور حمایت کرنے کی وصیت کی ، قریش نے بھی اس کی حمایت کی رعایت کرتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ظلم و تعدی بند کر دی اور کہا کہ ابوبکرؓ کو چاہیے کہ وہ اپنے گھر میں عبادت کرے اور عبادت کے اظہار اور اعلانیہ قرآن خوانی کی کوشش نہ کرے کیونکہ ہمیں خوف ہے کہ ہمارے اہل و عیال فریفتہ اور گمراہ نہ ہو جائیں ، حارث نے ابوبکرؓ کے ساتھ طے کیا کہ اس شرط کی رعایت کرے ، حضرت ابوبکرؓ نے اپنے گھر میں مسجد تعمیر کی ، اس جگہ عبادت اور تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہوتے ۔

مشرکین کے بچے اور عورتیں تلاوت قرآن مجید کے وقت جمع ہو جاتے اور اسلام کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے۔ چنانچہ قریش بے تاب ہو گئے اور حارث کے پاس شکایت کی اور درخواست کی کہ وہ اپنی حمایت اور پناہ کو ترک کر دے تاکہ وہ ابوبکرؓ کے دفاع اور منع کرنے کی کوشش کریں۔ حارث نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا : آپ کو علم ہے کہ ہمارے درمیان کیا طے پایا تھا ، یا تو اس کے مطابق عمل کیجئے یا میری حمایت سے نکل جاتیے ، کیونکہ اگر آپ اسی طرح کرتے رہے تو قریش آپ کو ایذا پہنچائیں گے ، مجھے یہ پسند نہیں کہ جو شخص میری پناہ اور حمایت میں ہو اسے کوئی شخص گزند پہنچائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : میں تیری پناہ اور حمایت چھوڑتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں کیونکہ ماسوی اللہ کی حفاظت سے خدا تعالیٰ سے اتجا بہتر ہے اور اللہ بہترین محافظ ہے ۔ ۵

درگہ خلق ہمہ زرق و فریب است و ہوس

کار در گاہ خداوند جہاں وارد و بس

ہر کہ او نام کسے یافت ازیں درگہ یافت

لے برادر کس او باش و پندیش از کس

ارباب سیر رحمہ اللہ

۲۔ نجاشی کے دربار میں مسلمانوں کے خلاف دعویٰ نے بیان کیا ہے کہ جب یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم حبشہ میں پہنچے، صمیمہ جو اس وقت تحت سلطنت پر جلوہ افروز تھا اور نجاشی کے نام سے مشہور تھا، ان کے ضروری حالات معلوم کرنے میں مصروف ہوا اور اس نعمت کی کماحقہ قدر و قیمت کا اسے علم ہوا۔ تمام مہاجرین کو اپنے محل میں جگہ دی اور ان کے ساتھ نیکی اور احسان کا طریقہ اختیار کیا۔ جب کفار کو ان لوگوں کے اطمینان اور فارغ ابالی کا علم ہوا، تو وہ بہت متفکر اور پریشان ہوتے، چنانچہ انہوں نے نجاشی اور اس کے درباریوں کے لیے ان کے حسب مراتب ایسے تحائف اور ہدایا تیار کیے جو ان کو پسند تھے۔ عمرو بن العاص اور عمارۃ الولید اور ایک روایت کے مطابق عبداللہ بن ابی ربیعہ کے سپرد کیے اور نجاشی کے پاس انہیں اس امید اور توقع کے ساتھ بھیجا کہ وہ گروہ مہاجرین کو حاصل کریں اور ان کے اطمینان و سکون کو غارت کریں۔ بادشاہ کے مصاحبین کے لیے انکے حسب مراتب تحائف بھجواتے تاکہ وہ ان کی امداد و اعانت کریں اور بادشاہ کے پاس ان کی سفارش کریں۔

بیان کرتے ہیں کہ دوران سفر شراب نوشی کرتے ہوئے عمرو اور عمارہ کے درمیان تلخ کلامی ہوئی، ایسا لگایا ہوا، اس میں مختلف روایات ہیں، قصہ عمارہ نے فرصت کو غنیمت جانا اور عمرو کو دیر میں خرا دینے کی کوشش کی، عمرو نے کشتی کو پکڑ لیا اور لوگوں نے اسے اس ہلاکت سے نجات دلائی، عمرو کے دل میں اس کا کینہ تھا اس نے بدترین طریقہ سے نجاشی کے ذریعہ ہلاک کر دیا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک روز نجاشی کی مجلس میں عمرو اور عمارہ بیٹھے ہوئے تھے، نجاشی کی ایک خوب صورت لونڈی تھی، عمارہ جو ایک خبرو نوجوان تھا، کو دیکھتی رہی، جب گھر آتے تو عمرو نے عمارہ سے کہا میں نے بادشاہ کی لونڈی کو تجھ پر زلیفہ پایا ہے، اس کے ساتھ دوستی پیدا کر لو ممکن ہے اس طرح ہمارا کام آسان ہو جائے اس سے خاص شاہی خوشبو میں سے کچھ طلب کر، عمارہ نے اپنے دوست کے اشارہ پر اس لونڈی سے انظار محبت شروع کر دیا اور اس سے کچھ خوشبو طلب کی

لوندی نے قدرے خوشبو اس کو دے دی۔ عرو نے وہ خوشبو اس سے سہتیلی اور اُسے نجاشی کے پاس لے گیا اور کہا: میرے ساتھی نے بادشاہ کی لوندی کے ساتھ میل ملاپ پیدا کر لیا ہے اور لوندی نے بھی خود کو اس کے سپرد کر دیا ہے، اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ اس نے بادشاہ کی خاص خوشبو اس کے پاس بھیجی ہے۔ بادشاہ اس بات سے سخت برہم ہوا اور چاہا کہ عمارہ کو قتل کر دے، اس نے سوچا کہ ایسے شخص کو قتل کرنا جو امان لے کر میرے ملک میں آیا ہو، مناسب نہیں، اُسے کسی دوسرے طریقہ سے سزا دینی چاہیے، چنانچہ اس نے جادو گروں کو اس پر متعین کیا انھوں نے پارہ اس کی اخیل میں پھونک دیا، عمارہ لوگوں سے متنفر اور بیزار ہو گیا اور جنگلی جانوروں کے ساتھ جابلے عرصہ دراز تک صحرا نوردی کرتا رہا یہاں تک کہ قریش کی ایک جماعت نے گھات لگا کر اُسے پکڑ لیا اور قید کر دیا وہ اس سے اس قدر مضطرب اور بے چین ہوا کہ تڑپ تڑپ کر جان دے دی اور جہنم رسید ہوا۔

القصہ قریش جب سرزمین حبشہ میں پہنچے اور ندائے دربار سے ملاقات کی، تحائف و بدایا ان کی خدمت میں پیش کیے اور درخواست کی کہ ہمارے چند احمق اور بے وقوف نوجوان اپنے دین کو چھوڑ کر اس طرف آگئے ہیں، انھوں نے اپنے ملکی دین سے رُوگردانی کی ہے اب ہمیں ان کے ہم قبیلہ اور والدین نے بھیجا ہے تاکہ بادشاہ مہربانی فرما کر ہمارے ساتھ ان کو بھیج دے۔ ندائے کہا تم اپنی درخواست بادشاہ کی خدمت میں پیش کر دو ہم تمھاری امداد کریں گے تاکہ تمھارا مقصد پورا ہو۔ جب ایلمپیوں کو بادشاہ کے حضور پیش ہونے کی اجازت ملی بادشاہ کی خدمت میں سجدہ تعظیم بجالائے اور تحائف پیش کیے، نجاشی نے عرو بن عاص سے ان کے آنے کا مقصد دریافت کیا، اس نے کہا کہ میں ہمارے بہت سے قبائل آباد ہیں، ان قبائل میں سے قبیلہ بنی ہاشم میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، جادو کرتا ہے اور اس نے ایک نیا دین پیدا کیا ہے۔ بعض بے وقوف اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اس کی ملت کو قبول کر لیا ہے۔ جب ہم انھیں ایسا کرنے سے منع کرتے ہیں تو اطراف و جوانب میں بھاگ جاتے ہیں، اب ایک جماعت ہمارے بھائی بندوں کی اس ملک میں آئی ہے، ہم سے اور ہمارے دین سے پھر چکی ہے، اپنے آباؤ اجداد کے طریقہ کو

چھوڑ دیا ہے۔ نیا دین جو ہمارے اور بادشاہ کے دین کے بھی مخالف ہے گھڑ لیا ہے، حالانکہ بادشاہ عیسائی مذہب رکھتا تھا، بادشاہ کے ندیم اور مصاحب تحائف اور رشوت کی وجہ سے ان کی حمایت کر رہے تھے اور اس کوشش میں تھے کہ ان کا مقصد پورا ہو جائے، بادشاہ کے حضور میں انہوں نے یوں کہا کہ ہر قبیلا اور جماعت دوسروں کی نسبت اپنے حالات کو بہتر جانتا ہے، اس لیے مناسب یہی ہے کہ ان مہاجرین کو ہم ان کے سپرد کریں اور اس طریقہ سے ہم قریش کو خوش کریں، شاہ نجاشی اس بات سے خفا ہوا اور کہا، خدا کی قسم میں یہ بات ہرگز تسلیم نہیں کروں گا اور اس قوم کو جس نے میری پناہ حاصل کی ہے، دشمن کے سپرد نہیں کروں گا۔

کہتے ہیں کہ بادشاہ نے آسمانی کتابوں کا بہت مطالعہ کیا تھا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات تورات اور انجیل میں موجود تفصیل اسے یقین تھا کہ ان کے خروج کا وقت ہے۔ جانتا تھا کہ اس کی قوم انھیں جھٹلائے گی اور مکہ سے نکال دے گی۔ جب بادشاہ نے اس شخص کا نام پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا نام محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ تو اسے معلوم ہو گیا کہ وہ پیغمبر ہیں لیکن اس نے اس بات کو ظاہر نہیں کیا، عروسے پوچھا، اس کا مذہب کیا ہے، ملت کیا ہے اور وہ کس امر کی دعوت دیتا ہے۔ اس نے جواب دیا، اس کا کوئی مذہب نہیں۔ نجاشی نے کہا، وہ جماعت جس کے مذہب اور ملت کو میں نہیں جانتا اور وہ میری پناہ میں ہو تمہارے سپرد نہیں کر سکتا۔ لیکن میں ایک اجلاس بلاتا ہوں اور مخالفین کو ایک دوسرے کے مقابل کھڑا کرتا ہوں تاکہ وہ اپنی بات خود بیان کریں اور ہر ایک کے حالات معلوم کرتا ہوں مہاجرین بھی اپنے دین و ملت کو بیان کریں۔ اس نے مسلمانوں کو بلایا، مسلمانوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا، ہم اس جماعت کے ساتھ کس انداز سے گفتگو کریں، ان کے مزاج کے موافق بات کریں یا صحیح صورت بیان کریں۔ حضرت جعفر طیارؓ، جو گروہ مہاجرین میں شامل تھے نے فرمایا کہ کوئی چیز سچ سے بہتر نہیں، ہم جو کچھ جانتے ہیں بیان کریں گے، تمام مہاجرین حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو اپنا مقتدا اور پیشوا بنا کر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ملے ہوئے کہ جعفر رضی اللہ عنہ ہی گفتگو کریں۔ بادشاہ کے حکم پر ان کے علما بھی جمع ہوئے انہوں نے انجیل کی کتابیں اپنے سامنے رکھ لیں، اراکین سلطنت بھی تمام جمع ہوئے

اس طرح بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا۔ اس کے بعد مہاجرین کو اندر طلب کیا، مہاجرین نے سلام کیا مگر سجدہ جو حبشہ میں رائج تھا، نہ کیا، وزراء نے سجدہ نہ کرنے کا سبب پوچھا، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتے، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر خدا کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے اور اس دروازے کو ہم پر نہیں کھولا گیا۔ اس بات سے بادشاہ کے دل پر ہیبت طاری ہو گئی۔ علماء کی نظروں میں جعفرؓ اور دوسرے صحابہ کا وقار بڑھ گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے جعفرؓ سے کہا، قریش کے قاصد یہ چاہتے ہیں کہ میں تمہیں ان کے سپرد کر دوں۔ جعفرؓ نے کہا، ان ایٹھیوں سے پوچھیے کہ کیا وہ ہماری غلامی کا دعویٰ کرتے ہیں؟ عمرو نے کہا ایسا ہرگز نہیں ہے یہ تمام آزاد ہیں، باعزت قوم سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ نے پوچھا، کیا ہمارے ذمہ کسی کا قرض ہے؟ کہنے لگے، ایسا بھی نہیں ہے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کیا ہم نے کسی کو قتل کیا ہے؟ کہنے لگے، ان میں سے کچھ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا، پھر آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ جب سلسلہ کلام یہاں تک پہنچا تو عمرو بن عاص نے کہا: بادشاہ سلامت! ان لوگوں نے ہماری، ہمارے آباؤ اجداد کی اور خود اپنی بھی مخالفت کی ہے یہاں تک کہ ہمارے نوجوانوں کے عقائد کو خراب کر دیا ہے، ہماری بحیثی اور اتحاد ختم ہو گیا ہے، ان کو ہمارے سپرد کیجئے تاکہ ہم حسب سابق اپنا انتظام و انصرام کر سکیں۔

نباشی، شاہ حبشہ نے مسلمانوں سے مزید حالات دریافت کیے، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر جواب دیا اور بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے، بتوں کی پرستش کرتے تھے، مردار کھاتے اور فواحش و منکرات کا ارتکاب کرتے، ان بُرے اور قبیح اعمال پر اصرار کرتے تھے، خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور فیضانِ عیم سے ہم میں سے ایک پیغمبر ہماری طرف بھیجا، جس کے حسب و نسب کے کمال اور عذگئی کو ہم جانتے ہیں۔ اس کی امانت و صداقت، عفت اور پاکدامنی مشہور و معروف ہے۔ اس نے ہمیں ایک خدا کی عبادت کرنے کے لیے کہا اور دینِ اسلام کی طرف ہماری رہنمائی کی، نیکی کا حکم دیا، بُرے کاموں سے منع کیا، نماز، روزہ، صلہ رحمی اور تمام عمدہ اخلاق کا حکم دیا۔ جوئے، شراب، سود اور تمام گناہوں اور معاصی سے منع فرمایا، ہمارے لیے ایسی شریعت لائے کہ کسی بھی

انسان کی بات چیت اس جیسی نہیں ہے۔ ہمیں واضح اور یقینی دلائل کے ساتھ اس کی صداقت معلوم ہو گئی، ہم نے اس کی تصدیق کی اور اس پر ایمان لے آئے، ہم نے قوم کے باطل دین کو چھوڑ دیا اسی لیے ہماری قوم ہماری دشمن ہو گئی اور ہمیں انواع و اقسام کی تکالیف پہنچانے لگے، ہم میں ان سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں تھی، ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کسی طرف ہجرت کر جانے کا حکم دیا، ہم نے تمام بادشاہوں سے آپ کے پاس آنے کو پسند کیا تاکہ ہمیں ان کے ظلم و ستم سے محفوظ رکھیں، ہمیں ان کے ہاتھ میں گرفتار نہ کرائیے۔ نجاشی نے پوچھا جو کلام ان پر اترا ہے کیا اس میں سے تمہیں کچھ یاد ہے؟ اسے پڑھیے تاکہ میں سُنوں۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہاں اور سورہ کہیدہ ص ۷ پڑھنا شروع کی، نجاشی نے قرآن سنا، جب اس آیت فکلی واشربی وقوی عینا پر پہنچے تو رو پڑا، اس قدر رویا کہ دامن تر ہو گیا آنسو اس کے رخساروں پر ڈھلکتے تھے، علماء بھی اس قدر روئے کہ ان کے رخسار اور کتابیں تر ہو گئیں، انتہائی ذوق و شوق سے کہتے تھے ۷

چشم کز بہر دوست تر داریم گر شود چشم دوست تر داریم
یعقیم آب چشم و کشتہ نشد داغہائے کہ بر جگر داریم

اس کے بعد نجاشی نے کہا: خدا کی قسم یہی کلام یحییٰ اور موسیٰ (علیہما السلام) پر نازل ہوا، یہ دونوں نور ایک ہی مشکوٰۃ سے نکلے ہیں، پھر عمرو بن عاص اور عمارہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا: خدا کی قسم میں اس جماعت کو تمہارے سپرد نہیں کروں گا، تمہیں اور ان کو ملنے نہیں دوں گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کفار کے بھیجے ہوئے نمائندے مایوس اور شرمندہ واپس گئے، عمرو بن عاص نے کہا: خدا کی قسم کل میں نجاشی کی خدمت میں پیش ہو کر اس قوم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔ عبد اللہ بن ربیعہ نے ہر چند اسے اس خیال سے روکا اور صلہ رحمی کا واسطہ دیا مگر وہ باز نہ آیا، دوسرے روز عمرو بن عاص نجاشی کے پاس گیا اور کہا: یہ جماعت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق تمہارے اعتقادات کے خلاف عقیدہ رکھتی ہے۔ نجاشی نے دوبارہ حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کو طلب کیا اور پوچھا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کیا کہتے ہو؟ آپ نے جواب دیا: وہی کہتے ہیں جو اللہ جل و علا کہتا ہے

کہ وہ اللہ کے بندے اور رسول ہیں اَلْقَاهَا اِلٰی مَرْيَمَ وَوَدَّحَ وَتَنَدُ نَجَاشِی نے زمین سے لکڑی کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور کہا: عیسیٰ علیہ السلام اور جو کچھ تم نے کہا ہے اس میں ذرا فرق نہیں میں تمہیں اور اس کو جس کے پاس سے تم آئے ہو خوش آمدید کہتا ہوں، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ وہی شخص ہیں جن کے آنے کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی ہے اور جس کی بشارت انجیل میں ہے، تم اطمینان خاطر سے میری مملکت میں رہو، جو شخص بھی تمہیں تکلیف پہنچائے گا اسے سزا دی جائے گی، اگرچہ وہ مجھے سونے کا پہاڑ بھی دیں میں تمہیں ان کے سپرد نہیں کروں گا اور جو شخص تم سے ایک دینار بھی جرمانہ میں لے گا اس سے لے کر تمہارے نوکر کوں کوں گا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد ہم جان بوجھ کر قریش کے ان دونوں قاصدوں سے متعرض ہوتے تھے تاکہ یہ کوئی حرکت کریں اور ان سے بدلہ لیں مگر وہ بالکل متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ اس کے بعد نجاشی نے کہا جب خدا تعالیٰ نے بغیر کسی رشوت کے یہ کرم کیا ہے میں بھی رشوت نہیں لوں گا اور کسی کی بات نہیں سنوں گا اور فرمایا کہ ان کے تحائف اور ہدیے واپس کر دیں وہ قوم جس نے اپنے رسول کو جھٹلایا اور تکذیب کی ہے میں بھی اس کے تحائف قبول نہیں کرتا۔

منقول ہے کہ ایخڑ نامی نجاشی کا باپ حبشہ کا بادشاہ
۴۔ ابتدائے سلطنت نجاشی تھا۔ نجاشی کے علاوہ اس کا کوئی بیٹا نہیں تھا،
اور اس کا انصاف ایخڑ کا ایک بھائی تھا جس کے بارہ لڑکے تھے۔
 اہل حبشہ نے فیصلہ کیا کہ نجاشی کے باپ کو قتل کر دیں اور اس کے بھائی کو بادشاہ بنالیں تاکہ کثرتِ اولاد کی وجہ سے ملک توارث کے طور پر ان کے قبضہ میں رہے، غیروں کی دست اندازی سے محفوظ رہے۔ اس خیال محال کی پٹرائیوں نے اس نیک خصلت بادشاہ کو قتل کر دیا اور نجاشی کے چچا کو حکومت کے لیے منتخب کر لیا۔ ایک عرصہ کے بعد جبکہ نجاشی بچپن کی سرحدیں عبور کر کے جوان ہو چکا تھا اپنے چچا کی خدمت پر مکرستہ ہوا، اس کا مشیر اور قابلِ اعتماد بن گیا۔ دانشمندی اور عدل و انصاف کی وجہ سے اکثر اہم امور کلیہ اس کے سپرد کر دیئے۔ وہ جماعت جس نے اس کے باپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی جب اس نے

جہانباہی اور اختیار کے آثار اس کی پیشانی پر دیکھے خائف اور پریشان ہو گئی ایسا نہ ہو کہ اس کے چچا کی سلطنت ختم ہونے کے بعد حکومت اس کی طرف منتقل ہو جائے اور اسے اپنے کئے کی سزا ملے، لامحالہ اس جماعت نے اس صورتِ حال کو بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ ہم آپ کے بھتیجے سے اس معاملہ کی وجہ سے جو ہم سے اس کے باپ کے متعلق سرزد ہوا خائف ہیں، اور شب و روز اسی وجہ سے ڈرتے ہیں، اب دو باتوں میں سے ایک کو قبول کیجئے یا تو اسے قتل کر دیا کیجئے یا ملک بدر کر دیجئے۔ بادشاہ اس بات کو بعید از عقل سمجھا، اس نے کہا کل تم نے اس کے باپ کو قتل کیا ہے اب اس کے بیٹے کو قتل کرنے کا قصد کر رہے ہو۔ جب اہل حبشہ کا اصرار حد سے بڑھا، مجبوراً اس نے شہزادے کے اخراج کا حکم صادر کر دیا بشرطیکہ برادرانِ یوسف کی مانند فروخت کر کے مال و جائیداد سے جُدا کریں۔ اعیانِ ملک نے اسے تاجروں کے پاس چھ سو درہم کے عوض فروخت کر دیا، خریداروں نے اسے کشتی میں بٹھادیا اور موافق ہوا کا انتظار کرنے لگے تاکہ کشتی کو چلائیں۔ اتفاقاً جب دوسری نماز کا وقت ہو گیا بادل اٹھا اور برسنے لگا۔ بادشاہ جو نجاشی کا چچا تھا سیر و تفریح اور بارش کے نظارے کے لیے نکلا اچانک بجلی کڑ کی اور اسے جلا کر خاکستر کر دیا۔ حبشہ کے لوگ حیران و پریشان ہو گئے، انہوں نے چاہا کہ اس کے لڑکوں میں سے ایک کو اس کی جگہ تختِ سلطنت پر بٹھائیں۔ کسی میں بھی اس امر کی قابلیت نہیں تھی، آخر کار انہوں نے یہ تدبیر کی کہ نجاشی کے پیچھے جائیں اور تاجروں سے واپس لاکر تختِ سلطنت پر بٹھائیں اس کی تلاش میں دریا کے کنارے پر آئے انہوں نے دیکھا کہ کشتی ابھی روانہ نہیں ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ کشتی روانہ ہو چکی تھی پھر خدا تعالیٰ کے حکم سے کشتی واپس آئی، اعیانِ ملک کشتی میں آئے اور نجاشی کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آئے۔ اسی وقت تاج شاہی نجاشی کے سر پر رکھ دیا اور لباس شاہی اسے پہنا دیا دوسرے روز تاجروں نے ان سے اپنی قیمت طلب کی، انہوں نے بیت و لعل سے کام لیا، تاجروں نے بادشاہ کی خدمت میں استغاثہ پیش کر دیا۔ بادشاہ نے کہا یا تو ان کی رقم انہیں دی جائے یا ان کا غلام ان کے سپرد کیا جائے اگرچہ غلام تختِ سلطنت پر ہی کیوں نہ ہو۔ جب نجاشی نے یہ حکم صادر فرمایا فوراً ان کی رقم ان کو ادا کر دی گئی۔ اس کے عدل و انصاف کا لوگوں نے

نے یہ آیت پڑھی مَا كَانَ اِبْرَاهِيْمَ يَهُودِيًّا وَلَا نَحْسَرَانِيًّا۔ نجاشی نے کہا درست کہتے ہیں نصرائیت اور یہودیت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ظاہر ہوئی۔ اس کے بعد حضرت جعفرؓ نے یہ آیت پڑھی اِنَّ اَوَّلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهَذَا النَّحْيُ۔ نجاشی نے کہا خدایا! میں آج ابراہیم علیہ السلام کا ولی ہوں۔ اور اپنے اسلام کو ظاہر کر دیا اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیغام بھیجا اور حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کی بہت دلداری کی اور کہا کہ اس کے بعد تم پر کوئی آفت نہیں آئے گی علماء نصاریٰ اس سے اجازت لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے سوالات پوچھے اور جوابات سنے۔

۶۔ حبشہ کے راہبوں کا آنحضرت کی زیارت کے لیے آنا

وافتخروں ہوا کہ بڑے بڑے راہبوں کی ایک جماعت جس کی تعداد سینس تھی، مکہ معظمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مقام ابراہیم پر ملاقات کی، ان کے سب سے بڑے عالم نے جس کا نام طاہور تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی، اس نے کہا: آپ ہی ہیں جنہوں نے رسالت کا دعویٰ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہاں۔“ طاہور نے پوچھا: آپ مخلوقات کو کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”خدا تعالیٰ کی، جس کا کوئی شریک نہیں۔“ پھر آپ نے قرآنی آیات ان پر پڑھیں۔ تمام رونے لگے یہاں تک کہ ان کے رخسار آنسوؤں سے تر ہو گئے۔ طاہور نے کہا: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ایک ہے اور بے مثال ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے رسول ہیں۔ اس کے باقی ساتھیوں نے بھی اسی طرح گواہی دی اور تصدیق کی اور مسلمان ہو گئے۔ جب نصرانی علماء اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے، ابو جہل اور امیہ بن خلف قریش کی ایک جماعت لے کر ان سے ملے اور نجاشی کو بُرا بھلا کہا، کہنے لگے، خدا اس جماعت کو ناپسند کرے جس نے تمہیں دین کی جستجو اور تحقیق کے بے بھیبا ہے۔ تم اس لیے آتے ہو کہ اس شخص کی خبر لے جاؤ تمہارے پاس کچھ بھی عقل نہیں، ایک ساعت اس کی مجلس میں بیٹھو اور اپنے دین و مذہب

پھر گئے ہو، تم نے اس کی ہر بات کی تصدیق کی ہے حالانکہ وہ دس سال سے ہمارے درمیان ہے سوائے جذبے عقل اور ناسمجھ اور فقیر و محتاج لوگوں کے کسی نے اس کی دعوت کو قبول نہیں کیا۔ خدا کی قسم ہم نے تم سے زیادہ کسی کو احق نہیں دیکھا اور تم سے زیادہ جاہل کوئی قوم ہم نے نہیں دیکھی۔ علمائے نصاریٰ نے کہا تم پر سلامتی ہو اور تمہارا کوئی حق ہم ضائع نہیں کریں گے۔ جاہلوں کی باتوں سے ہم اس حق سے جو ہم پر ظاہر ہوا ہے روگردانی نہیں کریں گے اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ٹھہرے رہے تاکہ قرآن مجید سیکھیں، زیور اسلام سے آراستہ و پیراستہ ہو کر اپنے ملک کو لوٹے۔

ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے منقول ہے کہ جب علماء نصاریٰ نجاشی کے پاس لوٹے تو اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کی صفات کے متعلق استفسار کیا۔ طاہر نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا تب بیان کیا۔ نجاشی نے کہا کتابوں میں آپ کی ایسی ہی صفات درج ہیں اس طرح نجاشی ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کرتا رہتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات اور ظفر مندلیوں پر خوش ہوتا۔ چنانچہ ساتواں واقعہ اس امر کی دلیل ہے۔

۷۔ نجاشی کو فتح بدر کی خوشی امام واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ایک روز نجاشی نے دو سفید پرانے کپڑے پہن رکھے تھے۔ گھر سے ایسی حالت میں باہر نکلا کہ نہ تو سر پر تاج نشا ہی تھا اور نہ ہی کندھوں پر دیباچ ڈالا ہوا تھا۔ آکر زمین پر بیٹھ گیا، اہل حبشہ نے تعجب کیا۔ اس کے بعد حضرت جعفرؓ اور ان کے ساتھیوں کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا۔ وہ بھی آگئے جب انہوں نے بادشاہ کو اس حالت میں دیکھا انہیں بڑا تعجب ہوا۔ دورانِ گفتگو حضرت جعفرؓ سے کہا کہ میں نے ایک جاسوس تمہارے ملک کی طرف جاسوسی کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ اس نے آکر خوشخبری سنائی کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عنایت فرمائی ہے اور آپ کے دشمنوں کو اس میدان میں جس کا نام بدر ہے ہلاک کر دیا ہے قریش کے سردار عتبہ، شیبہ، ابی الحکم، زمعہ بن الاسود اور امیہ بن خلف سب قتل ہو گئے ہیں اور فلاں فلاں لوگ گرفتار ہیں۔

حضرت جعفرؓ نے اظہارِ خوشی کے بعد پوچھا کہ کیا بات ہے کہ بادشاہ پرانے کپڑے پہنے زمین پر بیٹھا ہے۔ اس نے کہا احکامِ انجیل میں میں نے ایسا ہی پایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں پر واجب قرار دیا ہے کہ جب انہیں کوئی نعمت حاصل ہو اظہارِ شکرِ نعمت کریں اور شکر کے اظہار میں تواضع برتیں، لامحالہ جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح عنایت فرمائی تو میں نے چاہا کہ تمہیں اس نعمت سے آگاہ کروں، میں نے تواضع و انکساری کا طریق اختیار کیا۔

ز شاہاں تواضع بود دلپسند کہ مطلوب باشد حلاوت ز قند

تواضع کند ہر کہ انساں بود کہ نخوت ز افعال شیطاناں بود

دریں راہ حنا کی و افتادگی

ہر آمد ز شاہی و شہزادگی

نجاشی کے بعض دوسرے واقعات، اس کی وفات اور اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز جنازہ پڑھنا اپنے مقام و محل میں بیان ہو گا۔

بعثت کے چھٹے سال کے واقعات

مولف کتاب ہذا (ملا معین کا شفیق)

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کا ایمان لانا خدا تعالیٰ ان کی لغزشوں سے

درگزر فرماتے، فرماتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کی کیفیت میں

مختلف روایات نظر سے گزریں، لیکن امام مستغفریؒ نے اپنی کتاب دلائل النبوة میں

جس روایت کو بیان کیا ہے تمام روایات سے مفصل ہے۔ چونکہ اس کتاب میں

لبسط و شرح کے ساتھ واقعات بیان کرنے کا لحاظ رکھا جاتا ہے اسلئے دلائل النبوة کی

روایات سے واقعہ کو بیان کیا جاتا ہے۔

عطاء بن یسار نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت بیان کی ہے۔ حفص بن مسعودؓ

فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھا جبکہ آپ مکہ سے

باہر گئے ہوئے تھے جب ہم صفا مقام پر پہنچے مشرکین دہاں جمع تھے۔ ولید بن مغیرہ کا ایک بُت تھا جس کی وہ پرستش کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے پاس سے گزرے آپ نے فرمایا: یا معشر قریش! قولوا لا الہ الا اللہ، ولید نے ابو جہل سے کہا اے ابوالحکم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مجمع میں میں شرمندہ کروں، تیری کیا رائے ہے؟ ابو جہل لعین نے اسے قسم دی کہ اسے شرمندہ کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہ کر۔ ولید پلید اٹھا اور اپنے بُت کو اپنی گردن پر رکھ لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپہ کتے ہیں کہ میرا خدا شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے۔ ولید نے کہا: میرا خدا میری گردن پر ہے اور تمام دیکھ رہے ہیں، تیرا خدا کہاں ہے تاکہ ہم بھی دیکھیں۔ چونکہ قوم کے دل نورِ عقل سے منور نہیں تھے، معاملات کی حقیقتوں کو نہیں سمجھ سکتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کوئی جواب نہ دیا، مشرکین بُت کی طرف متوجہ ہو کر اسے سجدہ کرنے لگے پھر انہوں نے کہا اے ہمارے الہ! اے ہمارے آقا و مولا! ہم چاہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کرنے میں ہماری مدد فرما، اسی وقت بُت میں سے ایک دیو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو و مذمت میں پکار کر چند شعر پڑھے، جن کا پہلا شعر یہ تھا۔

فتح اللہ سراى کعب بن فہر

ما اضل العقول والاحلام

تما آخر شعر۔ ان اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اس نے براقی بیان کی اور کفار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر برا بیغیتہ کیا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ اشعار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنے پریشان ہو کر گھر واپس آئے۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ واپس آ گیا، میں نے عرض کیا اس بُت کی گفتگو آپ نے سنی؟ آپ نے فرمایا: ہاں، شیطان ہے جو بتوں کے پیٹ میں داخل ہو جاتا ہے اور کفار کو انبیاء کے قتل کرنے پر ابھارتا ہے مگر جو شیطان بھی اس کام کے لیے اٹھتا ہے اور انبیاء علیہم السلام پر لعنت بھیجتا ہے جلد ہلاک ہو جاتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے دو باتیں

راتیں گزری ہوں گی، ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک آنے والا آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے سلام کیا ہم نے اس کی آواز سنی مگر آنکھوں سے نہیں دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: کیا اہل آسمان سے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے پوچھا: جنوں سے ہو؟ ”کہا: ہاں۔ آپ نے آنے کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا: میں نے اپنے چچا زاد بھائی سے یوں سنا کہ مسعر نامی جن نے بُت کے پیٹ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ناشائستہ کلمات کہے جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل رنجیدہ ہوا۔ میں اس سے بدلہ لینے کی خاطر اس کے قتل کے درپے ہوا۔ میں نے اسے کوہ صفائیں جا لیا اور ایک ہی وار سے اسے جہنم رسید کر دیا۔ اہل ایمان کو اس کے شر سے نجات دلائی اب میری درخواست ہے کہ علی الصبح کوہ صفا پر آپ تشریف لائیں کیونکہ وہ لوگ پھر اس بت کی عبادت کریں گے میں اسی بت کی زبان سے آپ اور آپ کے دین کی مدح و ثناء میں چند باتیں قوم کو سُناؤں تاکہ دوستوں کو فرحت و سرور حاصل ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نام پوچھا، اس نے کہا: سمح۔ آپ نے فرمایا: کیا تو چاہتا ہے کہ میں تجھے اس سے اچھے نام سے پکاروں۔ کہا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا: میں نے تیرا نام عبد اللہ رکھا ہے اور یہ پسندیدہ نام ہے۔ وہ خوشی خوشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سے واپس آیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ رات ہم پر بہت طویل گزری، انتظار کی گھڑیاں ختم ہونے میں نہ آتی تھیں کیونکہ ہم اس کے منتظر تھے کہ وہ کل مسعر جن کے نقصان کی تلافی کرے۔ جب صبح ہوئی، ہم آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کوہ صفا پر گئے مشرکین حسب سابق بت کی عبادت میں مشغول تھے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے، آپ نے ان کو کلمہ توحید کی دعوت دی، وہ اور زیادہ خشوع و خضوع سے عبادت کرنے لگے، آپ سے زبان درازی کی اور اس بت سے درخواست کی کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کی تنقیص کرے اچانک اس مومن با تق سمح نے جس کا عبد اللہ نام رکھا گیا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کی تعریف میں چند اشعار پڑھے جن کے شروع کے اشعار یہ تھے:

انا عبد الله وابن الهیمر انا قتلت ذوالفجور مسعرا

عمت فغروب سبقت منکرا آری الصفا بلاعتی واستکبرا

وغالت الحق و سرام المنکرا

بشتمت نبینا المطہرا

آخر اشعار تک اس نے پڑھے، اس کے بعد مشرکین نے بت کی زبان سے اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سنی اس بت کو برا بھلا کہا اور زمین پر مار کر توڑ دیا اور اس واقعہ کو جادو قرار دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہوئے آپ کو ایذا دینے اور توہین کرنے لگے۔ انتہائی جہالت سے ابو جہل اور اس کے ساتھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے اور گالیاں دینے لگے۔ کمینوں کی ایک جماعت عدی بن حمران ثقیفی اور ابن وصد بن زبلی وغیرہ مارنے پینے لگے یہاں تک کہ آپ کا چہرہ مبارک خون آلود اور جسم اطہر گرد آلود ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد خداوندی کے مطابق وَ اِذَا احَا طَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا صبر و تحمل کا دامن تھامے ہوئے تھے وہ جس قدر بھی ایذا و اضرار کی کوشش کرتے ان کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتے آپ نے صرف اسی کلام پر اکتفا کیا یا معاشر قریش لہر تضرع بنی فانی رسول اللہ علیہ السلام کے گرد و قریش اتم مجھے کیوں مارتے ہو حالانکہ میں تمہاری طرف خدا تعالیٰ کا رسول ہوں۔ دلائل النبوة میں یہ بھی ہے کہ ایک جاہل بوڑھا کفار میں تھا اس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی جس کے ساتھ نیزہ تھا اس نے چاہا کہ اس نیزے کو خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شکم پر مارے فی الفور اس کا ہاتھ خشک ہو گیا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس تکلیف کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھا، القتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے مجروح دل اور غمگین سر مبارک جھکائے مسجد حرام کے ایک کونہ میں آکر بیٹھ گئے۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس حال کی خبر ہوئی، گھر سے باہر بھاگیں، روتی ہوئیں بے چینی اور بے قراری سے سر پر ہاتھ مارتیں فریاد کرتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتی تھیں

اور فرماتی تھیں من راہی المحیب محمد ا صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ

گجومی بر سر کوز و نشان ہی پرسم نشان یار خود از این دآں ہی پرسم
ز یار مانده جدا بر مثال تن بے جان بہر کم می رسم از جان جان ہی پرسم

حبیبی محمد اضربوك حبیبی محمد اجدد و حَقِّق
وانكود معرنتك حبیبی محمد لا یعلمون انك رسول الله الیہم

اتفاقاً حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس وقت تیر اندازی کر رہے تھے۔ آپ اکثر اوقات شکار میں مصروف رہتے، شکار کے لیے نکلے ہوئے تھے اور ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالے ہوئے تھے تاکہ اسے تیر کا نشانہ بنائیں۔ ہرن نے ان کی طرف منہ کر کے فصیح زبان میں کہا تو می بالسہم الی ولا ترمی الی قاتل ابن اخیک لوس میت ہذا السہم الی قاتل ابن اخیک لکان خیرا یعنی تیر میری طرف پھینکتے ہو اور وہ شخص جو تمہارے بھتیجے کو قتل کرنا چاہتا ہے اس کی طرف نہیں پھینکتے، اگر اس تیر کو اس کی طرف پھینکے تو میرے پیچھے بھاگنے سے بہتر ہے۔ حضرت حمزہؓ اس بات سے متعجب ہوئے، جب اپنے گھر پہنچے تو ان کے گھر کی ایک بڑھیا، جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشرکین کی ایذا رسانی دیکھی تھی ان کے سامنے کھانا لے کر آتی، انتہائی کوفت اور دلنگلی کی وجہ سے ضبط نہ کر سکی، آہ و زاری اور گریہ نے ضبط کی باگ ڈور اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ حضرت حمزہؓ نے جب یہ حال دیکھا تو رونے کا سبب پوچھا۔ بڑھیا نے کہا، مجھے لات و عزیزی کی قسم اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا یتیم بھی ہوتا کہ اس کا حسب نسب ظاہر نہ ہوتا لیکن تمہارے یتیموں میں منسلک ہوتا یا کوئی کمزور کسی قبیلے سے تعلق رکھتا، اس کی ایسی حالت نہ ہوتی جو تیری آنکھوں کی روشنی اور بھتیجے کی ہوئی۔ حمزہؓ اس بات سے سخت مشتعل ہوئے اور کہا کہ افسوس ہے تجھ پر، محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا بیتی؟ اس ضعیف نے جو زیادتی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے دیکھی تھی، من و عن بیان کر دی۔ حضرت حمزہؓ نے کہا: ہاتے افسوس، ابو طالب کہاں تھا، بڑھیا نے کہا: مکہ سے باہر اپنے مویشی کی دیکھ بھال کر رہا تھا۔ ان حالات کی خبر اسے نہ ہو سکی۔ کہا: ابولسب کہاں تھا؟ کہنے لگی: وہ سنگدل

جہاں اور نامِ اودھنا شناس بالانغانہ پر بیٹھا ہوا پکار کر کہہ رہا تھا کہ اس جھوٹے اور جادوگر کو قتل کر دو۔ کہا، عباس کہاں تھا؟ اس نے کہا: شمع کے گرد پروانے کی طرح گھوم رہا تھا، فریاد کرتا اور کہتا تھا کہ اپنے بیٹے پر رحم کرو، اپنے عزیز و قرابت دار پر رحم کرو، اس کا کوئی اختیار نہیں چل رہا تھا، وہ بے بس تھا۔ حمزہؓ زار و قطار روئے اور کہا: جب تک میں اپنے بھتیجے پر ظلم کر نیوالے سے انتقام نہ لے لوں مجھ پر کھانا پینا حرام۔ کہتے ہیں کہ تین دن رات اس نے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ ایک روایت ہے کہ لونڈی عبداللہ بن عاتق نے اس واقعہ کو حمزہؓ سے بیان کیا اور حضرت حمزہؓ کو اس نامبارک گروہ سے انتقام پر ابھارا۔ اس کے بعد حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اٹھے، اپنی زرہ پہنی اور تلوار چائل کی، کمان کو ہاتھ میں پکڑ کر گھوڑے پر سوار ہوئے، اس گروہ کی طرف کوہِ صفا کو گھوڑے کا رخ موڑ دیا، اس وقت تمام مشرکین وہاں موجود تھے، جب حمزہؓ کو ہتھیار بند دیکھا، ڈرے، ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ اگر پہلے ہمیں اس نے مرجا کہا اس کے بعد طواف میں مصروف ہوا تو اس کی خوشنودی کی نشانی ہے اور اگر ہماری طرف متوجہ نہ ہوا اور پہلے طواف کرنے لگا تو سمجھ لیجئے کہ اپنے بھتیجے کی وجہ سے غصے میں ہے۔ کہتے ہیں ان دنوں مرجا کا لفظ نعم صبا کے قائم مقام تھا۔ جب انہوں نے حمزہؓ کو ان سے محترم دیکھا اور حضرت حمزہؓ نے ان کی طرف مطلقاً توجہ نہ کی اور نہ ہی نظر اٹھا کر دیکھا نہ انھیں سلام کیا، انھوں نے دروازہ بند کر لیا کیونکہ وہ ان کی ایذا و انتقام کے درپے تھے۔ جب طواف سے واپس آئے ان پر حملہ آور ہوئے اور کہا: اے معاشرِ قریش! تم میں سے کس نے میرے بھتیجے کے ساتھ زیادتی کی ہے اور ظلم و تعدی میں حصہ لیا ہے۔ ان میں سے ابو جہل نے جواب میں پہل کی اور کہا: اے ابو العمارہ! میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ اور ایذا دینے کی کوشش کی ہے حضرت حمزہؓ نے پوچھا: اے ناقص ترین مخلوق! کیا وجہ تھی کہ تُو نے اس مبارک بیٹے کو تکلیف پہنچائی، مجھے لات و عنبر کی قسم اگر میں وہاں موجود ہوتا تو تلوار سے بے دریغ تمہارے سروں کو کاٹتا۔ فی الفور گھوڑے سے اُترے اور کمان کو ابو جہل کے سر پر اس قدر مارا کہ سات جگہوں سے اس کا سر بیٹ گیا، وہ شرمندگی سے کہتا تھا: ذروا باعمالہ فانی شتمت ابن اخیلہ، ابو عمارہ کو انتقام لینے دو کیونکہ میں نے اس کے بھتیجے کو گایا دی ہیں۔ اس کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں مسجد حرام میں پہنچے، دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک گوشہ میں قبلہ رو بیٹھے ہیں۔ حضرت حمزہؓ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئے اور کہا، السلام علیک یا ابنِ اخی۔ آپ نے کوئی توجہ نہ فرمائی، دوبارہ کہا: السلام علیک یا ابنِ اخی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف متوجہ ہوئے، آبدیدہ ہو کر فرمایا: وہ بے کس جس کا نہ کوئی چچا ہے نہ باپ، نہ اس کی ماں ہے نہ بھائی، نہ کوئی یار و مددگار ہے، نہ کوئی کارگر، نہ وزیر، نہ کوئی محرم ہے نہ راز داں، نہ کوئی ساتھی ہے نہ دوست، کسی کو اس سے کیا ہمدردی۔

اے کاندردمانہ محرم نیست
باید ساخت باجراحت دل
ہیچ کس راز حال من غم نیست
از کسم چوں امید مرہم نیست
دم نیارم زدن زسوز دروں
کہ کسم غلگار و ہدم نیست

تقدہ غصتہ کہ من حلالم
با کہ گویم کہ ہیچ محرم نیست

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے لات وعزى کی قسم کھا کر کہا: میں آپ کی امداد کے لیے آیا ہوں
اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا! مجھے اس خدا کی قسم جس نے مجھے مخلوقات کی طرف بھیجا ہے اگر تو دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کرے اور شمشیرِ آبدار کے ساتھ میرے دشمنوں سے یہاں تک جنگ کہ تیرے اعضاء ان کے خون سے تر ہو جائیں اور ان بے ادبوں کی لاشوں کو اپنے گھوڑے کے پاؤں تلے روند ڈالے، خدا تعالیٰ کی بارگاہ سے تجھے دُوری اور بُعد ہی حاصل ہوگا اور بارگاہِ قدس میں جب تک مکمل شہادتِ زبان سے ادا نہیں کرے گا اور میری نبوت و رسالت کی تصدیق نہیں کرے گا کچھ بھی قرب حاصل نہیں ہوگا۔ حمزہؓ نے کہا: میں نے ابوجہل لعین کا سر تیری خاطر توڑا اور مکبڑوں کے ظلم کے ہاتھ تیری طرف بڑھنے سے روک دیے۔ آپ نے فرمایا: چچا جان! اگر آپ خلعتِ ایمان پہن لیں تو مجھے اس انتقام سے کہیں زیادہ خوشی و مسرت حاصل ہوگی، حمزہؓ نے کہا: میں نے قریش سے سنا ہے کہ آپ کے پاس نہایت ہی شیریں کلام ہے جس کے ذریعہ لوگوں کو مسحور کر لیتے ہیں، وہ کلام آپ نے

کس سے سیکھا ہے اور وہ شعلہ کس آگ سے روشن کیا ہے؟ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے خدا جل و علا کا کلام ہے۔ عرض کیا: اس میں سے کچھ مجھے سنائیے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ مومن کی تلاوت شروع کی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ الْکِتٰبَ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۝ عَافِیَ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ ۝ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۝ الْیَوْمَ الْمَصِیْرُ ۝ حضرت حمزہؓ نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خدا گناہوں کو بخشے والا ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔ کہا: اس کلام سے کچھ اور پڑھیے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ طہ اس آیت تک پڑھی لَهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا یَنْتَظَرُ مَا وَتَحْتَ الثَّرٰی ۝ حضرت حمزہؓ نے کہا: ہمارے مکہ میں ڈیڑھ ہزار بیت ہیں چھ سو ساٹھ کعبہ میں اور باقی مکہ میں، ایک بانٹ کے برابر بھی ان کا حکم نہیں چلتا، آپ فرماتے ہیں کہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے میرے خدا کی ملکیت ہے۔ آپ نے فرمایا: ہاں ایسا ہی ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: آج رات میں غور و فکر کروں گا اور کل آپ پر ایمان لے آؤں گا۔ یہ کہہ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس ہوا۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلاری حبیب کی دلاری کے لیے اور پاس خاطر کے لیے چار فرشتوں کو آپ کی خدمت فرشتوں کا حاضر ہونا میں بھیجا، فرشتہ جبال، فرشتہ بحار، فرشتہ آفتاب اور فرشتہ باد، ان کو حکم دیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کریں اور جب کچھ آپ فرمائیں بجالائیں۔ سرور کائنات نے ان سے ان کا حال پوچھا، ایک سے دریافت فرمایا کہ آپ فرشتوں کے کون سے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں؟ اور آپ میں کس قدر قوت و طاقت ہے؟ اس نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دریاؤں اور سمندروں پر موکل فرشتہ ہوں، اگر آپ حکم دیں تو میں تمام سمندروں کو حکم دوں کہ وہ اپنا پانی باہر پھینک دیں اور تمام زمین طوفان فوج کی طرح غرق ہو جائے اس سرکش باغی جماعت سے آپ نجات پائیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ پھر دوسرے سے

پوچھا، تو کیسا فرشتہ ہے؟ اور تجھ میں کس قدر قوت و طاقت ہے؟ اس نے عرض کی: میں فرشتہ باد ہوں۔ اگر آپ حکم دیں تو پر ایسی ہوا چلاؤں کہ قوم عاد کی طرح لوگوں کو تباہ کر دے اور آپ کو اس بد بخت قوم سے نجات دلاؤں۔ آپ نے لاحول پڑھا۔ اس کے بعد تیسرے فرشتہ سے یہی سوال کیا، اس نے بتایا: میں سورج پر مکمل فرشتہ ہوں، اگر آپ چاہیں تو سورج کو کوہِ اُحد کی چوٹیوں تک نیچے لے آؤں، کفار کے مغز کھول اُٹھیں اور ہلاک ہو جائیں اور آپ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں۔ آپ نے لاحول پڑھا۔ اس کے بعد چوتھے فرشتے سے بھی یہی سوال کیا۔ اس نے کہا: میں پہاڑوں پر مکمل فرشتہ ہوں، اگر آپ فرمائیں تو کوہِ ابوقبیس کو بیخ و بن سے اکھاڑ کر مکہ اور اہل مکہ کے سروں پر گر کر سب کو خاک کے برابر کر دوں اور آپ کو ان کے شر سے نجات دلاؤں۔ آپ نے پھر لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھا اور فرمایا: اے فرشتہ! تمہیں میری اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا: میں دعا کرتا ہوں، تم آمین کہو۔ انہوں نے کہا: سمعنا و طاعة۔ پھر پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا: الہی! ہم سے انواع و اقسام کے عذاب و سزا کو اٹھالے میری قوم کو سیدھے راستے کی ہدایت فرما، انہیں راہِ راست پر رکھ کیونکہ یہ قوم میری رسالت کو نہیں جانتی اور میرے حق کو نہیں پہچانتی۔ ملائکہ نے اس دعا پر آمین کہی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحسین و تعریف کی۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرماتے۔ حق تعالیٰ نے انبیاء کے اضطراب اور بے چینی کے وقت ان کے پاس بھیجا، تمام انبیاء نے قوم پر نفرتیں بھیجی اور عذاب کی درخواست کی، آپ ہی نے ہدایت و صلاح کی دعا کی اور ان کی اصلاح و نجات کی کوشش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے فرشتہ! میرے پروردگار نے مجھے بھیجا ہے تاکہ میں تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنوں، اس لیے نہیں بھیجا کہ لوگوں کے لیے عذاب کا سبب بن جاؤں۔ بعد ازاں فرشتے بارگاہِ الہی میں واپس چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ کو بیان کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی توجہ حمزہؓ کے ایمان کی طرف تھی، وہ رات دُعا میں گزاری یہ دُعا فرمائی: اللهم اقرعیني باسلام عسى حمزة - ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس رات حمزہؓ چالیس مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ مبارک پر آئے تھے اور محبت و اشتیاق کا اظہار کرتے تھے، جب صبح صادق ہوئی اور دن نے اپنی روشنی کے لشکر ہر طرف پھیلانا شروع کر دیئے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب آپ کی نظر حمزہ پر پڑی، فرمایا: چچا جان! ہمارے اور تمہارے درمیان آج تمہارے ایمان لانے کا وعدہ تھا، اب اپنے وعدے کو پورا کیجئے۔ حمزہؓ نے کہا: ایسا ہی کروں گا۔ لیکن میری خاطر اس کلام میں سے جو کل آپ نے پڑھا تھا، پھر پڑھیے۔

خارج عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ الرحمن شروع کی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
الرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْآنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَیْهِ الْبَيَانَ ۝ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝
وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ جب یہاں تک پہنچے حضرت حمزہؓ نے کہا: بھتیجے! میرے لیے اتنا ہی کافی ہے، میری عقل بتاتی ہے کہ نجم اور شجر مخلوق کو سجدہ نہیں کرتے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنْتَ عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ پس حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ حلقہ اہل اسلام میں داخل ہو گئے اور دین اسلام نے حضرت حمزہؓ کی برکت سے غلبہ حاصل کیا، قریش شکستہ دل ہوئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ قریش کے پاس جانے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلجوئی کے لیے پہنچے، دولت اسلام حاصل کی اور شرف متابعت سے سرفراز ہوئے، اس کے بعد انتقام لینے میں مصروف ہوئے اور اس منحوس کے سر کو سات جگہ سے زخمی کیا، جن سے خون بہتا تھا۔ ایک شخص مجلس سے اٹھا اور کہنے لگا: ابا عمارہ! ابھی آپ غصہ میں ہیں تھوڑی دیر صبر کیجئے تاکہ پھر پشیمان نہ ہونا پڑے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں، میں اس ملت سے روگردانی نہیں کروں گا۔ اگر تم میں طاقت ہے تو مجھے اس دین سے پھیر دکھاؤ۔ کفار اس بات سے بہت رنجیدہ ہوئے اور مسلمانوں کی ایذا سے ہاتھ روک لیا حالانکہ اس سے پہلے مسلمان ان سے بہت دُکھ اٹھاتے تھے اور

مقابلے اور جھگڑے کی طاقت ان میں نہیں تھی۔

جس روز حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایمان لائے اس سے پہلے ایک واقعہ ظہور پذیر ہوا۔
یوں ہوا کہ جب صحابہ کی تعداد اتنا لیس^۲ ہوئی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا،
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دین کو پوشیدہ کیوں رکھیں، ظاہر کیوں نہ کریں۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی ہم میں پوری طاقت نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
نے باہر نکلنے کے لیے بہت اصرار کیا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گھر سے
باہر نکلے اور حرم میں جا کر بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اُٹھے اور فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا۔ یہ
پہلا خطبہ تھا جو دین اسلام میں پڑھا گیا، اس خطبہ میں اسلام کی دعوت تھی، مشرکین کو
بہت ناگوار گذرا۔ پوری سختی سے مسلمانوں کی ایذا دہی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور
ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کپڑا لیا۔ عتبہ بن ربیعہ علیہ اللعنة نے آپ کو پکڑ کر آپ کے چہرہ پر اس قدر
مارا کہ ناک رزاروں سے مٹاڑ دکھائی نہیں دیتی تھی، بنو تمیم نے جا کر ان کے ہاتھ سے
ربائی دلائی اور کپڑے میں لپیٹ کر ان کے گھر لے گئے، آپ قریب امرگ ہو چکے تھے۔
اس دن شام تک بے ہوش پڑے رہے۔ ہوش میں آنے کے بعد سب سے پہلی بات
جو ان کی زبان سے نکلی یہ تھی کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں۔ حاضرین نے
اُن کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور انہیں لامت کرنے لگے کہ یہ تمام دکھ اور تکلیف محمد (صلی اللہ
علیہ وسلم) کی وجہ سے ہی تجھے پہنچی ہے اور تم اسی طرح ان پر فریفتہ ہو۔ آپ کی والدہ
ام خیر نے کھانا تیار کیا اور آپ کے پاس لائیں، آپ نے کہا: جب تک مجھے آں حضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم نہ ہو جائے، میں کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا،
اگرچہ ان کی والدہ نے بہت اصرار کیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا، آپ رضا مند نہ ہوئے، اپنی
والدہ کو حضرت عمر بن الخطاب کی صاحبزادی ام جمیل کے پاس بھیجا تاکہ اُس سے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا حال معلوم کرے۔ ام جمیل نے ڈرتے ڈرتے کہا: میں کسی کو نہیں جانتی
اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو ابوبکر کے پاس چلتی ہوں، جب وہاں پہنچی تو اس نے حضرت ابوبکر
کو زخمی اور شکستہ خاطر پایا۔ ام جمیل نے کہا: اے ابوبکر! جس قوم نے تمہارا ساتھ

یہ معاملہ کیا ہے ظالم اور جفا پیشہ ہیں اور آخر کار اپنے کیے کی سزا پائیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال پوچھا۔ ام جہیل نے کہا: آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم خیر و عافیت سے ارقم کے گھر موجود ہیں، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے نذر مانی ہے کہ جیت تک میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کروں گا۔ کھانا نہیں کھاؤں گا۔ پس آپؐ نے رات تک صبر کیا، جب راستوں پر لوگوں کی آمد و رفت ختم ہو گئی، ان دونوں عورتوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اٹھا کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو گود میں اٹھالیا اور آپؐ کو بوسے دیے۔ صحابہؓ آپؐ کی متابعت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بدن پر بوسے دیتے اور روتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس زخم کے سوا جو غصبت عقبہ نے میرے چہرہ پر لگایا ہے کوئی تکلیف نہیں، اب میری والدہ حاضر ہیں دُعا فرمائیے خدا انھیں ہدایت دے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا فرمائی، پھر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کی والدہ ام خیر مسلمان ہو گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ جن کی تعداد انا لیس تھی ایک ایک اسی گھر میں رہے۔ اور ایک روایت میں ہے حضرت حمزہؓ اسی روز ایمان لائے جس روز حضرت ابو بکرؓ کو کفار نے یہ اذیت اور تکلیف پہنچائی۔ اس طرح اس نقصان کی تلافی ہو گئی۔

روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم جارہے تھے کہ آپؐ نے حضرت عمرؓ کو ابو جہل کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھا جو آپس میں کوئی راز کی بات کر رہے تھے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس روز اور رات یہ دُعا مانگتے رہے: **اللهم اعز هذا الدين لعمر بن الخطاب** او **بابي جهل بن هشام**۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپؐ کی دُعا دوسرے روز عمر بن الخطاب کے حق میں قبول فرمائی اور اسے دین اسلام کی ہدایت فرمائی۔ قصہ یوں ہوا کہ جب آیت **اَنْكُرُوْ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَقَّ**

جنتِ آخرت میں آیتوں تک نازل ہوئی، ابو جہل نے کہا: اے معشر قریش! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے دین میں طعن کرتا ہے، تمہارے معبودوں کو بُرا بھلا کہتا ہے، تمہارے آباؤ اجداد کا ٹھکانا دوزخ میں قرار دیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ تمہارے معبودوں اور آباؤ اجداد کے ساتھ کرتا ہے۔ یہ بات غیرت و مروی سے بعید ہے کہ ہم اپنے کان بہرے کر لیں اور ہر بار اسے چھوڑ دیں، تم میں سے جو شخص بھی اسے قتل کرے گا، سُرخ رنگ کے تنو اُونٹ اور ایک ہزار اوقیہ چاندی جو چالیس ہزار درہم بنتی ہے میں اسے دوں گا۔ قریش میں سے حضرت عمرؓ اٹھے اور کہا جو کچھ تم کہہ رہے ہو کیا اسے پورا کر دو گے یا یونہی ہوائی بات ہے۔ اس نے کہا یقیناً وصول ہوگی نقد نہ کہ ادھار۔ حضرت عمرؓ نے کہا: لات وعزیٰ کی قسم ایسا ہی ہے اس نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ عمرؓ نے ابو جہل کا ہاتھ پکڑا اور کعبہ میں لے گئے اور پہل جو سب سے بڑا بت تھا اُسے گواہ بنایا۔ عمرؓ باہر نکلے اور تلوار جمائل کر کے آں سر صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے چل پڑے۔ لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ میں اس وقت تک بیٹھوں گا نہیں جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا سر نہ لے آؤں گا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھائی اور فرمایا تجھے اس وقت تک بیٹھنے نہیں دوں گا جب تک کہ تمہارے سر کو صدیقین اور مقررین کے پاؤں میں نہ ڈال دوں گا۔ اے عمر! تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے تلوار اٹھائی ہے اسی تلوار کو تیرے شوق کا طوق بنا دوں گا اور تیرے کام جاں کو عشق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی لذت سے آشنا اور شیریں کر دوں گا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ایک ہزار چار سو چار مشہور شہر تیری تیغ سیاست سے زیورِ اسلام سے آراستہ کروں گا اور بارہ ہزار فرانگ رومی علاقہ کو تیرے زیر فرمان کروں گا۔ اس بزرگ عمار کے ساتھ جو تیرے پر باندھتا ہے اور بقاء دیا جسے تو زیب تن کرتا ہے، اس مہم کو کافی نہیں ہوگی، میں اس پر گودڑی کو جسے عشق کے بزازوں نے اپنی دکان میں ترتیب دیا ہے اور ہماری تقدیر کے بادشاہ نے خلعتِ عدالت کے طور پر بنایا ہے خلوت خانہ کو بمقتضائے لوکان نبی بعدی لکان عمر پہناؤں گا۔ ۵

تو گر چند تخم ستم کاشتی ز توجہک و از ما ہمہ آشتی

میں بستر با ما بظاہر کر زہمانی ما تو خوش بے خبر

زدائم میسر شد جنت

کہ جلالتین سنت در گردنت

القصہ راستہ میں بنی زہرہ کا ایک شخص جو زیور اسلام سے آراستہ تھا، لیکن قریش کے خوف سے اپنے دین کو چھپائے ہوئے تھا، اس سے ملا۔ اس نے پوچھا: عمر! کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے پر کمر بستہ ہوا ہوں۔ لیکن باقی عیبی زبان حال سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کہتا تھا۔

اسے بستر بر قلم میان کز بے ملائی بستر

قصہ غریبی کو ذہ نازک خیالی بستر

اس زہری شخص نے کہا: اس معاملہ میں تو نے جو جرات کی ہے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے کیسے عمدہ براہوگا عمر نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تو دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رغبت رکھتا ہے اگر ایسا ہے تو قتل کا آغاز تجھ سے کروں گا۔ اس نے کہا: نہیں بلکہ میں اپنے آباؤ کے دین پر ہوں۔ اس شخص کی آباؤ سے مراد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام تھے۔

اس کے بعد وہ دونوں چل پڑے یہاں تک کہ مقام الطح میں پہنچے، لوگ ایک بچھڑے کو ذبح کرنے کے لیے مذبح میں لائے ہوئے تھے اور اس پر اکٹھے ہو رہے تھے، وہ

بچھڑا فصیح و بلیغ طریقہ سے یہ کلمات کہہ رہا تھا یا آل ذریعہ امر نجیم رجل نصیم

بلسان فصیم یدعو صکر الی دین صحیح، ایک روایت میں یدعو صکر الی شہادۃ

ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، لوگ اس کو چھوڑ کر بھاگ گئے اور اُسے تنہا

چھوڑ دیا، حضرت عمرؓ کے دل میں اس واقعہ سے رعب پیدا ہو گیا، جب کعبہ میں پہنچے سردارانِ

قریش دار اسماعیل میں جمع تھے، گو سالہ کا قصہ حبیب انہوں نے دیکھا اور سنا تھا، ان سے بیان

کیا۔ ابو جہل نے کہا: یہ عجیب و غریب واقعہ ہے، عمر کے علاوہ جو بھی یہ بات کہتا میں

یقین نہ کرتا، لیکن اسے عمر! میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ اسے کسی کے سامنے بیان

نہ کرنا اور اس راز کو پوشیدہ اور محفوظ رکھ۔ حضرت عمرؓ نے کہا: واللہ ما کتمت شیئاً

سمعت لا حق ولا باطلا، خدا کی قسم جو کچھ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے خواہ وہ سچی ہے یا باطل میں اسے نہیں چھپاؤں گا، رؤساء بنی عدی متردّد ہوئے اور کوشش کی کہ کسی طرح عمر کو اس کے اظہار سے باز رکھیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی توجہ نہ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں چل پڑے، راستہ میں بنی خزاعہ کی ایک جماعت انہیں ملی، اپنے ایک جھگڑے کے فیصلہ کے لیے بت کے پاس بُت خانہ میں جا رہے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی کہہ کر ساتھ لے لیا، جب بُت کے سامنے پہنچے اور قصہ بیان کر کے جواب کے منتظر تھے کہ بُت کے پیٹ سے ہاتھ نے یہ اشعار پڑھے: ہ

يا ايها الناس ذوا الاجسام	ما انتم و طائيس الاحلام
ومسند الحكماء الى الاصنام	فكلكم امراده همو كالهمام
اماترون ما امرى امام	من ساطع يجلو الظلام
قد لام لناظرين التهام	حتى يرى الناظر بالاشام
اكرمه الرحمن ما من الامام	يامر بالصلوة والصيام
والبر والصلوة للامر حام	

ويزجر الناس عن الاشام

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بُت کی زبان سے یہ باتیں سُنیں تو مکان سے باہر نکلے اور دل میں کہا کہ چند عجیب چیزیں مشاہدہ سے گزری ہیں اس سے پہلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام کامیابی سے سمجھا رہا ہوں مجھے اس کے قتل میں جلدی کرنی چاہیے۔ راستہ میں بنی عبدالمطلب سے ایک شخص جسے نعیم بن عدی بن الظلام کہا جاتا ہے، ملا، اُس نے پوچھا: اے عمر! کہاں کا ارادہ ہے؟ کہنے لگے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قتل کے ارادے سے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا: بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا تجھے کوئی خوف نہیں کہ اس قدر خطرناک کام کا ارادہ کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رغبت رکھتے ہو، اگر ایسا ہے تو پہلے تجھے قتل کرنا چاہیے۔ اس نے کہا: میں اس آگے دین پر ہوں۔ اس کے بعد اس نے کہا: اے عمر! میں تجھے ایک عجیب

چیز سے واقف کروں؟ عرض نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: تیری ہمیشہ و فاطمہ اور اس کا خاوند سعید بن زید بن عمرو بن نفیل نے بھی دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) قبول کر لیا ہے، پہلے اپنے خاندان کی اصلاح کر، اس کے بعد دوسروں کی فکر کرنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تعجب ہوا اور اس سے اس بات کی صداقت پر گواہ طلب کیا۔ اس نے کہا: اگر اس بات کی تحقیق کرنا چاہتا ہے تو ایک بکری ذبح کر، اگر وہ تیرا ذبیحہ کھالیں تو سمجھنا کہ وہ تیرے ہی دین پر ہیں ورنہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین پر ہیں۔ حضرت عمر پہلے اپنی ہمیشہ کے گھر گئے، ان دنوں سورہ طہ اتری ہوئی تھی، حضرت عمرؓ کی بہن اپنے خاوند کے ساتھ حضرت جناب بن الارث سے اس سورہ کی تلاوت سیکھ رہے تھے، گھر کا دروازہ بند کر رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ تھوڑی دیر دروازے پر پٹھرے رہے اور ان کی آواز سنتے رہے، پھر دروازے کو زور زور سے کھٹکھٹایا، جب انہیں معلوم ہوا کہ عمرؓ ہے، اس صحیفہ کو جس پر سورہ لکھی ہوئی تھی چھپا دیا اور حضرت جناب کو گھر کے ایک کونے میں چھپا دیا، دروازہ کھولا، عمرؓ داخل ہوئے اور بہن سے پوچھا: میں نے کچھ آواز سنی ہے تم کیا پڑھ رہے تھے؟ انہوں نے کہا: بات تھی جو آپس میں کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے ایک بکری چاہیے، انہوں نے پیش کر دی، انہوں نے اپنے ہاتھ سے اسے ذبح کیا، گوشت کو جھون کر بہن اور بہنوئی کو کھانے کی دعوت دی، انہوں نے معذرت کی کہ ہم نے نذر مانی ہوئی ہے کہ ہم گوشت نہیں کھائیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم تیرا ذبیحہ نہیں کھائیں گے۔ عمرؓ کو نعیم کی بات کی صداقت معلوم ہوئی حقیقت حال معلوم کرنے کے بعد اپنی بہن کو مارنے لگے، اس کا خاوند سعید مصالحت اور چھوڑانے کے لیے آگے بڑھا تو اُسے ہر کے بالوں سے پکڑ کر مارنے پٹینے لگے، بہن اسے چھڑانے لگی تو اس کے سر پر زخم آیا اور اس سے خون بہہ کر اُس کے چہرہ پر آگیا، ان کی بہن چلائی: اے عمر! ہم مسلمان ہو چکے ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے ہیں، اگر تو ہم کو تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دے گا ہم اس دین سے نہیں پھریں گے۔

پھر بے تحاشہ اونچی آواز سے کلمہ شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمد

ہر سبب اللہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اسے عمر! تیری خلافِ منشا ہم ایمان لاپکے ہیں، عمرؓ حیران رہ گئے اور اس کام سے ایشیاں ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جناب بن الارث گھر میں چھپا ہوا تھا اور انھیں قرآن پڑھا رہا تھا، عمرؓ نے اس کی آواز سنی تھی، بہن سے اس کے متعلق پوچھا، اس نے کہا، میں اور میرا خاوند ہی تھے کوئی اور آدمی نہیں تھا، عمرؓ نے کہا: ایک غیر آدمی کی آواز تمہارے درمیان آ رہی تھی، عمرؓ اس مکان میں داخل ہوئے اور جناب کو باہر لے آئے اور اسے مارنا پٹینا شروع کر دیا، سیدنا سے چھڑانے کے لیے آیا، عمرؓ طاقت ور تھے، دوفوں پر غالب آئے، بہن خاوند کی مدد کے لیے آئی، وہ بھی مغلوب ہوئی اس کا سر بیٹ گیا، چہرہ خون آلود تھا لیکن کفر کے دین سے اظہارِ بیزاری کر رہی تھی اور کلمہ شہادت پڑھ رہی تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اپنی بہن کی اپنے دین میں یہ سختی دیکھی تو مار کٹائی سے ماتہ روکا اور اس کی خوشنودی اور دلجوئی کرنے لگے۔ مکان کے ایک گوشہ میں بیٹھ گئے اور ان کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ دوسرے گوشہ میں بیٹھی رہی، جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو ان کی بہن اٹھی اور خاوند کو اٹھایا، وضو کر کے تلاوت میں مشغول ہوئے اور سورہ طہ پڑھنا شروع کی بسم اللہ الرحمن الرحیم طہ ما انزلنا علیک القرآن

لنشقہ الا تذکرۃ لمن ینخشى تنزیلا من خلق الارض والسموات العلی الرحمن علی العرش استوی له ما فی السموات وما فی الارض وما بینہما وما تحت الثریٰ عمرؓ نے دل میں سوچا کہ جو کچھ زمین و آسمان میں ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کا ہے۔ عمرؓ حیران ہوئے اور اپنی بہن سے مخاطب ہو کر کہا: فاطمہ! اس نے پوچھا کیا بات ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا: جو کچھ زمین و آسمان اور تحت الثریٰ میں ہے وہ تمہارے خدا کی ملکیت ہے؟ فاطمہ نے کہا: ہاں خدا کی قسم ایسا ہی ہے۔ کتنے لگے: ہمارے ڈیڑھ ہزار بت ہیں جن کا حکم مکہ کی ایک بالشت زمین میں بھی نافذ نہیں ہوتا، اپنی یہ کتاب مجھے دو تاکہ میں مطالعہ کروں۔ فاطمہ نے کہا: آپ کفر و شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں اور یہ کتاب وہ ہے جسے لا یمسہ الا المطہرون پاک لوگ چھو سکتے ہیں۔ عمرؓ نے پوچھا: مجھے کیا کرنا چاہیے؟ اس نے کہا: اٹھ کر وضو کیجئے تاکہ آپ میں یہ کتاب چھونے کی صلاحیت

پیدا ہو۔ حضرت عمرؓ اٹھے، غسل گیا اور زبانِ عال سے یہ کہتے تھے: اے
 غسل در اشکِ زدم کا ہلِ طریقت گویند
 پاک شو اول و بس دیدہ براں پاک انداز

پیران کی بہن نے کہا: ممکن ہے آپ اس کتاب سے بے ادبی کریں۔ عمرؓ نے قسم کھائی کہ اس
 کی عزت و توقیر میں کوئی کمی نہیں کروں گا، اور کہا: مجھے غلطی کے خدا کی قسم میں اپنے دل میں
 اسلام کی محبت پاتا ہوں۔ غلطی نے صحیفہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں دے دیا، انہوں نے اسے
 اپنی گود میں رکھا، سعید ان کے قریب آیا اور سورہ ظہر پڑھنی شروع کی، جب اس جگہ پہنچا
 اللہ لا الہ الا ہو لہ الاسماء الحسنیٰ، اس کلام کی تلاوت کی شیرینی اور فصاحت و
 بلاغت نے انکار کی باگ کو ان کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس کلام کے اعجاز اور اس بیان
 کی حقیقت کا اعتراف کیا، کہنے لگے: کس قدر عمدہ کلام اور اچھا خطاب ہے۔ ان ہذا الرب
 اہل لان نعبد اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ۔ جب یہ
 الفاظ ان کی زبان سے نکلے، حضرت خبابؓ نے سمجھ لیا کہ فاتح الابواب نے عمرؓ کے دل کا
 دروازہ کھول دیا ہے اور دُعا مقبول ہوئی، مکان سے باہر نکلے اور کہا: اے عمر! تجھے
 خوشخبری ہو کہ کل آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے متعلق دُعا فرمائی تھی اور حق سبحانہ و
 تعالیٰ کی درگاہ سے تیرے یا ابوجہل کے ایمان لانے کی درخواست کی تھی، فرمایا تھا اللہم اعز
 الاسلام بعمر بن الخطاب و ابی جہل بن ہشام۔ قبولیت کا اثر تیری ذات میں ظاہر
 ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے خباب! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
 میں پہنچائیے۔ حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہو لیے اور آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے در و دولت پر پہنچنے میں رہنمائی کی اور ایک روایت میں ہے کہ اس رات
 صبح تک حضرت عمرؓ در و سوز کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات میں مصروف
 رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق دیدار لمحہ بہ لمحہ فزوں تر ہوتا گیا، جب صبح ہوئی قضا
 قدر نے نور کا جھنڈا اس زبردی محل پر بلند کر دیا اور ظہور کا فرش بچھانے والوں نے اس
 بساط (زمین) پر خوشی و مسرت سے آمد و رفت کی طرح ڈال دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے کہا، اے جناب! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ تاکہ آپ کے دین اسلام کی غلامی کا شرف جلد از جلد حاصل کروں اور عزت و شرف کی گردن میں خدمت و حقگزاری کی رستی ڈالوں، حضرت جنابؐ نے کہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کے گھر میں ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ارقم بن ارقم کے گھر میں ہیں۔ حضرت عمرؓ سعیدؓ اور جنابؐ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت جنابؐ ان کے رہنما بنے، راستہ میں بنی سلیم کے چند لوگوں سے ملاقات ہوئی جو اپنے جھگڑے کے تصفیہ کے لیے اپنے بت ضاد امامؐ پاس جا رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ ضاد بت کے پاس آئے۔ جب ضاد بت کے پاس انڈرپینچے ان میں سے ایک شخص نے کہا، اے ضاد! ہمارے درمیان فیصلہ فرما، باقت نے ضاد بت کے پیٹ سے یہ اشعار پڑھے:

ترکوا الضماد وکان یعبد وحده قبل الصلوۃ علی النبی محمد

ان الذی ورثۃ النبوة والمہدی بعد ابن مریم من قریش مہمد

سیتقول من عبد الضماد ومثله

لیت الضماد ومثله لم یعبد

تمام قوم حیران ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے، اے عمر! شاید تو نے دین محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قبول کر لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، خدا ہے جس کے دین کا حکم سب پر فائق ہے۔ آسمانوں پر بزرگ و برتر خدا ہے جو ہر چھپے ہوئے اور پوشیدہ راز کو جانتا ہے۔ جب وہاں سے باہر نکلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایمان و ایقان بڑھ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہؓ کے گھر اور ایک روایت میں حضرت ارقمؓ کے گھر میں قیام پذیر تھے اور قریش کے خوف سے چھپے ہوئے تھے، ایک شخص کو نگہبانی کے لیے دروازے پر بٹھا رکھا تھا، مسلمان کفار کے ارادے اور سید ابراہم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر ان کے اتفاق کر لینے سے بہت خائف اور ہراساں تھے، دشمن کعبہ کے دروازے پر جمع تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قتل کے لیے بھیجا ہوا تھا۔ ہر لمحہ ان شکستہ دل فقرا کے کانوں میں ڈھول اور نقارے کی آواز پہنچ رہی تھی، ان کا خوف اور ڈر بڑھ رہا تھا، اور دل شہادت پر

اچھتہ بورہا تھا یہاں تک کہ ایک روایت میں ہے کہ بعض کبار صحابہؓ کہتے ہائے افسوس !
 ہم ان چند پُر فریب کینوں کے ہاتھ قتل ہوں گے اور ایک مرتبہ بھی اعلانیہ کلمہ شہادت نہ کہہ
 سکیں گے۔ کہتے ہیں کہ انتہائی حسرت سے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کر کے کہتے :
 "اے آسمان رسالت کے آفتاب ! اور اے وادی گرہی کے پریشان حال لوگوں کے لیے
 وادی ورہنما ! ہمیں اجازت فرمائیے کہ ہم اس گھر سے باہر نکلیں اور فقراء کی آوازیں آواز ملا کر
 ایک دفعہ کلمہ شہادت لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ عالم بالا کے رہنے والوں کے کانوں
 میں پہنچائیں۔ اس کے بعد اگر ہم تیغ سیاست سے شہادت کی سعادت حاصل کریں تو کچھ مضائقہ
 نہیں۔" خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے فقراء ! حوصلہ کرو ، وہ قادر جس نے حضرت
 ابراہیم علیہ السلام پر آتشِ نمرود کو باغ میں تبدیل کر دیا تھا اور جادو گروں کے جادو کو انہی پر اٹا
 دیا تھا ، حضرت اسمعیل علیہ السلام کو تیغ سیاست سے محفوظ رکھا ، وہ ان فقراء کو بھی اثر ار کے
 شر اور کفار کے ضرر سے اپنی حمایت کی پناہ میں محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس کے بعد فرمایا : دوستو !
 کیا تمہیں آئینہ ضمیر میں خدا تعالیٰ کے اسرار میں سے کوئی ستر معلوم ہوتا ہے ؟ اور کوئی دامن معافی
 کے جملہ کی دلموں میں سے جس کا مل کے پردہ پر دکھائی دیتی ہے ؟ دوستوں نے عرض کی : یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم ! جو کچھ آپ کے جہاں نما روشن دل کے پیالہ میں عکس پڑتا ہے اس کی کچھ نہ کچھ
 حقیقت ہو سکتی ہے۔ آپ نے فرمایا : میری نظر میں عجیب معاملہ ظاہر ہوتا ہے ، میں گمان کرتا ہوں
 کہ مشرق سے مغرب تک ایک جال ہے جو کھنچا ہوا ہے اور یہ گھر گھاس پھوس کے اس مکان کی
 مانند ہے جسے شکاری تیار کرتے ہیں ، وحشی پرندہ اگر اس جال کے ارد گرد پھرتا ہے میں نے
 اس جال کی رسی پکڑ رکھی ہے ، فرشتے اس پرندے کو اس جال کی طرف ہٹا رہے ہیں ، وہ
 مرغ آہستہ آہستہ اس جال کی طرف جڑھ رہا ہے ، اہل آسمان کہہ رہے ہیں ، آیا ، آیا ۔
 آمد آں یارے کہ من میخو استم راست شد کارے کہ من میخو استم
 باز گشت آن صید وحشی سوے دم ہم بہنجاری کہ من میخو استم
 جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فقراء کو پریشان خاطر دیکھا ، گھر کے ایک گوشہ میں
 تشریف لے جا کر قاضی الحاجات کی درگاہ میں مناجات میں مصروف ہوئے ، عمارہ مبارک

سر سے اتار دیا اور چادر پاک کو گردن میں ڈالا اور کہا: اے اللہ! مشرق و مغرب تک تمام دُنیا میں صرف یہ انسان ایسے آدمی ہیں جو تیری پرستش کرتے ہیں اور دل و جان سے تجھ سے محبت کرتے ہیں ان فقرائے سوزِ سیمینہ اور اُن کی آنکھوں کے آنسوؤں کی حرمت کے طفیل ہیں ان کفار کے شر سے محفوظ رکھ اور ان میں سے ایک سردار ہم کمزوروں کی مدد کے لیے بھیج جو ان زخمی دلوں کے زخموں کی مرہم بن سکے، اسی دُعا و مناجات میں تھے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کا فرشتہ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپہنچے اور کہا: یا رسول اللہ! جب آپ نے جنابِ قدس الہی سے رؤسائے قوم میں سے ایک نگہبان اور مددگار طلب کیا ہے جو دین اسلام کی امداد کرے، حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے پاکیزہ خطاب پہنچا کہ اے مقرب فرشتہ! اس جگہ سے جہاں کعبہ کا دروازہ ہے ارقم بن ارقم کے گھر تک تمام صفت بہ صفت کھڑے ہو جاؤ اور نچاؤ کرنے کے لیے تھانوں کے تھال اپنے ہاتھوں پر رکھو اور اے اہل آسمان! آؤ دیکھو، نظارہ کرو کہ ہم اپنے حبیب کی امت کی بیوہ عورتوں کے لیے لکڑیاں جمع کرنے والا بھیج رہے ہیں، انہیں نہیں بلکہ ہم بارگاہِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک محافظ نگہبان مقرر کرتے ہیں، خلیلہ اسلام کی مملکت کے لیے سپہ سالار مقرر کرتے ہیں، اے فرشتہ! حلقو اطرقوا کہتے ہوئے راستہ کو کشادہ کرو اور اس سپہ سالار میدانِ عنایت کو ہدایت کا راستہ دکھاؤ۔

آبِ زیند راہ را زانکہ نگارے رسد

مژدہ دہید باغ را بوئے بہارے رسد

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھیے ہم نے عمر کو بھیجا ہے تاکہ وہ دین اسلام کو تقویت دے اور پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ قدم بقدم چلے، اُٹھیے اور اس کے استقبال کو باہر نکلیے۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: جبرائیل! وہ صلح کے لیے آ رہا ہے یا جنگ کو؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: لڑائی کی کونسی جگہ ہے، ہزار ہا فرشتے حق سبحانہ و تعالیٰ سے گفت و شنید کرتے اور دُعا گو رہے ہیں تب کہیں عمر کے نام کو بد بختوں کی فہرست سے نکال کر نیک بختوں کی فہرست میں شامل کیا ہے۔ اسی گفتگو میں تھے کہ حضرت عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا اور زبانِ حال سے کہتے تھے:۔

آمد بدرت امیدوارے کو را بجند تو نیت یارے
مخت زودہ نیاز مندے نجلت زودہ گناہگارے
از گفت خود سیاہ روئے وز کردہ خویش شرمسارے
از یار جدا فتادہ عمرے از دست بماندہ روزگارے
ماش از درے تو باز گردد

نومید چنین امیدوارے

جب دروازے کی زنجیر کی آواز صحابہؓ نے سنی، جستجو کی تو عمرہ کو شمیر گردن میں جمائل کیے ہوئے دیکھا کہ وہ خوش خصال پیغمبر علیہ السلام کے قتل کے ارادہ سے آیا ہے۔ بے انتہا ڈر ہے اس کے ایمان لے آنے اور خیالات کی تبدیلی کی انھیں کوئی خبر نہیں تھی۔ حضرت حمزہؓ نے کہا: وہ ایک آدمی ہی تو ہے، اس قدر خوف زدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔

گر شیر شو خصم چہ پیدا چہ نہفت

باشیر بشیر سخن باید گفت

اگر جھلائی اور اچھے ارادے سے آیا ہے تو اسے مبارک ہو اور اگر بُرے ارادے سے آیا ہے تو میں اس بات کا ضامن ہوں کہ اسی کی تلوار سے اس کا سر کاٹ دوں گا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اس کے استقبال کو باہر نکلے اور کہا: اے عمر! تیرا کیا خیال ہے، کہ اس قدر نبی علیہ السلام کے ہوتے ہوئے جو لوہے کو دان تو لے سے چباتے اور عورت و نام کے لیے جانیں چھڑکتے ہیں، ہم اس گھر میں ہوں ایسی حالت میں تو یہ توقع رکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ آور ہو جائیگا؟ ایسے محال خیال کو سر سے نکال دو۔ جب گفت و شنید کی آواز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی، بذات خود حضرت عمرؓ کے استقبال کے لیے باہر تشریف لائے، دیکھا کہ عمرؓ کندھے پر تلوار لٹکائے دروازے پر کھڑا ہے، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کی کمر میں ڈال کر اس قدر جھینچا کہ اس کا بند بند لرز اٹھا اور تلوار کندھے سے گرنے لگی۔

امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جھینچا مجھ پر اس قدر شوار گزرا کہ میں سمجھا میری ہڈیاں ٹوٹ جائیں گی اور ہڈ پست سے

جدا ہو جائے گا۔ جب عمرؓ نے اُن حضرت سے یہ صلابت ملاحظہ کی پکارا اٹھا، اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، اس کے بعد شرمندگی سے اپنا سر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جھکا دیا۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو بغل میں لیا ان کے چہرہ اور سر کو بوسے دیتے اور تکبیر کہتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکبیر صحابہ کرامؓ نے سنی، تمام تکبیر کہتے ہوئے حضرت عمرؓ کے استقبال کو باہر آئے، اسے مبارک دیتے اور ان کے اسلام لانے پر خوش ہوتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اب مسلمانوں کی کتنی تعداد ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اب تمہاری شرکت سے چالیس کی تعداد پوری ہوئی۔ عرض کی: لات وعزى کو کھلم کھلا پوچھا جاتا ہے اور اٹھارہ ہزار عالم کے خدا کی عبادت چھپ کر کریں، خدا کی قسم ہم بھی خدا تعالیٰ کی عبادت علانیہ کریں گے، اندر باہر ہر جگہ عبادت کریں گے، کہتے ہیں اسی روز اور ایک روایت میں دوسرے روز اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر لے آئے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دائیں جانب، حضرت حمزہؓ بائیں جانب، علی رضی اللہ عنہ سامنے اور علیؓ کے آگے حضرت عمرؓ تھے، تمام کے ہاتھ میں بہنہ تلواریں تھیں اور باقی تمام مسلمان اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف باندھے چل رہے تھے کعبہ تک گئے، سردارانِ قریش و انصارِ اسماعیل میں جمع تھے اور ایک روایت میں حجر میں تھے، دُور سے جب ان کی نظر عمر پر پڑی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے تمام دوستوں کے ساتھ اکٹھا دیکھا، پہلے انہوں نے خیال کیا کہ شاید عمر تمام لوگوں کو قتل کے لیے مقتل میں لے جا رہا ہے۔ اچانک حضرت عمرؓ نے بلند آواز سے کہا: مَنْ عَرَفَنِي فَقَدْ عَرَفَنِي وَمَنْ لَمْ يَعْرِفَنِي فَاَنَا عَمْرُو بْنُ الْخَطَّابِ۔ جو شخص مجھے جانتا ہے جانتا ہے اور جو شخص نہیں جانتا اسے معلوم ہونا چاہیے کہ میں عمر بن خطاب ہوں۔ اے معاشرِ قریش! اسلام قبول کرو اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں جلدی کرو ورنہ اس تلوار کے ساتھ بے دریغ تمہارے سراڑاؤں کا اور ایک بھی کافر کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ جب دشمنوں کی جماعت نے یہ آواز سنی تمام نے راہِ فرار اختیار کی اور دینِ کفر سے مایوس ہو گئے۔ انہوں نے کہا: اے عمر! تو نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم قبول کر لیا ہے؟ حضرت عمرؓ نے اس کا

جواب ان اشعار میں دیا،

مالی اسراکم صلکم قیاما الشیخ والشاب والقلاما

قد ثبت الله لنا اماما محمد قد شرح الاسلاما

فالیوم حقاتکسر الاصلنا ما

وتصکوا لالاخوان والاعماما

قوم اس واقعے سے سخت حیران ہوئی کہ عمر، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کرنے کے لیے گیا اور اس کی غلامی کی رستی اپنی گردن میں ڈال لی۔

شمشیر بکف عمر بر قتل رسول آید

وزوام خدا افتد وز نجت ظفر یابد

انہوں نے آپس میں کہا یہ بہت بڑا معاملہ ہے، ہم بھی جان کی بازی لگاتے ہیں اور آتش محمدی کو بجھانے، احمدی شعلوں کی چمک کو مٹانے کے لیے ہم پوری کوشش کرتے ہیں، تمام مل کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں نے بھی حضرت عمرؓ کی امداد کے لیے تلواریں کھینچ لیں اور کفار کو بھگا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر ان میں سے سب سے بڑے کو پکڑ لیا اور اٹھا کر پھینک دیا، اس کے سینہ پر بیٹھ گئے، انگلی اس کی آنکھوں میں ڈال دی، وہ فریاد کرتا تھا کہ میری امداد کو پہنچو، عمر مجھے ہلاک کیے دے رہا ہے۔ بڑی کوشش کے بعد اسے حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے چھڑایا اور بھاگ نکلے، کعبہ کے میدان کو مسلمانوں کے لیے خالی کر دیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد حرام میں دو رکعت نماز پڑھی اور ایک روایت کے مطابق ظہر کی نماز باجماعت ادا کی، وہ ظہر اسلام کا پہلا دن تھا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا دل مبارک کعبۃ اللہ میں داخل ہونے کی بہت رغبت رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ اظہار شوق فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑا اور آپ کو بیت اللہ ترغیب سکے اندر لے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکان کو بتوں سے بھرا ہوا دیکھا، عصا مبارک

کے ساتھ بتوں کی طرف اشارہ فرماتے اور یہ آیت کو بکیر پڑھتے قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا ۛ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ بھی بتوں کو خطاب کر کے یہ شعر کہتے تھے

يا ايها الاصنام هذا احمد

هذا رسول الله حقا فاشهدوا

ان كان للاله فاسجدوا

یہ دو تمام بہت سجدہ میں گر پڑے، حق سبحانہ، و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین، یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تجھے خدا کافی ہے اور دین میں تیرے پیروکار۔ مفسرین کہتے ہیں کہ ”پیروکاروں“ سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، صہیب بن سنان فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے دیکھ دینے والوں سے بدلہ نہیں لے سکتے تھے، روایت میں ہے کہ جس روز حضرت عمرؓ ایمان لاتے، اسلام نے ترقی کی اور مسلمانوں نے پھر ذلت و رسوائی کا منہ نہیں دیکھا۔ رضی اللہ عنہم وارضاهم اجمعین۔

بعثت کے آٹھویں سال دسویں سال تک کے واقعات

فارسیوں کا رویوں پر غلبہ اور ابوبکر صدیق نبوت کے ساتویں سال ایک نہایت سخت واقعہ رونما ہوا اور وہ مدینہ کا ابی بن خلف کے ساتھ شرط باندھنا، میں اوس اور خزرج کے درمیان جنگ تھی، چونکہ اس کا مقام میلاد میں کوئی دخل نہیں بلکہ تاریخ مدینہ سے ہے اس لیے ہم اس سے صرف نظر کرتے ہیں۔

نبوت کے آٹھویں سال تک میں یہ خبر عام ہوئی کہ فارسیوں نے رویوں پر فتح حاصل کر لی۔ مشرکین اس خبر سے بہت خوش ہوئے، کہنے لگے، رومی اہل کتاب ہیں اور فارسی آتش پرست، جس طرح کسریٰ نے قبضہ پر لشکر کشی کی ہم بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج پر جو اہل کتاب ہے، غالب آئیں گے۔ مسلمانوں کے دل ان باتوں کے سننے سے غلگین ہوتے تھے،

پس جبریل امین خدا تعالیٰ کے حکم سے یہ پیغام لائے، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَمْ یُعَلِّبَتْ
الْقُرْءَانُ فِیْ اَدْنٰی الْاَدْحٰنِ وَهَمَّ مِنْۢ بَعْدِ عَلَیْہِمۡ سَیَّعِلْبُوْنَ فِیْ بَضْعِ سِنِیْنِ، مسلمان
اس آیت کے اترنے سے خوشی کا اظہار کرتے تھے، نا سمجھ کفار اس صورت حال کو تسلیم نہیں
کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کلمات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھڑے ہوئے ہیں۔ نبوت یہاں
تک پہنچی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف لعنۃ اللہ علیہ کے ساتھ شرط باندھی کہ
اگر تین سال تک اور ایک دوسری روایت کے مطابق چھ سال تک رویوں کو غلبہ حاصل ہو
تو ابوبکر دس جو ان اونٹ اس لعین سے لے گا اور اگر غلبہ حاصل نہ ہو تو دس اونٹ اس کو
دے گا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو اس شرط کا علم ہوا تو انہوں نے کہا کہ
کلمۃ بضع میں ابہام ہے کیونکہ عرب میں یہ تین یا نو عدد میں استعمال ہوتا ہے پس

اس کلمہ کا تعین اور کم از کم مدت مناسب نہیں تھی، کیونکہ ممکن ہے کہ رو میوں کو نو سال کا عرصہ گزرنے سے پہلے غلبہ حاصل نہ ہوا اور ایک روایت میں ہے کہ اس مدت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ نے فرمایا: جاؤ، اونٹوں کی تعداد بڑھا دو اور اسی طرح مدت میں بھی اضافہ کرو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور کہا کہ میں سالوں کو بھی زیادہ کرتا ہوں اور مال کو بھی، فقہ مختصر نو سال کی مدت اور سوانٹ مقرر ہوئے اور طرفین اس پر راضی ہو گئے، اس وقت شرط باندھنا حرام نہیں ہوا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس خوف سے کہ ابو بکر شہر سے چلے نہ جائیں عبدالرحمن پسر ابو بکر کو ضامن مقرر کیا اور جب ابی بن خلف جنگ احد میں شریک ہونے کے لیے گیا تو عبدالرحمن نے کہا کہ ضامن دو، اس نے ضامن دے دیا۔ جنگ احد میں وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے مارا گیا۔ صلح حدیبیہ یا جنگ بدر یا فتح خیبر کے روز رو میوں کے فارسیوں پر فتح مند ہونے کی خبر پہنچی، عبدالرحمن نے ابی بن خلف کے ضامن سے اونٹ لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تصرف میں لانے کا حکم دیا۔

باب سیر و تاریخ نے بیان کیا ہے کہ جب کفار قریش نے دیکھا کہ بائیکاٹ اسلام روز بروز طاقت پکڑ رہا ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت لمحہ بلمحہ بلند ہو رہی ہے تو ان کی دشمنی، سرکشی اور حسد زیادہ ہوا، لیکن حضرت ابوطالب کی حمایت اور بنی عبدالمطلب کی رعایت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعرض نہیں کر سکتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کے بعد، شریعت کے عمل کی بنیادیں حضرت فاروق اعظم اور سید الشہداء کی امداد سے مضبوط ہوئیں، طبل نبوت کی آواز دو روز نزدیک پہنچی، صحابہ کی ایک جماعت نے حبشہ کے اندر امن و فراغت سے اپنا وطن بنایا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہجرت کرنے کی جگہ مل گئی، کفار نے آپس میں طے کیا کہ جس طرح بھی ہو سکے دشمنوں کے ازالہ کے لیے پوری کوشش کریں گے اور مسلمانوں کو بنیاد سے اکھاڑنے کی ہر ممکنہ کوشش کریں گے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور قتل کریں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ تمام اشراف قریش حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا: دُکاموں میں سے ایک کام کیجئے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیجئے تاکہ ہم اُسے ہلاک کر دیں کیونکہ اس نے ہم سب کے دین کی مخالفت کی ہے۔ یا ہم قریشیوں کی مخالفت، جنگ اور دشمنی کے لیے تیار ہو جائیے، یقین کیجئے ہم آپ کے بھتیجے کو قتل کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے یا وہ ہم سے اور ہمارے دین سے تعرض کرنا چھوڑ دے اور ہمارے معبودوں کو بُرا بھلا کرنا چھوڑ دے۔ یہ کہہ کر مجلس سے اُٹھ گئے، سوچ سمجھ کر علی الصبح ان کا جواب دیں حضرت ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور قوم سے جو کچھ انہوں نے سنا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا، پھر آپ کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: اے فرزند ارجمند! مجھ پر رحم کر، اور اس گرہ کو جہاں تک ہو سکے کھول، ان کو اور ان کے معبودوں کو بُرا بھلا کہنے سے اپنی زبان روکے، کیونکہ یہ فساد کا باعث اور انکار اور دشمنی کا سبب بنے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے حکم سے کر رہا ہوں۔ آپ کے تنفر سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی، اور غیروں کے ڈرانے اور دھمکیوں سے تغیر نہیں ہوگا۔ اگر تبلیغ رسالت میں میری مدد کریں تو آپ کے لیے بہتر ہوگا ورنہ خدا تعالیٰ کی عنایت اور آسمانی مدد سے میرا کام پایہ تکمیل کو پہنچے گا۔ یہ کہہ کر آپ مجلس سے اُٹھ گئے حضرت ابوطالب پر اس بات سے رقت طاری ہوئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھایا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے کام پر مضبوط رہیے اور جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے پورا کیجئے، جب تک میں زندہ ہوں دشمن آپ پر ہاتھ نہیں ڈال سکیں گے۔ اور یہ چند ابیات ابوطالب کے اشعار میں سے ہیں، جو انہوں نے پڑھے۔

واللہ ان یصلوا الیک بجمعہم حتی اوسد فی التراب دفینا
فاصدع بامرک ما علیک فصاعة والبشریذک وقرتک عیونا
ودعوتی ونعمت انک ناصح ولقد صدقت وکنت ثرا مینا

و عرضت دنیا فقد عرفت بانہ
من خیر اديان البریة دینا

بعض اہل تاریخ نے ان اشعار کا فارسی میں یوں ترجمہ کیا ہے :

کس نیار دکر قصدِ جانِ تے فرزندِ من تا نخواہد گشت در خاکِ محمدِ عمتِ دین
کار بر فرمانِ حق کن هیچ از خواری مترس شاد باش اے نوحِ چشمِ من مشو اندوہ گلین
پنہ و اندیشه ات در شانِ ماحدِ قست دہر دعوتی کردی وحی در جانبِ تست اے امین
عرض دینی میکنی بر ما و ما را روشن ست اینک از اہل نجات آنکہ رو آورد بدین

گر ز خواری و ملامت می نبود می محتسز

بود می اندر قبولِ دین تو حقا مستین

جب کفار نے حضرت ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت میں کوشاں پایا تو وہ بنو ہاشم کی مخالفت میں متحد ہو گئے، دشمنی کی بنیاد کو مضبوط کرنے کے لیے قریش نے ایک دوسرے کے ساتھ عہد باندھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کے ساتھ نکاح، خرید و فروخت، میل ملاپ نہیں کریں گے اور کسی کام میں ان کی مدد نہیں کریں گے اور مکہ کی سرزمین میں انہیں کسی چیز سے نفع اٹھانے کی اجازت نہیں دیں گے، ان سے صلہ رحمی ختم ہوگی اور ان سے سلام و کلام قطع کرنا ضروری ہوگا، ان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے سوا کسی دوسری چیز پر ضلع نہیں ہوگی۔

اس بارے میں انہوں نے ایک عہد نامہ لکھا، چالیس سرداروں نے اس تحریر پر مہر لگائیں اور ریشم میں لپیٹ کر موم جامہ پہنا کر کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا تاکہ اس معاہدہ اور گفتگو کی تاکید ہو۔ کہتے ہیں کہ اس تحریر کا کاتب منصور بن عکرمہ بن عامر تھا، وہ بدبخت اس تحریر کی وجہ سے شل ہو گیا تھا۔ ایک روایت کی رو سے نصر بن حارث اور ایک روایت میں طلحہ بن ابی طلحہ عبد ربی تھا۔ سیرت کی بعض روایات میں ہے کہ اس نامہ کو انہوں نے ابو جہل کی خالد ام الجلاس کے سپرد کیا تاکہ حفاظت سے رکھے۔ ان روایات میں جمع اس طرح ہے کہ عہد نامے کئی لکھے گئے ہوں گے، بعض کعبہ کے دروازہ پر اور بعض امینوں کے سپرد کیے گئے۔

القصہ جب حضرت ابوطالب کو اطلاع ملی، بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب کو بلایا اور

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نگہبانی کے لیے ان سے مدد طلب کی، مسلمان آخرت میں درجات کی بلندی اور مشرکین اپنے قبیلے کے تعصب اور حیثیت کی بنا پر حبشیہ کعبوں کی عادت ہے، مدد کے لیے کربستہ ہوئے، حضرت ابوطالب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احتیاط کے طور پر ایک گھاٹی میں جو انہی کے نام سے منسوب تھی (یعنی شعب ابوطالب) میں آگئے، ابولہب کے سوا دوسرے تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب نے ان سے موافقت کی، اس نے انتہائی بدبختی سے انکار کر دیا۔ جب کفار کو خبر ہوئی تو انہوں نے اس عہد کو قسم کے ساتھ پختہ کیا اور اس گھاٹی میں ان کا محاصرہ کر لیا، ان میں سے جو باہر نکلتا اسے قہراً قسم کی تکلیفیں اور اذیتیں دیتے، بازاروں میں سودا گروں اور دکانداروں کو کہہ دیا تھا کہ کوئی کسی قسم کا کوئی سامان بنی ہاشم کے ہاتھ فروخت نہ کرے، نہ ہی کوئی ہدیہ یا تحفہ دے، روایت ہے کہ گھاٹی میں داخل ہونے کے بعد مسلمانوں کا کام بہت دشوار ہو گیا۔ جب بھی اہل اسلام میں سے کوئی اس جائے امن سے باہر قدم رکھتا، کفار کے شہزادے بید تکلیفیں پہنچاتے۔ یہاں کہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ طاقت نہیں تھی کہ موسم حج اور عمرہ کے علاوہ کسی وقت اس گھاٹی سے باہر نکل سکیں۔ موسم حج میں جب باہر نکلتے تو ہر شخص پوری کوشش اور جنگ و دو کے بعد معمولی کھانے پینے کا سامان حاصل کر کے واپس شعب میں چلا جاتا، پورا سال اسی سے گزارتے۔ ایام حج میں بھی ابوہریرہ، نضر بن الحارث، عاص بن وائل اور عتبہ بن ابی معیط وغیرہ لڑ جاتے اور جو لوگ کھانے پینے کی چیزیں فروخت کے لیے لاتے انہیں کہتے تم میں سے جو شخص ان کو کھانا بیچے گا اس کے مال و اسباب تباہ ہوں گے۔ اگر کبھی موسم حج میں بے مروت مخالفین دیکھتے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی غلام کوئی چیز خرید رہا ہے تو زیادہ قیمت پر وہ چیز خود خرید لیتے، وہ مظلوم اس سے محروم واپس ہو جاتا، مکہ کے رہنے والوں کو خود اتنی ہمت کہاں تھی کہ ایک مشعال کھانا بھی مسلمانوں کو بیچ دیں۔ اگر مشرکین میں سے کوئی رحم کرتا اور صلہ رحمی کرتا، اپنے رشتہ داروں کے پاس پوشیدہ طور پر کچھ کھانا بھیجتا، تنگ نظر بے رحم دشمن کو اس کی خبر ہو جاتی اسے منع کرتے، زبرد تو بیخ کرتے اور ذلیل و خوار کرتے، ان فقرا کے آنے جانے کا راستہ بند کرتے، ان کے رشتہ داروں اور لواحقین

میں سے جسے بھی دُہ پاتے اس کے ہاتھ پاؤں توڑتے، زخمی کرتے تاکہ قتلے اور بازار سے
 طعام نہ خریدیں اور ان کے چوپائے اس وادی میں نہ چریں۔ یہاں تک کہ ان کا ناطقہ تنگ ہو گیا،
 یہاں تک کہ بچوں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمزوروں کی گریہ وزاری سے کفار راتوں کو
 سو نہیں سکتے تھے، ناپاک و بید بن مغیرہ اور وہ خوٹا شام کتا ابو جہل بن ہشام اہل اسلام کو
 تنگ کرنے میں سب سے زیادہ تشدد کرتے تھے۔

روایت ہے کہ حکیم بن حزام، خدیجہ الکبریٰ کا بھتیجا اپنی چچی حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 کے لیے خوراک کی ایک مقدار بشت پر اٹھائے لیے جا رہا تھا، ابو جہل کو اس کی اطلاع ہو گئی
 اس سے پٹ گیا اور کہا کہ تُو نے عہد کے خلاف کیا ہے جو بنی ہاشم کے لیے طعام لے جاتا ہے،
 جب تک تجھے قریش کے پاس ذلیل و رسوا نہیں کروں گا تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ ابو البختری
 بن ہشام باوجودیکہ خود بھی تمنا تھا، نے کہا: اپنی چچی کے لیے کھانا لیے جانا تھا، صدر رحمی کی
 رعایت کر رہا تھا منع نہیں کر سکتے۔ وہ خبیث کتا اپنی جہالت پر اسی طرح ڈٹا ہوا تھا، ابو البختری
 اٹھا اور کونٹ کے پاؤں کی ہڈی جو وہاں پڑی ہوئی تھی اٹھا کر اس لعین کے سر پر ماری اور
 اسے زخمی کر دیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی وہاں نزدیک ہی تھے ابو جہل ان کو دیکھ کر بہت
 شرمندہ ہوا، کیونکہ انہیں اس کی اس ذلت کا علم ہو گیا تھا اور ان کی نظر میں بے عزت
 ہو گیا۔

روایت ہے کہ ایک رات ہشام بن عمرو بن ربیعہ کھانے کی تین بوریاں بنی ہاشم
 کے پاس لے گیا، قریش کو معلوم ہو گیا، انہوں نے ابوسفیان کو دکھایا، وہ کہنے لگا: زیادہ
 سختی مت کرو، جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے اسے نہ روک سکتے ہیں اور نہ ہی زجر و توبیخ کر سکتے ہیں،
 خدا کی قسم اگر ہم بھی ایسا ہی کریں تو بہتر ہے۔ حتیٰ سبحانہ و تعالیٰ نے اس مہربانی کی وجہ سے
 جو ہشام بن عمرو بن ربیعہ اور حکیم بن حزام نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کی بمقتضائے
 ارحم رحم دولت اسلام سے مشرف ہوئے، اور حضرت ابوسفیانؓ نے جو انصاف کی بات
 کہی تھی اہل ایمان کے گروہ میں داخل ہوا اور وہ سگ لعین ابو جہل نور ایمان کے بغیر
 کفر کی تاریکیوں کے ساتھ دوزخ کی انتہائی گہرائی میں جا گرا۔ عباداً باللہ

رحم خواہی برضعیفان جسم آر خندہ خواہی گریہ کن اشکے بیار

ہر کہ این جا رحم آر و برضعیف رحم بیسند از خداوند لطیف

بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ابو العاص بن الربیع کبھی کبھی رات کو گھاٹی میں کھجوروں اور گندم کا قافلہ لانا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں فرمایا:

لقد صاھرنا ابو العاص محمد ناصره لقد کان یتعمد الی الغیر نحن فی الحصار فیوسلھما الی الشعب لیلاً، یعنی ابو العاص نے ہمارے ساتھ حق و دامادی ادا کیا، ہم نے اسے اچھا داماد پایا، رات کے وقت گندم اور کھجوروں کے بوجھ گھاٹی میں بھیجا ایسے وقت میں جبکہ کفار نے ہمارا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

بیان کرتے ہیں کہ ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر شفقت کی بنا پر گھاٹی کی مضبوطی کی انتہائی کوشش کرتے اور کسی وقت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں غفلت اور سستی نہیں کرتے تھے، رات کے وقت جب آفتاب عالم تاب مغرب میں غروب ہو جاتا، تلوار جمائل کر کے آپ کے گھر کے گرد پہرہ دیتے، شمع کے گرد پروانہ کی طرح طواف کرتے اور کبھی رات کے پچھلے حصہ میں جس مکان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے، رات کے آخری حصہ میں کسی دوسری جگہ لے کر سلاتے، دن کے وقت اپنے بیٹوں اور بھائیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کی حفاظت کے لیے مقرر فرماتے، قریش کا تشدد حضرت ابوطالب، بنی عبدالمطلب اور ان کے احباب پر انتہا کو پہنچا، یہاں تک کہ کفار کے ساتھ معاہدہ کرنے والے اکثر خود پشیمان اور رنجیدہ ہوئے۔ روایت ہے کہ کفار قریش میں سے سب سے پہلا شخص جو اس عہد کو توڑنے کا

باعث ہوا، ہشام بن عمرو بن الحارث تھا، ہشام، زہیرہ بن امیہ المخزومی کے پاس گیا اور کہا: اے زہیرہ! مرثیہ و جوانمردی کے مذہب میں یہ کب جائز ہے کہ تو تو لذیذ کھانا کھائے خوشگوار پانی پئے اور بڑی آسائش سے دن گزارے اور تیرے بھائی بدترین حالات میں روز و شب بسر کریں، یہاں تک کہ ان سے خرید و فروخت بھی نہ کرے، خدا کی قسم! اگر تو ابی الحکم بن ہشام یعنی ابو جہل کو اس کے رشتہ داروں کے متعلق ایسی ہی

بات کے جو اس نے تجھے کہہ رکھی ہے تو وہ ہرگز قبول نہ کرنا اور تیرے ساتھ موافقت نہ کرتا۔
 زہیر نے جواب دیا: خدا کی قسم اگر میرے ساتھ دوسرا شخص ہوتا تو اس پختہ معاہدے کو
 توڑنے کی کوشش کرتا، ہشام نے کہا: میں نے دوسرا شخص پایا ہے جو اس معاملہ میں
 تیری موافقت کرے گا۔ زہیر نے پوچھا: وہ کون ہے۔ اس نے کہا: میں ہوں۔ زہیر
 کہنے لگا: تیسرا شخص تیار کرو۔ ہشام، مطعم بن عدی بن نوفل بن مناف کے پاس گیا اور
 کہا: کیا تجھے یہ پسند ہے کہ عبد مناف کے دو قبیلے محنت، فقر اور بھوک سے ہلاک ہو جائیں،
 تو اس سے واقف ہونے کے باوجود قریش کے ساتھ ان کی مخالفت میں موافقت کرے؟
 اس نے کہا: ایک آدمی سے کیا ہو سکتا ہے؟ ہشام نے کہا: اس کام میں میں تمہارے
 ساتھ ہوں، اسے بتایا کہ زہیر بھی اس کام میں ہمارے ساتھ ہے۔ مطعم نے کہا: چوتھا
 موافق پیدا کرو۔ ہشام ابوالبختری کے پاس گیا، گزشتہ حکایات کی مانند اس سے گفتگو کی
 ابوالبختری نے معاذین کے متعلق دریافت کیا، ہشام نے ایک ایک کے متعلق اسے
 بتایا۔ ابوالبختری نے کہا: اگر پانچوں حمایتی مل جائے تو ان پانچ دوستوں کی امداد سے
 امید ہے ہماری ہم کامیاب ہو جائے گی، ہشام نے زمعہ بن الاسود بن عبدالمطلب بن
 عبدالعزیٰ سے ملاقات کی، اور اس سے اسی قسم کی باتیں کیں۔ زمعہ نے پوچھا کہ اس
 کام میں ہمارے موافق کوئی شخص ہے۔ ہشام نے تمام متفق دوستوں کے نام بتائے۔
 فقہ مختصر طے پایا کہ رات کے وقت تمام وہ لوگ جو اس کا رخیر میں کوشش کر رہے ہیں،
 مکہ کے قبرستان حجون میں جمع ہوں اور قریش کے معاہدہ کو توڑنے کے لیے عہد و پیمان
 باندھیں جب خورشید عالم افروز نے اپنے چہرہ پر رات کی سیاہی کا نقاب ڈال لیا، پانچوں
 دوست مقررہ جگہ پر جمع ہوئے اور طے کیا کہ کل اس ظالم معاہدہ کو توڑنے کی کوشش کریں گے
 اور اس مضبوط صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے۔ زہیر نے کہا: میں کل قریش کی مجلس میں
 بات شروع کروں گا، تم میری امداد کرنا، اتفاق رائے کے بعد تمام اپنے اپنے گھروں کو
 چل دیئے، صبح کے وقت جبکہ دنیا سورج کی روشنی سے صاحبانِ علم و عرفان کے دل کی
 مانند روشن ہو گئی وہ پانچوں قریش کی مجلس میں پہنچے، پہلے زہیر طواف کے بعد قوم کی طرف

متوجہ ہوا اور کہا: اے اہل مکہ! کیا یہ جائز کام ہے کہ ہم آرام و آسائش سے زندگی گزاریں لذیذ کھانے کھائیں عمدہ لباس زیب تن کریں اور ناز و نعم سے گزر بسر کریں اور ہمارے عزیز رشتہ دار بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب اپنے اہل و عیال کے ساتھ تنگی اور تکلیف میں زندگی بسر کریں یہاں تک کہ بھوک سے ہلاکت کی نوبت پہنچ جائے۔ خدا کی قسم میں اس وقت تک آرام سے نہیں بیٹھوں گا جب تک میں اس ظالم صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے نہیں کر دوں گا۔ جب اس نے یہ کہا تو ابو جہل مسجد حرام سے ناپاک آواز سے پکارا: خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا تو اسے نہیں توڑ سکے گا۔

زمعہ بن الاسود نے ابو جہل کی طرف رخ کر کے کہا: خدا کی قسم تو سب سے جھوٹا ہے۔ ہم اس صحیفہ کی کتابت کے وقت بھی اس کے مضمون سے راضی نہیں تھے۔ ابو البختری نے کہا: خدا کی قسم زمعہ سچ کہتا ہے کیونکہ صحیفہ کے اندر جو کچھ لکھا ہوا ہے ہماری رضا اس کے ساتھ شامل نہیں تھی۔

مطمع بن عدی نے کہا: زمعہ اور ابو البختری جو کچھ کہتے ہیں درست ہے اور جو شخص اس کے خلاف کہتا ہے جھوٹا ہے۔ ہشام بن عمر نے اپنے دوستوں کی بات کی تائید کی اکثر قریش ان کی حمایت پر اتر آئے۔ ابو جہل نے کہا: بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات رات کو طے کی گئی ہے۔ اس معاملہ میں قوم میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اتفاقاً اسی دوران میں خدا تعالیٰ نے دیکھ کر اس ظالم صحیفہ پر متعین کر دیا جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور تیداہ راہی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خبر سے اپنے غمگسار و غمگین چچا کو آگاہ کیا۔ حضرت ابوطالب نے کہا: باہر سے ہمارے پاس کوئی نہیں آتا اور اس جگہ سے باہر کوئی نہیں جاتا یہاں تک کہ آپ کی طرف جھوٹ بھی منسوب نہیں کیا جاسکتا، آپ یہ بات کیسے کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: تاویل مطلق اللہ جل شانہ نے جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا جس نے مجھے آکر اطلاع دی۔ حضرت ابوطالب نے کہا: تیرا خدا برحق ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچ کہتے ہیں، اس کے بعد آپ اپنے دوستوں کے ساتھ قتل کر گھاٹی سے باہر نکلے اور حجر میں جہاں قریش کا مجمع تھا، گئے۔ معاندین نے جب ابوطالب کو دیکھا، اس خیال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت سے تنگ آگیا ہے، عزت و احترام سے کہا: غالباً ایسے شخص کے قتل پر آپ راضی ہو گئے ہیں جس میں ہماری اور آپ کی بھلائی ہے۔ حضرت ابوطالب نے کہا:

میں ایک اہم کام کے لیے آیا ہوں کہ جماعت کی بھلائی اس میں ہے آپ اس صحیفہ کو جو ہماری دشمنی میں لکھا گیا ہے، لائیے، ابوجہل اور اس کے متبعین نے خوش ہو کر خیال کیا کہ جب ابوطالب صحیفہ کو دیکھیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے سپرد کر دیں گے فی الفور عہد نامہ لے کر ابوطالب کی خدمت میں پیش کر دیا، حضرت ابوطالب نے کہا، اے قوم! یہ عہد نامہ اسی طرح تمہاری مہر کے ساتھ موجود ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں۔ حضرت ابوطالب نے کہا، مجھے محسوس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیر دی ہے کہ خدا تعالیٰ نے دیکھ کر اس عہد نامہ پر مسلط کر دیا ہے اور اس نے خدا تعالیٰ کے نام کے سوا ظلم، جور، قطع صلہ رحمی وغیرہ تمام تحریر کو مٹا دیا ہے، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ خبر دینے میں جھوٹے ہوئے تو انہیں تمہارے سپرد کر دوں گا، جو کچھ تمہاری مرضی ہو اس کے ساتھ کرنا اور اگر اس کی سچائی ظاہر ہو جائے تو تم عہد نامہ کے مضمون کو چھوڑ دو اور دشمنی اور عداوت کا طریقہ ترک کر دو۔ قریش نے اس بات کو پسند کیا اور کہا آپ نے درست فرمایا، جب عہد نامہ کو کھولا تو "باسمک اللہم" کے سوا جو اس تحریر کے شروع میں لکھا ہوا تھا کوئی حرف باقی نہیں تھا، مخالفین نے شرمندہ ہو کر سر جھکا دیئے، ابوجہل اس صورت حال کے مشاہدہ کے باوجود سرکشی اور دشمنی کی راہ پر قائم تھا، اس کے بعد حضرت ابوطالب اور آپ کے ساتھی کعبہ کے پردوں میں آئے اور دشمنوں پر نفرین کی، انہارِ بیزاری کیا اور واپس گھاٹی میں چلے گئے، اس کے بعد وہی پانچ اشخاص جن کے نام پہلے ذکر ہو چکے ہیں نے کہا کہ ہم اس ظالم عہد نامہ سے بیزار ہیں، اکثر قریش نے ان کی موافقت کی، مطعم بن عدی نے اس صحیفہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، منافقین و کفار کے اتفاق کے ٹوٹ جانے کے بعد موافقین مسلح اور ہتھیار بند ہو کر گھاٹی کے دروازہ پر آئے اور مصعب بن کو باہر نکال کر ان کے گھروں کو بھیجا۔ قریش کو تعرض کرنے کا موقع نہ دیا، یہ صورت حال نبوت کے دسویں سال رونما ہوئی، گھاٹی میں آنے کی ابتدا نبوت کے ساتویں سال ہوئی، تین سال تک مسلمان اور ان کے معاہدہ اس مصیبت میں مبتلا رہے۔ اہل سیر نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس روز انچاس سال مکمل ہو چکی تھی اور پچاسواں سال شروع ہو چکا تھا واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

بعض مورخین نے بیان کیا ہے کہ شکرین
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کرنے والوں کا انجام
 میں سے پانچ آدمی جب بھی آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہا پاتے ٹھٹھے مچول کرتے، ادب و تعظیم کا مطلق خیال نہ کرتے، اور عزت و
 احترام کے ادب کو خاطر میں نہ لاتے تھے ان کے نام یہ ہیں، عاص بن وائل سہمی جہمی، اسود
 بن عبد المطلب، اسود بن عبد یغوث، ولید بن مغیرہ اور عمارت بن قیس الطلائعہ، ان میں سب سے
 زیادہ گستاخ اور اس ناپسندیدہ کام میں سب سے زیادہ بڑھا ہوا ولید پلید تھا، آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم ان پانچوں کے طرزِ عمل سے بہت زیادہ رنجیدہ اور طول تھے۔ روایت ہے کہ ایک روز
 مسجد حرام میں خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے، جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے پاس تھے کہ یہ پانچوں شخص ان کے سامنے سے گزرے، جبرائیل علیہ السلام نے
 عاص بن وائل کے پاؤں کی ہتھیلی، اسود بن عبد المطلب کی آنکھ، اسود بن عبد یغوث کے سر،
 ولید کی پنڈلی اور عمارت کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا اور کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو
 بشارت ہو ان کا شر ختم ہوا اور آپ ان سے فارغ ہوئے۔ ان میں سے ہر ایک مصیبت میں
 گرفتار ہو کر ہلاک ہوا، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ ایک روز عاص اپنے دو بیٹوں کے ساتھ
 سوار ہو کر مکہ کی گھاٹیوں میں سے ایک گھاٹی کے کھیت میں باہر گیا ہوا تھا، جب گھوڑے سے
 نیچے اترا، ایک کانٹا اس کے پاؤں میں چبھ گیا، اس نے شور مچایا کہ مجھے سانپ نے ڈس لیا ہے
 لوگوں نے بہت تلاش کی مگر سانپ کا کوئی نشان نہ ملا اور اس کا پاؤں سوج کر اُونٹ کی
 گردن کے مطابق موٹا ہو گیا، وہ چلاتا تھا کہ قتلنی رہ مجھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے
 مجھے ہلاک کر دیا۔ اسود بن عبد المطلب مکہ کے باہر ایک درخت کے سایہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک
 اندھا ہو گیا، جبرائیل علیہ السلام آئے، اس کے سر کو پکڑ کر درخت سے مارتے تھے وہ غلام کے
 پاس فریاد کرتا تھا جو اس کے ساتھ تھا وہ کہتا تھا میں کسی شخص کو نہیں دیکھتا جو تجھے تکلیف
 پہنچاتا ہے۔ یہ تمام بے چینی کیوں ہے؟ وہ فریاد کرتا کہ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا رب قتل
 کرتا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی عاص کے پاس ووزخ میں پہنچا۔ اسود بن عبد یغوث کو مکہ
 کے باہر بادِ سموم نے آیا، اس کا رنگ سیاہ ہو گیا، جب گھر واپس آیا، گھر والوں نے اسے

نہ پہچانا اور اسے گھر میں گھسنے نہ دیا، دروازہ بند رکھا، غصہ سے اپنا سر دروازے سے مارتا رہا، یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا، حارث بن قیس نے شور مچلی کھائی جس سے پیاس نے اس پر غلبہ کیا، جس قدر پانی پیتا تھا، سیر نہیں ہوتا تھا، کہتا تھا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب قتل کرتا ہے، اس نے اس قدر پانی پیا کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ ولید بن مغیرہ ایک روز ایک تیر بنانے والے کے پاس سے دامن کشاں گزرا، ایک تیر اس کے دامن کے ساتھ چپٹ گیا اس نے انتہائی تکبر کی وجہ سے چادر اوپر نہ کی اور عورتوں کے پاس سے اسی طرح گزرا اور تیر کو دامن سے باہر نہیں نکالا یہاں تک کہ اس کی پنڈلی زخمی ہو گئی جس سے عرق النسا کی اسے بیماری ہو گئی وہ دردِ عالم سے چنچتا چلاتا اور کہتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے مجھے قتل کر دیا، یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا آیت اِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ اس کی تائید کرتی ہے۔

بعثت کے دسویں سال کے واقعات

اربابِ سیر و تاریخ نے یوں بیان کیا ہے کہ گھاٹی سے نکلے ہوئے موتِ ابوطالب آٹھ ماہ اکیس دن ہو گئے حضرت ابوطالب نے وفات پائی۔ محمد بن کعب قرطبی فرماتے ہیں کہ جب ابوطالب بیمار ہوا قریش اس کی بیماری پر کسی کے لیے آئے، پہلے انہیں نوازا، پھر اس جماعت کو نصیحت کی، ان کو تعظیمِ کعبہ، صلہ رحمی، مزدور کی رعایت اور سوالی کو عطیات دینے کی وصیت کی، سچ بولنے اور امانت کی ادائیگی پر بہت اصرار کیا، پھر کہا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور پیروی کرو کیونکہ وہ قریش کا امین اور عرب کا صدیق ہے وہ ایک ایسے کام کے لیے مبعوث ہوا ہے جسے دل نے قبول کر لیا ہے اور زبان نے اس کی سچائی کی گواہی دی ہے، خدا کی قسم مجھے یوں نظر آتا ہے کہ دنیا بھر کے اشراف اور اطراف و اکناف کے سادات و عظماء اور اکابر نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس کے قول کی تصدیق کی ہے۔ تمام ملک عرب و عجم اس کے قبضہ تصرف میں آ گیا ہے تمام جہان کے انتظام و انصرام کی باگ ڈور اس کے دستِ تدبیر میں دے دی گئی ہے، نیک بختی اور سعادت کے دروازوں کی کنجیاں اس کی فرمانبرداری کی جیب میں رکھ دی گئی ہیں اے نبیِ مہتمم

اس سے قربت اور نزدیکی حاصل کرو، جان و مال سے اس کی مدد کرو۔ قریش نے کہا : اپنے بھتیجے سے درخواست کیجئے کہ جنت سے کوئی چیز منگو اداے جس کی وہ یہ سب تعریفیں کرتا ہے اور آپ کے لیے بھیجے تاکہ وہ آپ کے لیے شفاعت ہو۔ ابوطالب نے ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ تیرا چچا کتنا ہے کہ میں بوڑھا، کمزور اور بیمار ہوں جنت سے تھوڑے سے کھانے پینے کی آرزو رکھتا ہوں، مجھے عنایت فرمائیے تاکہ وہ میری تندرستی کا باعث ہو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے قاصد کو کوئی جواب نہ دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو اس مجلس میں حاضر تھے، نے جواب دیا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے جنت کے طعام و شراب کو کفار کے لیے حرام قرار دیا ہے۔ قاصد نے واپس جا کر صورت حال بیان کی، کفار نے پھر ابوطالب سے کہا : دوسری مرتبہ پھر اسی شخص کو اسی غرض کے لیے بھیجا، اس دفعہ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا : اِنَّ اللّٰهَ حَزَمَهُمَا عَلٰی الْکَاْفِرِيْنَ۔ قاصد نے آنحضرت کے جواب کو پہنچا دیا۔ قاصد کے تیجے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت ابوطالب کے گھر تشریف لے گئے، دیکھا کہ گھر قریش سے بھرا ہوا ہے، آپ نے فرمایا : مجھے اپنے چچا کے ساتھ تھوڑی دیر ٹھہرنا ہے آپ ذرا باہر تشریف لے جائیں۔ کہنے لگے : آپ کی ان سے رشتہ داری ہے تو ہم بھی ان کے رشتہ دار ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سر ہانے بیٹھ گئے اور فرمایا : چچا جان ! حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے بچپن میں میری کفالت کی اور میرے بڑا ہو جانے پر میری رعایت اور شفقت میں دریغ نہیں کیا، اب وقت یہ ہے کہ آپ ایک کلمہ کہہ میری امداد کریں تاکہ قیامت کے روز میں خدا تعالیٰ کے پاس آپ کی شفاعت کروں۔ حضرت ابوطالب نے پوچھا : وہ کون سا کلمہ ہے ؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لا اِلهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ کہہ دیجئے حضرت ابوطالب نے کہا : میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ میرے خیر خواہ ہیں۔ خدا کی قسم اگر مجھے یہ ڈرنہ ہوتا کہ آپ کو سرزنش کریں گے اور کہیں گے کہ تیرا چچا موت سے ڈر گیا۔ میں یقیناً یہ کلمہ کہہ کر آپ کی آنکھیں روشن کرتا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ ابیات اس وقت پڑھے : ۷۰

آخر شتر تک۔ کہتے ہیں قریش نے جب اشعار کے کلمات منے، چنے کہ آپ اپنے بزرگوں عبد المطلب، ہاشم اور عبد المنفک کی ملت سے دو گز دانی کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصرار فرماتے تھے کہ چچا جان! ایک بار اس کلمہ کو کہہ دیجئے تاکہ قیامت میں آپ کے کام کو دلی تسلی کے ساتھ کر سکوں۔ ابو جہل، عبد اللہ اور ابی امیہ پھر اصرار کرتے تھے کہ اے ابوطالب! عبد المطلب کے دین و ملت سے انحراف کرتا ہے، یہاں تک کہ آخر کار اس نے کہا، نہیں، ابوطالب بزرگوں اور عبد المطلب کی ملت پر جاتا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چچا جان! کیا بات ہے کہ تمام لوگوں کو میری بات سننے اور پیروی کرنے کی وصیت کرتے ہو اور خود مخالفت کرتے ہو۔ اس نے کہا، خدا کی قسم اگر تندرستی کی حالت میں ہوتا تو آپ کی اتباع کرتا، خدا کی قسم مجھے یہ بات بُری معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کہیں ابوطالب مرتے وقت موت کے ڈر سے مسلمان ہوا اور صحت کی حالت میں مسلمان نہیں ہوا۔ بیان کرنے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ابوطالب کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو اس کے سر ہانے سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا: خدا کی قسم حق سبحانہ و تعالیٰ سے تمہارے لیے بخشش طلب کروں گا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب ابوطالب کا مرض شدت اختیار کر گیا، قریش نے سمجھ لیا کہ وہ اس بیماری سے نجات نہیں پائے گا ایک دوسرے سے کہا اگرچہ ابوطالب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں پوری پوری کوشش کرتے تھے، اب وہ موت کے کندھوں پر سوار ہے یہیں اس کے بچنے کے کام سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ حمزہ جن سے زیادہ بہادر عرب میں پیدا نہیں ہو گا مسلمان ہو گیا، عمر خطاب جس کا دبدبہ اور میاست روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے اس کا فرمانبردار بن گیا اور ہر قبیلہ کے لوگ اس کے دین میں داخل ہو چکے ہیں اور روزِ بروز اس کا کام ترقی پر ہے اور ہر روز اس کی آواز عرب کے قبائل میں پھیلتی جاتی ہے جب وہ بلند مرتبہ ہو جائے گا وہ تہہ اور اہل بحرِ غلاب آجائے گا، ہمیں اس کا مطیع اور فرمانبردار ہونا پڑے گا یا جنگ اور مقابلہ کرنا پڑے گا، مصلحت یہی ہے کہ ہم ابوطالب کی خدمت میں حاضر ہوں اور درخواست کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلائے اور ہمارے اور اس کے درمیان صلح کے قواعد مستحکم کرے تاکہ اُس کے بعد اُسے ہمارے دین کے ساتھ کوئی واسطہ نہ ہو،

اور یہیں بھی اس کی ملامت سے کوئی سروکار نہ ہو، جب تمام اس بات پر متفق ہو گئے عقبہ، شیبہ، ابو جہل، امیہ بن خلف، ابوسفیان بن حرب اور دوسرے سردارانِ قریش کی ایک جماعت ابوطالب کی خدمت میں آئی اور کہا، اے ابوطالب! ہم نے ہمیشہ آپ کی سرداری اور حکومت کا اعتراف کیا اور کبھی بھی آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کی، ہمیں ڈر ہے کہ جب آپ اس دنیا سے رخصت ہو جائیں ہمارے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اسی طرح دشمنی اور جھگڑا باقی رہے گا۔ اگر آپ مصلحت سمجھیں تو اُسے طلب کیجئے اور طے کیجئے کہ وہ اس کے بعد ہمارے دین و مذہب سے تعرض نہ کرے ہم بھی اس سے تعرض نہیں کریں گے۔ حضرت ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا: قریش کے سردار اور اشراف کی آپ سے ایک درخواست ہے اگر قبول ہو جائے آپ کے مقاصد حاصل کرنے میں وہ کوشش کریں گے اور آپ کی خواہش کے مطابق زندگی گزاریں گے۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری بھی قوم سے ایک درخواست ہے۔ پوچھا: آپ کی درخواست کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری درخواست ایک کلمہ سے زیادہ نہیں ہے جب اسے کہہ لیں گے تمام عرب پر حاکم ہو جائیں گے اور تمام عجم ان کا فرماں بردار ہو جائے گا۔ ابو جہل نے کہا: ہم ایک کلمہ کی بجائے پانچ سو کلمات کہیں گے فرمائیے وہ کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہہ دیجئے۔ قوم نے جب یہ سنا تو سخت برہم ہوئی اور کفِ افسوس ملنے لگی۔ انہوں نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے ایک ہزار خداؤں کو ایک کرتا ہے، یہ عجیب کام ہے، ہم بقدر تیری رعایت کرتے ہیں اور تیری مراد کے متلاشی ہوتے ہیں تو نہیں چاہتا کہ اصلاح کی کوئی صورت پیدا ہو۔ یہ کہا اور اٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد ابوطالب نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) قریش سے آپ کی درخواست معقول تھی اور آپ نے موقع کی بات کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوطالب کی اس بات سے اس کے ایمان لانے کی امید ہوئی، آپ نے فرمایا: چچا جان! ایک دفعہ کہہ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے تاکہ قیامت کو اس کے وسیلہ سے آپ کی شفاعت کروں۔ ابوطالب نے کہا: قسم بخدا! اگر قریش کی ملامت اور لوگوں کے اس گمان کا، کہ میں موت کے ڈر سے ایمان لایا ہوں، خوف نہ ہوتا تو میں آپ کی

خاطر یہ کہہ دیتا اور آپ کے دل کو اس سے خوش کرتا اور آنکھوں کو روشن کرتا، پھر اس کی حالت متغیر ہو گئی، زبان منہ میں پھیرتا تھا، عباسؓ نے اپنے کان کو اس کے منہ کے نزدیک لے جا کر کہا، اے میرے بھتیجے! وہ کہہ جسے تو اُسے کہنے کے لیے رہنمائی کرتا تھا، کتنا ہے مگر کمزوری کی زیادتی کی وجہ سے دوسروں تک آواز نہیں پہنچا سکتا۔ اس روایت کو دلائل النبوت میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

اہل بیت سے روایت ہے کہ وہ اس بات پر متفق ہیں کہ ابوطالب ایمان کے ساتھ فوت ہوا ہے۔ لیکن یہ روایت اہل سنت و جماعت کے مخالف ہے اور اس روایت کے مخالف بہت سے دلائل موجود ہیں۔

پہلی دلیل: جب حضرت ابوطالب فوت ہو گئے، امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا: عَمَّكَ الشَّيْخُ الضَّالُّ قَدَمَات۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا: جَاؤْا اَسْ نَهْلًا وَاوْثَقِیْنِ وَتَجْنِیْزِیْنِ کَا اَنْطَامِ کُرُو۔ اور فرمایا: اِنَّہٗ مَاتَ مُشْرَکًا۔ نیز فرمایا: اِذْهَبْ نَوْرًا عَفِیَ اللّٰہُ لَہٗ وَرَحْمَتُہٗ جَاکَرِ اَسْہٗ دُصَانِیْہٗ، خُذْ اَلْعَالِیْ اُسْہٗ بَخْشْہٗ، خُذْ اَلْعَالِیْ اِسْہٗ پَر رَحْمَتِ کَرْہٗ، اِکْرَمْجِیْ مَعْنٰی کَرْ دِیَا گِیَا تُو مِیْنِ اِسْہٗ کَہٗ لِیْہٗ عَجْشِیْ طَلَبِ کُرُوں گَا۔

روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کی وفات پر بہت ملول و رنجیدہ ہوئے، روتے، جنازہ کے ساتھ گئے اور فرماتے تھے: چچا جان! آپ نے صلہ رحمی کا حق ادا کیا، میرے سنی میں کوئی کوتاہی نہیں کی، خدا تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے، حاصل کلام یہ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ عَمَّكَ الشَّيْخُ الضَّالُّ قَدَمَات، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ اِنَّہٗ مَاتَ مُشْرَکًا، ابوطالب کے کفر پر مرنے کی دلیل ہے۔

دوسری دلیل: جب حضرت ابوطالب کو دفن کر دیا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنار سے واپس ہونے تو کئی روز تک گھر سے باہر نہیں نکلے اس وعدہ کی بنا پر جو ابوطالب سے موت کے وقت کیا تھا کہ میں آپ کے لیے خدا تعالیٰ سے مغفرت طلب کروں گا، ہمیشہ اس کے لیے مغفرت طلب کرتے، جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو پتا چلا کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ وہ بھی اپنے ان آباؤ اہمات کے لیے جو کفر کی حالت میں فوت ہوئے تھے طلب مغفرت کرنے لگے حالانکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے کافر باپ کے لیے مغفرت طلب کی تھی، حتیٰ سبحانہ، و تعالیٰ نے آیت بھیجی مَّا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۚ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ وَدَعَا هَٰذَا إِلَٰهًا كَتَمَ فِيهِ كِتَابٌ لَّا تَسْمَعُ مِنْ أَجْبَتٍ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۚ اس جگہ انتہائی لطیف بشارت ہے کہ حتیٰ سبحانہ، و تعالیٰ کو چونکہ مشرکین کی بخشش مطلوب نہیں۔ بغیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کے متعلق استغفار کرنے سے منع فرمادیا گنہگاروں کو چونکہ بخشنا چاہتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے لیے استغفار کا حکم فرمایا وَاسْتَغْفِرْ لَدُنْكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ۔

امام فارابی فرماتے ہیں: فکما لا يجوز ان يغفر لمن نهاه عن الاستغفار انه لا يجوز ان لا يغفر من امره بالاستغفار له، جس طرح مشرکین کا بخشنا جائز نہیں اسی طرح مومنین کا نہ بخشنا بھی جائز نہیں۔ واللہ يفعل ما يشاء۔

تیسری دلیل: صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابوطالب بن عبد المطلب کے کفر پر ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ میرے باپ (عباس) نے کہا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوطالب آپ کا خیر خواہ تھا، آپ کی حمایت اور مدد کرتا تھا اور آپ کی خاطر قریش سے تعصب برتتا تھا، خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی فائدہ اسے پہنچے گا۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، آگ کی صفحہ صاف میں ہے اور اگر وہ میری حمایت و نصرت میں ہوتا تو دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتا۔ ”صفحہ صاف“ تنگ پانی کو کہتے ہیں جو پست زمین میں جمع ہو جاتا ہے اور ٹخنوں تک پہنچ جاتا ہے اور یہ آگ سے استعارہ کیا گیا ہے۔

چوتھی دلیل: اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، آپ نے فرمایا:

اهون الناس عذابا يوم القيامة ابي طالب له شركا كان من النار ليعق منها

دماغ، یعنی ابوطالب کا عذاب قیامت کے روز دوسرے تمام کافروں سے نرم اور ہلکا ہوگا، اس کے پاؤں میں آگ کی دوجوتیاں ہوگی ان جوتیوں کی حرارت سے اس کے سر کا مغز کھوٹتا ہوگا مگر اس کا خیال یہ ہوگا کہ مجھ سے زیادہ کسی کو عذاب نہیں ہو رہا۔

بعض علماء کا قول ہے کہ کفر کی چار قسمیں ہیں :

۱۔ کفر انکار ۲۔ کفر جحود

۳۔ کفر نفاق ۴۔ کفر عناد

کفر انکار یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو نہ پہچانے، نہ دل سے اور نہ ہی زبان سے۔
کفر جحود یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو دل سے جانے مگر زبان سے اقرار نہ کرے جیسے ابلیس کا کفر، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہودیوں کا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے :-
فلما جاءهم عرفتوا کفروا بہ ابی جحدوا۔

کفر نفاق یہ ہے کہ زبان سے خدا تعالیٰ کا اقرار کرے لیکن دل میں اعتقاد نہ ہو۔
کفر عناد یہ ہے کہ دل سے خدا تعالیٰ کو پہچانے لیکن زبان سے خدا تعالیٰ کا اقرار نہ کرے اور نہ ہی اس کے احکام و فرامین کے سامنے تسلیم خم کرے، جیسے ابوطالب کا کفر، اس نے کہا: ولقد علمت بان دین محمد من خیر ادیان البریاءینا، اور یہ طے شدہ بات ہے کہ جو شخص بھی ان چاروں اقسام میں سے کسی کے ساتھ بھی متنسف ہوگا وہ مغفرت الہی سے محروم رہے گا۔

ارباب سیر و تاریخ، خدا انہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی فوتیدگی جزائے خیر دے، نے لکھا ہے کہ مشہور قول کے مطابق ابوطالب کی وفات کے تین روز بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا فوت ہوئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مصیبت دگنی ہو گئی اور دردِ الم اور مسائب کی کوئی انتہا نہ رہی، کیونکہ آپؐ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مونس و نگہداشتیں، غم و اندہ اور حزن و ملال کی کثرت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے بہت کم باہر نکلتے تھے، یہاں تک کہ رسالتِ مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال کا نام "عام الحزن"

رکھا، یہ بعثت کا دسواں سال تھا۔

ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا رحلت کے وقت، موت کی شدت کرب و بے چینی کی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت فرماتی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور دعا فرمائی، اس کے بعد فرمایا: جنت تمہارے دیدار کی مشتاق ہے، تمام اہمات المؤمنین سے تو بہتر ہے، تو تمام جہان کی عورتوں سے افضل ہے، ثویریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ سے زیادہ بزرگ ہے، میں تجھے جنت میں تیری والدہ حوا اور تیری بہن سارہ جو حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ ہیں، کے سپرد کرتا ہوں۔ اے خدیجہ! اپنی ان بہنوں سے خوشی اور شادمانی سے مل جن کا عورتوں میں ثانی نہیں ہے اور مومنات میں قدرت و اقتدار میں بے مثل ہیں کبھی انہوں نے خوف و مشیت الہی سے خدا کی قسم نہیں اٹھائی، حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کو عورتوں کے عذر یعنی حیض و نفاس سے پاک رکھا اور تمام جہان کی عورتوں پر انھیں فضیلت دی اور دونوں کا معراج کی رات سدرۃ المنتقی کے نزدیک میرے ساتھ نکاح کر دیا، یہ دونوں جنت میں تیرے ساتھ ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت خدیجہؓ نے یہ خبر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی باوجودیکہ جاگنی کی حالت میں تھیں، مسکرائیں اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو مبارک ہو، ان کی صحبت سے آپ نفع اٹھائیں اور وہ آپ سے منتفع ہوں، خدا تعالیٰ کی حمد و ثنائیاں کی اور فرمایا کہ وہ میری سوکنیں نہیں ہیں، غیرت کی رو سے کوئی تکلیف ان سے مجھے نہیں پہنچے گی، بلکہ میری بہنیں ہیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہذہ واللہ الحق المبین و تمام ایقین والفضل فی الدین، اور فرمایا: جو کچھ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے خدا تعالیٰ کے فرمان پر اظہار رضا مندی واللہ حق مبین ہے اور تمام فضل اور یقین دین میں ہے۔ اور ایک روایت میں ہے اگرچہ بظاہر رضا مندی کا اظہار کیا لیکن از روئے غیرت جو کمال محبت کی مقتضی ہے اس کے چہرہ کی حالت تبدیل ہو گئی اور سوکن کی تکلیف کے نشانات اس کے چہرہ پر ظاہر ہو گئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: زندگی میں ہمیشہ آپ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی رعایت فرماتے تھے، وفات کے وقت آپ نے یہ اندوہ اسے پہنچانا کیسے جائز سمجھا، حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس کے نیک کاموں کو دیکھا مگر کسی میں سوا جہاد اور غزوات میں شرکت کے کوئی کمی نہیں تھی، کیونکہ سوکن پر غیرت کھانا عورتوں کے لیے جہاد اور غزوہ ہے۔ میری خواہش ہوئی کہ غزوہ و جہاد کا ثواب بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے اس لیے ایک لمحہ کے لیے یہ غم اس پر میں نے جائز رکھا۔

اگرچہ اس حمیدہ خصال کے اوصاف کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی خصوصیات کمال اخلاق کے گہرے دریا میں غوطہ کھانا خواص کے لیے ممکن نہیں۔ لیکن اس درجات صدق و یقین میں سبقت لے جانے والی مقبرۃ العلیٰ میں مدفون خدیجہ الکبریٰ کے کچھ فضائل اور بعض خصوصیات احاطہ تحریر میں لائی جاتی ہیں۔ بعون اللہ وحسن توفیقہ۔

وہ فاضلہ کاظمہ و دختر خلیلہ بن اسعد بن عبد العزیٰ بن قسی بن کلاب بن لوی تھی، اس کا نسب قصی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے مل جاتا ہے۔ گزشتہ صفحات میں معلوم ہوا کہ ان کا عقد سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کب باندھا گیا۔ اس وقت آپ کی عمر کتنے سال تھی، ایمان لانے میں سبقت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انس و محبت پہلے کبھی جاچکی۔ اب اس عورتوں کی سرائی کی خصوصیات میں سے دس خصوصیات لکھیں:

۱۔ جب تک یہ پاکباز و بلند مرتبہ عورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسری عورت سے شادی نہیں کی۔

۲۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اُس وقت شادی کی جبکہ آپ کنوارے تھے۔

۳۔ آپ نے انہیں تمام عورتوں سے بہتر کہا۔

حضرت خدیجہؓ اور حضرت عائشہؓ کی فضیلت کے مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت خدیجہؓ کو افضل مانتے ہیں اور ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ترجیح

دیتی ہے اور بعض لوگ توقف کرتے ہیں۔

۴۔ جبرائیل علیہ السلام نے رب العالمین کا سلام سید المرسلین کے ذریعہ سے ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پہنچایا۔

۵۔ یہ کہ زندگی بھر آنحضرت کو آزدہ نہیں کیا اور ایسا طرز عمل اختیار نہیں کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر طلال کا غبار آنے پائے۔

۶۔ یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد سوا ابراہیمؑ کے ان سے پیدا ہوئی۔ پہلا قاسمؑ اور اسی وجہ سے آل حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم ہوئی۔ دوسری زینبؑ تیسری رقیہؑ، چوتھی فاطمہؑ اور پانچویں ام کلثومؑ اور ایک قول کے مطابق فاطمہؑ سب سے چھوٹی تھیں، اور یہ تمام نبوت سے پہلے پیدا ہوئے۔ چھٹا عبد اللہ اور صحیح قول کے مطابق طیب اور طاہر اسی کے لقب ہیں۔ درج الدر میں اسی طرح ہے، اور ایک دوسرے قول کے مطابق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہؑ سے تین لڑکے شمار کیے ہیں قاسم، طیب اور طاہر اور مشہور قول کے مطابق چار لڑکے تھے۔ یہ تینوں او عبد اللہ۔ لیکن اس بات پر اتفاق ہے کہ تمام بچپن کے زمانہ میں فوت ہو گئے۔ لڑکیاں جوان ہوئیں اور ان کی شادیاں ہوئیں، ان سے اولاد پیدا ہوئی، ان کی تفصیل اپنی اپنی جگہ پر آئے گی۔

۷۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام اولاد کا سلسلہ نسب حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا پر ختم ہوتا ہے اور یہ آپ کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

۸۔ یہ کہ آپؐ سب سے پہلے اسلام لائیں۔ عورتوں میں سے کسی نے بھی آپؐ پر سبقت نہیں کی اور من سن سنۃ حسنۃ کے مطابق اس کا ثواب دُگنا ہوا۔

۹۔ یہ کہ ان کے پاس بہت سامان و دولت تھا جو کہ تمام خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لیے صرف کیا، اسی وجہ سے انہیں ازواج مطہرات پر فضیلت ہے جن میں یہ خصوصیت نہیں تھی۔ تفسیر کبیر میں ہے، خدا تعالیٰ کا قول ہے کہ وَوَجَدَكَ عَائِلًا فَأَغْنَى کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؑ کے پاس

عَلَمِیْن حالت میں آئے، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا، یا رسول اللہ! کیا حال ہے؟
 اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قحط کے دن ہیں اور لوگ محتاج ہیں، اگر میں
 ان کی امداد کرتا ہوں اور وریشوں اور محتاجوں پر احسان کرتا ہوں تو تیرے مال کا نقصان ہے
 جس کی وجہ سے حجاب ہے اور اگر ایشار اور سخاوت سے باز رہتا ہوں تو باز پُرسی اور سزا
 کا گمان ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے قریش کو بلایا، حاضرین میں سے ایک حضرت
 ابوبکر صدیقؓ بھی تھے۔ صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس قدر سُرخ سونا لا کر باہر
 ڈال دیا کہ جو شخص اس ڈھیر کی دوسری طرف تھانچے دکھائی نہیں دیتا تھا، پھر حضرت
 خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، اے گروہ قریش! گواہ رہو کہ یہ مال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا
 حق اور ان کی ملکیت ہے، جس کو چاہیں دیں اور جہاں چاہیں خرچ کریں۔

۱۰۔ حضور علیہ السلام ان کے لیے زندگی میں اور بعد موت استغفار فرماتے اس حد تک کہ
 حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بہت زیادہ یاد کرنے کی وجہ سے غیرت کھائی اور ایک روز
 کہا آپ قریش کی بوڑھی عورتوں میں سے ایک بوڑھی عورت کو جس کے منہ میں بُرچلے
 کی وجہ سے کوئی دانت باقی نہیں رہا تھا، وہ اپنی عمر گزار چکی تھی، اب خدا تعالیٰ نے
 آپ کو اس کا بدل عطا فرما دیا ہے کب تک یاد کرتے رہیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم اس بات سے بہت ناراض ہوئے اور فرمایا، خدا کی قسم مجھے اس سے بہتر
 کوئی عورت نہیں ملی، وہ مجھ پر اس وقت ایمان لائی جب تمام لوگ کافر تھے، اس
 نے اس وقت میری تصدیق کی جب تمام لوگوں نے مجھے جھٹلایا، اس نے اس وقت
 میری امداد کی جب تمام لوگوں نے مجھے محروم رکھا، خدا تعالیٰ نے مجھے اس سے فرزند
 عنایت فرمائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے سٹے کر لیا کہ آئندہ وہ کبھی
 بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بُرائی سے یاد نہیں کرے گی۔

روایت ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے انہیں مقبرہ
 حجون میں جو مکہ میں قبرستان ہے دفن کیا۔ اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل مبارک ان کی
 جدائی سے بہت عَمَلِیْن و ملول ہوا، ان کی وفات بعثت کے دسویں سال ہوئی، ان کی عمر مبارک

پینسٹھ سال تھی پچیس سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں۔ آپ کی بہت زیادہ فضیلتیں ہیں، صرف ان چند پر اکتفا کیا گیا ہے۔

کتاب دلائل النبوة وغیرہ میں ہے اور ثقہ ائمہ حدیث سے سنا گیا ہے کہ جب ابوطالب اور حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دار البقا کی طرف رہلت فرما گئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حزن و الم متواتر اور مسلسل ہونے لگے، کم غفلوں کی برات اور سختی اور دشمنوں کی عداوت پہلے دیکھنے لگی۔ نقل ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے مجمع کے پاس سے گزے انہوں نے اپنے میں سے ایک احمق کو اس بات پر آمادہ کیا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک پر خاک ڈالے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، جس سے آپ کے سر مبارک اور چہرہ اقدس پر خاک پڑ گئی اور سر مبارک خاک آلود ہو گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لڑکی نے آپ کو اس حالت میں دیکھ لیا، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ، رخسار اور سر سے گرد و روتی اور روتی تھی خواجہ کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التحیات نے فرمایا جب تک ابوطالب زندہ تھا قریش مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے، پھر فرمایا، میری بیٹی! مت رو، خدا تعالیٰ تیرے باپ کی حمایت کرے گا اور اپنی آغوشِ تربیت میں پرورش کرے گا۔

روایت ہے کہ جب ابولہب کو معلوم ہوا کہ اس مایہ عیش و سرور کی نسبت قریش نے ظلم و ستم کی آستین سے دستِ قدسی نکالا ہے اور ظلم و ستم کا طریق اختیار کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ زیادہ سے زیادہ بے ادبی اور گستاخی کرتے یہاں تک کہ دشمن بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم کرنے لگے۔ ابولہب جو ہمیشہ دشمنی کرتا، نے طغیان و سرکشی کی آگ پر پانی چھڑکا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت و حمایت کا زہر دار ہوا۔ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اپنے کام کی تبلیغ میں ثابت قدم رہ، ابوطالب کے زمانہ میں جیسا کرتا تھا، کر، لات و عزیمتی کی قسم جب تک میں زندہ ہوں دشمن تجھے نقصان نہیں پہنچا سکیں گے۔ نقل ہے کہ قریش کے ایک احمق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گایاں دیں، جب ابولہب کو معلوم ہوا تو اس نے اس شخص کو مارا پٹیا، وہ احمق فریاد کرتا ہوا قریش کی محفل میں گیا

اور کہا: ابولہب مسلمان ہو گیا ہے۔ قریش نے ابولہب سے پوچھا: کیا آپ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو گئے ہیں؟ اس نے جواب دیا: نہیں۔ میں ملت عبدالمطلب پر ہوں، لیکن اپنے بھتیجے کی حمایت کرتا ہوں تاکہ کوئی طلال اسے نہ پہنچے اور فارغ البالی سے اپنا کام کرے۔ قریش نے کہا: آپ اچھا کام کرتے ہیں اور صلہ رحمی کا حق ادا کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کام میں مصروف رہے اور مشرکین ابولہب کے خوف سے آپ کو تکلیف نہیں پہنچا سکتے تھے، یہاں تک کہ ابوہل بن ہشام اور غلبہ بن ابی مغیط نے مکہ وجیدہ کے طور پر ابولہب سے کہا کہ تو اپنے بھتیجے سے دریافت کر کہ عبدالمطلب کی جگہ کہاں ہے؟ ابولہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ عبدالمطلب کی جگہ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا: وہ اپنی قوم کے ساتھ ہے۔ ابولہب نے ان سے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے میرے جواب میں یوں کہا ہے۔ انہوں نے کہا: اس بات کا معنی یہ ہے کہ وہ دوزخ میں ہے، ابولہب اس بات سے مشتعل ہوا اور کہا: عبدالمطلب دوزخ میں جانے لگا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، جو شخص اس کے دین پر چلے گا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دوزخی ہوگا۔ اس بات سے بہت زیادہ رنج و ملال اس کے نامبارک دل میں پیدا ہوا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بعد مجھ سے ساتھ دینے کی امید نہ رکھ اور میری دوستی سے ہاتھ اٹھا لے اور اپنی حمایت کی باگ ڈور کسی اور کے سپرد کر کیونکہ ہمارے درمیان دوستی کا رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ پس قریش پھر دلیر ہو گئے اور اپنے اُسی بد بختی کے کاروبار میں مشغول ہوئے اور وہ لعنتی بے ادب کہتا یعنی ابولہب ایذا دینے والوں کے تنگ راستہ پر بیٹھا اور اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی پر کمر بستہ ہوا۔ اس میں اس قدر مبالغہ کیا کہ آپ کو تھک چھوڑ کر قبائل کی طرف رخ کرنا پڑا۔

ارباب سیر رحمہم اللہ نے اپنی مقبرہ کتابوں میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار و قحطار کی بے ادبی و گستاخی کی وجہ سے مکہ میں نہ ٹھہر سکے تو زید بن حارثہ کے ساتھ مکہ سے باہر تشریف لائے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طائف

کی طرف تشریف لے جانا

اور طائف جانے کا عزم کیا، ممکن ہے کوئی جماعت آپ کی حفاظت و رعایت کے لیے اٹھ کھڑی ہو پہلے بنی بکر و ایل کے قبیلہ کے پاس گئے، اس قبیلہ کو سیدھے راستہ پر چلنے کی دعوت دی، اس بدبخت قوم کو قبولیت کی توفیق نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اندر جگہ نہ دی، وہاں سے بنی قحطان کے قبائل میں سے ایک قبیلہ کے پاس گئے، انہوں نے پہلے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جگہ دی پھر اس پریشیمان ہوئے، آپ نے وہاں سے قبیلہ ثقیف کی طرف رخ کیا۔ ایک روایت کے مطابق دس روز طائف میں اس قبیلہ میں رہے، قبیلہ کے اکابر و اشراف میں ہر شخص کے پاس گئے اور اسے اسلام کی دعوت دی، لیکن کسی نے قبول نہ کی۔ اپنی قوم کے کم ظرف اور احمقوں کو انہوں نے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیں۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ کی دُھال بن گیا، اس فرزند ارجمند کو پتھر مارتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے اس کا سر چھوڑ دیا۔ محمد بن کعب قرطبی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں طائف کے اندر قبیلہ بنی ثقیف کے رؤسا میں سے تین بھاٹی تھے، عبد اللیل، مسعود اور حبیب پسراں عمر بن عبید، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملاقات کی اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان سے مدد طلب کی، ان میں سے ایک نے کہا: اگر تو پیغمبر ہو تو میں نے خانہ کعبہ کو چرایا ہو۔ دوسرے نے کہا: خدا تعالیٰ کو تجھ سے بہتر آدمی نہیں ملا جسے پیغمبری کے لیے بھیجا جو تجھے چُن لیا۔ تیسرا کہنے لگا: میں آپ سے بات نہیں کرتا کیونکہ اگر آپ پیغمبر ہیں تو آپ کی شان و مرتبہ اس سے کہیں بلند ہے کہ میں آپ سے بات کروں، اگر پیغمبر نہیں ہو تو تم سے کس لیے بات کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میری رسالت کو قبول نہیں کرتے تو کم از کم اس بات کو پوشیدہ رکھو۔ خواجہ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات سے بیغرض تھی کہ قریش صورت واقعہ کو سُن کر بے ادبی اور ایذا رسانی میں زیادہ دیر نہ ہو جائیں، لیکن ان بدبختوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی درخواست کو درخور اعتنا نہ سمجھا۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے بہت پریشان اور رنجیدہ ہو کر نکلے۔ ان بدبختوں نے اپنے احمق اور کم ظرف لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں بھیجا جو آپ کو گالیاں دیتے اور آپ کے پیچھے پتھر پھینکتے تھے اور کہتے تھے

کہ اے جادوگر!، اے مجنون! تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ ہمارے درمیان چھوٹ ڈالے اور ہمارے سیدھے سادے لوگوں کو گمراہ کرے۔

روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نصرانی غلام عداس کا ایمان لانا تمکد کا قصد کیا، راستہ میں عقبہ اور شیبہ پسران ربیعہ کا ایک باغ تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل تقیف کی ایذا رسانی اور تعرض سے بچنے کے لیے خود کو اس باغ میں ڈال دیا اس وقت عقبہ اور شیبہ بلند مقام پر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل تقیف جو کچھ کرتے تھے وہ ایک ایک کو دیکھ رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکو رکے درخت کے سایہ میں بیٹھ گئے اور بے انتہا حزن و ملال نے آپ کے قلب مبارک پر غلبہ کیا، سنگدلوں اور احمقوں کے پتھروں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پنڈلیاں خون آلود ہو گئی تھیں، مجروح اور غلین دل کے ساتھ دست مبارک دُعا کے لیے اٹھائے اور مناجات کرنے لگے: 'خدا یا! اضعف ونا توانی کی شکایت، عاجزی، سرگردانی، صبر کی کمی اور اپنی ذلت و غراری کی زیادتی کی حکایت جناب کی پاک درگاہ میں عرض کرتا ہوں، تیرے جمال باکمال کا وصف ارحم الراحمین ہے، گرے ہوؤں کی دستگیری اور آوارہ لوگوں کی ہدایت کو قبول کرنا تیری بے انتہا عنایت سے وابستہ ہے رحمت و مہربانی میں تو کافی ہے ہر شکستہ حال کی بھلائی تیرے ہی پاس ہے، اے میرے پروردگار! میری مشکل حل کرے، اگر تو میری مشکل حل نہیں کرتا تو مجھے کس کے سپرد کرتا ہے، اس غیور جو مجھے دیکھ رہا ہے اور پیشانی پر بل ڈال رہا ہے یا عہد شکن دشمن جو میری طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ اگر میرے پروردگار کی توجہ میری طرف مبذول ہے تو مجھے اس سے کوئی باک نہیں ہوگا۔'

ایالیت تملوا والعیوۃ مرمبوء

ویالیت ترضی والایام عتاب

۵ اگر جہان ہم دشمن شوند از بد و نیک

تو دُست باشش کہ از دشمنی خلق چہ باک

لیکن میری تفصیلات سے تیری معافی کا میدان زیادہ وسیع ہے۔ میں تیرے چہرہ کے نور

کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں۔ وہ نور جو تاریکیوں کو روشن کرنے والا ہے، دنیا و آخرت کے کام لگو درست کرنے والا ہے، اس بات سے کہ تیری ناراضگی مجھ پر نازل ہو، عتاب تیرے ہی لئے ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے لاجل و لا قوۃ الا باللہ، عقبہ اور شیبہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے دیکھا جو کچھ دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے کسی و تنہائی، غربت و تکلیف مشاہدہ کی رگ قرابت میں حرکت پیدا ہوئی، ان کا ایک نصرانی غلام عداس نامی تھا، اس سے انہوں نے کہا انگور کے چند خوشے پلیٹ میں رکھ کر اس شخص کے پاس لے جا۔ غلام نے اپنے آقا کے فرمان کے مطابق پلیٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پر انوار کے سامنے جا کر رکھ دی اور دوڑ کھڑا ہو گیا، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر ان انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا، عداس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرہ اور پیشانی کی طرف دیکھا اور کہا یہ ایسا کلام ہے جو میں نے اس ملک میں کسی سے نہیں سنا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تو کون ہے اور کس ملک کا باشندہ ہے اور کون سے دین پر ہے؟ اُس نے جواب دیا: میں نصرانی ہوں اور اہل نینوا سے ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس مرد صالح یونس بن مثنیٰ کی بستی سے۔ عداس نے پوچھا: آپ یونس علیہ السلام کو کیسے جانتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرا بھائی ہے، وہ پیغمبر ہے اور میں بھی پیغمبر ہوں۔ عداس نے پوچھا: آپ کا اسم گرامی کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: میرا نام محمد ہے، صلی اللہ علیہ وسلم، عداس نے کہا: مدت ہوئی میں نے آپ کا وصف تو رات میں پڑھا ہے اور آپ کی رسالت کی تعریف تو رات میں پڑھی ہے، مجھے معلوم ہے کہ خدا تعالیٰ آپ کو اہل کفر پر بھیجے گا وہ آپ کی فرمانبرداری نہیں کریں گے اور آپ کو وہاں سے نکال دیں گے، خدا تعالیٰ آخر کار آپ کو فتح دے گا یہاں تک کہ واپس تکر جائیں گے، آپ کا دین تمام روئے زمین پر پھیل جائے گا۔ اب مجھے اپنا دین سکھائیں کیونکہ کئی سال سے آپ کی بعثت کے زمانہ کا انتظار کر رہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلام پر اسلام پیش کیا، اس نے اسے دل و جان سے قبول کر لیا۔ عداس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ دیا، قدوس قدوس کہا۔ ربیعہ کے بیٹوں نے جب یہ حال مشاہدہ کیا

تو آپس میں کہنے لگے: غلام کا کام ہاتھ سے نکل گیا۔ جب عداس واپس ہوا اس سے پوچھا: تجھے کیا ہو گیا، تو نے کیا دیکھا اور اس شخص سے کیا سنا کہ تو نے اس کے ہاتھ پاؤں چومے۔ اُس نے کہا: اس نے مجھے ایسی بات بتائی جو پیغمبر کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا: تجھ پر افسوس ہے، تجھے اس نے دھوکا دیا اور زیرے دین کو خراب کر دیا۔ عداس نے کہا: ایسا مت کہو، تمام روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے۔ القصۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے چلے گئے اور بطنِ نخلہ میں ٹھہرے جو مکہ سے ایک رات کی راہ ہے۔ نصیبین کے جنات کی ایک جماعت وہاں خدمت میں حاضر ہوئی اور سعادتِ ایمان حاصل کی۔

جنات کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نقل ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطنِ نخلہ میں نزول اجلال فرمایا کی خدمت میں حاضر ہونا اور ایمان لانا کفار کی ناپسندیدہ باتوں اور اشرار کی شرارتوں سے آپ کا دل مبارک فکر مند اور پُر اذرنج و طلال تھا۔ دن ختم ہونے کو تھا، شاہ آفتاب اپنا تخت بارگاہِ ظہور سے حرمِ ہر اسے غروب میں لے گیا اور آسمان کے سبزہ زار کے میدان کو نورانی چاند سے آراستہ کیا، آپ نے وہیں توقف فرمایا، مادرِ ایام نے تماریکی کی چاور اس لاجوردی محل کے حرمِ نشینوں کے سروں پر ڈال دی اور پری پیکر ستاروں کی آنکھ میں سرمہ ڈال دیا، سیدہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی خوشبودار شمع جلائی اور عود کو نیاز کی انگلیٹھی میں جلاتے تھے کہ اچانک سات اور ایک روایت میں نو نصیبین کے جن اور ایک روایت کے مطابق نینوی کے جن اس جگہ پہنچے، حضرت سید المرسلین کی غنبریں زلفوں کی خوشبو کو سونگھا، نماز کے اندر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن پڑھنا انہوں نے سنا، قرآن کی رُوح پرور نسیم کو سونگھنے اور رُوح میں فرحت و انبساط پیدا کرنے والے قرآنی کلمات کو سُننے کے لیے ٹھہر گئے، نماز کے پورا ہونے اور تلاوتِ آیاتِ بتیات کے سُننے سے فراغت کے بعد انہوں نے خود کو صاحبِ قرآن کے سامنے ظاہر کر دیا، رسولِ اللہ و جن اور آزاد و غلام تمام انسانوں میں مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً ایمان کی دعوت دی جسے انہوں نے بلا توقف و تکلف قبول کر لیا، اور

تحقیق کی گیند تصدیق کے میدان سے لے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اپنے گھر واپس پہنچو، اپنی قوم کو دین کی دعوت دو اور میرا پیغام ان کو پہنچا دو۔ انہوں نے قبول کر لیا، چنانچہ آپ کریمہ وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِبْتِ يَكْسِبُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَصَرَوْهُ قَالُوا ائْتِنَا قِصَّةَ قِصَصِي وَتَوَالِي قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ اس واقعہ سے خبر دیتی ہے جب وہ اپنی قوم میں پہنچے جنات کے سامنے انہوں نے کلام مجید کی کچھ فصاحت و بلاغت اور سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن جہاں افروز کو مختصراً بیان کیا، حق بلا دیکھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں گرفتار ہوئے اور میدان طلب میں آپ کی خدمت میں علم توجہ بلند کیا۔ بعض تفاسیر اور سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے کہ جب جنات چوری چھپے باتیں سننے سے روک دیے گئے آسمان کی طرف جانے سے ممانعت ہو گئی، آپس میں کہنے لگے: کوئی بات ہو گئی ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں کے درمیان حجاب بن گئی ہے۔ اب تمام دنیا میں مشرق سے مغرب تک معلوم کرنا چاہیے تاکہ اس کا سبب معلوم ہو سکے، ان سیاحوں سے جن کے ذمہ ارض تہامہ کی تلاش تھی سات چن بطنِ نخلہ میں پہنچے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد اور ایک روایت میں صبح کی نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب جناتوں نے قرآن سنا تو کہنے لگے: قسم بخدا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان یہی حائل ہے۔ اس کے بعد دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی سعادت حاصل کی، جب اپنی قوم کے پاس واپس پہنچے تو کہا: إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الْرُشْدِ فَامْتَا بِهِ وَلَكِن تَشْرِكُ بِإِلهِنَا أَحَدًا۔

نقل ہے کہ اس رات کے تین ماہ بعد ان روحانی اشخاص کی ایک جماعت جو لطیف اجسام رکھتے ہیں اور احکامِ الہی کے مکلف ہیں، فلاح و نجات کے چہروں پر حجاب کا پردہ ڈالے خود کو چھپائے مگر کے منقرہ ججون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنات کے آنے کی خبر دی اور ایک روایت میں ہے کہ حرمِ مکہ کے درختوں میں سے ایک درخت

آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چل کر حاضر ہوا اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنات کی ایک جماعت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہے اور ملاقات کا ارادہ رکھتی ہے اور جحون میں ٹھہری ہوئی ہے، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو قوم کے سامنے بیان کیا اور فرمایا کہ مجھے آج رات جنات کے پاس جانے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ان کو اسلام کی دعوت دوں اور ان کے سامنے قرآن پڑھوں، دوستوں میں سے کون میرا ساتھ دے گا؟ تمام صحابہ خاموش تھے، کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کا جواب نہ دیا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کی خدمت میں رہوں گا، چنانچہ آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہم جحون سے ہو کر شعب جحون میں آئے، خواجہ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگشت مبارک سے زمین پر دائرہ کھینچا اور مجھے فرمایا کہ اس دائرہ میں آجاؤ، اس خط سے باہر نہ نکلتا، اگر اس دائرہ سے باہر نکل گیا تو پھر مجھے کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پشتہ کے اوپر نماز میں مصروف ہوئے اور نماز میں سورہ کریمہ طہ کی تلاوت شروع کی اطراف و جوانب سے جنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کیا اور آپ کی مجلس سے بہرہ ور ہوئے۔ ایک روایت میں بارہ ہزار، ایک قول کے مطابق ساٹھ ہزار اور ایک مذہب کے مطابق جنات کے چالیس جھنڈے تھے اور ہر جھنڈے کے زیر سایہ کثیر تعداد تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہوئے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد انہیں ایمان و اسلام کی دعوت دی۔ تمام نے قبولیت کا جامہ پہنا اور محبت کا جام معرفت پیا۔

ایک روایت یہ ہے کہ جنات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے دعویٰ کی صداقت پر ایک ایسا خرق عادت کا گواہ جو رسالت پر گواہی دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت پر معجزہ ہو، طلب کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک درخت کو جو وہاں موجود تھا مخالف کر کے ہونے فرمایا: اے درخت! خدا تعالیٰ کے حکم سے سامنے آ۔ وہ درخت اسی وقت حرکت میں آیا، اپنی شاخوں کو زمین پر گسیٹا ہوا،

پیغمبروں پر چلتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا،

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سنبھو چھا، اسے درخت! تو کس چیز پر گواہی دیتا ہے؟
درخت نے فصیح زبان میں کہا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا تعالیٰ جل وعلا کے رسول ہیں۔
پھر فرمایا، واپس اپنی جگہ پر چلا جا۔ درخت اسی طرح واپس چلا گیا جیسے آیا تھا۔

نقل ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ اشرف جنوں کو منتخب فرمایا اور ان کو
تشریعت کے اہم مسائل سکھائے، ان کو حکم دیا کہ دوسروں کو بھی سکھائیں، اس کے بعد جنات اپنے اپنے
گھروں اور وطنوں کو واپس ہوئے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انہوں نے فرمایا
اس رات چند اشخاص کو میں نے گدھوں کی مانند دیکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
میں زور زور کی آوازیں سُنتا تھا، میں ڈرا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی آفتِ بد نہ پہنچے،
انہوں نے اس قدر ہجوم کر رکھا تھا کہ میرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پردے
حائل ہو گئے تھے، مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھی سنائی نہیں دیتی تھی، بعد ازاں جیسے
بادل کے ٹکڑے منقطع ہو جاتے ہیں آہستہ آہستہ قدم قدم اور گروہ در گروہ ٹوٹنے لگے، وہ پرے
دُور ہو گئے یہاں تک کہ میدان بالکل صاف ہو گیا، صبح طلوع ہونے کے بعد جبکہ فراشِ قدرت
نے نور کی چادر اور ظہور کا شامیانہ عالم نور کی دلہن کی سرائے پر کھینچ دیا، حضرت خواجہ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے، پوچھا: کیا دیکھا؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ!
میں نے سیاہ مردوں کو دیکھا جنہوں نے سفید کپڑے لپیٹ رکھے تھے۔ آپ نے فرمایا: وہ
نصیبین کے تھے، مجھ سے انہوں نے درخواست کی کہ ان کی سواری اور خود ان کے لیے
خوراک مقرر کروں۔ ان کی خوراک وہ ہڈی ہو گی جو ہم کھانے کے بعد پھینک دیتے ہیں اور ان کی
سواری کی خوراک ہماری سواریوں کی لید ہو گی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے پوچھا
یا رسول اللہ! ہڈی اور لید ان کو کیسے کفایت کرے گی؟ آپ نے فرمایا: ہم جس ہڈی کو بھی
پھینکیں گے خدا تعالیٰ اسی مقدار گوشت جو ہم نے کھایا ہے اس پر پھر پیدا فرما دے گا اور
ہر لید سے اس قدر دانہ جس قدر دانہ کھا کر لید بنی ہے ان کی سواریوں کے لیے پیدا کر دے گا
اور حدیث لا تستنجوا لعظم ولا بروث فانہما زاد اخوانکم من الجن اس معنی کا ثبوت ہے،

ہم اپنے قصہ کی طرف واپس آتے ہیں۔

اربابِ سیر نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطنِ نخل میں چند روز قیام فرمایا، پھر لوٹنے کا ارادہ فرمایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لوٹنے کی خبر ان دوستوں نے سنی جو مکہ میں تھے تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ ابھی آنے میں توقف فرمائیے کیونکہ قریش کے کم عقل لوگ طائف کے مخالف باشندوں کے سلوک سے واقف ہو چکے ہیں، ایسا نہ ہو کہ اس طرزِ عمل کی پیروی کریں اور ظلم و ستم کے دروازے ہم پر کھول دیں۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ حرا پر آئے اور ایک شخص کو احسن بن شریق اور سہل بن عمرو کے پاس بھیجا، اور درخواست کی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی حمایت میں لے لیں تاکہ آپ مکہ میں تشریف لے آئیں۔ اس بے راہ ناپاک احسن بن شریق اور بے توفیق سہل نے آپ کی درخواست پر کوئی توجہ نہ دی، اور حمایت کا جھنڈا، تختِ غایت کے بادشاہ کے نام بلند نہ کیا، اس کے بعد مطعم بن عدی کے پاس پیغام بھیجا کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ میں تیری حمایت میں اپنے گھر میں آؤں اور بے خوف نہ کعبہ کا طواف کر سکوں؟ مطعم نے کہا: ہاں مجھے قبول ہے، صلہ رحمی اور شفقت کے راستہ کو پائے مروت سے طے کر سکتا ہوں، پس مطعم نے اونٹ پر سوار ہو کر وادیِ حرم کے اطراف و جوانب میں ندا کی کہ اے قومِ قریش! جان لو اور آگاہ رہو کہ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری پناہ میں ہے، ہر نیک و بد کو چاہیے کہ اس کے ساتھ برائی سے پیش نہ آئے، ابو جہل لعین نے پکارا کہ اے مطعم! تو اجیر ہے یا تابع؟ یعنی اسے اپنی حمایت میں لیا ہے یا اس کے دین میں داخل ہو گیا ہے؟ مطعم نے کہا: نہیں، بلکہ اسے اپنی حمایت میں لیا ہے۔ اس نے کہا، جو تیری پناہ میں ہے وہ ہماری پناہ میں ہے، ہمارے اختیار کی باگ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس کے بعد سیدہ کوئین صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ حرام میں آئے اور حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور طواف کی سنت ادا کی، پھر اپنی خاص مجلس میں تشریف لاتے، مطعم اور اس کے متبعین آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے، آپ قبائل کے پاس جاتے اور دین کی دعوت دیتے تھے، جب بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی جماعت کو دینِ اسلام کی دعوت دیتے اکثر یوں ہوتا کہ ابولہب جہنمی پیچھے سے آتا اور اس جماعت کو دین کے قبول کرنے اور

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت سننے سے منع کرتا اور کہتا کہ اس شخص کی بات مت سنو، جھوٹا ہے، یہ ہمیں اپنے آباؤ اجداد کے راستہ پر چلنے سے وکٹا چاہتا ہے اور نیا دین پیش کرتا ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ دوسرے روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مطعم کے پاس گئے اور حمایت ترک کرنے کی درخواست کی، مطعم نے اس کی وجہ پوچھی، آپ نے جواب دیا کہ میں ایک دن سے زیادہ مشرک کی پناہ میں نہیں رہنا چاہتا۔ مطعم نے آپ کی درخواست قبول کر لی، خدا تعالیٰ جل و علانے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پناہ میں محفوظ رکھا، کفار ہمیشہ دین کو چھپانے اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت کو قبول کرنے سے روکنے کی کوشش کرتے جس طرح بھی ہو سکتا تھا، لوگوں کو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم قبول کرنے سے ڈراتے اور اطراف و جانب کے لوگوں کو روکتے تھے اور اگر کوئی مسافر کسی دوسرے ملک سے وہاں پہنچتا تو اسے بہر صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچنے سے روکتے تھے، ایسا نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کی سعادت سے مشرف ہو، خصوصاً زمانہ حج میں ان میں سے ایک طفیل بن عمرو دوسی تھا جو محکمہ میں آیا، کفار نے اگرچہ بہت چاہا کہ اسے دین قبول کرنے سے روکیں مگر کامیاب نہ ہو سکے۔

ہر کہ باخورشید دارد ہمنشین روز و شب
ہر شب تار یک باوے بچو روز روشن است

نقل ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی قبیلہ دوس کا سردار اور رئیس تھا ایمان طفیل بن عمرو دوسی جس کی شہرت اطراف و جانب میں پھیلی ہوئی تھی، مکہ میں آیا، قریش کی ایک جماعت اس کے استقبال کو گئی اور کہا: آپ بزرگ آدمی ہیں اور ہماری آپ سے پرانی شناسائی اور دوستی ہے، شفقت اور نصیحت کے طور پر بات کہتے ہیں قبول کریں۔ طفیل نے کہا: کئے کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے درمیان ایک شخص پیدا ہوا ہے جس کے ہاتھ سے ہم تنگ ہیں، ہمارا اور ہمارے باپ دادا کا دین تباہ کر دیا، ہمارے اور قوم کے درمیان تفرقہ کی بنیاد رکھی، ہمارا دین کی مانند اس کی باتیں ہیں جو سنا ہے اپنے رشتہ داروں سے جدا ہوتا ہے اور گھربار چھوڑ دیتا ہے۔

قمری نالوں کہ عاشق بود بر بالائے سرو
درد سراوہد آخر خانمان خویش را

اب ہم آپ کی خدمت میں اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ اس کے حال کو جان لیں اور کسی طرح بھی اس کے نزدیک نہ جائیں اور نہ ہی اس کی بات سُنیں وگرنہ دُوسروں کی طرح اس پر فریفتہ ہو جائیں گے اور حکومت، ریاست آپ کے ہاتھ سے جاتی رہے گی۔ طفیل نے کہا، چونکہ اس قوم نے مجھے بہت زیادہ ڈرایا تھا، میں نے پختہ عہد کر لیا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں نہیں جاؤں گا اور نہ ہی ان کی بات سُنوں گا، جب میں مکہ میں داخل ہوا اپنی قیام گاہ پر ٹھہرا ہوا، جب کبھی مسجد کے دروازے کے سامنے سے گزرتا تو کانوں میں رُوئی ٹھونس لیتا تاکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات نہ سُنوں یہاں تک کہ ایک روز اتفاقاً مسجد میں داخل ہوا میں نے دیکھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا کر رہے ہیں اور قرآن پڑھ رہے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک میرے کانوں میں پہنچی جس سے میرے دل میں لذت و حلاوت پیدا ہوئی، دوبارہ آپ کا کلام سُننا، حلاوت و شیرینی بڑھ گئی، میں نے سوچا، ہو سکتا ہے کہ لوگوں کی باتیں خود غرضی پر مبنی ہوں اور حسد کی وجہ سے کہی ہوں، مجھے دُوسروں کے کہنے کی وجہ سے اعتبار نہیں کرنا چاہیے، میں نے دل میں سوچا، قبائلی عرب میں جہاں کہیں کوئی مشکل پیش آتی ہے، میری رائے اس مشکل کام اور گرہ کو کھولتی ہے، اور امورِ کلیہ میری عقل کی تدبیر سے حاصل ہوتے ہیں میں کیوں نہ جاؤں اور اس شخص کی بات کیوں نہ سُنوں، اور غور سے کیوں نہ دیکھوں، اگر وہ ٹھیک دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو اچھی بات کہتا ہے میں بھی اس کی فرمانبرداری کروں، جب مجھے یہ خیال پیدا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بیٹھ گیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، اُٹھے اور گھر کی طرف چل دیے، میں آپ کے پیچھے ہو لیا، جب آپ گھر میں داخل ہوئے، میں نے اجازت لی اور عرض کی: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی قوم نے مجھے ایسا ایسا کہا اور مجھے بہت زیادہ ڈرایا، اس وجہ سے میں بہت بچتا رہا، کانوں میں رُوئی ٹھونس لی تاکہ آپ کی باتیں نہ سُنوں، اب آج میں نے آپ کی دِلنواز آواز سنی ہے جس سے میں نے حلاوت محسوس کی ہے، اب حاضر ہوا ہوں تاکہ معلوم کر دوں کہ آپ لوگوں کو کس امر کی دعوت دیتے ہیں، اگر اس میں بہتری ہو تو میں بھی آپ کی متابعت کروں، وگرنہ چھ ہیز کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سامنے شریعت کے احکام بیان فرمائے

اور قرآن مجید مجھے سنایا، خدا کی قسم میں نے اس سے بہتر کبھی کوئی چیز نہیں سنی، مجھے معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں نے خدا اور عداوت کی بنا پر یہ باتیں کی تھیں، میں نے فوراً کلمہ لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ پڑھا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا، پھر میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں قبیلہ دوس کا سردار ہوں، میں اپنی قوم میں واپس جاؤں گا، مجھے آپ کی طرف سے کوئی نشان ملنا چاہیے جو میرے اسلام کے سچا ہونے کی دلیل ہو اور آپ کی نبوت کے لیے معجزہ ہو، جب میری قوم اس نشانی کو دیکھے ایمان لے آئے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی اللہم اجعلہ آیت، پس میں نے اجازت طلب کی، جب اپنی قوم کے پاس گیا میں نے اپنے دونوں ابروؤں کے درمیان نور چمکنا دیکھا، میں ڈرا کہ میری قوم سمجھ گئی کہ میرے چہرے کو آگ لگ گئی ہے۔ میں نے کہا: خداوند! اس ایمان کی نشانی کو میرے چہرے سے کسی دوسری حالت میں تبدیل فرما دے۔ اسی وقت نور سر کی طرف منتقل ہو گیا اور شمع کی مانند چمکتا تھا، جب قوم نے اسے دیکھا متعجب ہوئی مگر حالات کا کسی کو علم نہیں تھا۔ جب میں اپنے گھر گیا میرا باپ آیا۔ میں نے کہا: آبا جان! مجھ سے دور رہیے، اب نہ میں آپ کا بیٹا ہوں اور نہ آپ میرے باپ۔ باپ نے پوچھا: کیوں؟ میں نے کہا: میں مسلمان ہوں اور آپ ابھی تک کافر ہیں، میں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کر لیا ہے اور آپ ابھی تک باطل دین پر قائم ہیں، اس نے کہا: بیٹا! جو دین تیرا ہے وہی میرا ہے، اور جو دین تُو رکھتا ہے میں بھی اُسی پر ہوں۔ میں نے کہا: جا کر پاک پانی سے غسل کیجئے اور پاک کپڑے پہن کر میرے پاس آئیے تاکہ میں آپ کے سامنے اسلام پیش کروں، والد گئے اور غسل کیا، پاکیزہ کپڑے پہن کر آئے اور دولتِ ایمان سے سرفراز ہوئے۔ میری بیوی آئی، اس سے بھی یہی باتیں کیں، وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ اسی طرح ایک عرصہ گزر گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے شکایت کی، میں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری قوم دو گردہوں میں تقسیم ہو گئی ہے، بعض نے اسلام قبول کر لیا ہے اور ایک جماعت قبول نہیں کرتی دعا فرمائیے تاکہ وہ ہلاک ہو جائے، آپ نے فرمایا: میں بد دعا نہیں کرتا بلکہ دُعا ئے خیر کرتا ہوں، فرمایا اللہم اھد قوم دوس، پھر فرمایا: اے طفیل! جاؤ اور قوم کو اسلام کی دعوت دو، نرمی اور مدارات اور تلافیت سے

کام کو تاکہ حق سبحانہ و تعالیٰ انہیں دولتِ اسلام سے نوازے، میں نے جاکر نرمی اور تملطف سے دعوت دی یہاں تک کہ جب فتحِ خیر کے روز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اسی خاندانِ مسلمان ہو کر میرے ساتھ تھے، تمام کو آپ نے غنیمت سے حصہ مرحمت فرمایا، مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی الکفین بھیجا، میں نے ان کے جت کو جلا دیا، ان سے جنگ لڑی، خدا تعالیٰ کی مدد سے میں نے سب کو شکست دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ میں رہا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالمِ آخرت کی طرف انتقال فرمایا، جب اہلِ پیام مرتد ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ان کی سرکوبی کے لیے لشکر بھیجا، طفیل اپنے دونوں لڑکوں کے ساتھ لشکرِ اسلام کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ جب طفیل لشکرِ پیام کے نزدیک پہنچا، اس نے کہا کل رات میں نے خواب دیکھا ہے جس سے میں بہت خائف ہوں۔ ساتھیوں نے پوچھا، وہ کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ انہوں نے میرا سر مونڈ دیا اور ایک پرندہ دیکھا جو میرے منہ سے باہر نکل کر اڑ گیا، ایک عورت کو دیکھا جس نے مجھے اپنی بغل میں لے لیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے لڑکے کو دیکھا کہ مجھے بہت تلاش کرتا ہے، اس کو انہوں نے مجھ سے چھپا دیا۔ جب اس نے یہ خواب بیان کیا، کہنے لگے: انشاء اللہ بہتر ہوگا۔ طفیل نے کہا: میں نے اپنی خواب کی خود تعبیر کی ہے، انہوں نے پوچھا: کیا؟ اس نے کہا: اس جنگ میں میں مارا جاؤں گا، سر مونڈنے کا یہی مفہوم ہے، جو پرندہ میں نے دیکھا ہے کہ میرے منہ سے نکل کر اڑ گیا، وہ پرندہ میری رُوح ہوگا جو مجھ سے جدا ہو جائے گی اور وہ عورت جس نے مجھے اپنی بغل میں لیا اور اپنی طرف کھینچا وہ قبر ہوگی یہ جو میں نے اپنے لڑکے کو دیکھا کہ مجھے طلب کرتا ہے، کی تعبیر یہ ہے کہ جب وہ مجھے قتل کر دیں گے، وہ بھی چاہے گا کہ شہید ہو جائے لیکن اس وقت وہ شہید نہیں ہوگا۔ القحۃ جب مرتدین کے ساتھ مسلمان لڑ رہے تھے، طفیل شہید ہو گیا، اس کے بعد اس کے لڑکے نے سخت جنگ کی اسے بہت سے زخم آئے لیکن شہید نہ ہوا۔ حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا پہلا سال تھا جب وہ بھی شہید ہوا۔

آنحضرت سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نکاح
بغث کے دسویں سال ہی

عثمان بن طلحہ کی صواب دید اور توسط سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان عقد نکاح منعقد ہوا۔ قصہ یوں ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات کی وجہ سے سلطان کن فکان کے خان ومان میں خرابی پیدا ہوئی کہ صحر سامان خان ومان ہمدانکہ خدائی است

حضرت خولہ اس حالت کو دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا: خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رحلت فرما گئیں، گھر کا انتظام بغیر موافقہ ساتھی کے جو غلبین دل کی تسکین اور گھریلو مہمات کی کفایت کر سکے، حاصل نہیں ہوتا، اب اگر آپ پسند فرمائیں تو آپ کیلئے کھسی شریف عورت کا رشتہ طلب کریں۔ آپ نے فرمایا: خولہ! عورتوں میں سے وہ کون سی عورت ہے جو اس کام کی لیاقت اور ہمارے ساتھ مناسبت رکھتی ہو؟ خولہ نے کہا: اگر دو شیزہ پسند کریں تو وہ بھی ہے اور اگر شیب چاہیں تو وہ بھی ہے، فرمایا: کون ہے؟ خولہ نے کہا: دو شیزہ عائشہؓ آپ کے دوست ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی اور شیب سودہ بنت زمعہ جو آپ پر ایمان لاکھلی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں کا رشتہ میرے لیے مانگ۔ خولہ پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عائشہؓ کی خواستگاری کی، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو شبہ ہوا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقد اخوت باندھا ہے کیا بھائی کی لڑکی کی بھائی سے شادی کی جاسکتی ہے۔ خولہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور یہ مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا: واپس جا کر انھیں کہو کہ میرے اور آپ کے درمیان اخوت اسلامی ہے، نسبی اور رضاعی نہیں جو تمہاری بیٹی کی حرمت کا موجب ہو۔ خولہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر اطلاع دی اور ان کو مطمئن کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دل کو پھر ایک اندیشہ نے اکپڑا کہ مطعم بن عدی نے اپنے بیٹے کے لیے عائشہؓ کا رشتہ مانگا ہوا ہے اور انہوں نے قبول کر لیا ہے، اس کے ساتھ وعدہ تھا، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے

کبھی وعدہ خلافی نہیں کی تھی، اس وجہ سے خویہ کو کہا تو اسی جگہ ٹھہر اور خود مطمئن کے گھر گئے، مطمئن کی بیوی نے جب ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دُور سے دیکھا، کہا: اے ابو بکر! کیا تو اس بات کی امید رکھتا ہے کہ ہمارے لڑکے کو ہمارے دین سے پھیر دے گا اور اسے مسلمان کر لے گا؟ اسے اپنی لڑکی دے گا، یہ نہیں ہو سکتا۔ ابو بکرؓ نے مطمئن سے پوچھا: کیا تو بھی اسی طرح کہتا ہے؟ اس نے کہا، ہاں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے غنیمت جانا، وہاں سے گھر واپس آئے اور خویہ سے کہا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ وہ تشریف لے آئیں۔ خویہ آئیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے آنسو در صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نکاح کیا، اس روز عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خستہ سن سب سے پہلے سال ہوئی، اپنے مقام پر اس کا ذکر ہو گا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے باقی فضائل اور خصوصیات تفصیلاً انشاء اللہ اپنی اپنی جگہ پر بیان ہوں گے۔

حضرت سودہ، زمعہ بن قیس بن عبدود بن نصر
 حضرت سودہ رضی اللہ عنہ سے نکاح
 بن مالک بن نضر بن عامر بن لوی بن غالب
 کی بیٹی تھیں، حضور کے نکاح میں آنے سے پہلے وہ اپنے چچا زاد بھائی سکران بن عمرو کی بیوی تھیں، وہ اور ان کا شوہر اتفاق رائے سے مسلمان ہوئے اور شروع میں حبشہ کی طرف رخ کیا، وہاں جا کر سکران نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا، جب مکہ میں واپس آئے تو سکران فوت ہو گیا اور سودہ رضی اللہ عنہا تنہا رہ گئیں، یہاں تک کہ اسی سال ماؤ شوال میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں، ان کا مہر چار سو درہم مقرر ہوا، آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے عورت تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے شرفیاب ہوئیں۔ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ چونکہ سودہؓ عمر کے آخرین حصہ میں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کو طلاق دے دیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ان کو ایک طلاق دے دی مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بیٹھ گئیں اور رو کر درخواست کی کہ حضور رجوع فرمائیں! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے دل میں صحبت کی خواہش باقی نہیں ہے، صرف یہ

چاہتی ہوں کہ کل قیامت کے دن آپ کی ازواجِ مطہرات میں اُنھوں، میرے ساتھ از سر نو عقد فرمائیے، میں اپنی باری عائشہ رضی اللہ عنہا کو بخشتی ہوں۔ علماء تفسیر نے آپ کو یہ دَیْنِ امْرَأَاتٍ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا اِلی آخرہ کا شانِ نزول یہ قصہ قرار دیا ہے، اور اس خصوصیت کو حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے فضائل میں شمار کیا ہے، وغلا و نصیحت کرنیوالوں (اربابِ تذکرہ) کی کتابوں میں میں نے ایک اور روایت خوشخبری پر مشتمل دیکھی ہے کہ جب سودہ رضی اللہ عنہا کا خاوند سکران فوت ہو گیا تھا اور سودہ بیوہ ہو گئی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیجا کہ اگر تو چاہے تو تیری کسی سے شادی کرادوں، اس نے آپ سے عرض کیا، میری ہمت بلند ہے، اگر میں شادی کر دوں گی تو آپ ہی سے کروں گی۔ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا، حق سبحانہ، و تعالیٰ فرماتا ہے کہ سودہؓ کو مایوس نہ کیجئے، نکاح میں لے آئیے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز ہوئیں انہیں معلوم ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت ان کی طرف زیادہ نہیں ہے۔ باوجود اس کے کہتے ہیں کہ جب اس دردمنہ فراق کی ماری نے طلاق کی خبر سنی، فریاد کرتی ہوئی عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے پر آئی اور وہیں دھرنامار کر بیٹھ گئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دروازہ کھولنے کے لیے اُنھیں خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھ جا کیونکہ وہ فراق کی ماری ہوئی ہے ایسا نہ ہو کہ تجھے دیکھ کر اس کا غم و اندوہ زیادہ ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود اُٹھے اور اگر دروازہ کھولا، سودہ رضی اللہ عنہا اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں پر گر پڑیں اور عرض کیا کہ اگر مجھے نکاح میں نہیں رکھتے تو بطور لونڈی ہی قبول فرمائیے تاکہ قیامت کے دن آپ کی خدمت سے جدا نہ ہوں۔ وہ اسی گفت و شنید میں تھے کہ جبرائیل علیہ السلام پیغام لائے کہ ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آج آپ سودہؓ کو بڑھاپے کی وجہ سے طلاق دیتے ہیں تو خطرہ ہے کہ آپ کے اُمتیوں کی اکثریت جو اعمال کے اعتبار سے بدبہشت، شبیکل اور ضعیف ہے کل قیامت کو میری رحمت سے دُور کر دی جائے تو آپ کیا کریں گے، آج ایک کو میری خاطر قبول کر لیں تاکہ کل قیامت کو میں لاکھوں گنہگاروں کو تیری خاطر قبول کروں۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان نوازاوِجِ مطہرات میں سے ایک تھیں جو آپ کے وصال کے وقت موجود تھیں

اور امیر المومنین حضرت عراب بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ مدینہ منورہ کے بعد یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی عورت تھیں جن کے انتقال کے بعد تابوت تیار کیا گیا اور جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ آپ سے پانچ احادیث مروی ہیں جن میں سے ایک حدیث صحیح بخاری میں ہے واللہ اعلم بالتعقیق۔

گمراہ لوگوں سے مکالمہ و محاکمہ

ایک بد بخت جماعت چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت و دشمنی میں مشغول رہتی اور استہزاء و مذاق کی باتیں کرتی تھی، حتیٰ سبائز و تعالیٰ اس کے مطابق آیات مینات نازل فرماتے، ان میں سے بعض مناظرے بعثت کے دسویں سال بعض پہلے اور بعض بعد کے ہیں۔ مگر چونکہ تمام واقعات ایک ہی انداز کے ہیں اس لیے ایک ہی فصل میں بیان ہوئے۔ یہ کل آٹھ واقعات ہیں۔

ایک دن رؤساء قریش عقبہ، شیبہ، ابوسفیان، بن الحریب، نضر بن الحارث، ابوالخضر بن

حضور کے خلاف قریش کا پہلا اجتماع

ہشام، ابوجہل بن ہشام، اسود بن عبدالمطلب، امیہ بن خلف اور عقبہ بن ابی معیط لعنہم اللہ وغیرہ کعبہ کے نزدیک جمع ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپس میں مشورہ کیا۔ ایک شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج کر آپ کو بلایا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے قبائل عرب میں کسی شخص کو وہ کچھ کرتے نہیں دیکھا جو آپ نے اپنی قوم کے ساتھ کیا ہے آپ نے ہمارے تمام معبودوں کو باطل قرار دے دیا اور ہماری قوم کو گمراہ کیا ہے، ہمارے خداؤں کو آپ نے گالی گلوچ سے یاد کیا، ہمیں کافر و گمراہ کہا ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں تو ہم اپنی دولت آپ کو دینے کے لیے تیار ہیں اور اگر آپ کا مقصد یہ ہے کہ ہم آپ کو اپنا سردار اور پیشوا بنالیں اور بادشاہ تسلیم کر لیں تو ہم ایسا کرنے کے لیے بھی تیار ہیں، آپ کو بالاتفاق اپنا بادشاہ مان لیتے ہیں اور اگر کسی دماغی فتور میں مبتلا ہیں تو تجربہ کار اطباء کو بلا کر آپ کا علاج نہ کروا دیتے ہیں غرضیکہ جس طرح بھی ہو سکے آپ ہمارے دین اور ہمارے معبودوں کے متعلق

لب کشائی ذکر کریں۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میری قوم! مجھے تم سے نہ مال چاہئے نہ سلطنت، بات صرف اتنی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اپنا رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور میری طرف اپنا کلام قرآن مجید بھیجا ہے تاکہ تمہیں جنت کی خوشخبری سناؤں اور دوزخ کے عذاب سے ڈراؤں۔ اگر آپ نے قبول کر لیا تو دنیا و آخرت کی بھلائی تمہارے ہی لیے ہے اور اگر انکار کر دو گے تو میں خدا تعالیٰ کے فیصلے کا انتظار کروں گا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انہوں نے یہ جواب سنا اور سیدانس و جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی قسم کی تبدیلی یا نرمی سے مایوس ہو گئے تو معارضہ پر اتر آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لاجواب کرنے کے لیے سوالات پوچھنے لگے۔ سب سے پہلے انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کہتے ہیں کہ میں خدا تعالیٰ کا رسول ہوں اور اپنے دعویٰ کی صداقت پر دلائل رکھتا ہوں، اب آپ کو پتا ہے کہ ستر ایک ایسی جگہ ہے جہاں بہت تنگی سے گزارہ ہوتا ہے۔ پانی وغیرہ کی قلت ہے اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی تصدیق کریں، دعا کیجئے کہ مٹھ کے پہاڑ کا صفایا ہو جائے اور میدان کشادہ ہو جائے اس میں چشے اور نہریں جاری ہو جائیں جس طرح شام اور عسراقی میں بہہ رہی ہیں تاکہ ہم آسائش و سہولت سے کھیتی باڑی کر سکیں اور عمارتیں بنا سکیں، پھر دعا کیجئے کہ ہمارے مردہ بزرگوں میں سے قصی بن کلاب زندہ ہو جائے اور وہ آپ کے سچا ہونے کی گواہی دے تاکہ ہم آپ پر ایمان لے آئیں۔

سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے خدا تعالیٰ نے اس لیے نہیں بھیجا بلکہ اس لیے بھیجا ہے کہ خدا تعالیٰ کا پیغام تم تک پہنچاؤں اگر تم اسے قبول کر لو تو دنیا و آخرت کی بھلائی تمہارے لیے ہے اور اگر قبول نہ کرو تو میں صبر کروں گا تاکہ دیکھوں کہ خدا تعالیٰ کیا حکم فرماتے ہیں۔ پھر کہنے لگے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو کم از کم آسمانوں سے فرشتہ ہی طلب کیجئے جو آپ کی رسالت کی تصدیق کئے تاکہ ہم آپ پر ایمان لائیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس لیے نہیں بھیجا گیا۔ پھر کہنے لگے: تمہارے پاس نہ مال ہے نہ ملک، نہ ہی آپ کو دوسروں پر کوئی برتری یا امتیاز حاصل ہے، آپ دوسروں کی طرح کھاتے پیتے اور بازار و کوچہ میں گھومتے پھرتے ہیں، یہ دعویٰ جو آپ کرتے ہیں اس کے لیے

اسباب درکار ہیں اور باقی تمام مخلوق سے امتیاز، تاکہ آپ کا یہ دعویٰ تسلیم کیا جاسکے، اب آپ دعائے کجیے تاکہ آپ کے لیے سونے چاندی کے خزانے ظاہر ہوں، آپ کے لیے باغات ہوں جن میں نہریں جاری ہوں اور سونے کے مکانات آپ کے لیے ہوں تاکہ آپ کا شرف تمام لوگوں پر ظاہر ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس لیے نہیں بھیجا گیا، اسے گروہ قریش! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مجھے رسالت کے لیے بھیجا گیا ہے اور یہ تمام فخرات جن کی تم مجھ سے درخواست کرتے ہو خدا تعالیٰ کے دستِ تصرف میں ہے، اگر وہ چاہے تو اس سے ہزار گنا زیادہ پیدا کر سکتا ہے لیکن مجھے ایسی چیزیں مانگنے کے لیے نہیں کہا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر آپ ہمارے اس مطالبہ کو نہیں مانتے تو ہم بھی آپ پر ایمان نہیں لاتے ہم ایمان لانے کی کوئی آرزو نہیں رکھتے، اب اپنے خدا سے کہیے کہ اگر وہ قادر ہے اور ہم کو عذاب دے سکتا ہے تو ہم پر عذاب بھیجے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عذاب بھیجنا اس کے اختیار میں ہے اگر چاہے گا عذاب بھیجے گا اور اگر نہیں چاہے گا تو نہیں بھیجے گا۔ پھر کہنے لگے: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہمارا گمان یہ ہے کہ اس قسم کی محاکات اور بعض محرمات کا اہل رحمان یا مر کی طرف سے تجھے حاصل ہوتا ہے اور ہم رحمان یا مر پر ایمان نہیں لائیں گے، دوسرے ہم میں اس سے زیادہ بات حیت کی طاقت نہیں ہے، اس کے بعد آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہم تجھے قتل کرنے کے درپے ہیں، ہم نے شرم و حیا کے پرے کو اٹھا دیا ہے، ہم سے جہاں تک ہو سکا آپ کو ایذا دیں گے۔

جب رؤساء قریش نے سید الانبیاء کے متعلق یہ کہا تو ان کے زیر اثر غنڈے کتوں کی طرح نعرہ و فغاں کرنے لگے اور بیہودہ گوئی شروع کر دی، ان میں سے ایک جاہل نے کہا: اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم فرشتوں کو پوجتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں، جب تک آپ خدا اور فرشتوں کو گواہی کے لیے نہیں بلاتے ہم آپ کی رسالت و پیغمبری پر ایمان نہ لائیں گے۔ عبداللہ بن امیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا زاد بھائی تھا، اٹھا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں اس وقت تک آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک آپ آسمان پر بیٹھ ہی لگا کہ فرشتوں کو گواہی کے لیے نہیں لاتے جو گواہی دیں کہ آپ خداوندِ جبل و علا کے پیغمبر ہیں،

آسمان سے ایک کتاب لائیے جو آپ کے مدعا کی تصدیق کرے اور باوجود ان تمام باتوں کے پورا کرنے کے میں آپ کی تصدیق نہیں کروں گا اور آپ کی رسالت کو تسلیم نہیں کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے تنگ دل ہو کر اُٹھے اور مجروح دل اور پریشان حال گھر کو لوٹے۔

حق سبحانہ و تعالیٰ نے تمام واقعہ کے مضمون پر آیت بھیجی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم پر مرہم رکھی اور تسلی دی وَ تَا لُو اَ لْکُنْ نُؤْمِنُ لَكَ حَتّٰی تَفْجَرَنَّ لَنَا اِنَّهُمْ يَتَّبِعُونَكَ اَوْ يَتَّخِذُونَكَ عَبَثًا مِّنْ تَخْيِيلٍ وَّ عَيْنٍ فَتَفَجَّرَ اِلَیْهَا تَفْجِيرًا اَوْ تَسْقُطَ السَّمَاءُ کَمَا تَرَ عَمَتٌ عَلَيْنَا کَيْفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ قَبِيْلًا اَوْ یُکُوْنَنَّ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ نُّحْرُفٍ اَوْ تَرْفِقُ فِی السَّمَاءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرَفِیقَتِكَ حَتّٰی تُنْزِلَ عَلَیْنَا مَکَاتِبًا بَالِقُرْۤاٰنِ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلُ سُوۡرَۃٍ۔

ابو جہل کی ایذا رسانی محمد بن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی مجلس سے بے پروا باہر نکل گئے۔ ابو جہل لعین نے حماقت کی اور کہا: اے معشر قریش! میری طاقت جواب دے چکی ہے اور صبر کا چارہ نہیں رہا، اس آدمی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے کہ باوجودیکہ اس نے ہمارے دین و ملت کو تباہ کر دیا ہے، ہمارے محبوبوں کو گالیاں دیں، ہمیں بے دینی اور گمراہی کی طرف مغبوب کیا، ہماری جماعت سے متعرض ہوا، ہمارے اقرباء اور رشتہ داروں کے درمیان جھگڑے پیدا کر دیے ہم نے اس کی دلداری کی اور اس کی خوشنودی کے طالب ہوئے اس نے کسی طرح ہماری طرف توجہ نہ کی اور ہمارے سکون و آرام کا ذرا خیال نہ کیا، اب میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ میں اسے قتل کروں گا اور خود کو اپنی قوم کو رنج سے نجات دلاؤں گا خواہ اس کے قتل کے بعد مجھے بھی قتل کر دیا جاتے۔

کہتے ہیں کہ ان دنوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے تھے، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کھڑے ہوتے، آپ کا رُخ کعبہ کی طرف بھی ہوتا اور بیت المقدس کی طرف بھی۔ دوسرے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسبِ معمول وہاں نماز کے لیے کھڑے ہوئے، ابو جہل ایک پتھر اٹھا کر ایک کونے میں چھپ کر کھڑا ہو گیا

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ میں جانے کا انتظار کرنے لگا اور تمام قریش دور کھڑے انتظار کر رہے تھے کہ یہ کیا جیلہ کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کس طرح لڑتا ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے، اس لعین نے فرصت کو عنایت جان کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لیے پتھر اٹھایا فی الفور اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے اور اس کے ہاتھ سے پتھر گر پڑا، اس کا رنگ زرد پڑ گیا، خوف زدہ ہو کر پیچھے کو بھاگا، لوگوں نے جب اسے یوں دیکھا، بھاگم بھاگ اس کے پاس پہنچے اور کہا: اے ابوالحکم! تجھے کیا ہوا؟ اس نے کہا: جب میں پتھر مارنے کے لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک گیا، میں نے ایک اڑدہا کو مست اونٹ کی طرح اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا جو منہ کھولے ہوئے میری طرف بڑھ رہا تھا، میں ڈر گیا، میرا رنگ اڑ گیا اور میرا ہاتھ شل ہو گیا تا آنکہ میں نے بھاگ کر جان بچائی۔

ایک اور روایت میں ہے کہ وہ پتھر ابوہل کے ساتھ چٹ گیا اگرچہ اس نے بہت کوشش کی کہ وہ اسے جدا کر دے مگر الگ نہ کر سکا۔ حیران ہوا کہ کیا طریقہ اختیار کرے کہ وہ پتھر اس سے جدا ہو جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گریہ و زاری کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نظر نہ آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عاجزی کرنے لگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو وہ پتھر اس سے جدا ہوا۔ پھر اس نے عداوت و دشمنی کی راہ اختیار کی۔ محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اڑدہا کی خبر جب ابوہل کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: وہ جبرائیل علیہ السلام تھے اگر وہ نزدیک آتا تو اُسے ہلاک کر دیتے۔

ابولہب اور اس کی بیوی حمالۃ الحطب بدبخت تھے کہ قیامت کے بھی منکر تھے ابولہب اور اس کی بیوی دونوں اس قدر باور نہ کرتے یہاں تک کہ ابولہب قیامت میں دوبارہ اٹھائے جانے کی تمثیل یوں کرتا کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کر لیتا اور اس میں چُونک مارتا اور کتار روح بدن میل س

طرح ہے، اور جب بدن سے باہر نکل گئی ہو اکی مانند دوبارہ بدن میں کیسے آئے گی۔ اس کی بیوی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی کے لیے آپ کے راستہ میں کانٹے بچھا دیتی تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ان سے زخمی ہو جائیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے دونوں بد بختوں کے حق میں سورہ تبت پیدا ابی لمہب نازل فرمائی اور اس کے ان دونوں منحوس ہاتھوں کو ہلاکت سے تعبیر کیا، اس کی عورت کے متعلق کہا کہ کل قیامت کو ہم ہر کانٹے کے عوض کانٹوں کا ایک ڈھیر بنا دیں گے اور اسے اس کی گردن میں ڈالیں گے اور دوزخ کی آگ اس میں لگا دیں گے وہ اس میں جلے گی تاکہ اسے معلوم ہو جائے کہ کس ہستی کی راہ میں کانٹے بچھاتی تھی۔

زمرے بندیش کاں صفدر لیست زخارے سپر ہیز کاں خنجر لیست
مرنجان دل پشہ ذرہ کہ از ہر ملے سوے حضرت در لیست

جب ابولہب کی بیوی نے سنا کہ اس کے خاوند اور اس کے متعلق آسمان سے سورۃ نازل ہوئی ہے، سخت غضب ناک ہوئی اور آنحضرت کو مارنے کے لیے ایک پتھر اٹھایا، جب مسجد حرام میں آئی اس نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں آنسورہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آئی تاکہ پتھر آپ کے سر مبارک پر مارے حق تعالیٰ نے اس کی دونوں آنکھوں پر اس طرح پردہ ڈال دیا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تو دکھائی دے رہے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دکھائی نہیں دیتے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں گئے، ابھی یہاں تھے میں نے انہیں دیکھا تھا، اب نظر نہیں آتے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ کہتی تھی خدا کی قسم مجھے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم مل جاتے تو میں یہ پتھر ان کے سر پر مار کر ان کو ہلاک کر دیتی وہ ہماری برائیاں بیان کرتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ ہم بھی شاعر ہیں اور جو کہہ سکتے ہیں۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اس طرح کہی،

مذمما عصینا وامرأة انینا

ودینہ قلینا

اس جاملہ کی مذمہم سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ مذمہ لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جس کی بُرائی کی گئی ہو۔ جو محمد یعنی تعریف کیا ہوا کی ضد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کے نام مبارک کی ضد کے ساتھ پکارا، یہاں تک کہ قریشی شیطانوں کے درمیان اس نام نے شہرت پائی اور اس اُلٹے نام کے ساتھ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے، نام میں تبدیلی کر دی اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مذمہ کہا۔ القصة وہ فاجرہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس سے چلی گئی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا بات تھی؟ آپ نے فرمایا: اس نے مجھے نہ دیکھا کیونکہ اللہ نے اس کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تھا، واللہ اعلم بالصواب۔

روایت ہے کہ امیہ بن خلف جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امیہ بن خلف کو سنا دیکھتا اپنی آنکھوں کو ٹیڑھا کرتا اور مسخرے اور بھانڈ کی صورت میں آتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عیب بیان کرتا رہتا۔ حق تعالیٰ نے اس کے متعلق سورہ ویل لکل ہمزۃ تمزۃ نازل فرمائی۔ ہمزۃ وہ شخص ہے جو لوگوں کو سنگی گالیاں دیتا ہو اور آنکھ اور ابرو کے اشاروں سے لوگوں کے عیب نکالتا ہو۔ لہٰذا وہ شخص جو پوشیدہ طور پر لوگوں کی عیب جوئی کرے اور ان کو دُکھ دے۔

عاص بن وائل کا تمسخر اور آپ سے یہودہ مذاق کرتا تھا۔ جناب بن الارث رضی اللہ عنہ کی کوئی چیز اس کے پاس تھی، وہ اس سے مطالبہ کرتے تھے، وہ کہا کرتا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے یہ وعدہ نہیں کرتے کہ کل قیامت کے دن تمہیں جنت ملے گی، اُس جگہ تم جو کچھ طلب کرو گے حق تعالیٰ تمہیں عطا کرے گا۔ حضرت جنابؐ نے کہا: ہاں۔ عاص نے کہا: جب ایسا ہی ہے تو پھر تم صبر کرو، کل جنت میں میں تمہاری مطلوبہ چیز ادا کر دوں گا، کیونکہ جب خدا تمہیں جنت میں داخل کرے گا تو میں تم سے کم مرتبہ نہیں ہوں گا، مجھے بھی جنت میں لے جائیں گے۔ خدا تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت بھیجی:

افرايت الذی کفر بايتنا وقال لاوتین مالاً وولدا اطلع الغیب ام اتخذ
عند الرحمن عهداً کلاً سنکتب ما یقول ونمذله من العذاب مدا۔

نضر بن الحارث بھی بڑا شیطان تھا، انتہائی
نضر بن الحارث سے مناظرہ فتنہ پرور، ہمیشہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ
پہنچاتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دشمنی رکھتا، قرآن کے ساتھ معارضہ کرتا،
اس نے بہت سے سفر کر رکھے تھے، اکثر ممالک کی سیر کی ہوئی تھی، رستم اور اسفندیار
کے واقعات سے باخبر تھا، عجمی بادشاہوں کی حکایات سن رکھی تھیں، بہت فصیح تھا،
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مجلس منعقد کرتے اور قرآن پڑھتے اور لوگوں کو تبلیغ رسالت کرتے
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجلس سے اٹھ جاتے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر آکر بیٹھ جاتا
اور رستم اور اسفندیار کا قصہ شروع کرتا، عجمی بادشاہوں کے قصے درمیان میں بیان کرتا جاتا
جاہل اس کی حکایات کی طرف راغب ہوتے اور اس کے گرد جمع ہو جاتے، بعض کو رہن
اس کی باتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قیمتی باتوں پر ترجیح دیتے، خیالی باتوں اور
بے حقیقت جھوٹی باتوں کو قرآنی حقائق و اشارات پر ترجیح دیتے کہ یہ باتیں جو نضر بن حارث
بیان کرتا ہے ان پرانے افسانوں سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے ہیں زیادہ اچھی ہیں۔
ہماتے کوہ فلک سایہ شرف ہرگز
دراں دیار کہ طوطی کم از زغن باشد

حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کے متعلق آیت بھی: ان کان ذامال و بنین اذا تملى
علیہ آیاتنا قال اساطیر الاولین، فرمایا کہ یہ آیت نضر بن الحارث کے متعلق
نازل ہوئی اور ان کے ساتھیوں کے متعلق جو اس کی باتوں کو اچھا کہتے تھے یہ آیت
آئی: ومن الناس من یشتري لہو الحدیث،

ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، ولید بن مغیرہ
ایک جماعت کے ساتھ حاضر تھا، نضر بن الحارث آکر بیٹھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم سے مناظرہ شروع کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دلیل و برہان

اس طرح ثابت کیا کہ وہ کوئی جواب نہ دے سکا تمام حاضرین کو معلوم ہو گیا کہ اس کے پاس کوئی بات باقی نہیں رہ گئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نضر بن الحارثؓ اور اس کے صحبیوں کے متعلق یہ آیت پڑھی: انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جهنم انتم لها واردون اور مجلس سے باہر آ گئے، قریش باتیں کرنے لگے اور اس بات سے انہیں بہت دکھ پہنچا، ابھی قریش مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ عبداللہ زبیریؓ آپؐ پہنچا۔ یہ بات اس کے سامنے پیش کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شکایت کی اور نضر بن الحارثؓ کے لاجواب ہونے اور مجلس میں ہونے والے فحاشیات کو بیان کیا۔ اسے اپنی دانشمندی پر بڑا ناز تھا۔ کہنے لگا: اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو اس آیت پر جو اس نے تمہاری نسبت پڑھی ہے اسے لاجواب کر دیتا۔ انہوں نے پوچھا: وہ کیسے؟ اس نے کہا: کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ نہیں کہتے کہ ہم اور ہمارے تمام معبود دوزخ میں جائیں گے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا: ہم میں عرب کے بہت سے ایسے قبائل ہیں جو فرشتوں، حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی پرستش کرتے ہیں۔ اس تقریر کے مطابق فرشتے، حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بھی دوزخ میں ہوں گے۔ قریش اس کی اس بات سے حیران ہوئے اور اس کی تعریف کی۔ انہوں نے دوبارہ مجلس منعقد کی اسی بات کو دوبارہ شروع کیا اور کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ کے قول کے مطابق لازم آتا ہے کہ فرشتے، حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بھی دوزخ میں جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: کل من احب ان یعبد من دون اللہ فهو من عبداہ انہم یعبدون الشیطان، یعنی جو کوئی اس کی عبادت کرنے والوں کی عبادت سے راضی ہو بلکہ اس بات کو دوست رکھتا ہو کہ اس کی پرستش کی جائے مثلاً فرعون، نمرود، شہداد کے پرستش کرنے والوں کے ساتھ دوزخ میں جائے گا۔ فرشتے اور پیغمبر اس سے پاک ہیں کہ وہ اپنی پرستش پر راضی ہوں۔ ان کی زندگی میں ان کی پوجا کرنے کی کسی کو جرأت نہ تھی، ان کی وفات کے بعد شیطان نے خیالی صورت بنا کر ایک کا نام عزیر اور دوسرے کا عیسیٰ رکھ دیا۔ جو لوگ اس صورت کی پوجا کرتے ہیں وہ درحقیقت شیطان کی پرستش کرتے ہیں۔ جب قیامت ہوگی ان کو اس دیو کے ساتھ جہان کا معبود تھا سب کو دوزخ میں بھیج دیں گے اور حضرت عزیر اور حضرت عیسیٰ

علیہما السلام جنت کے صدر نشینوں میں سے ہوں گے۔ یہ بات ان پر قوی حجت ثابت ہوئی ،
انہیں اعتراض کرنے کی جرات نہ ہو سکی۔ حق سبحانہ ، تعالیٰ نے اپنے حبیب کی بات کے مطابق
آیت بھیجی اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَ الْحُسْنٰی اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّبَعُونَ ۔

عقبہ بن ابی معیط کی حرکت شنیعہ دوست تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن۔
ایک روز عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ کی باتیں سنیں۔ جب ابی کے
پاس گیا تو وہ اس سے سخت ناراض ہوا اور کہا کہ اب مجھ سے قطع تعلق کر لے اس کے بعد میں
تیرا منہ دیکھوں گا نہ ہی تجھ سے کوئی بات کروں گا، اس بات پر اس نے قسم اٹھائی، صرف اس
بات پر کہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کیوں گیا اور ان کی باتیں کیوں سنیں ، عقبہ ہر چند
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے اظہار بیزاری کرتا رہا مگر اسے یقین نہ آتا تھا، یہاں تک کہ
اس بات پر فیصلہ ہوا کہ اگر عقبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوکل ڈالے تو وہ (ابی بن
علق) اس سے دوستی کر لے گا۔ اس بدبخت نے اس لعین کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ اس حرکت شنیعہ کا ارتکاب کیا۔ حق تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیت بھیجی ، وَیَوْمَ
بَعْضُ النَّفَارِ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُولُ یٰلَیْسَ بِنِّیِّ اَتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِیْلًا یٰۤاٰدِیْتُ
لَیْسَ بِنِّیِّ لَمَّا اَتَّخَذْتُ مَخْلِبًا لَقَدْ اَصْلَحْنٰی عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ وَكَانَ
الشَّیْطَانُ لِلْاِنْسَانِ خَدُوْلًا ۔

ولید بن مغیرہ کی گستاخی ولید بن مغیرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن اور ماسد تھا،
ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتا اور وہابیات
ذائق کرتا، اس بات پر وہ بہت مغرور تھا اور اس کا اظہار کرتا رہتا تھا کہ یہ کھن نہیں کہ مجھ جیسا
عقل مند اور دانائے کون میں اور مسعود بن عمر ثقفی جیسا طائف میں ہوا اور جبرائیل علیہ السلام ہماری طرف
آنے کی بجائے ابو طالب عظیم حجت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ
نے آیت بھیجی ، وَتَالُوْا اَنۡوَ لَا یُنۡزَلَ هٰذَا الْفُرۡاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقُرۡبَتَیۡنِ عَظِیۡمَۡ اَھُمۡ یَفۡسِدُوۡنَ
رَحْمَۃَ رَبِّکَ نَحۡنُ قَسَمًاۤ اَیۡنَہُمۡ مَّعِیۡشَتُہُمۡ فِی الْحَیۡوَةِ الدُّنْیَا وَدَفَعْنَا بَعۡضُہُمۡ فَوْقَ بَعۡضٍ رَّجَاۃً

ابن بن خلف ایک روز بوسیدہ ہڈی کا ایک ٹکڑا اٹھائے ہوئے تھا اور کہتا تھا کہ یہ ناممکن بات سنو، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتا ہے کہ اس ہڈی کو جو بوسیدہ ہو چکی ہے پھر زندہ کریں گے اور قبر سے اٹھائیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نے اس بوسیدہ ہڈی کو اپنی انگلیوں سے مسلا اور چھونک مار کر اڑا دیا اور کہا، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ! تو کہتا ہے کہ اس گرد کو جس کے اجزاء متفرق ہیں، جمع کریں گے اور اس میں جان ڈالیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، ہاں میں کہتا ہوں، اے ابی ! جب تو قبر میں بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو جائے گا تو تجھے اٹھایا جائے گا اور دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ پھر خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرتے ہوئے یہ آیت بھیجی: **اَوْ لَعْنٰ زَاۓِمًا نَّشَاۡنًا اَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيۡمٌ مُّبِيۡنٌ ؕ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُعْطِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيۡمٌ ؕ اِلٰی اٰخِرِ السُّوْرَةِ۔**

اسود بن المطلب ایک روز اکابر قریش کی ایک جماعت ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور امیہ بن خلف کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو طواف کے دوران ملے اور استہزاء کے طور پر کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! آؤ ہم اور تم عبادت میں شریک ہو جائیں، ہم تمہارے خدا کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہمارے خداؤں کی عبادت کریں، اگر آپ کا خدا بہتر ہو گا تو ہم نے بھی اس کی پوجا کی ہوگی اکی غیر دیکھتے ہیں بچے کی اور ہمارے خدا بہتر ہوئے تو آپ نے ہمارے خداؤں کی عبادت کی ہوگی اور ان کی غیر و برکت آپ کو پہنچے گی حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر یہ آیتیں بھیجیں: **يَسْمُو اللّٰهُ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ؕ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ وَلَا اَنْتُمْ عَابِدُوْا مَا اَعْبُدُ اِلٰی اٰخِرِ۔**

اسی قسم کے مناظرے مختلف سورتوں اور آیات کے اترنے کا سبب ہوئے جو بیشمار ہیں اور تفاسیر اور سیوت کی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس کتاب میں اتنی تعداد ہی کافی ہے۔ اگرچہ کفار اور جہلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ذلت آمیز سوالات پوچھتے تھے اور آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم سے منافع اور مباحثے کرتے تاہم ان میں سے ہر ایک سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے عزت و اقبال، جاہ و جلال اور کمال کا سبب بن جاتا، کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانی اور ذلت کا پروگرام بناتے، حق سبحانہ و تعالیٰ انہی معاملات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و بزرگی کا سبب بنا دیتا۔ مولانا روم غنوی میں فرماتے ہیں،

منکاراں را قصد از لال ثقات ذل شد عز و ظهور معجزات
 قصدشان را انکار ذل دیں بدہ عین ذل عند رسولان آمدہ
 گردانکار آمدے از ہر بدے معجزہ برہاں کجا نازل شدے
 خصم منکر تان شد مصداق خواہ کے کند فاضی تعاضاے گواہ
 معجزہ ہجوں گواہ آمد ز کے بہر صدق مدعی در بیشکے
 طعن چوں می آمد از ہر نا شناخت
 معجزہ میداد و حق و حق نواخت

بعثت سے دسویں سال کے واقعات

اس سال کے دوران انصار میں اسلام پھیلنے کا آغاز ہوا۔ نید کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ و اکل التیمات موسم حج میں حاجیوں کے گروہ درگروہ آنے کی وجہ سے قبائل کے استقبال کے لیے باہر جاتے اور اسلام کی دعوت دیتے اس سال بھی حسب معمول عقبہ کی طرف تشریف لے گئے، قبیلہ خزرج کے چھ آدمی اسعد بن زرارہ، عوف بن الحارث، قطبہ بن عامر بن حدید، عقبہ بن عامر، جابر بن عبد اللہ بن رہاب اور رافع بن مانک آئے ہوئے تھے، چونکہ تقدیر الہی اس سعادت مند جماعت کی پیشانی پر قبولیت کی تحریر لکھ چکی تھی اور مدینہ میں یہودی علماء کی خبریں ان کو ملی تھیں کہ بنی لوی بن غالب سے ایک ایسا پیغمبر مبعوث ہو گا جس کی دولت و سلطنت کا جھنڈا سب پر لہرائے گا اور اس کے دہرے کے ظہور کا وقت قریب پہنچ چکا ہے اور اس کے اظہار و جمال کا وقت آگیا ہے تاکہ اس پسندیدہ پیغمبر کے انوار کی شعاعوں سے کفر و انکار کی تاریکیاں دور ہوں اور بت پرستی کے دستور و آئین کو

دنیا سے اکھاڑ پھینکے، مردانگی کی تلوار غیرت کے نیام سے نکالے اور دشمنوں کو ہلاک کرے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھ اشخاص کے سامنے نبوت کا اظہار کیا اور ان کو دین اسلام کی دعوت دی تمام نے قبول کیا اور فرمانبرداری کے دامن کو پوری مضبوطی سے پکڑا، مخلصانہ عقیدت میں باقی تمام اہل مدینہ سے ممتاز ہو گئے، مدینہ واپس آنے کے بعد وہاں کے باشندوں کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی اور اسلام کے ضابطوں کی تاکید میں بڑھ چڑھ کر حجتہ لیا، وعظ و نصیحت کی میتل سے دوستوں کے دلوں سے غفلت کے زنگار کو دُور کرتے تھے، جس طرح مکتہ معظمہ میں اسلام میں سبقت لے جانے والی ایک مخصوص جماعت تھی، مدینہ منورہ میں یہ چھ اشخاص دولت اسلام میں سب سے سبقت لے گئے اور والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان کے مطابق یہ اور ان کے تابعین خوشنودی اور تقار خدوئہ کی کی دولت سے مشرف ہوئے وبالله العصمة والتوفیق۔

معراج النبی ﷺ

حکمت معراج

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج آپ کے زبردست معجزوں اور واضح خصائصات میں سے ہے، واقعہ معراج کو مصنفین نے بہت مختصر طور پر بیان کیا ہے۔ جس زمانہ میں مولف کتاب وعظ و نصیحت کی غرض سے تقریریں کیا کرتا تھا، معراج کے متعلق عجیب و غریب اوقات، اشارات اور اخبار و آثار جمع کرنے کا شوق تھا، اس کے متعلق اس نے ایک رسالہ لکھا تھا، اس کے مسودہ کی تیاری میں بہت محنت کی۔ اس کتاب میں جس کا نام معارج النبوة ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا پوری تفصیل سے ذکر کرنا مناسب معلوم ہوا۔ لامحالہ اس واقعہ کا طرز بیان و احاطوں کے انداز پر رکھا گیا ہے۔ محدثین، مفسرین اور واعظوں کی روایات سے معراج کے متعلق جو بھی قوی یا کمزور اور ضعیف روایات دستیاب ہوئیں اس باب میں درج کر دی گئیں، اس لیے یہ باب دوسری تمام سیرت کی کتابوں سے ممتاز ہوگا۔

اللہ کے افعال میں بے شمار حکمتیں اور اشارات ہیں، رسالہ معراج میں بعض اشارات اور حکمتوں کو بیان کیا گیا ہے لیکن اس جگہ بین حکمتوں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

حکمت ۱۔ بعض روایات میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آہ کریمہ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبَّحْتَ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ نَازِلٌ ہونے سے پہلے کبھی نوافل کی نماز پڑھتے اور کبھی آرام فرماتے ایک رات آپ کی چشم مبارک خواب میں تھی اور دل بیدار کہ جبرائیل امینؑ کے پروں کی دل نواز آواز ساتویں آسمان سے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش ہوش میں پہنچی خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خواب سے بیدار ہوئے اور بستر پر اٹھ کر بیٹھ گئے، جبرائیل علیہ السلام

تشریف لائے اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق سبحانہ و تعالیٰ آپ کو سلام بھیجتا اور فرماتا کہ میں نے آپ کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ اپنے غلاموں کے گناہوں کی مغفرت طلب کریں اور اسے کام کا خواب راحت اور بسترِ راحت سے کوئی تعلق نہیں، اب اُٹھیے اور باہر وادی کو ہم قدم رنج فرمائیے تاکہ اپنی اُمت کے افعال، اعمال اور احوال سے واقف ہو کر عبرت حاصل کریں اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ یہ وقت خواب ہے یا ہنگامِ بیداری! حضرت جبرائیلؑ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑے وادیِ مکہ میں لے آئے اور تمام اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا اور ایک ایک کے گناہ دکھائے، آپ نے اس قدر گناہ و معیانی اور ذلت کے اسباب ملاحظہ فرمائے جو حد و شمار سے باہر تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ مقامِ محمود حاصل کرنا چاہتے ہیں تو نوافل کی طرف توجہ مبذول فرمائیے، کم خوری اور بیداری کی ریاضت کیجیے، بھوک اور بیداری کی برکت سے شفاعت کے درجات تک پہنچیے۔ پھر یہ آیت پڑھی: وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَنْ يَبْعَثَنَّكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کے گناہوں کے مشاہدہ سے اور عتابِ باری سے متاثر مجروح دل اور زخمی سینہ کے ساتھ گھر لوٹے۔ اللہ کے حضور عرض کی: بار الہا! اب میں ان کی کون سی معصیت اور عیب کی مغفرت کروں اور کون سا جرم و گناہ کی شفاعت۔ حکم ہوا: آپ کی اُمت کے گناہ آپ کی شبِ بیداری کے ساتھ وابستہ ہیں، اگر تہائی امت کی مغفرت چاہتے ہیں تو رات کا تیسرا حصہ جاگئے اور اگر نصف تو آدھی رات، دو تہائی تو دو تہائی اور اگر تمام امت کی مغفرت چاہتے ہیں تو تمام رات خدا کی عبادت کیجیے۔ کہتے ہیں کہ سورہ یا ایہا العزمل قم الیل الا قلیلا نصفہ ادا نقص منه قلیلا او خدا علیہ و سہل القرآن توتیلہ اتری، اس معنی کو بیان کرتی ہے جس کو اوپر بیان کر چکے ہیں۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تہائی، نصف اور دو تہائی کے حساب کی رعایت مشکل ہے، بسترِ مبارک کو بالکل لیٹ دیا اور شبِ بیداری کرنے لگے اللہ کی کمرہت باندھی اور عبادت و شبِ بیداری میں مصروف ہوئے نہ دن کو آرام تھانہ رات کو چین، نہ صبح فارغ تھے نہ شام، لمبی لمبی راتیں دو رکعت میں ختم کر دیتے اور صبح سے رات تک

اُمت کا غم کھاتے ، اس قدر قیام کا اہتمام کیا کہ پائے مبارک سوچ گئے۔ پروردگار جل و علا کی بارگاہ میں اس قدر نالہ و زاری کی کہ مقرب فرشتے بھی ٹپ اُٹھے ، اور عرض کیا کہ خدایا ! یہ کیسا دکھ ہے جو گنہگار امت کی خاطر اس مبارک فطرت بے گناہ پر رکھا ہے ہر لمحہ جس کے غم و اندہ کی آواز آسانی محلات اور عالم قدس تک پہنچتی ہے ، خداوند جل و علا نے کمال بے نیازی سے سورہ کیر طہ مَا آتٰنَا عَلَیْكَ الْقُرْآنَ لِنَشْفِقَ اِنَّكَ تَذٰکِرَةٌ لِّمَنْ یَّعْشٰی صِحْیَ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم نے آپ کو فرمایا تھا کہ ہماری عبادت اور اُمت کے استغفار کے لیے قیام کیجئے یہ نہیں کہا تھا کہ ریاضت و مجاہدہ سے خود کو ہلاکت میں ڈال دیں ، اُمت کے گناہوں کو آپ کے سامنے پیش کیا جو آپ کو بہت زیادہ دکھائی دیے ، اب ہم آپ کو ملکوت اعلیٰ پر لاتے ہیں تاکہ اپنی رحمتوں کے دریا اور مغفرت کے خزانے آپ کو دکھائیں تاکہ آپ دیکھ لیں کہ معصیت امت زیادہ ہے یا دریا ہائے رحمت ۔

آفاق تیرہ روز زروئے سیاہ ماست

دربائے رحمت تو فزوں از گناہ ماست

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جانے میں یہ حکمت تھی کہ چونکہ قضاء الہی حکمت نمبر ۱ اور حکم خداوندی جاری ہو چکا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے روز اپنی اُمت کی شفاعت کریں گے اہل سعادت اور اہل شقاوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جہاں آراء فکر سے وابستہ تھے ، ان نزولۃ الساعۃ شیء عظیمہ میں ہر شخص اس طرح مشغول ہو گا کہ دوسرے کی طرف توجہ کرنے کی مجال ہی نہیں ہوگی اور دوسرے کے حالات پر نظر ڈالنا ناممکن ہوگا ، اس لیے حضرت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر لے گئے اور وہاں عجائب و غرائب آپ کو دکھائے ، جنت کے درجات اور جہنم کی پہنائیوں کو دیکھا ، ثواب کے انعام اور دردناک عذاب کو ایک ایک کر کے دیکھا ، ان کی ہیبت اور سختی کو جانچا تاکہ جب قیامت کا دن ہو اور ان کی سختی اور ہیبت ظاہر ہو تو تمام لوگوں کے لیے اس کا دیکھنا دشوار اور سخت ہوگا ان کی زبان سے نفسی نفسی کے الفاظ نکلیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے اسے دیکھا ، سمجھا اور گزارا ہو ، آسانی سے گزر جائے گا ، یہاں تک کہ تمام لوگ نفسی نفسی کہہ

ہے ہوں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی کہیں گے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے فرعون کی طرف بھیجا، موسیٰ علیہ السلام نے معجزہ طلب کیا، اُن کے عصا کو ان کا معجزہ بنا دیا اور فرمایا: اِنِّیْ عَصَاکَ۔ اپنی لاشی پھینکے، انہوں نے پھینکی تو اڑ رہا بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے ڈرے اور بھاگ کھڑے ہوئے، حکم ہوا اِذَا هَدَا لَا تَخْفَ، اسے پکڑ لو اور مت ڈرو۔ آپ سے ڈر اور خوف جاتا رہا، پھینکے کا حکم دینے میں یہ حکمت تھی کہ اگر ایک مرتبہ اس صورت کو مشاہدہ نہ کیا ہوتا دوسری مرتبہ وہ بھی فرعون اور فرعونوں کی طرح ڈر جاتے اور اُن کا معجزہ ضائع اور بیکار ہو جاتا۔ اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات عالم غیب کے امور مشاہدہ نہ ہوتے قیامت کے روز دوسروں کی طرح خائف ہوتے اور گنہگاروں کی شفاعت کے لیے زبان نہ کھولتے۔

حکمت نمبر ۳ حق تعالیٰ نے اپنے بندوں سے بہشت کا وعدہ فرمایا ہے اور اپنے دیدار کا امیدوار کیلئے کہ للذین احسنوا الحسنیٰ و تمایذہ اور تمام طالبان

حق کو کامرانی کی بزم گاہ ہیں دوستی اور محبت سے بلایا ہے واللہ یدعو الی دار السلام اور اس نعمت کے حاصل ہونے کا واسطہ اور اس دولت کی وصولی کا رابطہ ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اگر کسی سامان کی خرید کی طرف کسی خریدار کا رجحان ہو تو دلال کی معرفت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور جب تک دلال اس سامان کی حقیقت سے پورے طور پر واقف نہ ہو، اس مال کی جس طرح چلیبے تعریف و توصیف نہیں کر سکتا، پس خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو رب العزت کی بارگاہ میں وصال کا واسطہ اور وصول کی دلیل ہیں۔ اس دنیا میں جو فضل و شرف کی سرستے اور انعام و اکرام کی بارگاہ ہے، لے گئے اور مکانات، اطعمہ، اشربہ اور قیمتی لباس، زیورات ایک ایک کر کے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو طالبانِ راہِ حق کو ترغیب دینے کے لیے بھیجا تاکہ آپ کی رہنمائی اندھوں کے لیے فائدہ بخش ہو۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حبیبِ خدا تھے اور دوست حکمت نمبر ۴ کو تمام موجودات کی اطلاع ہونی چاہیے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ شاہانِ مجازی

جب کسی انسان کو اپنی محبت کے لیے مخصوص کرتے ہیں تو اپنے خزانے اور دینے اسے دکھاتے ہیں اور اس کے قبضہ تعریف میں دیتے ہیں اسی طرح سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین کے خزانے اور دینے دکھاتے راایت الی الارض فاس رایت مشار قہا ومغاس بہا، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں پر لے گئے اور آسمانوں کے ملکوت دکھائے، جنت و دوزخ کی کبھی آپ کی عورت و جلال کی حیب میں رکھی تاکہ جو شخص آپ کی دولت شفاعت سے مشرف ہو، نیت کی فروزندی کا مظاہرہ کرے اور جو شخص اس سعادت سے محروم رہے ہرگز فلاح و بہتری کا منہ نہ دیکھے۔ نعوذ باللہ۔

حکمت نمبر ۵ در بیان مناظرہ ہوا۔ آسمان اپنے آپ کو بڑا شمار کرتا اور زمین اپنے آپ کو تو اس سلسلہ میں تفسیر بحر الدر میں چند مقامات پر اس مناظرے کو مختلف انداز سے بیان کیا گیا ہے یہاں مشتے نمونہ از خودارے کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ آسمان نے کہا: میں بلند و بالا ہوں والسماء رفعا۔ زمین نے کہا: مجھ میں فراخی ہے وجعل لکم الارض بساطا۔ آسمان بولا: مجھ میں سعادت کا مادہ ہے جو موتی مجھے عطا ہوتا ہے بخش دیتا ہوں۔ زمین بولی: مجھے ایسا وجود عطا کیا گیا ہے کہ جو بوجھ بھی مجھ پر رکھا جاتا ہے اٹھا لیتی ہوں۔ آسمان نے کہا: مجھے انوار بخشے گئے ہیں۔ زمین نے جواب دیا مجھے اسرار عطا کیے گئے ہیں۔ آسمان نے کہا: مشیت ایزدی نے خورشید کے سنہری گیند کو میرے دامن میں رکھا ہے کہ والشمس وضحاها، قدرت نے ہمارے فیوزی رنگ کے کُرہ کے گریبان میں چاند کا موتی لٹا رکھا ہے والقمر اذا تلھا، حکمت کے کاغذ ساز نے ہمارے لطیف صحیفوں کے تہ بہہ اوراق کو سنہری ستاروں سے آراستہ کیا ہے انا خرینا السماء الدنیا بزینۃ الکواکب، حفظ و حمایت کے نگہبان نے ہمارے اس عالی شان قلعہ سے شیطان لشکر پر سنگ باری کی الامن خطف الخطفہ فاتبعہ شہاب ثاقب، ہر شام جیتا ریکیوں کے جھنڈے اس لاجوردی محل کی رفعت پر چھا جاتے ہیں ستاروں کے لشکر نور کی سواریوں پر حرکت میں آتے ہیں۔ ہر صبح کو جب صبح کے سلطان لشکر کا دستہ فلاح و

کامیابی کے خزانوں کے ساتھ ان رعوں کے قافلوں کی بندرگاہ سے گزرتا ہے۔ ستارے گردہ در گردہ
 سیر و تفریح کرتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ زمین نے کہا: اے آسمان! تو کہاں تک بکھر کرے گا، تو
 انا جعلنا ما علی الارض منینۃ لہا کی تفسیر نہیں جانتا، کیا تو نہیں دیکھتا کہ مشیت نے میرے
 اس وسیع و عریض رنگارنگ میدانوں کو حکمت کے تقاضے کے مطابق کس قدر نقش و نگار سے
 آراستہ کیا ہے۔ مشاطہ قدرت نے میری پیچیدہ گنگوں زلفوں کو باغات کی دلہنوں کی شاخوں
 پر کس خوب صورتی سے لپیٹا ہے، کیا ٹوٹنے موسم بہار کی بادِ نسیم کے دوران صحنِ لالہ زار میں مشاہدہ
 نہیں کیا کہ صبا نے گلزار کے چہرے پر کس قدر تکلف کیا ہے، غنچہ کی نگاہ باغ کے گلروں کے رخسار
 پر کھل ہوئی ہے، بلبل کا خطیب سبحان ذی الملک والہکوت کہتے ہوئے ہم آواز لوگوں کی مانند
 اور ہر مرغزار میں قریاں ہم آواز قاریوں کی مانند خوش الحانی میں مصروف ہیں۔ آسمان نے کہا:
 اے زمین! باغات، پھولوں اور مرغان خوش الحانی سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا، اگر تجھے
 خوش الحانی چاہیے تو صاحبانِ عصمت ملکی کی تسبیحات کے نعمات اور آسمانی پاکیزہ عبادت گاہوں
 کے باشندوں کے زمزمے، چڑیوں کے چہپوں اور باغ کے پرندوں کے ترنم سے کیا کم ہیں،
 میرے آسمان سے زیادہ آراستہ و پیراستہ کون سی جگہ ہے، تو میری بات کیوں نہیں مانتی کہ
 نقاشِ قدرت نے میرے اندر لاکھوں شاخ و برگ کیسے پیدا فرمائے اور ہر کوکب و اختر کی شکل و
 صورتِ مریخ گلاب کے پھول کی مانند ہر پتی اور شاخ کے ساتھ کیسے آویزاں کی، چاند اپنے
 جاہ و جلال کے ساتھ میری فضا غدیش و سرور کی بزم گاہ میں نور کا شامیانہ تانے عطار و عطر و خوش
 کی مانند حکمت کا عطر اور دانشمندی کی دھونی رمانے ایک دوسرے کے متصل، زہو جس کے
 حسن و جمال کی شہرت ہے خوشدلی کے بستر پر خوشی و شادمانی کا ظہور ہاتھ میں تھامے
 کھڑا ہے۔ شاہِ آفتاب نور کے سراپہ میں اپنے چاروں طرف ظہور اور منافع کے خزانے
 تمام حاضر ہی پر نچھاور کرتا ہے، مریخ تاریخ کے ان صفحات پر اعشاری نقوش کی مانند
 مشکوف اور ہڑتال سے منقش، مشتری جو دولت و اقبال اور سعادت و فضیلت کا نگینہ ہے
 حسن کی جلوہ گاہ اور کنل کی چوٹی پر جا پہنچا ہے، زحل بلند مقام پر بد بختوں کے چہروں پر بد بختی
 کی سیاہی ملتا ہے۔ غرضیکہ

تم جہیں ہر باب ز اجرام سپہر ستہ از حشر چہنہ انوار چہر
ثبات و سیارہ چون شاد عدس دست در گردن تبخت آبنوس

یہ نام عالم صورت سے تعلق رکھتے ہیں، میں رفعت و بلندی کے اعتبار سے آسمان کا قلعہ، فرشتوں کی عبادت گاہ، بلند و بالا عرش کا مقام و محل ہوں یا وسیع و عریض کرسی کے احاطہ میں ہوں، کیا جبرائیل، میکائیل، عزرائیل اور اسرافیل ممکن ہیں نہیں ہوں، میں حضرت مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام کی عبادت گاہ ہوں اور لوح و قلم کا محرم راز میں ہوں، تقدس و پاکیزگی کا بیت المعمور ہوں، القصد حین آسمان نے پریشان حال زمین پر اپنی برزی دکھائی، میں پُر نعم آنکھوں سے سرِ خجالت جھکائے کئی ہزار برس مایوس پڑی رہی۔ جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نیستی سے صفو ہستی پر تشریف فرما ہوئے، زمین فخر و مباہات سے جھجھم اٹھی اور بولی: اے آسمان! میں اس پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مولد و مسکن ہوں جس کے طفیل اٹھارہ ہزار عالم عالم وجود میں آئے اور بارگاہ ملکوت کے مقرب اس کی بزم شہود کے خوشہ چین بنے۔ اگرچہ اس کا گوہر پاک عالم افلاک کے دائرہ سے بھی بلند و بالا ہے مگر آپ کے وجود کا قیام و مقام میرا ہی کرہ خاک ہے، آپ کا جسم اطہر مجھ سے اٹھا، آپ کی بعثت مجھ پر ہوئی اور آپ کا روضہ مبارک میری گود میں ہے، کیا یہ مقام جو مجھے ملا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کے طفیل مجھ جو فضیلت و برتری حاصل ہوئی ہے تیرے نصیبوں میں ہے؟ آسمان مغلوب و لاجواب ہو کر زاویہ گناہی میں جا چمپا۔ اس کے بعد کتہہ دل آسمانوں نے واجب العطا یا کی بارگاہ میں بارہزاری کی اور درخواست کی کہ اے اللہ! اس صاحبِ کرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کی برکت سے آسمانوں کو منور و معطر کر دیا تاکہ میں یونہی سدا اندوہ و غم میں متفرق نہ رہوں۔ حق تعالیٰ نے آسمانوں کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے حکم دیا کہ آپ کو فرشتوں کے کندھوں پر سوار کر کے تمام آسمانوں سے گزرا جائے اور ایک درجہ سے درجہ دنیٰ فتنی ہم پہنچایا جائے۔ اس طرح اہلِ سما کی مراد پوری ہوئی اور آسمان اس دولت کی بدولت شرمندگی اور محرومی کے احساس سے باہر آیا۔

نمبر ۶ حکمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمان کے مختلف طبقات سے گزار کر درجاتِ عالیہ تک پہنچایا گیا تاکہ آپ اپنی امت کو بغیر کسی واسطہ کے خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔ گویا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے، اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ! میں زمین پر امت کو آپ کے سپرد کرتا ہوں لیکن زمین پر آپ امت ہی کو دیکھتے ہیں۔ مقامِ قرب میں آئیے تاکہ ہم انھیں آپ کو دکھائیں اور سپرد کرنے والے کو دیکھیں کہ وہ کون ہے جو انھیں آپ کے سپرد کرتا ہے اور وہ شے کیا کچھ ہے جو آپ کے سپرد کی جا رہی ہے۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سپرد کرنے سے پہلے وہ ہمارے ساتھ تھے تمام عیوب کے باوجود ہمارے لائق تھے، اس کے باوجود ہم نے اپنی عنایات کو ان سے نہیں روکا، آپ بھی ان کو شفقت سے محروم نہ رکھنا، یہی وجہ ہے کہ کل قیامت کو تمام نفسی نفسی کہیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی پکاریں گے، یہاں ایک بہت ہی لطیف راز ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام نفسی نفسی کہیں گے حالانکہ نفس حق نہیں ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی کہیں گے اور امت بھی حق نہیں ہے، بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ہمت کی بزرگی اور راز کی درستی کی وجہ سے امتی کی بجائے ربی ربی کہتے لیکن اس ضمن میں ایک راز ہے کہ ربی کہنا امتی کہنے میں داخل ہے کیونکہ امتی کہتے وقت نگاہ میں امت نہیں ہے بلکہ امت کو سپرد کرنے والا ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ عطا جو آپ نے مقامِ قرب میں میرے سپرد کی، امت تھی۔ اگر ان سے ہاتھ اٹھالیتا ہوں تو دوست کے عطیہ کی بے قدری ہوتی ہے، آپ نے اپنا وظیفہ امتی امتی بنایا۔ اس میں ایک اور نکتہ شرحِ تعارف میں بیان ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے اس امت کے ساتھ دو عجیب کام کیے ہیں، ایک یہ کہ تمام امتوں کو انہی کے سپرد کر دیا۔ جب انبیاء ان میں سے اٹھ گئے انہوں نے زنا پرہنا اور عہد و پیمان توڑ دیا، یہاں تک کہ کوئی صلح و آشتی باقی نہ رہی، لہذا انبیاء نے نفسی نفسی کہا کیونکہ ان کی امت میں صلح و آشتی باقی نہیں رہی تھی، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو اپنے عہد پر قائم رکھا، ان کی دوستی کا اصل معاہدہ باقی ہو گا اور دوستی کی صلاحیت ان میں ہوگی اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی کہیں گے، دوسرا عجیب و لطیف کام جو اس امت کے ساتھ روا رکھا یہ تھا کہ اگرچہ

اس امت نے سابقہ امتوں سے دگنی جفاکاری کی مگر چونکہ اصل دوستی کو انہوں نے قائم رکھا پھر یہ جفاکاری بھی اس امت کی ذلت کے لیے نہیں تھی بلکہ دوا اور کو ظاہر کرنے کے لیے تھی، ایک یہ بات تھی کہ اپنی دوستی کو اس امت کے ساتھ ظاہر کرے، دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے مرتبہ کو ظاہر کرنا مقصود تھا۔ بزرگوں نے کہا کہ التجاوز علی الجفاء علی قدر المحبة وعظم الجفاء علی عظم جفاء الشفیع یعنی گناہوں کی کثرت سے درگزر کرنا محبت کے پختہ ہونے کی دلیل ہے اور گناہ زیادہ ہونے کے باوجود سفارش سے بخش دینا شفاعت کرنے والے کی عزت و احترام کی دلیل ہے۔

حکمت نمبر ۱ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر ایسی خلوت حاصل تھی جسے ان حضرت
نبی مرسل سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس بات کے
آرزو مند رہتے تھے کہ آپ کو اس جگہ پہنچائیں کہ وقت کا جو حاصل اور مقصد ہے خود وقت بن جاتے،
چنانچہ ملک مقرب سے مراد جبرائیل علیہ السلام اور نبی مرسل سے حضرت خلیل علیہ السلام کی طرف اشارہ ہے۔
یہی نہیں بلکہ نبی مرسل سے مراد قالب اور ملک مقرب اس کی

روح ہے، کی بھی درمیان میں گنجائش نہ ہو اور دونوں جہانوں کا وجود اس وجدان کے
اعلا میں کسی طرح بھی تو نہ لایا جاسکے، لامحالہ اس بے ثبات منزل اور اطراف و جانب والی
مجلس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر لے جایا گیا اور جو کچھ مقصود بالذلت تھا آپ کو
دکھایا گیا۔

حضرت یونس علیہ السلام زمانہ کی گردش سے مضلل اور لوگوں کی مجلس سے طول ہوئے تو
گوشہ تنہائی کی خواہش کی تا کہ اطمینان سے اپنے دوست کے ساتھ راز و نیاز کی باتیں
کریں، مچل کے پیٹ کو آپ کی خدمت کے لیے جس طرح کہ چاہیے تھا ترتیب دے کر
تسبیح و تقدیس میں مصروف کر دیا اور اس طرح آپ کو مقصد تک پہنچایا۔ ہمارے آقا و مولیٰ
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حال سے اس طرح خبر دی کہ لا تفضلونی علی یونس بن مثنیٰ
کیونکہ میرا عروج ہندی کی جانب ہوا اور ان کا پستی کی جانب یعنی بارگاہ رب العزت تک
رسائی فوق اور حمت میں برابر ہے اور اس مقصد کے حصول کے لیے فوق العرش اور تحت الثریٰ

مراوی، حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا قصہ بھی اسی طرح کاسہ ہے کیونکہ ان کی خلوت آگ کے درمیان مقرر کی گئی اور اس جگہ اغیار کی مزاحمت کے بغیر باری تعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ مشغول کیا اور بلند درجات اور اونچے مقاصد تک پہنچایا ہے۔

حکمت نمبر ۸ خلعت سے شرفیاب فرمایا اور اس نوازش کی شہرت ملکوت کے کافوں تک پہنچی اور اس انعام کی صدا عالم ملکوت کے گنبد میں گونجی تو تمام موجودات کائنات علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التحیات سے محبت کرنے لگی۔ ملا اعلیٰ جنہوں نے ابستاد میں

اَتَّبَعْلُ فِيْهَا مَنْ يَفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ کہہ کر اظہارِ حق کیا تھا اور اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کا جواب سن کر تسلیم خم کر دیا۔ اکثر مفسرین کا مسلک یہ ہے کہ جو کچھ علم غیب کے ساتھ اشارہ کیا اور اپنے علم کے سپرد کیا وہ وجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا یعنی تم حضرت آدم علیہ السلام کی نسل میں سے صرف مفسدین اور تباہ کاروں کو دیکھتے ہو اور میری نظر اس سعادت مند پر ہے جس کے وجود کی برکت سے تمام کائنات کو خلعت وجود ملا اور جس شخص کو رب العزت کی بارگاہ میں شرف قبولیت حاصل ہوا اسی جیسا ہی سے طفیل ہوا۔ لامحالہ جب عالم دانش و بینش میں وجود باوجود محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو انہوں نے تمام موجودات کی پیدائش کا مقصود و مطلب دیکھا تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے مشتاق ہوئے اور جناب جل و علا کی بارگاہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی درخواست کی۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عاشقانِ مشتاق کی تسلی کے لیے نو آسمانوں کی سیر کرانی تاکہ جہان کو پیدا کرنے کی حکمت انہیں معلوم ہو بلکہ اٹھارہ ہزار عالم کی حکمت کا علم ہو اور طلبِ حکمت اور سوال کرنے کی معذرت کر سکیں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ بے پناہ محبت تھی قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا، چونکہ مصر کی ملامت کرنے والی عورتوں نے جمالِ یوسفؑ ملاحظہ نہیں کیا تھا، زلیخا بیپاری کو ملامت کرتی رہیں، زلیخا نے ان کی ملامت کی زبان بند کرنا چاہی، یوسف علیہ السلام سے کہا اَخْرِجْ عَلَیْهِمْ۔ جب ان کی نگاہ یوسفؑ کے حسن و جمال پر پڑی اس طرح مہوش ہوئیں کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور

انہیں خبر تک نہ ہوئی فَلَمَّا سَأَلْتَهُ اَكْبَرْتَهُ وَقَطَعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هَذَا بَشَرًا اِنْ هَذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ۔

حکمت نمبر ۹ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عالم سفلی سے عالم علوی کی سیراس لیے کرائی گئی کہ آپ عالم ذات الہی کے وصال کے آبِ شیریں کے پیاسوں اور عالم ملکوت کے مستغلبین کی خدمت و عبادت کا مشاہدہ کریں اور راہِ عبادت پر خوشدلی اور انبساط کے ساتھ گامزن ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج میں ایک یہ حکمت تھی کہ جب **حکمت نمبر ۱۰** جلالی اور جمالی تجلیات کے تواتر اور تسلسل کے لیے اس مقام کو سنا تو منزلِ دید اور مرتبہ علم الیقین سے سرحدِ عین الیقین اور زیرِ برحق الیقین سے آراستہ و پیراستہ ہونا چاہا۔

بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قیدخانہ دنیا سے **حکمت نمبر ۱۱** اس بلند مرتبہ مکان پر اس لیے لے جایا گیا کہ آخرت کے لطائف ملاحظہ کریں اور ردائلِ دنیا سے مکمل طور پر دامنِ سمیٹ لیں اور فنا ہونے والی چیز پر علیٰ وجہ البصیرت عالمِ باقی کو ترجیح دے کر اپنائیں۔

ایک تمثیل ہے جسے اربابِ اشارت نے بیان کیا ہے اور وہ یہ ہے **حکمت نمبر ۱۲** کہ مشاطہ (پیغامِ رہاں) جو کہ معشوق کے ساتھ عاشق کا رابطہ اتصال اور واسطہ وصال ہے بادشاہ کے سامنے دُلوں کے کمال کی تعریف اور حُسن کی توصیف کرے وہ محبت قائم نہیں ہو سکتی جو محبوب خود کو حُسن کے زیور اور کمال کی زینت سے آراستہ کر کے عاشق کے سامنے جلوہ گر ہو اور حُسن کے انوار کی شعاعیں غیروں کے توسط کے بغیر طالب وصال پر ڈالے، اسی طرح اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، عرصہ سے ہمارے حُسن و جمال کی شہرت اور بہاء و جلال کا دبدبہ جبرائیل علیہ السلام کی زبانی آپ سُن رہے ہیں اور کُلُّ تَابِتٍ خَادِعٍ عِلْمًا کے چشموں کے آبِ شیریں کے پیاسے آبِ حیات و وصل کے جو یا ہیں مابِ اُٹھے اور واسطہ کو حرکت دیجئے نہیں نہیں بلکہ واسطہ کو درمیان سے اٹھا دیجئے

کیونکہ ہمارے حسن و جمال نے زیورِ کمال سے آراستہ، جلال کی دہن کے چہرہ سے نقاب کو اٹھا دیا ہے اور ہمارا انعام و اکرام سے مالا مال سمندرِ عالمِ شہود کی بلندی پر جود و سخاوت کی موجیں مارتا ہوا وحدتِ ذات میں صدف سے زیادہ صاف و شفاف ہو گیا ہے۔

ساقی مے ناب بر گرفتہ بہر تو شراب بر گرفتہ
ہاں گر سرِ عشرت باز آے کاں یار نقاب بر گرفتہ
عکس رخِ خویش دید در جام ہر گمے ناب بر گرفتہ
روشن شد ازاں سہاچہ دل

کاں ماہِ حجاب بر گرفتہ

حکمت نمبر ۱۱ حق سبحانہ، و تعالیٰ چاہتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اقسامِ وحی سے مشرف کریں، سب اقسامِ وحی سے افضل وحی بے واسطہ جبرائیل علیہ السلام ہے، چنانچہ اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے اور مفسرین نے کہا ہے کہ آیت اَمَّا التَّوْحِيدُ اِسی قسم ہے کہ جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر شبِ معراج میں مُنّتے تھے اور حق سبحانہ، و تعالیٰ سے اپنی مراد طلب کرتے تھے اور قبولیت کی خوشخبری مُنّتے تھے سَابِقًا لَا تَوَاحِدًا اِنَّا نَسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا اَخْرَجَ سُوْرَةُ تَمَك، اس باب میں بہت سے لطائف ہم نے اپنی کتاب "شرائع الاوقات" میں معراج کے باب میں ذکر کیے ہیں وہاں مطالعہ کیجئے، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جانے میں حکمت یہ تھی کہ یہ آیات بذاتِ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائیں۔

حکمت نمبر ۱۲ ملا اعلیٰ کے ملائکہ کے درمیان کچھ باتیں ہوئیں، انہوں نے چند سوالات چار سال سے یہ گفتگو ان کے درمیان جاری تھی اور جواب نہیں مل رہا تھا یہاں تک کہ سید عالم فرمودات صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہ، و تعالیٰ نے اپنے نور سے مشرف کیا اور اپنا سایہِ ہایونی آخری زمانہ کے خاکساروں پر ڈالا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عُن و جمال اور وصفِ کمال کی شہرت ملا اعلیٰ اور عالم بالا کے کروہیجن کے کانوں میں

پڑی انہیں معلوم ہو گیا کہ یہ مشکلات آپ ہی کے اشارہ سے حل ہوں گی، حق سبحانہ و تعالیٰ نے مقربان الہی کی درخواست پر خواجہ درجہ اولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام آسمانوں کی سیر کرائی تاکہ آپ ملأ اعلیٰ کے سوالات کا حل پیش کریں اور اس عقدہ لاینحل کو کھولیں، یہ سوالات اور ان کا ثنائی جواب عنقریب اپنی جگہ پر آئے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

حکمت نمبر ۱۵ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے جانے کی ایک حکمت جو حضرت امام جعفر بن محمد الباقری رضی اللہ عنہما نے بیان فرمائی ہے کہ خدا تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم سے شرفیاب کرنا چاہتا تھا، جب آسمانوں کے طبقات سے گزر گئے اور عرش و کرسی اور لوح و قلم سے بھی گزر کر پردہ خاص پر پہنچے تو پردہ کے پیچھے سے ایک فرشتہ باہر آیا اور نماز کے لیے اذان جو اب معروف ہے کہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنی۔ یہ واقعہ بھی اپنے مقام پر شرح و بسط کے ساتھ بیان ہو گا انشاء اللہ العزیز۔

حکمت نمبر ۱۶ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدم متحقق ہو جائے، پہلے آپ کو بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کا امام بنایا تاکہ آپ کی فضیلت سب پر ظاہر ہو جائے، اس کے بعد بیت المعمور میں تمام فرشتوں کی امامت کرائی تاکہ ان پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ظاہر ہو جائے اور زمین میں مشرق سے مغرب تک تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تاکہ تمام افراد جن و انس پر حاکم اور بادشاہ ہوں، پس معراج میں حکمت ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت تمام موجودات پر ہے۔

حکمت نمبر ۱۷ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج آپ کے دلی اطمینان اور ایقان کے لیے ہو کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں یہود و نصاریٰ اور گہر و ترسا سے بے پناہ سختیاں بڑاشت کی تھیں اور اس قدر ملامت اور ریاضت دیکھی تھی کہ اس کی تلافی آسمان کی طرف عروج اور حرم سرائے خاص کے

بغیر کسی طرح سے نہیں ہو سکتی تھی حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ دلیل و برہان کی عظمت اور شان و شوکت کی بلندی آپ کو دکھانا چاہتا تھا تاکہ تمام دنیاوی مجاہدات و ریاضات اس نعمت کے مقابلہ میں ناچیز اور حقیر دکھائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل ناز پروردہ کو اس غبار و رک و رت سے رہائی دلاتے تاکہ محنت و مشقت کی بارش کے بعد اس آرامگاہ میں استراحت فرمائیں۔

یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں مقدار کی کوئی حیثیت حکمت نمبر ۱۸ باقی نہ رہے اس بات کی توضیح یہ ہے کہ جب بادشاہی عطیات اور خداوندی خلعتیں جیسے نام کی بلندی، عزت و احترام، لوائے حمد اور مادون تحت لوائی، حوض کوثر، شفاعت کبرامی، قبر سے تمام مخلوقات سے پہلے اٹھنا، جنت میں تمام انبیاء اور رسولوں سے پہلے داخل ہونا اور دوسری لاکھوں عنایات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہیں۔ دنیا کا دستور ہے کہ جب بادشاہ کسی ملازم کو کسی خاص اعلیٰ خلعت سے مخصوص فرماتے ہیں وہ شخص اس خلعت اور انعام کے ساتھ فخر و مباہات کرتا ہے کیونکہ اس عطا کے ساتھ وہ عزیز و محترم ہوا ہے لیکن یہاں تمام چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت عزیز و محترم ہوئی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی دوسری چیز کے ساتھ محترم کیا ہے۔ لامحالہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فخر کرتی ہیں اور ان کا افتخار آپ نے اپنے اعزاز و افتخار کے ضمن میں مشاہدہ کیا اسی لیے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: انا اول من تنشق الارض عنه ولا فخر و لواء الحمد بیدی ولا فخر، میرے لیے یہ کوئی فخر کی بات نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کو میری ذات کے ساتھ فخر ہے۔ ادنیٰ اعلیٰ کے ساتھ فخر کرتا ہے، اعلیٰ ادنیٰ کے ساتھ فخر نہیں کرتا، تمام کو مجھ پر ناز ہے کیونکہ میں ہی سب سے افضل و برتر ہوں، میں اس کے ساتھ ناز و فخر کرتا ہوں جو مجھ سے اعلیٰ و برتر ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہم یوں بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر لے گئے اور عالم کون و فساد کی بے مائیگی آپ کو دکھائی، تمام جہان مشت خاک کی مانند آپ کے پیروں تلے دکھایا تاکہ قیامت کے روز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شفاعت کرنا آسان ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تاب تو سین کے مقام پر لے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ تمام امت اس جہان میں داخل ہے جو آپ کی خاک پا ہے، اگر قیامت کے روز آپ ہم سے اپنی خاک پا کی بخشش طلب کریں گے تو برگز آپ سے دریغ نہیں کیا جائے گا اپنے دل کو خوش رکھئے اور اطمینان رکھیے کہ اس باب میں کم و زیادہ میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو تمام مخلوقات سے پہلے اپنے نور سے پیدا کیا تو تین مقامات اس کے رکھنے کے لیے

مقرر فرمائے، مقام ہیبت، مقام لطف اور مقام قرب، ایک ہزار سال مقام ہیبت میں رکھا یہاں تک کہ مودب ہوئے، پھر ایک ہزار سال مقام لطف میں رکھا تو انبساط پیدا ہوا، پھر ایک ہزار سال مقام قرب میں رکھا، یہاں تک کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کے موانست حاصل ہوئی۔ جب اس پاکیزہ روح کو اس مقام سے جسم خاکی میں لایا گیا تو وہ اس مقام کی مشاق ہوئی یہاں تک کہ اس سے آرام چہن جاتا رہا جیسے آگ جب جل اٹھتی ہے تو وہ مضطرب اور متحرک ہوتی ہے اور بلندی کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے۔ اس کی وہ اچھل کو وطن کا شوق ہوتا ہے جہاں سے وہ آئی ہے۔ اس پرندے کو جسے باغ سے پکڑ کر پنجرے میں بند کر دیں، تڑپتا ہے اور خود کو زمین پر پٹختا ہے، یہ سب کچھ اصلی وطن کی طرف جانے کا اشتیاق ہوتا ہے۔ چنانچہ مصنف کتاب ہذا فرماتے ہیں: ۵

نشاہ بازے تو دریں دام کہ آرام گیر
سوئے شب باز پر از ران کہ وطن میطلبی
عند لب چمن قدسی لے طائر عشق
مگر تماشائے گل و صحن چمن میطلبی
بر سر عشق دویدم کہ بگو یار کجاست
گفت با تست شب روز ز من میطلبی

عاقبت پردہ برا فکند کہ ماں پیشتر آے

جام می گیر اگر شرم شکن میطلبی

انقصہ جب آپ کی روح مبارک کو مقام ہیبت میں لگھلایا گیا اور لطف کے ساتھ پرورش کی اور قرب سے نوازا تو اسی مقام میں جانے کے شوق میں جسم کے پنجرے میں رہی کو

آرام نہیں تھا اور وہ اسی قرب کا متلاشی تھا، جان کو بغیر بدن کے اس مقام پر لے جانے کی کوئی صورت نہ تھی کہ اگر جسم بے جان رہ جاتا تو شریعت کو قائم کرنے سے عاجز آتا۔
 لا محالہ نفس کو اس راز کے طفیل وہاں لے گئے، جب نفس نے راز کے مقام کے ذوق کو پایا وہ جگہ اسے پسند آئی۔ کہنے لگا یہ اچھی جگہ ہے یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا اس لیے ان الفاظ دنیٰ فتنہ دنیٰ سے خطاب فرمایا کہ اے میرے حبیب! اگر آپ غلابون کو راستہ نہیں بتائیں گے تو کون بتائے گا اور اگر آپ عاشقوں پر معرفت کے دروازے نہیں کھولیں گے تو کون کھولے گا۔
 ہر ایک زہزار رنج رستہ
 گر مردہ بود و گر کہ مجروح
 یابد ز تو این شفا و آں روح

اے درویش! خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال اس باز کی سی ہے جسے ہزار دینار سے خریدتے ہیں اور اس سے چڑیوں کا شکار کرتے ہیں جس کی قیمت ایک درہم بھی نہیں ہوتی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے باز ہیں چند چڑیوں کو جن سے مراد امت ہے آپ کے ذریعہ شکار کریں گے اگر آپ یہاں ہوں گے تو ان کو کون لائے گا۔
 تو باز عشقے در زمین نہ مرغی تو دانہ چیں

از بہر صید این چیں از دست ما پریدہ

اے درویش! خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس شکار گاہ میں صید بھی تھے اور صیاد بھی، ایک پرندہ انا من اللہ کی شاخ سے اڑا اور صیاد کی صورت میں بعثت الی الاسود والاحمر کی کائنات کے گرد پرواز کرنے لگا۔ آخر کار اس مرغِ وصال کو پایا جسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اِسْرِی انْظُر الِیْک کے تیر و کان سے شکار کرنا چاہا مگر نہ کر سکے کیونکہ اُدْجِ کَبْرِیائی کُن تَرَا فِی کِی انتہائی بلندیوں پر تھا۔ لاکھوں نشیب و فراز اسے دکھائے گئے اُدْ تَرَا فِی سَہْکِ پس وہی پرندہ تھا اور وہی دانہ، وہی شمع تھی وہی

پروانہ ہے

سرگشتہ و شوریدہ کار خویشیم
 صیادانیم و ہم شکار خویشیم

مادر غم عشق نگسار خویشیم
 محنت زدگان روزگار خویشیم

جس روز اللہ وحدہ لا شریک نے کمال بے نیازی سے یہ سات منزلہ آسمانی محل
حکمت نمبر ۲ استوار کیا اور بلند بام اور زرافشاں معبد انس و جان کو اپنی قدرتِ کاملہ سے
 ہوا میں معلق فرمایا۔ ۵

مقدے کہ بآلت بقدرت مطلق کند ز شکل بناری چو گنبد ارض
 ز خشت و رشتہ معمار را در و بازار نہ چوب و شیشہ بنار را در و رونق

حصار ساختہ زیں آبگینہ گوں طارم
 بگرد اودہ از بحر بیکراں خندق

پھر اس کی حکمت نے نہایت الشَّامَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوْكَبِ کے مصداق نہایت عمدہ اور
 لطیف منازلِ آسمانی کو سنہری کوکب اور روپہلی ثواب سے آراستہ کیا اور اس کی قدرت
 نے روپہلی چاند کی قبا کو فیوزی رنگ آسمان کی شکل میں پیش کیا اور اس کی خشیت نے آفتاب کو
 اپنی قدرتِ تسخیر سے گول اور منور بنا کر گلشنِ کن فکاں کے میدان میں پھینکا۔ ۵

ازیں گردندہ گنبد ہائے پر نور بجز گردش چہ شاید دید از دور
 ولے در طبع ہر دانندہ بہست کہ با گردندہ گردانندہ بہست

تو زہو جو اہر نچا اور کرنے والا سفینۂ سکون و راحتِ سطحِ امواج پر تیرنے لگا اور عالمِ امکان کی بساط
 کے دائرہ کے مرکز پر گھومنے لگا، ستاروں کی سواری جو نور کی دہلیز کے محافظِ عالمِ ظہور کے
 سیاروں کی گزرگاہ پر نصب کی گئی تھی وَالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ہر ایک اپنی حالت کی
 تعریف اور گفتگو کی توصیف میں کوشاں تھا، انہی میں سے ایک سورج اور چاند کے درمیان
 مجادلہ و مناظرہ تھا جو کئی مرتبہ رونما ہو چکا تھا۔ چاند زہجذی آسمان کے خیمہ سے ہاتھ بڑھا کر جھگڑے
 کا آغاز کر دیتا اور کبھی آفتاب چوتھے آسمان کے سنہری طنابوں کے پردہ سے منہ نکال کر آنکھیں
 دکھاتا۔ چاند نے کہا، میں ملکِ شب کا بادشاہ ہوں، شہر یار بدر میرا نام ہے اور قمر میرا
 لقب ہے۔ جب سیاہ رُواتِ تاریکی کا دوپٹہ سر پر ڈالے مغرب کے حجرہ سے نکلتی ہے
 تو کوکب کے دکاندار آسمان کے بازار میں روشنی کا ساز و سامان پیش کرنا شروع کر دیتے ہیں
 سنا بر نہی کے خلیب ظہور کی مجالس میں یخرجہم من الظلمات الی النور کا خطبہ میرے ہی

نام کا پڑھتے ہیں تاکہ میں تختِ سلطنت پر بیٹھ کر مرقعِ نورانی تاج سر پر رکھوں اور خوب صورت لباس زیب تن کروں۔ زحل جو بلند ترین مقام پر اطلس یا قوتی کا لباس پہنے بزرگانہ انداز اور خود اعتمادی کے ساتھ ساتریں بُرج پر تکیہ لگائے میری خدمت گاری میں کمر بستہ ہوتا ہے۔ مشتری عدہ دیبا کا لباس پہنے قضاے امامت کی مسند پر مسندِ حکومت سے تکیہ لگائے میرے واجبِ طاعت فرمان کو خواص و عوام تک پہنچایا ہے۔ مریخ غلبہ کا خیر ہاتھ میں پکڑے میری امداد و اعانت کے لیے تدبیر کی کمان پر تقدیر کا تیر رکھے میرے دشمنوں کی بیخ کنی اور دوستوں کے غلبہ کے لیے مستعد ہے زہرہ محبت و الفت کا دف سرور کے ہاتھوں میں تھاٹے میری عیش و نشاط کی محفل میں موجود اور دلوں از لہذا اور مسرور کن آواز سے میرے ہم نشینوں کو وجد میں لاتا ہے۔ عطارد اپنی پوری غنیمت کے ساتھ مسند و قعر میں تارے کی مانند نہیں بلکہ قلعہ پر تارے کی طرح آسمانی مسند پر میرے دیوان کی جگہ خوشی و مسرت کا اظہار کیے بنات النعش کے تنگ چشم اور ثریا کے ہتھیار بند میرے تخت کے سامنے دست بستہ مودب کھڑے ہیں، ابھی میرے متبعین اپنے مقصد کو نہیں پہنچے تھے اور خوشی و شادمانی کے اسباب تیار بھی نہیں کیے تھے کہ اچانک مشرق کی طرف سے طلوعِ صبح نے جھنڈے بلند کر دیے اور سنہری قبا، برق انداز اور شاہ آفتاب کے سپین کلاہ لشکرِ زبردی پر دے کے اُفتی سے حملہ آور ہوئے، آسمان نے نور و اکب کے مہروں کو مات کرنے میں بڑی تیزی کی شعبدہ بازان قمار خانہ فلکی اور قدیم کارخانہ ملکی، لاجوردی آسمان کی اس بہار بے اماں کو لوٹ کر جا رہے ہیں اور آسمانی میدان کو میرے خوش بخت لشکروں کے خالی کر دیتے ہیں۔ جب چاند کے بادشاہ نے معدلت پناہ شاہ آفتاب کی فوج کی شکایت تمام آسمانی باشندوں کے گوش گزار کی، دن کے فمخند بادشاہ یعنی آفتاب جہاں تاب نے اس سوال کے جواب میں امتحان کے نیام سے تیغ زبان کو کھینچا، بات یہاں تک پہنچی کہ جس روز قضا و قدر کے دہقان آسمان کے سبزہ زار کو تروتازہ اور نورانی آسمان کو منور کرتا تھا، میرے روپہلی گھوڑے کے لیے اس نے ایک چراگاہ تیار کی تاکہ ہر صبح میرا سمیں تن سنہری لٹام نورانی مشربِ اشہب مشرق کے اصطبل سے طلوع کے دیرپوں سے باہر جھانکے غلامانِ صبح بمحکم دوں کہ وہ نجوم کی کنکریوں کو اس مرغزار سے چھین لیں جو مابہدولت کی سواری کی جگہ ہے۔

مستری جو آسمان کے دارالقضا کا کاتب اور شاہی دفتر کے کاغذات کو لکھنے والا ہے۔ صورت دعویٰ اور جواب دعویٰ کو تقدیر کی قلم سے تحریر کے روز نامہ پر مقرر و محرر کیا ہوا تھا قضا و قدر کے وکیل کے سپرد کیا اور واجب الاذعان حکم مستری کے نام جاری ہوا کہ اس قسم کی مشکلات کا حل اور ان واقعات کی پیشی موقوف رکھو کیونکہ ہم ولایت شرع کے حاکم اور عالم درایت اصل و فرع کو نور کی سواری پر اس زرنکار محل پر لاتے ہیں، تمام کلی اور جزئی دعویٰ اور قضایا جو کئی ہزار سال سے موقوف اور رُکے ہوئے تھے آپ کی عالم آراء رائے سے مربوط کرتے ہیں۔

اے گھر تاج فرستادگان تاج وہ گوہر آزادگان
ہر چہ ز بیگانہ و خیل تواند جملہ دریں راہ طفیل تواند
چوں تو بعالم علم افراختی غلغله در کون در انداختی
مہر شد این نامہ بعنوان تو

ختم شد این خطبہ بدوران تو

جب یہ قدر معلوم ہو گیا تو مجھے معلوم ہونا چاہیے کہ یہ سید السادات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے جو زبان حال سے وارد ہو کر مائراغ البصر و ماططنی زبان قال سے حاصل ہوا ہے۔ اس آیت کی اور زیادہ تحقیق باب معراج کے آخر میں آئے گی۔

واقعہ معراج پر چند ابتدائی اشارات

جب حضرت جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم سے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور براق کو ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ اشتیاق کے دروازے پر کھڑا کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم ہمت براق کی رکاب میں ڈال کر پوچھا کہ اے جبرائیل! مجھے کہاں جانا ہے، جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس منزل کی دہلیز کی سات منزلیں ہیں اور ہر منزل میں کئی محفلیں آپ کی تشریف آوری کی منتظر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمت کا تازیانہ ارادہ کے ہاتھ میں پکڑا۔ ۱۔ ۵
رق کردار بر براق نشست تازیش زیر و تازیانہ بدست

پوں در آورد در رکابش پائے کبک علوی خرام جست از جائے
ہر چہ را دید زیر گام کشید شب مکد خورد و مہ لگام کشید

جب پہلے آسمان پر پہنچے، چاند سعادت کے پشیمانیوں کے ساتھ
پہلے آسمان کی سیمر ہیکہ لگائے کبھی مقام ہلال میں جلالی انوار کے پرتو میں ایام صبا
میں نسیم صبا کی طرح خوش و خرم اور کبھی مقام بدر پر عذو شرف کی منزل میں عہد جوانی کی مانند
آب زندگانی کے پیالے کی طرح بغیر کسی پریشانی اور دکھ کے پیش ہوا اور خواجہ عالم صلی اللہ
علیہ وسلم کے براق کی لگام تھام لی اور کہا: ۛ

آراستہ خانہ بیاساے دے از طلعت خود خانہ بیار اے دے
تا دست خود از دا من غم باز کشم بنشین ز سر مراد از پاے دے

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان حال سے فرمایا کہ منازل افلاک میرے سامنے ہیں، تیرے
پاس جو کچھ ماحضر ہے پیش کر۔ چاند نے عرض کیا: جناب! موسم ربیع کی دکان کو رنگ دینے والا میں
ہوں، بلند و بالا ستونوں کو میں ہی تیار کرنے والا ہوں۔ لاکھوں مختلف اور متفاوت رنگ
بہار کے چھوٹوں اور درختوں کے میووں میں نگاہ کے لیے فاعتبر وایا اولی الابصار کا اظہار
ہوتا ہے، یہ تمام اثر میری گرمی کے آثار ہیں، میں کامل نقشبند اور ماہر رنگ ساز بھی ہوں خواجہ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چاند! تجھے شرم نہیں آتی کہ اس کھوٹے سامان کو میرے سامنے
پیش کرتا ہے اور میرے پاس آتا ہے، اگر تو ربیع کا صباغ ہے تو میں وہ ماہر صباغ ہوں
کہ بلف ما انزل الیک کے منکے سے اسرار کے رنگبار سے بہتر رنگ ستفتوح امتی ای
اثنتین و سبعین فریق پیدا کرتا ہوں، جو شخص دکان کے استاد سے ادب چاہے کی
کوشش کرتا ہے آسمان کی انجمن اور ملائکہ کے مجمع میں بے قدر ہو جاتا ہے اور والنشق القمر
کے درے کھاتا ہے۔ ۛ

اے کوس دولت تو ملک بر فلک زودہ عشقت علم بسینہ ٹھہریک بیک زودہ
آئینہ دار طلعت تو بودہ آفتاب خرگاہ ز رطاب ازاں بر فلک زودہ
مردان حسن زو فلک لاجرم شکاف از پنجر سیاست تو بر فلک زودہ

دوسرے آسمان کے واقعات
 اس کے بعد دوسرے آسمان کا ارادہ فرمایا،
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عطار د کو جو
 محل و عقد کے اردوئی کے دفتر کے سامنے رکھے کبھی دریا سٹے قیر کی سیاہی سے تدبیر کے
 قلم کے ساتھ شب قدر کے صفحہ پر مشک اذفر سے تحریر کرتا ہے اور کبھی کافور کی بوتل میں سے
 سنہری قلم کے ساتھ دن کے دیباچہ پر سفید نقش و نگار بناتا ہے اکو دیکھا۔ جب اس کی
 تفریب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری پر پڑی استقبال کے لیے آگے بڑھا اور نیاز مندی سے
 یوں عرض پڑا ہوا ہے

اے دل شدہ فتنہ رخ ماہ وشت عاشق شدہ جاں براں سخنمائے خشت
 در کلبہ مادے در آئے و بنشین تاجان و دل خستہ کنم پیش کشت

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عطار د! تیرے پاس کیا کچھ ہے؟ کہنے لگا: میں
 آسمان کے محل کا صدر نشین ہوں، آسمانی دفتر کی تحریریں میں اپنی قلم سے تیار کرتا ہوں اور
 برج جوزا میری ملکیت ہے۔ عزت و احترام کے جواہرات میری حشمت و جلال کے قبضے میں ہیں،
 صاحبانِ باہ و جلال کے نام فضل و کمال کا منشور میں ہی تحریر کرتا ہوں، اب آپ کی خدمت میں
 حاضر آپ کے حکم کا منتظر ہوں۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عطار د! اگر
 تو آسمانی سبع مثانی کا صدر دیوان ہے تو سبع مثانی جو قرآنی منشور کا صدر ہے میرے
 پاس ہے، اگر نگڑہ جو زاتیرے زیر فرمان ہے تو باغ رضوان لاکھوں حرور و قصور کے ساتھ
 میرے کترین غلام کی ملکیت ہے، تو نے ابھی گوشہ عدم سے قدم باہر نہیں رکھا تھا کہ خوان سالار
 فطرت نے شہرت کے ضیافت خانہ میں میرے قرص وجود کو لاجوردی خوان کے گرد رکھا ہوا تھا
 کہ اول ماخلق اللہ تعالیٰ نودی، وہ شخص جس نے ضیافت میں عند سبب حشمت و
 جلال کا طعام اور عزت و احترام کی شراب ہو بیطعمنی و یسقی فی لی ہوئی ہو تیرے اس
 حقیر سے حاضر پر کیسے توجہ دے سکتا ہے۔

تیسرے آسمان کی سیر
 عزم و ہمت کی باگ چرخِ سوم کی طرف پھیر دی، وہاں زہرہ کو
 دیکھا جو خوشی و شادمانی کا بجا تیار کر کے چنگ و رباب کے

ساتھ گاڑا تھا، طرب انگیز نعروں کی پاکیزگی سے دختران کو اکب کو خوابِ اقوال سے بیدار رکھے ہوئے تھا اور آسمان کے سبز پوش صوفیوں کو اپنی دل آویز آواز سے وجد میں لا رہا تھا، کبھی عطار کے قلم کی نمی سے اپنے رقصاں دائرہ پر پانی چھڑکتا تھا اور کبھی آفتاب کی گرمی میں اپنے صاف و شفاف ارغنون کی جلد کو خشک کرتا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری ملی، پکار اٹھا، ہ

اے ہر دو جہاں نثار خاک پائیت گردوں ز سدا بقدر عالی رایت
 یک لحظہ گزر بکوسے درویشاں کن تنازد دل و از دیدہ بسا ز مہجایت

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرکبِ دولت کی باگ کھینچ لی اور کہا: رُکنے کا مقام نہیں، تیرے پاس ما حاضر کیا ہے؟ لے آؤ۔ زہرہ نے کہا: قصر سوم کی ملکیت کے تمام قطعات میرے قبضہ اختیار میں ہیں، گنبد خانہ افلاک کے گویوں کا زمزم میرے نعمات کے اوتار کی حد تک ہے، آسمانی عبادت گاہوں کے زرق برق لباس پہننے والے میرے سرود سے رقص کنائیں ہیں، طرب برا ملکوت کی بزم کے حریف میرے نغمہ اور آواز پر رقص کرتے ہیں، جب میں خوشی کے دلنواز تاروں کو بجاتا ہوں تو اکب کے مجلس نشین ثواقب کے درہم و دنانیر میرے دائرہ میں چھینکتے ہیں۔ آج رات وہ تمام آپ پر بچھا کر کرتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لطیف اشارات کے ساتھ اس ضعیفہ کا جواب دیا کہ اے زہرہ! تیرے اس بے فائدہ نغمہ پر وہ شخص فریفتہ ہو گا جس کے گھر میں کوئی زہرہ نہ ہو اگر تو بارہ مقامات پر چوبیس قسم کے مختلف نغمے رکھتی ہے تو میری زہرہ ایک سال میں بارہ مہینے، ایک ماہ تیس دن اور ایک روز چوبیس گھنٹوں میں تیس رکعت نماز کے اوتار میں اقامتِ الصلوٰۃ نیاز کے حلقہ کو یوں حرکت دیتی ہے کہ ہر دو گانہ میں حق سبحانہ و تعالیٰ حرکت لاکھوں بار موتی اس کے گوش بہت میں ڈالتا ہے ان مرحمت اللہ قریب من المحسنین، عصمت کے لاکھوں درہم و دینار اس کی عفت پر قربان کرتا ہے کہ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون ان درہم و دینار کو جنہیں تو گداگری سے حاصل کرتا ہے میں کیا کروں گا۔ براق کی باگ کو حرکت دی اور چوتھے آسمان کا قصد فرمایا۔

فلک پیا، شامانہ آفتاب نور افشاں لاکھوں جانتان نیزے اسکے
 چوتھے آسمان پر آگے پیچھے چمکتے دیکھے۔ اس کے طلوع ہونے سے چاند باوجود نور کے
 سیاہ رات کے پردے میں جا چھپا اور اس کی حرارت و تپش سے مرتخ تو یخ آیمختہ زرد نگار غبار
 کے ساتھ لاکھوں رو پہلی جلاجل اور سنہری زنجیری اس کے سنہری طناب سے لٹکے ہوئے
 تعلق اور چا پلو سی کے رشتہ کو نور افشاں کے باوجود اغیار کے ساتھ میل جول سے گرے ہوئے
 نہیں ہیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک اثر خیر اور اس سردار کی آمد خوشخبری آفتاب
 کے کانوں میں پہنچی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کو بھاگا آیا اور یہ رباعی آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی:

اے خواجہ کہ عشق ازلی مایہ تست ناعش فلک کمینہ بک پایہ تست
 شخصت ز لطافت چو نثار و سایہ زانست کہ آفتاب در سایہ تست

دل بنہ زلف تابدار تو کنم جاں چاکر لعل آبدار تو کنم
 گر بامن دل خستہ بر آرمی نفی صد جان اگر بود نثار تو کنم

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ منازل افلاک میرے درپیش ہیں
 ٹھہرنا ناممکن ہے، جو کچھ تیرے پاس ہے وہ پیش کر۔ کہنے لگا، چوتھے تخت کا بادشاہ میں ہی
 ہوں اور ساتوں آسمانوں کے انجم کا میں سلطان ہوں، اگر میری روشنی ظاہر نہ ہوتی تو پتھر کا
 جگر دل تنگ پتھر میں یا قوتی رنگ کی خلعت کیسے پہنتا اور لعل بدخشانی اور غوانی شراب کیسے
 پیتا، یعنی حقیقی کو عورت و تمکین کے نیگینے کے لائق بناتا ہوں، میں سرخ سونے کو خزاں کے
 پتوں کی مانند زعفرانی لباس پہنتا ہوں، میں بھلوں کے اطفال کے درختوں کی گود میں
 نامکمل طریقہ سے پرورش کرتا ہوں، موسم سرما کی سردی میں زربفت کا لباس سردی کے
 مارے ہوؤں کے سروں پر ڈالتا ہوں، حاصل کلام یہ کہ زندگی بھر کی کمائی آپ کی تشریف آوری
 پر قربان کرتا ہوں۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تو آسمانی قطعات کا شعلہ برآں
 تو میں آسمان لولاک کا آفتاب ہوں، آسمان جلالت کا علمبردار اور کاروان رسالت کا قافلہ سالار

ہوں، جب میرے آفتابِ نبوت نے آسمانِ فتوحات و کشادگی پر اسلام کے جھنڈوں کو نصب فرمایا، مگر ابھی کی وادی کے سرشتگانِ جہالت کی تاریکی سے آزاد ہوئے اور مگر ابھی کے کوراہے سے ہدایت کے راستہ پر گامزن ہوئے۔ اے آفتابِ اتوا یک ڈھال کی مقدار بادل کی ۱۰ ڈھل میں ایسا چھپ جاتا ہے کہ شعاع کے تیر کو اس میں سے نہیں گزار سکتا، میرے ساتھ جو شریعت کا آفتاب ہوں اور طبیعت کے حجاب سے آزاد ہوں کیا مقابلہ کر سکتا ہے، یہ کہا اور سواری کو ایڑ لگا دی۔

پانچویں آسمان پر شانِ رسولؐ
مریخ کی منزلی جو پانچویں محافظ خانہ کی چھت ہے،
پر جا کر باگ کھینچی، بہرام کو دیکھا کہ تغلب کا خنجر ہاتھ
میں پکڑے ہوئے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم کو بوسہ دیا، خواجہ عالم صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا: اے بہرام! تم کیا کچھ رکھتے ہو؟ اس نے عرض کیا: میں سپہ سالارِ انجم ہوں
پانچویں آسمان کا پہلوان ہوں۔ سپاہِ رات کے درمیان لشکر کشی کرنے والا صف شکن ہوں،
آسمانوں میں دشمنوں کی تباہی، تلوار کا دھنخی ہوں۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے
قاتل، ظلم پیشہ اور اے غدار ظالم! تو بیرینِ تلوار کے ساتھ کیوں خون بہاتا ہے اور
منصفوں کے ساتھ ظالمانہ رویہ اختیار کرتا ہے، اگر تجھ میں طاقت ہے تو میری طرح زبان کے
نیزے سے کفر و عصیان کے ہزاروں مردہ پڑ مردہ لوگوں کو میدانِ دعوت میں ہمیشہ کی زندگی
عطا کر۔ یہ کہا اور منزل کا خیال کر کے دارالحکم مشتری کی طرف رخ کیا جو چھٹا آسمان ہے۔

چھٹے آسمان پر جلوہ فرمائی
وہاں آسمان کے قاضی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
دیکھا کہ درس و تدریس کے صفحہ پر سندِ حکومت پر
تکیہ لگائے، رضا کے مقام میں قضا کے کاروبار میں مصروف حکمرانی کی خلعت پہنے اور لباس
معدلتِ زیب تن کیے بیٹھا ہے۔ جب اس نے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری
کی خبر سنی، قاضی شرع کی رکاب کو بوسہ دیا اور یہ اشعار خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت
میں پیش کیے، اے

لے ہر دو جہاں طفیلِ خاکِ قدمت دے معجزہ مسیح از فیضِ دمت

ملک و ملکوت پر زحمت کرمت بر کنگرۂ عرش رسید علمت

لوحِ جبر کے لیے اپنے شمعِ رضا سے ہمارے شہستان کو منور کیجئے، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کچھ تیرے پاس ہے پیش کر کیونکہ باشندگانِ عصمت میری تشریف آوری کے انتظار میں ہیں۔ مشتری نے کہا: میں آسمانی شہروں کا قاضی ہوں، ستاروں میں عادل ہوں، قضا کا حکم میرے نام ہے، فتویٰ اور تمسکات میرے ہی احکام سے صادر ہوتے ہیں، انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تو آسمانی شہروں کا قاضی ہے تو میں الرحمن علیہ القرآن کے مدرسے کے معلم کا نائب ہوں، قرآن میرا منشور ہے اور فرقان میرا دستور، علم شریعت میرا شعار ہے اور علم وراثت میرا اثاثہ، فتویٰ کیا ہے؟ میری شریعت، تقویٰ میرے طریقہ کے بغیر کچھ نہیں، دنیا میری عبادت گاہ اور آخرت میری آرام گاہ ہے۔

اس کے بعد ساتویں آسمان کا ارادہ فرمایا جو زحل کا ساتویں آسمان پر قدم مقام ہے، کیونکہ اگر آراستہ تاج سر پر رکھے اور زرق برق لباس زیب تن کیے دیکھا، بہرام اس کی خدمت میں تلوار پکڑے کھڑا تھا، جب دُور سے خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم کے براق کی گرد اٹھتے دیکھی، استقبال کو بھاگا اور ان اشعار سے مدیہ عقیدت پیش کیا:۔

انے بہفت فلک غلام خاک در تو وی دیدہ عقل خیرہ در منظر تو

ہر چند کہ شد مسند ہفتم جہنم پستم چو زمین در قدم چاکر تو

انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس محل کی بلندی کی طرف صعود سے مقصد زحل کی منزل میں داخل نہیں تھا، اللہ ساکنانِ افلاک کی درخواست کو رد کرتے ہوئے مرکبِ ہمت کو ساتوں آسمانوں سے نکال لے گئے۔ چنانچہ شیخ نظامی گنجوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۳۱ کیفیت کو تھوڑا سا بیان کیا ہے:۔

شد بتقطع نطع ایں اوراق

شاہ راہی بشہیر ملکی

داد سر سبزی از شمال غیش

چوں محمد برقص پاٹے براق

می برید از منازل فلکی

ماہ را از خط حمایل غیش

بر عطار د زلفتہ کاری دست زنگی از کوزه رصاصی بست
 زہرہ را از فروغ مہتابے برقعے بر کشیدہ سیما بے
 چون بر آمد بتختگاہ سپہر تاج زرین نہاد بر سر مہر
 سبز پوشید چون خلیفہ شام سرخوئی گذاشت با بہرام
 مشتری را ز قوس سر تا پاتے در دسر دید گشت صندل ساتے
 تاج کیواں چو بوسہ زد قدش در سواد عبیر شد علمش

او خدماں مثال باد صبا
 در گزشت از ریاض نہ خنہ را

بہشت قدم رسول کو بوسہ دیتی ہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 سات آسمانوں سے گزر گئے تو

بہشت کو حکم پہنچا کہ اے بہشت! خود کو پوری زیب و زینت سے آراستہ و پیراستہ کر کے
 اُن سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو تاکہ جس طرح دوسرے آسمانوں نے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی علو ہمت کا مشاہدہ کیا ہے تو بھی کرے۔ بہشت نے خوب صورت
 چادر سر پر ڈالی، عمدہ لباس زیب تن کیا، حیا کا سرمہ آنکھوں میں لگایا، پاکیزہ
 سُرخ رخی رخساروں پر کلی اور خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی،
 آپ نے جنت کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور چشم التفات اس پر نہ ڈالی مگر اِن البصر
 و ماطقی۔ بہشت نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! رضوان باوجود اپنی خوبصورتی
 اور حسن کے میرا دربان ہے منس و استبرق باوجود تمام لطافت و پاکیزگی میرے محل کا
 فرش ہے، میرے پاس شہر اور محلات ہیں، شرابِ طور کے سر بہر برتن ہیں، میری آسائش
 و راحت آپ کو معلوم ہے، عدم تو بھی کا سبب کیا ہے؟ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا: اے بہشت! اپنی زیادہ تعریف نہ کر اور ہمیں اپنی زینت و آرائش نہ دکھا کیونکہ تیری
 قیمت ایک کلمہ سے زیادہ نہیں، کوئی غزوہ و دروغم سے ایک مرتبہ زبان سے کہہ دے
 کیونکہ ثمن الجنة لا الہ الا اللہ ہے۔ بہشت نے کہا: یا رسول اللہ! اگر میں آپ کی

خدمت کے لائق نہیں ہوں تو مجھے اپنے خادم کے سپرد کر دیجئے تاکہ میں نا اُمید واپس جاؤں۔
جنت بلال کو بخش دی گئی خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عرش کے نیچے تھا کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے نعیلین مبارک کی آواز سنی جو آدھی رات کے وقت گھر سے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ جنت کو حضرت بلالؓ کے حوالے کیا، بہشت فریاد کرنے لگی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اُس شخص کو دے رہے ہیں جو ابوقحافہ کے لڑکے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کا زرخید ہے اور وہ جس کی طرف جگہ کی کوئی عورت دیکھتی نہیں تھی۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو یہ کہتی ہے ٹھہرو، دیکھیں بلالؓ کیا کہتے ہیں، تو ان کی سیباہی کو کیوں دیکھتی ہے، تجھے علم نہیں کہ دلبوں کے خال اور زلف جس قدر سیباہ ہوں زیادہ خوب صورت ہوتے ہیں، رات کی تاریکی کو جب تک دن کے مرورید کے مقابل نہیں رکھا کیوں ا لیل علی النہار سے شریاب نہیں ہوا۔ ہر صبح مُحب بلالؓ مراقبہ میں سر جھکاٹے آہیں بھرتا ہے، اس کی ایک سحر گاہی صد ہا بہشتوں سے قیمتی ہے اور جب درد انگیز نالہ جگر سے کھینچتا ہے کروہیا کے خرمن امن و سکون کو جلا ڈالتا ہے۔

آہ سوزاں زول آں دم کہ فرستم بفک

گر بسوزد پر وبال ملکی معذوم

انقصہ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور بہشت کا شبِ معراج میں عقد ازدواج باندھ دیا گیا اور ان من یقرع باب الجنة بلال کے مصداق خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حجت تحریر کر دی اور جنت کو اس کے سپرد کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر تشریف لاتے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہو کر قدموں میں گر پڑے اور عرض کی: اے ایوانِ رسالت کے مالک اور اے آسمانِ جلالت کے ستارے! آپ اعلیٰ مملکت میں تشریف لے گئے ہر شخص کا رتبہ ترقی پذیر ہوا، کیا بات ہوئی کہ میرا رتبہ پہلے سے کم ہو گیا؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اے بلالؓ! وہ کس طرح؟

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا : وہ شخص جس نے آپ کے ایک دیدار کی خاطر تمام دنیا کو ترک کر دیا تھا اور حواس کو معزول کر دیا تھا، سات آسمانوں کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا، چار طبق جنت کو کیا خاطر میں لائے گا۔

نہ جنت جویم و نہ حور و نہ انہارے خواہم
تو ازانی اسے زاہد کہ من آں یار می خواہم
شہاں ملکوت فردوس را باری بدست آرید
کہ من درویش عالی ہتم دیدارے خواہم

رات کے وقت معراج میں حکمت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کورات کے وقت معراج پر لے جانے میں ایک توبہ حکمت تھی تاکہ دو آفتاب ایک آسمان پر اکٹھے نہ ہونے پائیں، لامحالہ جب منور آفتاب کو مغرب کے غلاف میں چھپا دیا گیا سیاہ مشکیں لقب والے کے جھنڈے کو تعریف و توصیف کے نورانی اشہب ثاقب کے نیزہ پر باندھا، عالم کن فیکون کے متحرک سکون باشندوں کو سیاہ لباس پہنایا، ولایت معیشت میں تصرف کرنے والوں نے وجعلنا انہما معاشا کے مطابق قبولیت کے گوشوں میں غیبت کا لباس پہنا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم گوشہ تنہائی میں خوشحال وجود و شہود کے جواہرات کا مطالعہ فرماتے تھے ایک رات کا نتیجہ کیسی رات !

شبے دیباچہ صبح سعادت
ز قدر او مثالے لیلۃ القدر
ز نور او براتی لیلۃ البدر
بیاض غرہ اشش نور علی نور
نیش جہ سنبل شانہ کردہ
بسمار ثوابت چرخ سیار
ز دو تہاتے روز افزوں ریادت
ہوایش اشک شبنم دانہ کردہ
بہستہ بر جہاں در ہائے ادبار

طرب را پڑوں سحر خداں از دل

گریزاں روز محنت زو شب شب

جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوت خانہ میں آتے، حیران تھے کہ

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس طرح بیدار کریں کیونکہ جبرائیل علیہ السلام اس بات پر مامور تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لطف و پاکیزگی سے بیدار کریں۔ اس مقام پر دو روایتیں نظر سے گزری ہیں، ایک یہ کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: اے جبرائیل! تو دور رہ، میں اپنے بندے کو اس طرح مہربانی سے بیدار کروں گا کہ آپ کے ضمیر منیر پر توہم و ملال کا سایہ نہ پڑے اور آئینہ کی مانند شفاف دل اطہر پر خوف و خشیت طاری نہ ہو۔ اسی وقت خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے، آنکھ کھلی تو دیکھا جبرائیل علیہ السلام کھڑے ہیں۔ دوسری یہ کہ جبرائیل علیہ السلام سے منقول ہے کہ مجھے وحی الہی سے معلوم ہوا کہ میرے جسم کی ساخت و ترکیب جنت کے کافور سے ہوئی ہے، مگر مجھے اس کی حکمت کا علم نہیں تھا۔ اس کی حکمت مجھے معراج کی رات معلوم ہوئی، ہوائوں کے میں نفاست و لطافت کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جگانے میں متاثر تھا سوچتا تھا کہ کس کیفیت سے بیدار کروں، مجھے الہام ہوا کہ اپنے چہرہ کو پائے مبارک کے تلوے پر رکھوں، جب میں نے اپنے چہرہ کو پائے مبارک پر ملا، کافور کی برودت حرارت کے ساتھ ملی جو خواب کا لازمہ ہے، آنحضرت نیند سے بسہولت بیدار ہو گئے، اپنے کافور سے پیدا کیے جانے کی حکمت مجھے اس وقت معلوم ہوئی۔

رات کو معراج پر لے جانے میں یہ حکمت بھی تھی کہ صدیق اور زندق میں فرق حکمت دوم ہو جائے کیونکہ اگر دن ہوتا تو تمام لوگ دیکھتے اور انہیں معلوم ہو جاتا، شبہ جاتا رہتا اور کوئی امتیاز باقی نہ رہتا، چنانچہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: صدقت اور عقبہ بن ابی لہب نے کہا: کذب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نفرین بھیجی اور فرمایا: اللہم سلط علیہ کلبہا من کلابک۔ اس کا قصہ اپنے مقام پر انشاء اللہ العزیز بیان ہوگا۔

دستور ہے کہ مستورات کو مردوں کے ظہور کے وقت گوشہ تنہائی میں حکمت سوم پردہ کے پیچھے پھپھادیتے ہیں، جب مردانگی و مردمی کے میدان کا جگمگا آسمان کے سینہ زار پر گزرا تو پردہ داران فلک چہارم گوشہ تنہائی میں بھاگے،

ہاں وہ چاند جس کا نور عاریتی تھا نورِ حقیقی اَوّل ما خلق اللہ نوری کے ساتھ کیا مقابلہ کر سکتا تھا۔

اسے درویشِ باگوں کے درمیان دستور و ضابطہ یہ ہے کہ جب دلہن اور حکمت چہارم نوشاہ کے درمیان عقد باندھا جاتا ہے اور بل بیٹھنے کے قواعد مستحکم ہو جاتے ہیں تو جب وصال کا وقت آتا ہے تو اس قدر توقف کرتا ہے کہ رات ہو جائے اور دستِ فلک تاریکی کا پردہ مخلوقات کے چہرے پر ڈال دے اور قل من یکلؤ کھیا لیل والنہار کے محافظ بساطِ روزگار کے میدان کو اغیار اور نامحرموں سے پاک کر دیں اور و دیانے کن فکان کی پیشانی سے متحرک افواج کی موجیں ساکن ہو جائیں، پرندے اپنے اپنے گھونلوں میں اور وحشی اپنے اپنے ٹھکانوں میں آرام کریں، مشاطہ وصالِ محبوب میں مدد دیتی ہے، حسین دلہن کو کمال و اقبال کے زیور سے آراستہ کر کے رات کو نوشاہ کے خلوت خانہ میں بھیجتی ہے تاکہ بے تکلف شہمت کا پردہ عزت کے جمال سے اٹھا کر محبت و انس کا ہاتھ ایک دوسرے کی رفاقت کی گردن میں ڈالیں، لاجرم ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم جو حرمِ سرائے قدس کی دلہنوں کے تاج کے موتی اور انس و محبت کے طرب خانہ کے نازنینوں کے حبیب تھے اس مبارک رات قدرت کے مشاطکام نے گھنگھریالے بالوں والی رات کی دلہن کو مشکِ سنبل اور عنبر و قنفل سے آراستہ کیا اور حکمت کا فرش بچانے والوں نے قضا کا سنہری خیرہ عروسی سرائے عالم سے اٹھا کر شام کا سیاہ شامیانہ اس آبنوسی حجرہ پر تان دیا، اس خلوت نشین نازنین لی مع اللہ کو خلوت خانہ دنی فتنہ دنی میں انبساط کے بستر اور ادا دنی کے بخت و اقبال کے تخت پر بٹھایا اور عالمِ غیب کے گویے یہ زمرہ سناتے تھے، مولفہ غفرلہ۔

۵

بیا در بزمِ اودنی ایچے حرفے ز من بشنو
اگر اسرارِ وحدتِ راز کس باور نہ داری
برا فکن نورِ عظمتِ رازِ راہ بردار کثرتِ را
گئی کز شوقِ میِ ناالمِ خبر کے دارم از عالم
جولے میرِ سد ہر دم ازاں عالمِ بگویش من

وزاں اسرارِ ما اوجی عجب طور سخن بشنو
تو گوشِ ہوش خود بکشاوے کام و دہن بشنو
پس آنگہ سترِ وحدتِ را تو ہم از خویش بشنو
رنے در خاکِ میِ ناالم کہ اے جانِ راز من بشنو
کہ من راز تو بشنودم تو اکنوں راز من بشنو

معین درکش مے باقی بے برب ساقی پس آنگہ ستر مشاقی ازاں خوب فتن بشنو
 معراج کے لیے رات کو منتخب کرنے میں یہ حکمت بھی تھی کہ رات اسرار کی
 حکمت پنجم پردہ دار اور یارانِ ننگسار کی محرم و ساتھی ہے، یہ پردہ عصمت، جذبہ
 رحمت، باغ یقین، چمن ان التثیقین، تخت و تاج اولیاء، بخت و معراج انبیاء،
 سجدہ گاہ عباد اور زاہدوں کی خلوت گاہ ہے۔

شب خلوت خاص عاشقان است شب محرم راز صادقان است
 معراج قلوب اہل شوق است تاراجِ کرب اہل ذوق است

حرفیہ رات کی بہت سی فضیلتیں اور خصوصیات ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

الف۔ رات مضطرب اور بے قرار لوگوں کے لیے آرام و قرار ہے وجعلنا لیل
 لتسکنا فیہ ط

ب۔ بہجت صائمین (روزہ داروں کے لیے خوشی و شادمانی)، روزہ کی افطاری
 رات سے شروع ہوتی ہے۔ ثواتموا لصیام الی الیل۔

ت۔ تجلّ جمالی و جلالی، رات کے آئینہ میں ہوتی ہے فلما جت علیہ الیل
 مراۃ کو کیا۔

ث۔ ثواب بے حساب، مبارک رات کو بیداری ایک ماہ کے برابر بلکہ ہزار رات سے
 بہتر، لیلة القدر خیر من الف شهر۔

ج۔ جود و سخا، اغیار کی نگاہوں سے پوشیدہ بے ریا عطیات رات کو بے شمار
 ہوتے ہیں، الذین ینفقون اموالہم باللیل سرا و علانیہ۔

ح۔ حلاوت طاعت فرمانبرداران کے لیے رات میں ہی میسر آتی ہے قم الیل
 الاقلیل۔

خ۔ خزانہ عبادت اہل سعادت رات ہی ہے، امن ہو قانت انا ع الیل۔

د۔ عالی مقام تسبیح پڑھنے والوں کی تسبیح کا دہر رات ہی میں ہے و سبحہ لیل
 طویل۔

ذ۔ مقربانِ شیریں گفتار کا ذوق و شوق رات ہے، یتلون آیات اللہ انا ءا لیل۔

س۔ خستہ حال بندوں کی جرات کی راحت اور سوگوار و رماندہ لوگوں کے لیے استراحت رات ہی کو حاصل ہوتی ہے۔ وهو الذی جعل لکما لیل لباسا والنوم سباتا۔

نہ۔ زینت و تجل ہمیشگی کے صدق و توکل کی معیت رات میں ہے وجعلنا لیل سکنا۔

س۔ احباب کی آنکھوں میں سوداوی عشق کی نیند آرام و قرار کے لیے نہیں بلکہ مطالعہ اسرار اور مشاہدہ انوار کے لیے رات کو میسر آتی ہے ومن آیاتہ منا مکم باللیل۔

م۔ شرف نزول قرآن کو ہر بار رات میں حاصل ہوا، انا انزلناہ فی لیلة القدر۔

ص۔ صولت و ہیبت طول اسرار رات میں ہے ان فاشئة لیل ہی اشد وطأ و اقوم قیلا۔

ض۔ ضیائے بواطن، شب زندہ دار، تہجد گزار لوگوں کی رہائش گاہوں میں روشنی و ضیا رات کو ہوتی ہے، یعلمہ فمستقیم ادق من فلتی الیل۔

ط۔ طرب و نشاط رکوع و سجود کرنے والوں کو رات کو حاصل ہوتا ہے، وایة لہم الیل۔
ع۔ کمزور و ناتواں روزہ داروں کی عشرت رات ہے، احل لکم لیلة الصیام الرفث الی نسا شک۔

غ۔

ف۔ فتح و ظفر موسیٰ علیہ السلام کے لیے، فاسر لعیادی لیل۔

ق۔ قافلہ مخدوم مہاجرین و انصار بخت و اقبال کی طرف رات کو متوجہ ہوتا ہے، ومن الیل فتهجد بہ نافلة بک۔

ک۔ کفایت کار حضرت لوط علیہ السلام رات ہی کو ہوئی، فاسر باہلک قطعاً من الیل۔

ل۔ لذتِ مناجات اور زوقِ طاعت رات میں ہے، اقم القلوة لدوک الشمس الی غسق الیل۔

م۔ معرفتِ حقائق اسرار فاعتبروا یا اولی الابصار رات میں ہے۔

ن۔ نورِ سرور رات میں ہے، من کثر صلواتہ باللیل حسن وجہہ بالنہار۔

مجاہد قسم باری تعالیٰ (خدا تعالیٰ نے رات کی بار بار قسمیں کھائی ہیں) پر سبیل مکرار
رات میں ہے، واللیل وما وضو لیل اذا عسعس واللیل اذا یغشی واللیل
اذا استجی۔

۵۔ ہیئت رخسار اشرا سیاہ رات کی تاریکی کی مانند رات میں ہے، کانما اغشیت وجوہہم
قطعاً من اللیل مظلماً۔

۶۔ لاکہ آیات میں تفکر تدبر کے موتی رات کو حاصل ہوتے ہیں وباللیل افلا تعقلون۔
ی۔ یمن بکت سید ابرار و سنداخیار اعنی محمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں
رات میں ہے، سبحان الذی اسری بعبدہ لیلًا۔

میرے والد محترم نے فضائل رات میں کہا ہے

خواب نم بہادہ میں بہو صلائی نیم شب	دست کرم کشادہ میں بہر دعاے نیم شب
وقت صال وصال نیم شب گردش عیاں	لے جسم مہمان عاشقان باد افلائی نیم شب
نیم شب تیر عابقر ہستم سے زوم	ہاں کارگر آمد مگر تیر دعاے نیم شب
ہر نیم شب آمد نذا از بارگاہ کبریا	بجائے گوش ہوش بشنوندے نیم شب
گوید کہ مل من نائب خواند کہ مل من مذنب	جوید کہ مل مستغفر در انتہائے نیم شب
تا تو بر پذیرم از وین جسمم بر گیرم ازو	اود انداز من من از و اندر خلائی نیم شب
ہم عید ہیں ہم قدر ہیں ہم قلب ہیں ہم صد ہیں	ہم شمس ہیں ہم بدر ہیں در تگنائے نیم شب
ہم باج ہیں ہم تاج ہیں ہم جسم مہمان تاج ہیں	ہم بیتہ المعراج ہو بر سائے نیم شب

ہاں لے فراخی کار کن رو نالہ ہائے زار کن

دل مرده را بیدار کن از نالہ ہائے نیم شب

منکیرین معراج کے لیے چند اشارات

بعض کوتاہ نظر ہر جو اس کے قید خانے اور اوہام عقل کی زندان سے باہر نہیں نکل سکے
اور ہمیشہ قفس خاک کے قیدی اور آسمانی حادثات کی زنجیروں کے مقید ہیں، ہمیشہ اپنے جزوی

اور اکات سے بندھے ہوئے اور اپنے کوتاہ اندیش دل کے توہمات و تخیلات میں گرفتار ہیں اور جنہوں نے دیدہ دل کو حقائق امور کے لیے جو قدرت الہی میں داخل ہیں، نہیں کھولا اور نہ ہی واللہ علیٰ کل شیء قدید کی حقیقت معلوم کی ہے۔ خوارق عادات کو باور نہیں کرتے اور ابوہل کی مانند صدیقیوں کی صداقت کی تصدیق سے روگردانی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ خاکی ثقیل جسم کا لطیف ہوا میں غلام کی طرف اٹھنا ممکن نہیں مگر اہل سنت و جماعت جنہوں نے معراج کی تصدیق کی ہے کہتے ہیں کہ اگر جسم کثیف کا لطیف فضا پر اٹھنا ممکن نہیں تو لطیف ہوا کا زمین کی طرف نیچے آنا بھی ممکن نہیں، پس جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمان کی طرف جانے سے انکار کرتا ہے لازماً جبرائیل علیہ السلام کے زمین پر آنے سے منکر ہوگا اور ایسا اعتقاد کفر صریح ہوگا عیاذ باللہ۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی تصدیق کے وقت ان سے اس کے متعلق دلیل پوچھی گئی تو آپ نے یہی دلیل پیش کی، چنانچہ اپنی جگہ پر انشاء اللہ بیان ہوگا، ہم اس فصل میں صرف دس تمثیلات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جہانی کی دلیل ہو سکتی ہیں، بیان کرتے ہیں :

اصحاب ہیئت و نجوم نے ہندسی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آفتاب کا جسم
تمثیل اول زمین سے ایک سو چونسٹھ گنا اور ایک روایت کے مطابق ایک سو چھیاسٹھ گنا بڑا ہے اور ایک لمحہ میں کئی ہزار سالہ راہ طے کر جاتا ہے اور حرکت آفتاب سے مراد اس کے فلک کی حرکت ہے، جبکہ اس قسم کی سرعت سیر عقل کے نزدیک بعید نہیں ہے کہ آفتاب کا جسم اس قدر سالوں کا راستہ آنکھ جھپکنے میں طے کر جائے تو خردمندان جہاں کے روشن ضمیر پر یہ بات کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے کہ آسمان نبوت کا آفتاب اور سپہر جلالت کا خورشید صلی اللہ علیہ وسلم جن کے وجود کے نور سے لاکھوں اجرام فلکی اور جواہر مجردہ ملکی استفادہ کرتے ہیں، خداوندی امداد و ارشاد و سبحان الذی اسری بعبدہ رات کے بعض حصے میں ساتوں آسمانوں سے آگے نکل جاتیں اور سب سے بلند مقام دئیٰ فست دئیٰ فکان قاب قوسین ادا دئیٰ پر ترقی فرمائیں۔

تمثیل دوم کشمیر کے جادوگر باوجود جنت باطنی کے ملک کی سواری اور جبار و سپہ سالار

کھڑی کا چابک تیار کرتے ہیں اور شیطان کی راہبری سے ایک ساعت سے کم مدت میں کشمیر کے انتہائی دور دراز مقامات کو دماوند پر جاتے ہیں مٹکے کی سواری، جارب کی کھڑی کا "نازیانہ شیطان کی راہبری میں بہت زیادہ مسافت بہت کم زمانہ میں بعید از عقل نہیں تو راکب سید المرسلین ہوں، سواری براق ہو، مرغزار علیتین اور تازیانہ خلد بریں کے یا قوت و زبرد کا ہو اور راہبر جبرائیل علیہ السلام ہوں، عنان عزیمت اسرافیل کے ہاتھ اور ہینولا رب العالمین جل و علاء منزل مقصود ہو۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم طرفۃ العین میں مسجد حرام سے اجماع علوی نکلتا ہو اُنیں تو تعجب کی کونسی بات ہوگی۔

ابلیس جو کہ مخلوقات میں بدترین ہستی ہے ایک لحظہ میں مشرق سے مغرب **تمثیل سوم** تک جا پہنچتا ہے اور مغرب سے مشرق کو لوٹ آتا ہے۔ جب بدترین ہستی کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جائے تو اٹھارہ ہزار عالم کے ہادی کا یہ منصب کیوں نہیں کہ وہ ایک رات میں عالم ملکوت کی بلندیوں تک پہنچے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام خداوند جل و علا کی امداد سے چوتھے آسمان پر گئے **تمثیل چہارم** اور حضرت ادریس علیہ السلام آسمانوں کی سیر کر کے جنت میں داخل ہوئے، چنانچہ یہ دونوں واقعات نص قرآنی سے ثابت ہیں اور ان دونوں نے جسم و روح کے ساتھ عالم افلاک کو صعود کیا، پس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (جو مرتبہ میں ان سے بلند تر ہیں) آسمانوں پر جانے اور واپس آنے میں کیا امر مانع ہے۔

گیلی کھڑی کو جو ذاتی نمی کی وجہ سے وزنی ہوتی ہے باز کے پاؤں سے **تمثیل پنجم** باندھ دیا جائے تو وہ اڑ نہیں سکتا، لیکن وہی کھڑی اگر سورج کی گرمی میں خشک ہو جائے اور وہ وزنی جو نمی کا لازمہ ہے اس سے زائل ہو جائے تو ہلکی ہو جاتی ہے اور بازار اڑنے لگتا ہے، ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم انامن اللہ کے آشیانہ سے اڑے ہوئے شاہ باز تھے اور دما ارسلناک الراحمة للعالمین میں نزول فرمایا اور وزنی کھڑی انما انا بشر مثلکم اس شہباز بلند پرواز ابیت عند سرجی کے قدم پر باندھ دی تاکہ بشریت اور انصافیت کے وزن سے اُمت کے ساتھ وابستہ رہے۔

لیکن جب آفتابِ عنایت کی گرمی سے اپنی بشریت کے وزن اور نفسانیت کے بوجھ کو مٹا دیا،
آب و خاک کی طبیعت وجودِ باجوہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے مکمل طور پر نکل گئی تو شبِ اسری
میں جسم روح و قلب کے ساتھ عروج کرے تو کیا تعجب ہے۔

تمثیل ششم شعبہ باز بقیۃ مرغ میں سوئی سے سوراخ کر کے جو کچھ اس میں ہوتا ہے
باہر نکال لیتے ہیں۔ پھر وہ اوس جو موسم بہار میں صبح کے وقت سبزے پر
پڑتی ہے لے کر اس سوراخ کے ذریعہ بتدریج داخل کرتے ہیں اور اسے بھر دیتے ہیں،
پھر اس سوراخ کو موم سے بند کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد اس شبنم سے بھرے ہوئے انڈے
کو دھوپ میں رکھتے ہیں، جب وہ شبنم انڈے کے اندر گرم ہو جاتی ہے، وہ انڈے اس
شبنم کے سورج کی کشش سے ہوا کی رکاب میں قدم رکھ کر عالمِ بالا کا قصد کرتا ہے۔ اسے
عارف! کچھ جانتے ہو کہ ہم کیا کہہ رہے ہیں وجودِ باجوہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اس عرصۂ عالم
میں بقیۃ مرغ لاہوتی تھے، تقدیر ازلی کے صانع نے صنعتِ لم یزلی کے ساتھ تشریح کی۔
اللہ نشرہ لك صدرک کے نشتر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ بے کینہ کو شکاف
دیا اور بشریت کی خصوصیات اور جسمانیات کے اخلاط کو مکمل طور پر آپ سے نکال دیا یہاں تک
کہ شوق کے نڈاکنندگان نے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے لست کا حد کی تمام جہاں
میں صدا دی، پھر شبنم کرم جوازل کے آسمان سے سحرگاہِ ازلی میں جو ثبارِ قدس کے سبزہ زار پر
برسی تھی نجات شوق میں جمع کر کے بقیۃ سیرغ بکریا میں بھر دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے وجودِ باجوہ کے بقیۃ کو تجلی کی گرمی میں اتنا عرصہ رکھا کہ عشق و محبت کی حرارت سے شوق و
محبت جوش مارنے لگے پھر کشاکش سبحان الذی اسریٰ کی مدد سے ہوائے کبریا کا قصد
کیا اور ان سات آسمانوں پر اڑ کر دفنی فتدنیٰ کی مسند پر قاب قوسین ادا دنیٰ کے
تختِ ترکیبہ لگایا چنانچہ شیخ نظامی گنجوی قدس سرہ نے فرمایا،

سربون زد ز عرش روحانی	در نظر گاہ سر سہمانے
حیرتش چوں خطر پذیری کرد	رحمت آمد لگام گیری کرد
قاب قوسین او دران اثنا	در گذشت از دنیٰ باد اولیٰ

تمثیل ہفتم شریعت کا اصول ہے کہ جب دو چیزیں اس طرح جمع ہو جائیں کہ ایک غالب اور دوسری مغلوب ہو تو حکم غالب شے پر ہی ہوگا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ آب آمیختہ دودھ اگر بچے کو پلائیں تو حکم رضاع ثابت ہوگا یا نہیں، علماء کہتے ہیں اگر دودھ زیادہ ہو تو ہوگا اور پانی دودھ سے زیادہ ہے تو نہیں ہوگا، اسی طرح کھوٹی نقدی کا حکم ہے کہ اگر چاندی زیادہ ہے تو کھری نقدی کے حکم میں ہوگا اور اگر کھوٹ زیادہ ہے تو نقدی کھوٹی ہوگی، اسی طرح تھوک اگر خون آلود ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور اگر خون غالب نہیں تو نہیں ٹوٹے گا۔

شریعت میں اس قسم کے بہت سے مسائل ہیں اس قیاس کے مطابق طائر رُوح پر فتوح محمدی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے جہدا طہر پر غالب آجائے تو رُوح کے حکم میں ہوگا اور وہ نقصائے ہوائے عالم ملکوت کے جبروتی حرم سرا میں اڑنے لگے تو کیا تعجب ہے۔

تمثیل ہشتم روایت ہے کہ انسان کی رُوح جب بدن سے جدا ہو جاتی ہے تو بعض ارواح آنکھ چھپکنے سے بھی کم وقفہ میں آسمان کی طرف پرواز کر جاتی ہیں اور آسمانی کرتوں سے گزر کر عرش کے نیچے منازل نور میں ممکن ہو کر استراحت کرتی ہیں، جسم شریف و گوہر لطیف محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو جان سے لاکھوں گنا صاف اور رُوح سے پاکیزہ تر ہے اگر رات کے کسی حصہ میں آٹھ ہزار سال کا فاصلہ اور اس سے بھی زیادہ طے کرے تو کیا تعجب ہے۔

تمثیل نہم یہ کوتاہ نظر اس حقیقت میں کیوں غور نہیں کرتے کہ ان کا نور بصارت آنکھ کھولتے ہی ثابت و سپار فلک ہشتم سے فلک قمر تک کسی نہ کسی فلک میں ہوتے ہیں، احساس کرتا ہے اور اس کا ادراک کرتا ہے اگر جسم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم جو نور دیدہ فلک اور انس و ملک کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک اور ہوشیاری کی روشنائی سے زیادہ لطیف اور اس کی پتلی سے زیادہ ملازک ہے، ایک رات میں قدرت الہی سے یہ فاصلہ طے کرے تو حیرت کی کون سی بات ہے۔

تمثیل دہم فلک الافلاک جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ تمام جہاں کو محیط ہے، جسم کے اس قدر بڑا ہونے کے باوجود کہ تمام اجسام کو گھیرے ہوئے ہے اور تمام

علویات اجرام کا مدبر ہے۔ ایک شب و روز میں اپنی گردش پوری کرتا ہے جس کی مسافت کا کسی ہندسہ واں کی عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ پس اگر وہ آسمانوں کو بلند کرنے والی اور بنانیوالی ذات حکیم جس کی قدرت و حکمت سے آسمان کئی ثواب سے رنگین اور یہ رنگارنگ سراپردہ ستاروں کے انوار سے آراستہ اور یہ سرسبز بستر (زمین) پھولوں کے جواہرات سے مرقع ہے اس مٹیالے فرش میں اسی کی قدرت سے نہریں بہتی ہیں اور آسمان کے کُترے اسی کی تحریک سے متحرک اور فرش خاک اسی کے ٹھہرانے سے ساکن ہے وہ جو ہر جسم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک لحظہ میں آسمانوں کی چوٹی کا تاج اوج فلک کی بلندیوں کو طے کرنے والا بنا سکتا ہے حاصلِ کلام یہ کہ واقعہ معراج عجیب و غریب حکمتوں کو بیان کرنے اور صنایع قدرت کے انظار کے لیے ہے۔ اگر کوئی منصف ازراہ انصاف تمام غرائب و عجائب مصنوعات اور مخلوقات پر نظر ڈالے اور تحقیق کی غرض سے غور و فکر کرے تو اسے یقین ہو جائے گا کہ عالم موجودات کے ہر فرد کی کیفیت اور خواص کی مقدار مقررہ صورت اور مخصوص ہیئت کی صورت میں جزئی اور اک کے احاطہ سے باہر ہے بلکہ تمام واقعات عالم کو خرق عادت اور خدا کی ایجادات میں شمار کرے گا۔ لیکن کثرتِ مشاہدہ کی وجہ سے اس میں ندامت محسوس نہیں کرتا بلکہ یہ تمام چیزیں بدیہات اور ضروریات سے ہو گئی ہیں۔ مثلاً اپنے ہی وجود میں جو عالم صغیر ہے غور کرے کہ یہ بدیع فطرت نقش کس کی قدرت کاملہ نے بنایا ہے اور فیضِ براست کے انوار کی شعاعوں سے جسم کی حفاظت و نگہداشت میں کون مصروف ہے، مٹی کا خمیر اٹھانے کے بعد کس طرح اس کی بنیاد کی تعمیر کو مکمل کیا گیا۔ رحم مادر سے خروج اور عالم کبیر (دُنیا) کی معرِ انصائیں اُٹھانے کا وقت جب قریب پہنچا اس کی طبیعت کے موافق غذا پستانِ مادر میں کس نے بھیجی، لذیذ اور مرغوب اشیاء کس نے پیدا کیں، غیبی تعلقات کے رابطہ سے اجزائے وجود کو آپس میں کس نے مربوط کیا۔ اجزائے جسم کے ہر جز کو نفع اٹھانے کا سبب اور ان لذیذ اور مرغوب اشیاء سے لطف اندوز ہونے کا وسیلہ کس نے بنایا، یہاں تک کہ نگاہ کی تیزی سے رنگوں موجودات اور تنخیلات سے نفع حاصل کرتا ہے، سماعت کی قوت کے ذریعہ آوازوں اور نغموں سے باخبر ہوتا ہے، قوتِ ذائقہ انواع و اقسام کے کھانوں اور مشروبات غصے لذت

اٹھانے کا سبب بنتی ہے۔ قوت ناطقہ کے ذریعہ اسرار سے بحث کرتا ہے اور اپنے دلی جذبات کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح تمام باطنی راستوں اور طبعی قوتوں کو کسی نہ کسی کام اور مہم کی ترتیب کے لیے کسی نے مقرر کیا، یہاں تک کہ صاحب بصیرت وزیر اور نقصان کو پورا کر نیوالا قہرمان عقل کل کے عالم سے مہمت کی کفایت اور اس کی معاش کی ترتیب کے لیے مشغول ہوا نفع و نقصان کی راہیں اسے بتاتا ہے۔ اچھاتی اور بُرائی کی پہچان کا نسخہ غور و فکر کی سختی پر لکھتا ہے۔ ان معارف کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے جو کچھ پڑہ عدم سے عالم وجود میں پیدا کیا ہے تمام بے مثل اور بے مثال ہے عقل کسی ایک کی حقیقت تک بھی نہیں پہنچ سکتی۔ بعض کثرت مہارت اور مسلسل مشاہدے کی وجہ سے عجیب معلوم نہیں ہوتے مستحیلات عقلیہ کی زیب گاہ سے حتی ممکنات کے میدان میں داخل ہو گئے ہیں اور بعض اس کے برعکس ابھی تک نامکمل گوشہ گمنامی میں چھپے ہوئے ہیں عقل انہیں عدم تعمق کی بنا پر محال شمار کرتی ہے۔ یہ ان کی نقصان عقل اور معرفت کی خرابی ہے۔

چہ زہرہ خاک مسکیں را کہ توحید خدا گوید
بدیں آلودگی ذات مقدس را شنا گوید
اگر مردم صفات صنع او گوید
کہ در دریافتہ مور و حدیث آشنا گوید
نبی جاتے کہ لا احصی شناء گوید از حیرت
کہ یار کو بیان آں کمال کبریا گوید
دران صحرا کہ انوار تحبلی می کند جلوه
تخیر عقل را سوی عدم راہ جلا گوید
خیال است ایں کہ در آئینہ دل نور لاہوتی
در آید تا خیال آزارنا سوت انجلا گوید
ملک ہم نام او دانند بس آگہ بنید از مے
چونا بیناے مادر زاد کا و صاف ضیا گوید
ہماں نوری کہ آمد نقطہ باریک کاف و نون
چو داغ صنع دارد و صف او کے عقل نا گوید
ز حیوان نیز بگذر آں گیا کز خاک مے رید
نہ آں کس کہ است از مے کہ او پیچش میخواند
چو آں اوست نتواند کہ وصف آں گیا گوید
ز صنعش قطره عقل و کمال کبریا بحر می
نہ آں کس کہ است از مے کہ او پیچش میخواند
بقطرہ بحر در گنجد کسے ایں با جرا گوید
ز حیوان نیز بگذر آں گیا کز خاک مے رید
نہ آں کس کہ است از مے کہ او پیچش میخواند
بقطرہ بحر در گنجد کسے ایں با جرا گوید
ز صنعش قطره عقل و کمال کبریا بحر می
نہ آں کس کہ است از مے کہ او پیچش میخواند

ابن جہلی کہ من دارم مرادین عجائز بس من تسلیم بر قولے کہ دانا حُسن دنا گویند
 عروج جان بر اوج قاب قوسینش بود ہر شب
 اگر سالک طریق مصطفیٰ را اقتدا گوید

اے درویش! یہ تمثیلات اور تخیلات عقل کی استعداد کی بنا پر ہیں، وگرنہ اگر سالک عالم حواس کے میدانوں کے راستوں کو بند کر دے اور حق شناس جان کے سامنے سے زمان و مکان کے پردے اٹھا دے، کمند و صول قصر ازل کے لنگرہ پر ڈالے اور ہستی مطلق کی قوت کے ساتھ بسا ط قدم پر قدم ہمت رکھے تو بھی صبح کو اس کے دامن ولایت تک نہیں پہنچتا اور نہ ہی اس کے پاؤں رات کو اس طواف گاہ میں طواف کر سکتے ہیں عند ربکہ صباح و لامساء اسی حقیقت کو بیان کرتی ہے۔

آنجا کہ نم نہ بامداد است و نہ شام
 من سوختہ ام نہ ز آتش و نہ ز شعلہ نور
 خوف نہ امید نہ جاے و نہ قیام
 مستم نہ زخم و نہ وزاح و نہ جام
 جب سالک اس مقام پر پہنچتا ہے ایک نفس میں ہزار ہزار سال کی خدمت و طاعت کر سکتا ہے چنانچہ شیخ علاء الدین سمنانی قدس سرہ سے روایت ہے، بہت سے اوقات اس قسم کے ہیں کہ ہم صبح کو نماز ادا کرتے ہیں اور اوراد پڑھتے ہیں، ذکر کے بعد توجہ کی طرف مشغول ہوتے ہیں، چنانچہ کس عالم اور اس کے متعلقات سے باہر نکل جاتے ہیں اور دوسری دنیا میں منتقل ہو جاتے ہیں، سو سال دو سو سال اور ہزار سال مثلاً خدمت و طاعت میں مشغول رہتے ہیں چنانچہ تین سو ساٹھ دن کا سال گزارتے ہیں اور روزانہ پانچ وقت نماز ادا کرتے ہیں، ہر سال میں تیس دن رمضان المبارک کے روزے رکھتے ہیں، سنن اور نوافل ادا کرتے ہیں اور جب توجہ سے سر اٹھاتے ہیں تو سورج طلوع ہونے والا ہوتا ہے۔ اس کا فہم و ادراک بہت گہرا ہے، ارباب باطن پر یہ حقیقت روزِ روشن سے زیادہ واضح ہے، اس سے بھی زیادہ عجیب ایک قصہ ہے چنانچہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب "فصل الخطاب" میں طی زمان و مکان کے سلسلہ میں درج کیا ہے کہ قصہ معراج کی تصدیق کے بعد حضرت جنید قدس سرہ العزیز کا ایک مرید

ایک مرتبہ دریائے جہلم پر نہانے کے لیے گیا، جب کپڑے اتار کر پانی میں داخل ہوا، فی الفور ہندوستان میں پہنچ گیا، وہاں شادی کی، اولاد ہوئی، عرصہ تک وہاں قیام پذیر رہا، دوسری مرتبہ پھر اس نے خود کو دریائے جہلم کے پانی میں دیکھا، اس کے کپڑے کنارے پر رکھے ہوئے تھے، اس نے نکل کر کپڑے پہنے اور شیخ کی خانقاہ میں آیا، دیکھا کہ اسی نماز کے لیے لوگ وضو کر رہے ہیں، خواجہ محمد یار صادق کسب العزیز کا فرمان بھی ہے کہ جب سالک اس مقام پر پہنچ جاتا ہے تو ایک سالس میں ہزار سالہ عبادت کر سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سالک کا ایک لمحہ عامۃ الناس کے ہزار سالوں کے برابر ہے، بہت سے بزرگوں نے ایک لمحہ میں پورا قرآن مجید حرف حرف اور لفظ لفظ پڑھا ہے، یہ حالت سلطان الاولیاء حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب پاتے مبارک رکاب پر رکھتے دوسرا پاؤں رکھنے سے پہلے تمام قرآن ختم کر لیتے۔ حاصل کلام یہ کہ جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم احاطہ کون و مکان اور دائرہ دور زماں سے اوپر نکل گئے اور تمام ماسوی اللہ سے علیحدگی اختیار کر لی یہاں تک کہ لباسِ بہشتی بھی وجود اقدس سے اتار لیا گیا ماکان محمدًا اباحد منہر جالکھ اور خلعتِ رحمت پہنایا گیا فبما رحمة من اللہ لنت لہم اور جب انہیں بھیجا آپ رحمت تھے وما ارسلناک الا رحمة للعالمین۔

مکہ سے بیت المقدس

راویانِ اخبار اور ناقلانِ آثار نے سید مختار اور سند اخبار صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کے سلسلہ میں متعدد اور مختلف روایات بیان کی ہیں، اور اس بات میں بھی اختلاف کیا ہے کہ معراج کب ہوا، اکثر علماء کا مسلک یہ ہے کہ معراج بعثت سے بارہویں سال ربیع الاول میں ہوا، بعض علماء کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال پانچ ماہ پہلے ہوا تھا، اس قول کے مطابق گیارہویں سال شوال میں ہوا، اور ایک قول کے مطابق تیسویں ربیع کو ہوا تھا، اکثر محدثین کا یہی مسلک ہے، اور ایک روایت کے مطابق بعثت سے بارہویں سال رمضان المبارک میں ہوا تھا، بعض علماء اسی بات کے

قابل ہیں کہ بعثت سے پانچ سال بعد یہ صورت وقوع پذیر ہوئی۔ اکثر اس پر ہیں کہ دو شنبہ کی رات معراج کا واقعہ پیش آیا۔ بیس حبیبی القدر صحابہ کرام مثل امیر المومنین علی ابن ابی طالبؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ، خذیفۃ الیہامیؓ، ابوسعید الخدریؓ، جابر بن عبد اللہ انصاریؓ، ابوہریرہؓ، ابن عباسؓ، انس بن مالکؓ، مالک بن صعصعہ اور ام ہانی رضی اللہ عنہم جمعین وغیرہ نے معراج کی حدیث کو بیان کیا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

معراج کا سفر مبارک کو نئے مقام سے شروع ہوا: اس میں بھی اختلاف ہے واقعہ معراج ایک روایت یہ ہے کہ مکہ معظمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر سے اس سفر کا آغاز ہوا، چھت میں شکاف ہوا اور جبرائیل علیہ السلام نیچے اُترے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حرم شریف میں تھا، کبھی فرماتے مسجد الحرام میں مقام حجر میں تھا کہ جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے ان کے ساتھ میکائیل علیہ السلام تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ میں ام ہانی کے گھر میں مصطفیٰ پر تھا اور سونا چاہتا تھا بہت سے محدثین کا رجحان اس حدیث کی طرف ہے۔ ان مختلف روایات میں تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں تھے، وہ گھر صفا و مروه کے درمیان واقع ہے اور حرم میں داخل ہے۔ حضرت ابوطالب کی کفالت کے زمانہ میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ام ہانی کے گھر میں رہتے تھے اس لیے اس گھر کو اپنی طرف منسوب فرمایا کہ میں اپنے گھر میں تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام میں طواف کرانے کی غرض سے لاتے پھر وہاں سے بیت المقدس کا قصد فرمایا اس لیے مسجد حرام اور حجر کی طرف اشارہ فرمایا، واللہ اعلم بالصواب۔

اب ہم واقعہ معراج مشہور روایت ام ہانی کے مطابق بیان کرتے ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز ادا فرمائی تھی، آپ کی چشم مبارک خواب میں تھی اور قلب اطہر بارگاہ رب العزت میں متوجہ تھا اور گوشہ نظر خاکسارانِ امت پر ڈالے ہوئے تھے۔

بعد خواب و دل دراستقامت زبانش امتی گو تا قیامت

جبرائیل علیہ السلام کو خطاب مستطاب پہنچا کہ اے جبرائیل! آج رات گوشۂ اطاعت و بندگی کو چھوڑ دے اور اپنے اور ادو تسبیح و تہلیل کو ترک کر دے اور طاؤسی پر اور پلڑے مرقع منور پر دن کو جنت الفردوس کے لباس اور زیور سے آراستہ کر اور میرے حبیب کی خدمت کے لیے تیار ہو جا، کلاہ فرمانبرداری سر پر رکھ لے، میکائیل سے کہو کہ رزق کا پیمانہ ہاتھ سے علیحدہ رکھ دے، اسرافیل سے کہو کہ صور کو کچھ عرصہ کے لیے موقوف کر دے، عزرائیل سے کہو کہ کچھ دیر کے لیے روحوں کو قبض کرنے سے ہاتھ اٹھالے، قواشان نور و ضیاء سے کہو کہ آسمانوں کے طبقات کو نور کے جھاڑو اور عیش و سرور کے جاروب سے صاف کریں، صدق و صفا کے نقارچروں سے کہو کہ جود و عطا کے نقارے کو دار بقا کے اطراف و انکاف میں بجائیں، رضوان سے کہو کہ بہشت بریں کی درجہ بندی کرے، مالک (فرشتہ محافظ دوزخ) سے کہو کہ منازل دوزخ کو علم و تسکین کے قفل لگا دے، سمندر موجزنی سے باز رہیں، ہوا تین طوفان نہ اٹھائیں، افلاک سیر و سلوک سے آرام کریں، زبانیہ آمد و رفت کا تردد نہ کرے، خلد بریں کی خوروں سے کہو کہ خود قمار کی انگلی ٹھیاں بچھاؤ کرنے کے لئے جواہرات سے بھرے ہوئے تحال ہاتھوں پر رکھے ہوئے جنت کے محلات کی چھتوں پر صف بستہ کھڑی ہو جائیں، حلاۃ عرش سے کہو کہ فلک اطلس کو مقدس لباس پہنائیں، کرسی کے سر پر تاج قدسی رکھیں، اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کو آواز دو، حضرت ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور تمام انبیاء علیہم السلام کو اطلاع دو ان کی ادراج کو قدسی ہواؤں سے معطر کرو، ستر ہزار مقدس فرشتے اپنے ساتھ جنت میں لے جاؤ اور جنت میں سے ایک براق منتخب کر کے زمین پر لے جا، مشرق سے مغرب تک جس قدر اہل قبور ہیں ان سے عذاب اٹھا دیا جائے، تمام دنیا کو عطر محبت اور بخور مودت سے معطر کر دیا جائے، پھر زمین پر مغرب کی طرف جاو ہاں شام اور شام سے شرب اور شرب سے کوہ چرا پر جا، ہوا سے قبیۃ قطان اور قبیۃ قطان سے قبیۃ کنانہ کو اختیار کر، کنانہ سے قبیۃ مضر اور مضر سے قبیۃ قریش اور قریش سے قبیۃ بنی ہاشم، قبیۃ بنی ہاشم سے بنی عبدالمطلب، ان کے درمیان ایک جوان سروقہ، چاند سا کھڑا، حسین و جمیل، آفتاب علم، حشمت و جلال کا پیکر، خوب و بلند مرتبہ، زمانہ کے ہاتھوں محنت و بلا

کا جام چکھے ہوئے، اندوہ و غم میں مستغرق، مودب ان کے سر ہانے جا کر کھڑے ہو جاؤ وہ
نہایت نرمی سے عرض کر رہے

امشب شب قدر تست بشتاب قدر شب قدر خویش درباب
آرائش سربدلیست امشب معراج محمدیست امشب

اے دولت آن شبی کہ چوں روز
گشت از قدم تو عالم افسوز

جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے فرمان کے مطابق براق لانے جنت
براق کا انتخاب میں آئے، بہشت کے مرغزاروں میں چالیس ہزار براق چر رہے تھے
جن کی پیشانی پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی روشن تھا، ان چالیس ہزار براق میں
سے ایک براق غمگین اور آزرده ایک کونے میں سر جھکاتے آنسوؤں کے دریا بہا رہا تھا،
جبرائیل علیہ السلام اس براق کے پاس گئے اور اس سے اس کا حال پوچھا، اس نے کہا کہ
اے جبرائیل (علیہ السلام) ! ہزار سال کا عرصہ گزرا کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام
سنا تھا، اس روز سے آپ کی محبت اور عشق میں مبتلا ہوں، جس روز سے میں نے آپ کا
نام نامی اور اسم گرامی سنا ہے کھانے کو جی ہی نہیں چاہتا، جبرائیل علیہ السلام نے چالیس ہزار
براق میں سے اس براق کو جو اپنی جان پر اشتیاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا داغ رکھتا تھا،
اختیار فرمایا، وہاں سے سلطان اس وجہ کی دولت سر کی طرف توجہ فرمائی، چنانچہ شیخ
نظامی گنجوی قدس نے فرمایا ہے: ہ

رسیدہ جب سیر از بیت معمور براق برق سیر آزرده از نور
نگارے پیکرے چوں صورت باغ سرش بکراز لگام و دانش ازداغ
نہ ابراز ابر نیساں و درشاں تر نہ باد اباد و آتش خوش عنان تر
چو مرغ از آشیاں بر پریدہ باقصی العنایتہ اقصا رسیدہ
نمودہ انبیاء را قبلہ خویش بے تفصیل امامت رفتہ و در پیش
چو کردہ پیشوائی انبیاء را گرفتہ پیش راہ کسب را

بروں رفتہ زدہم تیز ہوشان زرخگاد کہود سبز پوشان

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
سفر معراج کا آغاز روایت کرتے ہیں، فرمایا کہ میں ام ہانی کے گھر میں تھا، ربیع الاول
 دو شنبہ کی رات تھی، عشاء کی نماز پڑھ کر سویا ہوا تھا اور دل بیدار تھا کہ میں نے جبرائیل
 علیہ السلام کے پروں کی آواز سنی، میں شب خوابی کے لباس میں ہی اٹھ بیٹھا، جبرائیل علیہ السلام
 کو کھڑے دیکھا اس نے کہا، ان اللہ تعالیٰ یقرنک السلام وهو یدعوك وانا حامدک الحمد
 تعالیٰ این یکومک بکوامات لہ یکوم بہا احد من قبلک ولا یکوم بہا احد اذغیرک ولا اخلامہ
 خطرو علی قلب بشر قط

صدر و بدر عالم نفسی منسپ امشب

کہ براق بر در آمد فاذا فرغت فانصب

میں اٹھا، وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی اور باہر نکل آیا، اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں نے
 وضو کرنے کا ارادہ کیا تو جبرائیل علیہ السلام کو حکم پہنچا کہ اس قدسی فطرت کے لیے بہشت کے حوض کوثر
 سے پانی لاؤ، ابھی میں نے وضو کے لیے دامن نہیں کھولا تھا کہ رضوان جنت آب کوثر سے بھرے
 ہوئے یا قوت کے دو لوٹے لے کر پیش خدمت ہوا اور زبرد کا ایک طشت جس کے چار کونے تھے
 ہر گوشہ ایک ایسے موتی سے آراستہ تھا جس کی چمک سے آسمان روشن ہو جاتے تھے۔ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پاکیزہ پانی سے غسل فرمایا اس کے بعد نور کا لباس پہنایا اور نور کا
 عمامہ آپ کے سر مبارک پر رکھا۔ ایک روایت اس طرح ہے کہ رضوان نے وہ عمامہ آدم علیہ السلام
 کی پیدائش سے سات ہزار سال پہلے باندھا تھا، چالیس ہزار فرشتے اس کی تعظیم و تہنیم
 کے لیے اس کے گرد کھڑے تھے جو ہر وقت تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے، ہر تسبیح کے
 بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے یہاں تک کہ اس رات جبرائیل علیہ السلام اس
 عمامہ کو لائے، چالیس ہزار فرشتے اس عمامہ کے ساتھ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 زیارت کی، کہتے ہیں کہ اس عمامہ کے چالیس ہزار نقش و نگار تھے اور ہر نقش پر چار بیکریں تھیں
 پہلی بیکر پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، دوسری پر محمد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تیسری پر

محمد خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پوتھی پر محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھاتھا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام نے فور کی ایک چادر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنائی، زمر کی نعلین مبارک پاؤں میں، یا قوت کا کمر بند باندھا اور زمر و کاتازیانہ جو چار سومر واریدے آراستہ تھا آپ کے ہاتھ میں دیا۔ پھر جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑے بیت الحرام میں آئے، ایک ایت میں کھڑے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ زمر سے وضو کیا اور سات مرتبہ طواف و داع کیا، طواف و داع مکمل کرنے کے بعد حجر میں جو حطیم ہے وہاں تھوڑی دیر آرام فرمانے کے لیے بیٹھے۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے کے سینے کی صفائی میں مصروف ہوئے، سونے کا ایک طشت جو حکمت و عرفان اور عزت و ایمان سے بھرا ہوا تھا، لائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر لٹا کر سینہ مبارک کو شگاف دیا، میکائیل علیہ السلام کو تین طشت آب زمر کے لائے کو کہا، عروق اور سینہ کے اندر و فی صحتے کو دھویا، آپ کے قلب اطہر میں سے دنیا کے خیالات نکال دیے، دل کو باہر نکال کر دھویا اور اس سونے کے حلال میں رکھ کر جو حکمت و ایمان سے بھرا ہوا تھا، اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور مسجد الحرام سے وادی مکہ میں لے آئے، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے وہاں اسرافیل اور میکائیل علیہما السلام کو دیکھا ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار فرشتے صف باندھے کھڑے تھے، جب انہوں نے مجھے دیکھا تمام نے سلام کیا اور مناسب عزت و احترام کے آداب بجالائے، میں نے بھی اسی انداز سے جواب دیا۔ پھر مجھے خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور لائنا ہی بشارتوں سے نوازا۔

میں نے ایک سواری گدے سے بڑی خچر سے چھوٹی کھڑی دیکھی جس کا براق کا حلیہ چہرہ آدمی کا سا تھا، کان گوش فیل کی مانند، اس کے پاؤں گھوڑے کے پاؤں جیسے، گردن شیر کی گردن جیسی، سینہ خچر جیسا، جس کی دم اونٹ کی دم کے مشابہ تھی، ٹانگیں گائے جیسی اور دم گائے کے سٹموں کی طرح تھے، اس کی دان پر دو پر تھے جن سے اس کی پنڈلیاں ڈھکی ہوئی تھیں، جب وہ ان پروں کو کھولتا مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیتا، جب اس کے کرتا تو اس کے پہلو میں برابر آجاتے۔ ۷

طرف ہاتھ کہ پر از نور داشت جے خوش از غالیہ چوں حور داشت
 مژدہ رساں گفت بژدہ پذیر کاورد آہنگ بعرش از سیر
 سینہ سُرُخ یا قوت کی مانند چمک رہا تھا، اس کی پیٹھ سے سفید بجلی کو نڈتی تھی، ٹانگیں سبز زرد،
 دم مرجان، سر اور اس کی گردن سُرُخ یا قوت سے پیدا کی گئی تھی، بہشتی زین اُس پر کسی ہوئی تھی
 جس کے ساتھ سُرُخ یا قوت کے دو رکاب آویزاں تھے، اس کی پیشانی پر لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔

یہ براق اس قدر تیز رفتار تھا کہ ایک جست میں حدنگاہ تک اس کا قدم پہنچتا تھا، براق،
 کیسا براق! ملک آسا، فلک پیما، خورشید پیکر، آسمان میدان شہاب کی سی چمکدار آنکھیں،
 خوب صورت پیشانی، ذہن رسا، خوش خصال، بلند فضائل، ثبات قدم، تیز رفتار،
 آراستہ بال، منور بال، عنبریں دم، مونہوں جیسے سُم، سنبل جیسے نرم و نازک بال، قرفل کی
 سی ہلکے بال، انسانی چہرہ، فرشتہ خصلت، ریحان جس کا چارہ، جس کی چراگاہ جنت،
 فصیح زبان، شیریں بیان، سربل السیر، کثیر الخیر، تیز گام، زمر دیں لگام، زبردی پشت،
 یا قوتی زین، ستارہ جبین، گردوں رکاب، باد پیم، آب رفتار، موتیوں سے دانت،
 ابریشم کی سی رگیں، گاؤ دم سیریں، سیدی اور پتلی ٹانگیں، نظر قدم پر اور قدم نظر پر پڑتا رہے
 براقی شتابندہ مانند برق شتاش چو خورشید در نور غرق

سہیلی بر اوج فلک تافتہ اویم بھین رنگ از دیافتہ
 بریشم پتے بلکہ ٹوٹو سے روندہ چو ٹوٹو بر ابریشمی
 ازاں خوش عنان ترکہ آید گماں وزاں تیز و ترکہ تیر از کماں
 چناں شد کہ از تیزی گام او سبق بردہ بر جنبش آرام او
 قدم بر قیاس نظر سے کشاد مگر خود قدم بر نظر می نہاد

جس چیز کو اس براق کی خوشبو پہنچ جاتی، زندہ ہو جاتی۔ یہ مرتبہ اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 سواری کے وقت حاصل ہوا۔ یہاں تک کہ بعض اہل فصاحت طرفانے اس کی تعریف

اس طرح کی ہے :۔

ہندہ بر زمین خوش باد پاتے پرندہ در ہوا فرخ ہمائے
نہ دست کس عناق او لبودہ نہ از پائے رکابش گشتہ سودہ
چو آن دل کز بتاں وارد فراغے ندیدہ ران او آسیب داغے
نہ زیں ہیرنج پشت نازنینش ندیدہ رنج کس از پشت زینش

گرش باستی آخور بہر خوردن

گرفتہ شغل او گردوں بہ گردن

جبرائیل علیہ السلام نے رکاب تھامی، میکائیل علیہ السلام نے باگ پکڑی اور کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سواری فرمائیے، تشریف لے چلیے کہ ملائعہ اعلیٰ اور مقربان عالم بالا آپ کی تشریف آوری کے منتظر ہیں۔

نہد بر چرخ راں کہ ماہ توئی بر کوکب دواں کہ شاہ توئی
آسماں را پذیر سایہ خویش طرہ شوکن ز جعد سایہ خویش
عطر سیاں شب بکار تواند سبز پوشان در انتظار تواند
تازہ ترکن فرشتگان را فرش نیمہ زن بر سریر پایہ عرش

عرش را دید بر فردوز بہ نور

فرش را شفقہ در نور داز دور

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر براق پر پڑی، فکر مند ہو کر سہجھکالیا، جبرائیل علیہ السلام کو خطاب ہوا کہ اے

جبرائیل! میرے حبیب۔ پوچھو کہ کیا پریشانی لاحق ہے اور کس وجہ سے توقف ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں گھر سے نکلا ہوں، مجھے خلعت و اعزاز حاصل ہوا ہے، میرے اعزاز و اکرام کے لیے تمام ملائعہ مقربین حاضر ہوئے ہیں اور برقی رفتار براق میرے لیے لائے ہیں مجھے اندیشہ ہوا کہ کل قیامت کو جب یہی امت قبروں سے اٹھے گی، برہنہ، خالی پیٹ، بھوکے پیاسی، گناہوں کا بوجھ گردن پر رکھے، بے شمار مظلوموں کے ہاتھ ان کے دامن میں

ہوں گے، پچاس ہزار سالہ راہ ان کے سامنے ہوگا، تیس ہزار سالہ باریک اور تاریک راہ
 ووزخ پسے گزرنا ہوگا، وہ بے بضاعت فقرا اس مسافت کو کس طرح اور کن پیروں سے
 طے کر سکیں گے؟ فرمان آیا: اے میرے حبیب! غم نہ کیجئے، میں نے جس کسی کو اپنی نظر عنایت
 کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے جس طرح آج رات عزت و بزرگی کا براق آپ کے دروازے پر
 بھیجا ہے اسی طرح آپ کی بلند ہمت اُمت کی ہر قبر پر ایک براق بھیجوں گا اور تمام کو
 سوار کر کے سلامتی کے ساتھ ہستے کھیلنے کی صراط سے گزار دوں گا، قیامت کا پچاس ہزار سالہ
 راستہ پلک بھپکنے میں طے کروا کر بہشتِ عنبریں میں پہنچا دوں گا، جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
 وَيَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمَنِ وَفْدًا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوا پہنچنے لگے تو براق نے شوخی اور تنزی دکھائی اور
 کہا: وغرۃ ربی لا یرکب فی الا المبیحی التہلکۃ الابیطحی القرشی محمد بن عبد اللہ
 صاحب القدران۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انکم محمد رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اے براق! مجھے اس خدا کی قسم جس کی صفت وحدانیت
 ہے وہی سببانہ و تعالیٰ کے نزدیک محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ گرامی تھجہ پر کوئی پیغمبر
 سوار نہیں ہوا۔ براق کانپنے لگا اور اس کی پیشانی جیسا سے عرق آؤد ہو گئی، خود کو زمین کے
 ساتھ لگا دیا، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوار ہوئے اور جبرائیل علیہ السلام آپ کے
 ہمراہ مسجد اقصیٰ کو روانہ ہوئے۔

کردشہ مکہ و دواع حرم دیدہ زمزم شدہ ازاں پُر نم
 بحر مکتہ چو دامن فشانہ تا حرم قدس مقدس براند

ایک روایت میں ہے کہ جب اس رات براق نے شوخی کی، جبرائیل
 براق کی آرزو علیہ السلام نے اسے ڈانٹا اور کہا: اے براق! یہ کیسی گستاخی ہے؟
 کیا تو نہیں جانتا کہ تھجہ پر کون سوار ہو رہا ہے؟ اٹھا رہ ہزار عالم کے سردار اور سبحان
 الذی اسرّی کے مطلع انوار کے مورد ہیں، فادحی الی عبودہ ما اودحی کے
 مہبط اسرار، دفی فتدحی کے بلند علم اور فکان قاب قوسین اودافی کے حرم کے

والی ہیں، مرقدانِ محصیت کے طبیب، علی الصباح جاگنے والوں کے مونس و مجلس، مؤدبان
بارگاہِ رب العزت کے ادیب، حبیبِ مقربانِ بی مع اللہ اور تعلیمِ فاعلہ اند لا الہ الا اللہ کے
معلم اور دکنی باللہ شہیدؑ امجد سول اللہ کی مکرم کے ساتھ مکرم۔

شاہی است کز احوال گد آگاہ است در روز قیامت و شفاعت خواہ است

در وصف کمال ادبہ گویم کوزا این بس کہ محمد رسول اللہ است

براق نے کہا، اے وحی الہی کے امین اور جنابِ قدس کے ایلچی میرے ساتھ درشتی نہ کر کیونکہ
میں ضرورت مند ہوں اور اس برگزیدہ نبی سے میری ایک اتھاس ہے۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا: بتاؤ تاکہ اسے پورا کروں۔ براق نے عرض کیا: آج بات میں سعادت وصال سے
مشرف ہوں، آنجناب کی رُوح افزا رُوح اور جان بخش راتحہ سے آسودہ اور مطمئن ہوں۔ کل
قیامت کو جب فلک پیا، عالم آرام، برق آسائے شمار براق آپ کی خدمت میں ہوں گے،
ایسا نہ ہو کہ آپ مجھ سے صرف نظر کر کے ان کی طرف تفتت ہوں اور مجھے بیکار چھوڑ دیں، یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ میں اس بات کی طاقت نہیں ہے، میری درخواست قبول فرمائیے بعد
ازاں میری رکاب میں قدم رکھیے۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا اور فرمایا کہ کل
قیامت کے روز تجھ پر ہی سواری کروں گا۔ چنانچہ فیصلہ ہو گیا اور براق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں آداب بجالایا۔ روایت ہے کہ اس رات اتنی ہزار فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے دایں طرف اور اتنی ہزار باتیں طرف کھڑے تھے اور ہر ایک اپنے ہاتھ میں نورِ عرش سے
تاباں شمع لیے ہوئے تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ایک قندیل روشن تھی
جس کی روشنی سے وادیِ بطنیا نورِ جمال کی طرح منور تھی اور ان ہواؤں سے قدسیوں کے
مشامِ جاں معطر تھے، وادیِ بطنیا اس قدر منور تھی کہ لاکھوں ستارے، چاند اور سورج بھی
اس قدر روشنی نہیں کر سکتے تھے۔ حکم پہنچا کہ ستر ہزار پردے جو نورِ حبیب کے سامنے میں نے
ڈال رکھے ہیں، اور ایک روایت میں ہے کہ ہزار پردوں میں سے ایک پردہ اٹھا دو، جب
پردہ اٹھا تو ایک ایسا نورِ ظاہر ہوا جو ایک لاکھ ساٹھ ہزار مشعلیں جو نورِ عرش سے جلائی
گئی تھیں ان سے بڑھ گیا۔ اس سلسلہ میں ایک لطیفہ بر سبیلِ تفصیل ذکر کیا گیا ہے۔

اے درویش! جب نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم
اسرافیلؑ غاشیہ بڑاری کرتے ہیں کے نور کا ہزارواں حصہ ایک لاکھ ساٹھ ہزار
نور عرش کی مشعلوں کو باوجودیکہ وہ مخلوق حادث ہے مضمحل اور نابود کر دیتا ہے، اگر اسم الہی
کی ایک ہزار ایک تجلیات ہمارے گئے چنے محدود گناہوں کی لاتنا ہی تاریکیوں کو نابود کر دے
تو کرم الہی سے کچھ بعید نہیں، اب ہم پھر اصل قصے کی طرف لوٹتے ہیں۔ جب خواجہ عالم صلی اللہ
علیہ وسلم براق پر سوار ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے براق کی لگام کھینچ رکھی تھی۔
جبرائیل علیہ السلام نے کہا: اس کی لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیں، کیونکہ وہ مامور ہے اور اسے
معلوم ہے کہ کہاں جانا ہے۔ القعدہ وہ روانہ ہوا۔ اس قدر تیز چلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس کے متعلق کہا: ان تو کتنا سادت وان حرکتها طاروت۔ نظامی گنجویؒ نے
فرمایا: ہ

برق کردار بر براق نشست

تمازیش زیر و تازیانہ بدست

پھر جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیت فرمائی کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم!
اگر راستہ میں آپ کوئی آواز سنیں تو اس کی طرف متوجہ نہ ہوں اور اگر کوئی آواز دے تو
جواب نہ دیں، مجھے آپ بیت المقدس میں دیکھیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام اور فرشتوں کی ایک جماعت میرے پیچھے
اور بعض دائیں طرف اور ایک جماعت بائیں طرف بیت المقدس پہنچنے تک ساتھ رہی۔
ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں نے
بیت المقدس کا عزم کیا، جبرائیل میری رکاب تھامے ہوئے تھا، اسرافیل زین پوش
اور پالان کندھے پر رکھے ہوئے تھا، مجھے اس کی بزرگی کی وجہ سے شرم آتی تھی میں
معذرت کرتا تھا، اس نے کہا: اے اللہ کے حبیب! میں نے آج رات کی غاشیہ بڑاری
کو کئی ہزار سال کی عبادت کے بدلے خریدا ہے اور دونوں جہانوں کے بدلے حاصل
کیا ہے، تفصیل اس کی یہ ہے کہ کئی سال میں نے عرش کے نیچے خدمت میں گزارے

یہاں تک کہ مجھے خطاب ہوا کہ میں نے تمہاری خدمت کو پسند کیا ہے، تمہیں کس قسم کی خلعت چاہیے؟ میں نے عرض کیا، خدایا! میں اس خلعت کو اس صاحبِ دولت و اقبال (جس کے نام کو تُو نے اپنے نام کے ساتھ عرض کے ستون پر رکھ رکھا ہے) کی ملت کے پیروکاروں اور اس امت کے خاکساروں کے سپرد کرتا ہوں، آپ کی بارگاہ سے یہ تمنا رکھتا ہوں کہ جب یہ پسندیدہ ذاتِ کتمِ عدم سے عالمِ وجود میں آئے، مجھے ایک ساعت اُن کی خدمت کرنے کا موقع عنایت فرمائیے، ارشاد ہوا کہ اے اسرافیل! ان کو ایک رات قرب اور کرامت کی حاصل ہوگی۔ اس رات زمین سے آسمانوں تک میرے کریں گے، جُود کے خزانوں کے دروازے شہود کی چابی سے کھولیں گے، ان کو مکتے سے مسجدِ اقصیٰ لے جاؤں گا اور وہاں سے آسمانوں کے اوپر لاؤں گا، تجھے مکتے سے بیت المقدس تک غاشیہ برداری کی اجازت ہے۔

شاہ ملک حبشی و آدم سپاہ جملہ شہاں سایہ تو نور الہ
 آں ملکہ کز سر شاہ نشہ غاشیہ بردوش ملائک نہ
 توشہ ما جملہ بفرمان تو خواجہ توتی ما چو غلامان تو
 چوں تو زنا داری ما آگے
 آمدہ پیشت ہمد دست تھی

انفقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب میں نے کچھ راستے کر لیا دایں طرف سے کسی شخص کی آواز سنی جو کہتا تھا: لا تعجل فانک اختاءت الطريق، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیز مت چلے کیونکہ آپ سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ میں ذرہ بھی اس کی طرف متوجہ نہ ہوا کیونکہ جبرائیل علیہ السلام کی وصیت میرے تہ نظر تھی، پھر بائیں طرف سے بعینہ اسی طرح کی آواز سنی، میں نے کوئی توجہ نہ کی، اس کے بعد ایک عورت جس نے مختلف قسم کے زیورات سے خود کو آراستہ کیا ہوا تھا براق کے سامنے کھڑی ہو گئی اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تھوڑی دیر ٹھہریئے تاکہ ایک راز آپ کو بتاؤں۔ میں نے اس کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، اُس کے سامنے سے میں تیزی سے سواری کو بھگالے گیا، پھر میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، یہ کون تھے؟

فرمایا، پہلا پکارنے والا یہود تھا، اگر آپ اسے جواب دیتے تو آپ کے بعد آپ کی اُمت یہودیت کی طرف راغب ہو جاتی، دوسرا نذکنذہ نصرانی تھا اگر آپ اس کی بات قبول کر لیتے تو آپ کی اُمت عیسائیت قبول کر لیتی۔ ایک اور روایت ہے کہ آگے اور پیچھے سے بھی اسی طرح آواز سنی لیکن جواب نہ دیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، اگر سامنے والے منادی کا جواب دیتے تو آپ کی اُمت مشرک ہو جاتی اور اگر پیچھے مڑ کر دیکھتے تو تمام گیسر و آتش پرست ہو جاتے، پھر فرمایا کہ وہ عورت جس نے خود کو آراستہ کیا ہوا تھا دنیا تھی، اگر اُس کی طرف دیکھتے آپ کی اُمت جریں ہو کر دنیا اختیار کر تی الحمد لله على نعمائه اُن نذکنذگان کے پکارنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب نہ دینے میں یہ حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ آزرہ اور متفکر رہتے کہ میرے بعد امت کس حال میں بنوگی اور دین میں کس کثبات و استقلال کس قسم کا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو اس قسم کے تفکرات سے تسلی دی گئی تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے کمال سے تمام اُمت کو دین اسلام پر قائم رکھے گا۔ يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت في الحياة الدنيا فرمان خداوندی ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ بعد ازاں میں ایک بڑے پتھر پر پہنچا جس کے درمیان ایک چھوٹا سا سوراخ تھا جس میں سے پانی باہر نکلا، پھر بہت چاہا کہ وہ پانی واپس سوراخ میں داخل ہو، نہ ہو سکا، میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے اس کی حقیقت دریافت کی۔ فرمایا: وہ سوراخ اس پتھر میں منہ کی مانند ہے، یہ ایک تمثیل ہے جو آپ کی تعلیم پر مبنی ہے یعنی جب بات منہ سے باہر نکل جاتی ہے تو پھر واپس منہ میں نہیں آتی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے تین آدمی بوڑھا، ادھیڑ اور جوان ملے، میں نے بوڑھے اور ادھیڑ کی طرف نہیں دیکھا اور جوان کی طرف متوجہ ہوا۔ جبرائیل علیہ السلام

نے فرمایا: اصبت يا محمد اما الشيخ فهو الدولة واما الكهل فهو الاجد واما الشاب فهو العافية، آپ نے دولت اور بخت کی طرف نظر نہیں کی اور عافیت کو اختیار فرمایا، یہ پسندیدہ بات تھی کیونکہ دولت دنیا آنی جانی ہے اور بخت بھی

ناپاندار اور گزر جانے والی شے ہے، عافیت فائدہ بخش چیز ہے جو کہ دونوں جہانوں کی نعمت ہے۔
 اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو خوشخبری ہو کہ آپ اور آپ کی اُمت کی دونوں جہانوں میں
 عافیت ساتھی ہے، بعد ازاں دو پیالے پیش کیے گئے جو موتی سے ڈھانپے ہوئے تھے، ایک
 دودھ اور دوسرا خمر (شراب) سے بھرا ہوا تھا۔ میرے دائیں ہاتھ پر دودھ اور بائیں پر شراب
 رکھی گئی، میں نے دودھ کو اختیار کیا اور اس میں سے پیا اور دودھ سے شکم سیر ہو گیا۔ جبرائیل

علیہ السلام نے فرمایا، اھدیت لامتناہی الطريق المستقیم وحرمة الخمر علی امتک،
 آپ نے طعام بھی تناول فرمایا اور دودھ بھی۔ یہ جہان بھی حاصل کر لیا اور آخرت بھی۔ اس کے
 بعد دو اور پیالے میرے سامنے پیش کیے گئے، ایک میں پانی، دوسرے میں شہد تھا، میں
 نے دونوں میں سے پیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، آپ نے اچھا کیا کیونکہ شہد قیامت تک
 آپ کی امت کی بقا ہے اور پانی آپ کی اُمت کے بُرے اعمال دھونے کا سبب ہے۔ جب
 کچھ راستہ طے ہو گیا تو جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ
 وسلم! سواری سے اتر کر نماز ادا کیجئے کیونکہ یہ شہر طیبہ (مدینہ) ہے جو آپ کی ہجرت گاہ ہوگی،
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اترے اور نماز ادا کی۔ پھر براق پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ جب طور سینا

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش پر پہنچے ان دو مقامات پر بھی حضرت جبرائیل علیہ السلام
 کے اشارے پر نیچے اُترے اور نماز ادا کی۔ اس کے بعد مجھے انہوں نے ایک شخص کو دکھایا،
 جن نے لکڑیوں کا ایک بڑا گٹھا باندھ رکھا تھا، اتنا بڑا کہ اسے اٹھانے کی طاقت اس میں
 نہیں تھی وہ پھر جا کر اور لکڑیاں لے آتا اور اس ڈھیر پر رکھتا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام
 سے اس کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے بتایا کہ یہ ایک حریص شخص ہے کہ اس نے اس
 قدر مال جمع کر لیا جو اس کے خرچ اور ضرورت سے زیادہ ہے وہ پھر بھی حرص کی وجہ سے اسے
 اور زیادہ بڑھاتا ہے، اس کے بعد میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ ڈول کنویں میں ڈالتا ہے
 جب باہر کھینچتا ہے اسے خالی پاتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، یہ اہل ریاست و
 حکومت کے عمال کی مثال ہے۔ جو محنت و مشقت برداشت کرتے ہیں آخر کار خالی ہاتھ مفلس
 کی مانند قیامت کو اٹھیں گے۔

بیت المقدس کے واقعات

بیت المقدس میں تشریف آوری
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں مسجد اقصیٰ
میں پہنچا، میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو

دیکھا جو میرے استقبال کے لیے آئی ہوئی تھی، مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بزرگی اور کرامت
کی خوشخبری دی اور مجھے اس طرح السلام علیک یا اول و یا آخر و یا حاشر کہہ کر سلام کیا۔
میں نے کہا: اے جبرائیل! یہ کس قسم کا سلام ہے اور ان اسماء کا مجھ پر کس طرح اطلاق
کرتے ہیں؟ فرمایا: آپ سب سے پہلے شخص ہوں گے جو شفاعت کریں گے اور آپ کی
شفاعت قبول کی جائے گی کیونکہ آپ اول شافع اور شفیع ہیں اور یقیناً آپ سب سے آخری
نبی ہیں، قیامت کے روز حشر آپ ہی کے قدموں میں ہوگا فانک اخرا الانبیاء وان

الحشر بک وبامتک، چونکہ روایت اسی عنوان سے وارد ہوئی ہے، اسی معنی پر محمول ہوئی
ورنہ مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام موجودات پر اولیت وجود
کے اعتبار سے ہو، اور آخریت بعثت کے اعتبار سے کیونکہ تمام انبیاء کے بعد مبعوث ہوئے۔

امامت انبیاء برسا بقین
پھر جبرائیل علیہ السلام نے مجھے براق سے اتارا اور مسجد

گزشتہ انبیاء کی سوار ہاں باندھی جاتی تھیں ہشتی لیٹم کے رستے سے باندھ دیا اس کے بعد
میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہوا، انبیاء مرسل اور پیغمبران اہل کی ایک جماعت میرے استقبال
کے لیے آئی ہوئی تھی جو عزت و احترام سے پیش آئی۔ ایک روایت میں ہے کہ ان کی اڑاج
کو وہاں جمع کر دیا گیا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا۔ اس نے کہا: یہ آپ کے بھائی
پیغمبر ہیں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تقدم وصلی سکتین باخوانک من المرسلین۔ آگے

بڑھیے اور دو رکعت نماز ادا کیجئے تاکہ تمام بھائی یعنی پیغمبران علیہم السلام آپ کی اقتداء کریں،
تمام انبیاء نے صفیں باندھ لیں، میں آگے بڑھا، تمام انبیاء اور فرشتوں نے میری اقتداء کی،
جب نماز سے فارغ ہوئے بعض حبیب القدر پیغمبروں نے پروردگار جل و علا کی حمد و ثناء بیان کرنا

شروع کی اور وہ فضائل اور خصوصیات جو ان کے ساتھ مخصوص تھیں بیان فرمائیں، سب سے
 پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آغاز کیا، فرمایا: الحمد لله الذی اتخذنی خلیلاً،
 حمد و سپاس اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور عظیم ملک بخشا اور
 تنہا مجھے امت کہا ابراہیم کان امة قانت لله حنیفا، اور لوگوں کا مقتدا بنایا اور
 آتش نمرود سے نجات دی، اسے میرے لیے ٹھنڈا اور سلامتی بنایا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام
 نے کہا: الحمد لله الذی کلمنی تکلیما، حمد و ثنا اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے
 اپنا کلیم بنایا اور مجھے سات نشانات دیے جو تمام کے تمام زبردست معجزے تھے، اور حقیر
 پتھر سے پانی کے بارہ چشمے میرے لیے نکالے میرے اٹیوں کے لیے من و سلویٰ اتارا، بادل
 کو ہمارے سروں پر سایہ لگن فرمایا۔ مجھے قربت عطا فرمائی، مجھے ایسی اُمت دی جن کی تعریف
 میں فرمایا، یہ سدون بالحق و بہ یعدون۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے
 کہا: الحمد لله الذی علمنی الزبور الی آخره، حمد و ثنا اس خدا کے لیے
 جس نے مجھے زبور کی تعلیم بخشی اور مجھے زیر بار احسان کیا اور خوش الحانی عطا فرمائی، سخت
 لوہے کو میرے ہاتھ میں موم کر دیا، پہاڑوں اور پرندوں کو میرا مسخر کر دیا، جاگوت کو
 میرے ہاتھوں ہلاک کیا، مجھے حکومت و خلافت اور فصل الخطاب مرحمت فرمایا، اس کے
 بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: الحمد لله الذی سخر لی الریاح والجن
 والشیاطین الی آخره، حمد و سپاس اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے ہواؤں کو میرے
 لیے مسخر کر دیا اور پر یوں اور جتوں کے لشکروں کو میرا زیر فرمان کیا، جو کچھ میں اُن سے چاہتا
 کروانا، محاریب و تماثیل، حوضوں کی مانند بڑے بڑے پیالے، اونچی اونچی دیگیں،
 دیگوں کے نیچے مضبوط دیواریں میرے لیے تیار کرتے، پرندوں کی زبان مجھے سکھائی اور
 مجھے بہت بڑی سلطنت جس کی تعریف ان الفاظ میں کی: لا ینبغی لاحد من بعدی، عطا
 کی اور ملک و مال کو اس حد تک پاکیزہ بنایا کہ (جعلہ اکی ملکاً طیباً لیس فیہ
 حساب۔ خالص کبریٰ) اس پر وارد ہوا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
 فرمایا: الحمد لله الذی جعلنی کلمۃ منہ وروح منہ، حمد و سپاس اس خدا تعالیٰ کیلئے ہے

کہ مجھے اپنا کلمہ بنایا اور مجھے رُوح کہہ کر پکارا، مجھے آدم علیہ السلام کی مانند قرار دیا، مجھے شکمِ مادر میں اپنی کتاب کی تعلیم دی، حکمت کا وہ خزانہ جو توریت، انجیل اور زبور کے اسرار و رموز پر وہ انخفا میں چھپے ہوئے تھے، مجھے بخشے، مٹی سے پرندہ کی صورت بنا کر اس میں چھونکتا تو وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے اسے زندہ کر دیتا، کوڑھیوں، بہروں اور مادرِ زاد اندھوں کو میرے سپرد کیا، مجھے زندہ آسمان پر اٹھایا اور تمام آلائشوں سے پاک و صاف کیا، مجھے اور میری والدہ کو شیطان کے شر سے اس طرح محفوظ رکھا کہ کسی بھی حیثیت سے وہ ہم پر اثر انداز نہ ہو سکا۔

خصائصِ مصطفیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ انبیاء کی جماعت اپنی خصوصیات بیان کرنے سے فارغ ہو چکی تو میں نے بھی حق سبحانہ، و تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی، میں نے کہا: حمد و سپاس اس خدا تعالیٰ کے لیے ہے جس نے مجھے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا اور تمام لوگوں، گردو ہوں اور جماعتوں کی طرف مبعوث فرمایا اور مجھے اُن کے لیے بشیر اور نذیر مقرر کیا، مجھے فرقان یعنی قرآن مجید بخشا گیا، جس میں تمام چیزوں کا بیان ہے۔ میری اُمت کو تمام اُمتوں سے بہتر قرار دیا گیا اور ان کو وسطِ عدل کہا گیا، اول و آخر کہا گیا، میرا سینہ کھول دیا گیا، مجھ سے دُور اٹھایا گیا، میرا نام بلند کیا گیا، مجھے فاتح اور خاتم کہا گیا۔ بعض روایات میں ہے کہ ان کلمات پر وہ صفات کمال اور حق سبحانہ، و تعالیٰ کے جہاد و جلال کے عطیات (جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت الہی جل ذکرہؑ نے مخصوص فرمائے)، کو بھی بیان فرمایا اور وہ یہ ہیں الحمد للہ الذی جعلنی فایقاً الی آخرہ حمد و ستائش اس خداوند کے لیے ہے جس نے مجھے فایق بنایا۔ اس سے مراد روزِ بدر کی کشائش ہے، اور واثق اور راثق بنایا، فاتح کی تفسیر یوں بیان کی گئی ہے کہ سب سے پہلے میری قبر کھلے گی اور مجھے خاتم بنایا یعنی انبیاء کی آمد مجھ پر ختم ہوئی، میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔ مجھے اول، آخر، شاہ، بزرگ، مبشر اور نذیر بنایا۔ اعیان اللہ و شہداء امنیدا، مجھے قرآن مجید میں محمد اور انجیل میں احمد کہہ کر پکارا اور پہلی کتابوں میں حامد اور زبور میں محمود کہا، اس کے علاوہ حاشر، متقی، عاقب اور رحمتِ عالمیاں بنایا۔

تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے تمام رُوءے زمین کو میرے لیے مسجد بنادیا

مٹی کو پانی کے حکم میں کر دیا، مجھے خناتم اور ہدایا سے فتوحات بخشیں، مجھے سورہ بقرہ کی آخری آیات عنایت فرمائیں، قرآن مجید سے سب سے بڑی شافی مجھے بخشا گیا، مجھے تمام امتوں سے بہترین امت دی، توحید و قرآن کا علم بیان ہماری زبانوں پر آسان کر دیا، اپنے فرشتوں کو میری امداد کے لیے بھیجا اور میری امت کے لیے قیامت تک کے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیا۔ حوض کوثر مجھے عطا فرمایا۔ ہر پیغمبر کو ایک مستجاب دعا عنایت ہوئی تھی، میری دعائے مستجاب کو امت کے اہل کبار کے لیے آخرت کا ذخیرہ بنا دیا، جب میں نے یہ محامد و مناخر بیان کیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گرد و انبیاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لہذا افضلکم محمد، اس کے بعد تمام انبیاء میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی امت کو ایسے اعزازات سے معزز و مختص فرمایا کہ اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی متغیر نہ فرمایا اور نہ فرمایا، امت کے لیے جہاں تک ہو سکے تخفیف کا سوال کیجئے۔ واللہ المصیر

اس کے بعد خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ **بیت المقدس سے آسمان تک** جبرائیل علیہ السلام نے میرا ماتھ پکڑا اور صفحہ (پتھر) پر لے آئے، جب میں صفحہ پر آیا، میں نے صفحہ سے آسمان تک ایسی خوب صورت سیڑھی دیکھی کہ اس سے پہلے ایسی حسین چیز کبھی اور کہیں نہیں دیکھی تھی، روایت میں اس سیڑھی کی تعریف یوں بیان ہوئی ہے اس کے دونوں پہلو دو پنجروں کے مانند تھے ایک سدا زمین پر اور دوسرا آسمان پر تھا، ایک یا قوت سرخ کا بنا ہوا تھا اور دوسرا سبز زمرد سے اس کے پائیدان ایک سونے اور ایک چاندی کے جو موتیوں اور جواہرات سے آراستہ تھے بعض روایات میں ہے کہ اس کرسی کے زمر کے دو پر تھے اگر ایک پر گمان میں سے کھولتا تمام دنیا کو گھیر لیتا، اس سیڑھی پر پچاس منزلیں تھیں، ایک منزل سے دوسری منزل تک ستر ہزار سال کا راستہ تھا، ہر منزل پر ایک مقرب فرشتہ متعین تھا جس کے ماتحت پچاس ہزار فرشتے تھے، تمام نے ایک دوسرے کو خوشخبری دی، میری طرف اشارہ کرتے تھے، یہ زینہ فرشتوں کی گزر گاہ بن گیا جو آسمان سے زمین پر اور زمین سے آسمان پر آتے جاتے تھے کہتے ہیں کہ ملک الموت قبضہ ارواح کے لیے اس سیڑھی سے نیچے اترتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

موت کے وقت جب آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں تو وہ سیرھی دکھائی دیتی ہے۔ القحط آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم صحیح ترین روایات کے مطابق براق پر سوار ہوئے اور اس سیرھی کے
 ذریعہ آسمان پر پہنچے، ایک روایت یہ ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے فرمایا، آنکھیں بند کیجئے،
 جب کھولیں تو میں پہلے آسمان پر تھا، ایک روایت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا، جب میں سیرھی سے آگے گزر گیا تو اس سیرھی کے کونے پر ایک بزرگ فرشتہ بیٹھا ہوا
 دیکھا، ہاتھ کھولے ہوئے اور ساتوں آسمانوں کو اپنے دونوں ہاتھوں میں پکڑے ہوئے، مجھے
 سلام کیا اور خوشی کا اظہار کیا اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت آدم علیہ السلام
 کی پیدائش سے پچیس ہزار سال پہلے مجھے سیرھی کے اس سرے پر متعین کیا گیا ہے یا رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم! اس روز سے آپ کی محبت قلب کی گہرائی میں پاتا ہوں اور ہمیشہ آپ پر
 صلوٰۃ و سلام بھیجتا رہتا ہوں، یہاں آپ کی تشریف آوری کا منتظر ہوں، آج رات اس
 سعادت سے بہرہ ور ہوا ہوں، جب میں اس فرشتہ سے آگے بڑھ گیا تو میں نے ایک دریا
 دیکھا جس کی کشادگی بیس ہزار سالہ راہ تھی، اس میں ہر قسم کے آبی جانور موجود تھے، اس
 دریا کا نام قاصیہ ہے، ہوا میں معلق ہونے کے باوجود پانی کا ایک قطرہ بھی نیچے نہیں ٹپکتا،
 اس دریا کا رنگ انتہائی صفائی کی وجہ سے نیلا ہے، آسمان کی نیلاہٹ اس دریا کے رنگ
 کی وجہ سے ہے، واللہ اعلم۔ اس کے بعد میں ہوا کے خزانہ پر پہنچا، ہوا کو ستر ہزار مضبوط و
 مستحکم زنجیریں تھیں، ہر زنجیر پر ستر ہزار فرشتے متعین تھے جو اس کی حفاظت کرتے تھے،
 میں نے ہوا پر قدم رکھا اور وہاں سے آگے بڑھ گیا، اس کے بعد آسمان پر پہنچا اور وہ ایک
 دریا ہے جسے آسمان پر رکھا گیا ہے، جس کا دامن سدا پردہ دہر کی مانند زمین تک پہنچا ہوا ہے،
 آسمان کا بھی ایک ایسا ہی فلک ہے کہ اس دریا نے فلک پر تسارے تساروں کی طرح
 تیرتے ہیں وکل فی فلک یسبحون، فرمان الہی جل و علا فلک کو پہنچا تو وہ اپنی گردش سے
 ڈگ گیا، آداب بجالایا، میں نے اس پر قدم رکھا اور آگے نکل گیا یہاں تک کہ آسمان دنیا
 یعنی پہلے آسمان پر پہنچا، وہاں میں نے بشارت انوکھی چیزیں دیکھیں۔

عجائباتِ آسمانِ اول

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں پہلے آسمان پر پہنچا، جبرائیل علیہ السلام نے ایک دروازہ کھٹکھٹایا، اس دروازے کا نام باب الحفظ ہے، یہ دروازہ یا قوت سرخ کے ایک ہی دانے سے بنا ہوا ہے، مروارید کا بنا ہوا افضل لگا ہوا تھا، اس دروازے پر اسماعیل نامی فرشتہ موکل ہے، جب اس نے جبرائیل علیہ السلام کی آواز سنی تو اس نے ایسی آواز میں اس کا جواب دیا کہ اس سے پہلے کبھی میں نے ایسی آواز نہیں سنی تھی، اس نے کہا: من ذا الذي ناداك، کون پکار رہا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں ہوں۔ اس نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا: کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہو گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا: ہاں۔ اسماعیل نے کہا: آپ کو خوشی، کشائش اور جمعیت حاصل ہو، خوش آمدید، مرحبا به فنعلم المبعی جاء اور دروازہ کھول دیا۔ بارہ ہزار فرشتے اس کے تابع تھے اور ایک روایت میں ایک لاکھ، ایک دوسری روایت میں ہے فرمایا کہ میں نے سات لاکھ قائد دیکھے، ہر قائد کے ساتھ سات لاکھ تابع تھے ان کی تسبیح و تہلیل میں نے سنی جو یہ تھی سبحان الملك الاعلى سبحان من ليس كمثله شيء گزشتہ روایات میں فرشتوں کی تعداد کے متعلق ایک لاکھ کا عدد زیادہ قوی ہے کیونکہ ہر دوسرے آسمان پر پہلے آسمان سے ایک لاکھ فرشتے زیادہ ہیں چنانچہ بالتفصیل انشاء اللہ العزیز بیان ہو گا۔

اس کے بعد میں آسمانِ دنیا میں داخل ہوا، میں نے ایک آسمان دیکھا انتہائی صاف و پاک جہاں آئینہ ہے اور ایک روایت کے مطابق سبز مروارید کا بنا ہوا تھا، اس کا نام رقیق تھا اور اس کا طق پانچ سو سالہ راہ تھا۔ اس آسمان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عجیب امور مشاہدہ فرمائے ان میں سے میں چیزیں بیان کی جاتی ہیں:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے فرشتوں کی ایک جماعت کو ۱۔ ملائکہ قیام میں دیکھا جو حالتِ قیام میں تھی انتہائی تشویر و خضوع سے سر جھکائے

پر سبچ پڑھ رہے تھے۔ سببِ مرقوم سبب اللہ شکۃ والروح۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، ان فرشتوں کی یہی عبادت ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: جس روز سے آسمانوں کو پیدا کیا گیا ہے قیام قیامت تک ان کی یہی عبادت ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ سے درخواست کیجئے کہ وہ اس کا ثواب آپ کی امت کو عطا فرمائے۔ خواجہ عالم سلسلی اللہ علیہ وسلم نے درخواست فرمائی تو اللہ جل شانہ نے قبول فرمائی، چنانچہ قیام نماز میں فرض ہوا۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ اسے اچھی طرح ادا کرو۔ پھر میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: اسے جبرائیل علیہ السلام! ان فرشتوں کی تعداد کس قدر ہوگی؟ فرمایا: ان کی تعداد خدا کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا وما یعلم جنود ربك الا هو۔

۲۔ سیدنا آدمؑ سے ملاقات
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس آسمان میں میں نے آدم صغی اللہ علیہ السلام کے ساتھ اسی قد و قیامت اور صورت میں ملاقات کی جو عالم خلق تھا، سفید مروارید کی تختی پر لباس نور زیب تن کیے بیٹھے تھے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی ارواح اولاد کو حکم دیا ہوا تھا کہ ان کے سامنے پیش کریں جب مومن رُوح کو دیکھتے خوش ہوتے اور فرماتے مرواح طیب من بدن طیب، اس کے لیے رحمت و مغفرت طلب کرتے، اس کے بعد اس رُوح کو اعلیٰ علیتین پر لے جاتے ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: کَلَّا اِنَّ کِتَابَ الْاَبْرَارِ لَفِیْ عَلَیِّیْنَ، جب کا فر یا منافق کی رُوح کو دیکھتے غلگین ہوتے اور اس پر لعنت بھیجتے اور فرماتے مرواح خبیث من بدن خبیث، اس کے بعد اسے سجدہ میں لے جاتے ہیں کَلَّا اِنَّ کِتَابَ الْفٰجِرِ لَفِیْ سَجَیْنٍ۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کے والد آدم علیہ السلام ہیں ان کے پاس جا کر سلام کیجئے۔ آنسر در صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام کے پاس گئے اور سلام کیا۔ آدم علیہ السلام نے مسکرا کر اور خوش ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کا جواب دیا اور شکر گزاری کی اور کہا: مرجیا یا ابن الصالح و نبی الصالح الحمد لله الذی اکرمک وجعلک من نسلی، آپ کی تسبیح یہ تھی: سبحان العلیل الاجل سبحان الواسع الغنی سبحان الله و بحمدہ سبحان الله العلی العظیم و بحمدہ

استغفر اللہ، آدم علیہ السلام کے دائیں طرف مجھے ایک دروازہ دکھائی دیا جس میں سے عمدہ خوشبو پھوٹتی تھی اور آپ کے بائیں طرف ایک دوسرا دروازہ دیکھا جس میں سے بدبو آتی تھی، جب دائیں دروازے کی طرف دیکھتے، مسکراتے، اور جب بائیں طرف دیکھتے روتے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیلؑ سے سوال کیا ماہذا البائی، فرمایا: وہ دروازہ جو ان کے دائیں طرف ہے، جنت کا دروازہ ہے، سعادت مند بنی آدم کی ارواح اس دروازہ سے جنت میں داخل ہوتی ہیں اور دوسرا دروازہ جو ان کے بائیں طرف ہے دوزخ کا دروازہ ہے، جو بد نیتوں کی روحوں کی گزر گاہ ہے، جب آدم علیہ السلام اس دروازہ کی طرف دیکھتے ہیں، پاکیزہ ارواح کے مشاہدہ سے خوش و خرم ہوتے ہیں اور اس دوسرے دروازہ کی طرف دیکھتے ہیں تو غمگین ہوتے اور روتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا گزر ایک
۳۔ نیکیوں کا اجر پانے والے گروہ پر ہوا جو کھیتی باڑی میں مشغول تھے، اسی
ساعت فصل کاٹتے تھے ایک سے سات سو پھل حاصل کرتے تھے، میں نے پوچھا: اے
جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہیں؟ فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو عبادت و خدمت اور صدقہ و خیرات
خدا تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں، آپ نے نہیں سنا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: مثل الذین
ینفقون اموالہم فی سبیل اللہ کمثل حبة انبتت سبع سنابل فی کل سنبلۃ
ماتہ حبة تا آخر آیت۔

۴۔ نماز میں کوتاہی کرنے والے ایک جماعت کو دیکھا کہ فرشتے ان کے سروں کو
پتھر سے پکڑتے ہیں اور وہ پھر اپنی اصلی حالت پر آجاتے ہیں، وہ پھر پکڑتے ہیں، میں نے حضرت
جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نماز جمعہ اور باجعات
نماز میرہ مستحکم کی ہے اور رکوع اور سجدہ اچھی طرح ادا نہیں کیا اور نمازوں کو وقت پر
ادا نہیں کیا قال اللہ تعالیٰ فویل للہ! ہ۔ عن صلواتہم ساہون۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک اور جماعت کے
 ۵۔ زکوٰۃ نہ دینے والے پاس پہنچا جو بھوک، پیاسی اور تنگی تھی، زبان پر فرشتہ انھیں
 دوزخ کے طعام و شراب کی طرف ہنکاتا تھا جس طرح چوپایوں کو چراگاہ کی طرف ہنکاتے ہیں،
 میں نے جبرائیل علیہ السلام سے ان کے متعلق پوچھا، فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے
 مال کی زکوٰۃ نہیں دی، اور فقیروں پر رحم نہیں کیا قال اللہ تعالیٰ الذین یکنزون الذہب
 والفضۃ ولا ینفقونہا فی سبیل اللہ فبشرہم بعذاب الیم۔

۶۔ بدکار لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک دوسری جماعت کے پاس
 پہنچا، جس کے سامنے تمام نعمتیں رکھی ہوئی تھیں اور دوسری طرف مردار
 گوشت رکھا ہوا تھا، وہ لوگ اس مردار گوشت کو کھا رہے تھے اور ان پاکیزہ نعمتوں کی
 طرف التفات نہیں کرتے تھے، میں نے پوچھا تو فرمایا: یہ وہ مرد اور عورتیں ہیں جو اپنے حلال
 ساتھی کو چھوڑ کر حرام کی طرف رغبت کرتے ہیں قال اللہ تعالیٰ النخیثات للنخیثین
 والنخیثون للنخیثات۔

۷۔ تمسخرانے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک دوسری جماعت
 کے پاس سے گزرا آتشیں جگہوں پر انہیں بٹھایا ہوا تھا،
 ان جگہوں کے کاٹوں کی مانند بچے تھے، جو گزرنے والوں کے اعضاء اور کپڑوں کو کاٹتے تھے،
 میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ وہ جماعت ہے جو گزرگاہوں پر بیٹھ جاتی
 اور راہ گروں کو ایذا دیتی، آنکھوں کے اشاروں اور زبان سے لعن طعن اور گالیاں دیتی،
 اور لوگوں پر ہنستی تھی۔ ویل لکل ہمزۃ اور ولا تقعدوا بکل صراط توعدون وتصدون
 عن سبیل اللہ اور قال اللہ تعالیٰ و اذا مرو بہم یتغامزون۔

۸۔ خیانت کار لوگ فرمایا کہ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جس کی پشت پر اسقدر
 زیادہ بوجھ تھا کہ اس کے نیچے حرکت نہیں کر سکتا تھا، اس کے
 باوجود لوگوں کو اور بوجھ کے لیے کہتا ہوا کہ اس کی پشت پر رکھ دیتے اور بوجھ کو بڑھاتے
 رہتے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا۔ فرمایا: یہ وہ شخص ہے جس نے امانت میں

خیانت کی اس کے باوجود کہ لوگوں کے حقوق کا بوجھ اس کی گردن پر ہے اور مظالم تکرار رہے ہیں
یا ایہا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول ولا تخونوا اماناتکم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا ایک
۹۔ بادشاہوں کے خوشامدی قوم پر گزر رہا جس کے منہ اور ہونٹ آتشیں
قینچی سے کاٹے جا رہے تھے، اُسی وقت پھر اسی طرح ہو جاتے، دوبارہ کاٹتے پھر اُسی
طرح فی الفور ہو جاتے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ وہ گروہ ہے جو بادشاہوں
کے پاس جاتا، انہیں خوش آمدید کہتا، اُن کی جھوٹی اور محال باتوں کی تصدیق کرتا، ان کو
ظلم اور فتنہ و فحش سے نہیں روکتا تھا اور نہ ہی عدل و انصاف کرنے والوں کو کہتا تھا قال اللہ
تبارک و تعالیٰ ولا ترکنا الی الذین ظلموا فتمسککم الناس۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا گزر ایک جماعت پر ہوا،
۱۰۔ چغلی خور لوگ جس کے کانوں کا گوشت کاٹ کر اسے دیا جا رہا تھا، جسے وہ
کھاتی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ چغلی خور لوگ ہیں
جو لوگوں کی چغلی کھاتے اور غیبت کیا کرتے تھے قال اللہ تعالیٰ ایحب احدکم ان یأکل
لحم اخیه میتا فکرمتموه۔

فرمایا میں اسی جماعت کے پاس سے گزرا جن کے
۱۱۔ شراب نوشوں کا شر چہرے سیاہ، آنکھیں نیلی کی ہونی تھیں، ان کے
نچلے ہونٹ ان کے پاؤں کے نیچے روندے جاتے اور اُوپر کے ہونٹ سر پر ڈالے
ہوئے تھے، پیپ، خون اور گندگی اُن کے منہ سے بہتی تھی، آتشیں پیالوں میں ان کو
حمیم، دوزخیوں کا خون اور زرد آب پیئے کو ملتا تھا، وہ گدھوں کی طرح آواز لگاتے تھے۔
حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ آپ کی اُمت کے شرابی ہیں، انما الخمر
والمیسر والانساب والانسلا م رحس من عمل الشیطان۔

فرمایا: میں ایک گروہ کے پاس سے گزرا جہاں
۱۲۔ جھوٹی گواہی دینے والے زبانیں گدھی سے کھینچی ہوئی تھیں ان کی زبانیں گدھی سے

مسخ ہو چکی تھیں جن کے نیچے سے بھی عذاب اور اوپر سے بھی عذاب تھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے جھوٹی گواہی دی، قولہ تعالیٰ الا من شہد بالحق وہم یعلمون۔

۱۳۔ سود خور عذاب الہی میں میرا گزرا ایک ایسی قوم پر ہوا، جن کے پیٹ پھولے ہوئے تھے، زنگ زد، ہاتھ پاؤں میں بٹریاں اور ان کی گردن میں طوق پڑے ہوئے تھے، جب وہ اٹھنا چاہتے پیٹان کے نیچے کھینچتے اور منہ کے بل گر پڑتے، عذاب نے انہیں گھیر رکھا تھا، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سود خور ہیں، قال اللہ تعالیٰ الذین یا کلون الربوا لا یقومون الا کما یقوم الذی یتخبطہ الشیطان من المس۔

۱۴۔ قاتلوں کو سزا گزرا جن کو آتشیں چھریوں سے ذبح کرتے تھے، ان میں سے سیاہ اور گنداون بہتا تھا، پھر وہ زندہ ہو جاتے تھے، انہیں پھر قتل کرتے، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو ناحق خون بہاتے ہیں اور مومنوں کو ہلاک کرتے ہیں ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالد فیہا۔

۱۵۔ نافرمان عورتیں کے پاس سے گزرا جن کے چہروں کو سیاہ اور آنکھوں کو نیلا کیا ہوا تھا، آگ کے کپڑے ان کو پہنائے ہوئے تھے، فرشتے ان کو آگ کی گرزوں سے مار رہے تھے، وہ گتیبوں کی مانند آواز نکالتی تھیں، جبرائیل علیہ السلام سے میں نے پوچھا، فرمایا: یہ وہ عورتیں ہیں جنہوں نے اپنے خاوندوں کو ناراض کیا، قولہ تعالیٰ الرجال قوامون علی النساء۔

۱۶۔ منافقین کا مقام فرمایا، میں ایک ایسی قوم پر گزرا جو دنیا و آخرت کے درمیان مجبوس ہوا میں معلق کھڑی تھی، ہر ایک پر دو ترشہ د، غضب ناک فرشتے موکل کیے گئے تھے جن کی آنکھوں، ناک اور کان سے آگ برستی تھی ہر ایک

فرشتہ کے ہاتھ میں ایک لٹھی تھی، ہر لٹھی میں سے ستر ہزار شاخیں تھیں، اگر ایک شاخ کو کوہ ابوقیس پر رکھیں تو وہ پگھل جائے، ان لٹھوں سے فرشتے ان کو مارتے تھے اور فرشتے یہ تسبیح پڑھتے تھے:

سبحان القادر المقدر سبحان المنتقم علی اعدائہ سبحان الملک العظیم جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ منافقین ہیں قال اللہ تعالیٰ ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار اور قال اللہ تعالیٰ یخادعون اللہ وھو خادعہم۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک بہت بڑا ۱۷۔ والدین کے نافرمان گروہ دیکھا جسے آگ کی وادی میں مقید کیا ہوا تھا، آگ ان کو جلا دیتی وہ پھر تروتازہ ہو جاتے وہ پھر جلا دیتی، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ اپنے والدین کے نافرمان ہیں قال اللہ تعالیٰ ولا تقل لھما اُنّ ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریمًا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک اور جماعت کو ۱۸۔ گانے والے فنکار دیکھا، جن کے سینوں پر آگ کے طبق رکھے ہوئے تھے، چہرے سیاہ، آنکھیں نیلی اور سیاہ قطر ان کا لباس پہنایا ہوا تھا، عذاب کے فرشتے انہیں آگ کی لٹھوں سے مارتے تھے، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ گویے ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مرغ کی مانند ایک فرشتہ دیکھا جس کا سفید سر عرش کے نیچے اور اس کے پاؤں ساتویں زمین کے نیچے تھے۔ بعض اہل سیر نے اس فرشتہ کا ذکر آسمان دنیا کے غرائب میں کیا ہے اور بعض اہل سیر نے اس کا ذکر سدرۃ المنتہی میں کیا ہے ہم بھی سدرۃ المنتہی کے غرائب میں اس فرشتہ کا ذکر انشاء اللہ العزیز کریں گے کیونکہ آسمان دنیا کے ساتھ اس کا اختصاص مناسب نہیں، کیونکہ عرش سے تحت الثریٰ تک جب اس نے احاطہ کر رکھا ہو تو تمام آسمانوں پر اس کا وجود برابر ممکن ہوگا، واللہ اعلم۔

فرمایا: میں نے ایک فرشتہ آدمیوں کی شکل و صورت ۱۹۔ رعد اپنے اصلی روپ میں کا دیکھا جس کا نصف بالائی حصہ آگ اور نصف زیریں حصہ برف کا بنا ہوا تھا، نہ ہی آگ برف کو گھلاتی تھی اور نہ برف آگ کو بجھاتی تھی،

اس کی تسبیح یہ تھی: سبحان الذی اقبل بین المثلج والنار والذی یؤلف بین قلوب عبادک
 الصالحین اور ایک دوسری روایت کے مطابق سبحان الذی یؤلف بین عبادہ
 المومنین، میں نے پوچھا: یہ فرشتہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اس فرشتہ کو
 حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور اسے بادلوں پر موکل کیا ہے،
 جہاں کہیں اللہ تعالیٰ کا ارادہ بارش برسانے کا ہوتا ہے بادلوں کو دہاں پہنچا دیتا ہے، اس
 فرشتہ کا نام رعد ہے، بادلوں میں کوک اور بجلی پیدا کرنے کا وہ سبب ہوتا ہے، جب وہ بادل کو
 چلاتا ہے تو اس میں سے کوک کی آواز نکلتی ہے اور جب بادل کی طرف رغبت کرتا ہے بجلی
 چمکتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ القرآن اللہ یزجی سحابا ثم یؤلف بینہ۔

فرمایا: جب میں اس جگہ سے گزر گیا ایک دریا پر پہنچا جس کے بے شمار
 ۲۰۔ بحر الجیوان غرائب و عجائب احاطہ تو صعیف سے باہر ہیں، پانی دودھ سے
 زیادہ سفید، پہاڑوں کی مانند موجیں مارتا، میرے دریافت کرنے پر جبرائیل علیہ السلام نے
 فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ بحر الجیوان ہے، جب مُردے اٹھائے جانے کا
 وقت ہوگا تو اس دریا سے زمین پر بارش برسا ئیں گے جس کے پانی سے بوسیدہ اور
 ریزہ ریزہ شدہ اعضا کو ترکیب دے کر پھر زندہ کریں گے، قال اللہ تعالیٰ اللہ الذی خلقتکم
 ثم سخرتکم ثم یسمیتکم ثم یمیتکم۔ اس کے بعد فرمایا: جب میں اس آسمان اور
 دریا سے گزر گیا، دوسرے آسمان پر پہنچا۔

واقعات و غرائب آسمان دوم

خواجه عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں دوسرے آسمان پر پہنچا، یہ آسمان اس قدر
 نورانی تھا کہ اسے دیکھنے سے آنکھیں چنڈھیا جاتی تھیں، ایک روایت میں ہے، آپ نے
 فرمایا اسے سُرخ سونے سے بنایا گیا تھا اس کا نام قیدم ہے، جبرائیل علیہ السلام نے بڑھ کر
 دروازہ کھٹکھٹایا، دربان نے پوچھا: کون ہے؟ فرمایا: میں جبرائیل علیہ السلام ہوں،
 پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا: کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مبعوث ہو گئے ہیں؟ فرمایا: ہاں، اس نے کہا: الحمد للہ اور دروازہ کھول دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے پوچھا: کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ اس نے دروازہ کھول دیا، اس آسمان میں بھی میں نے بہت سے عجائب و غرائب دیکھے ان میں سے چار چیزیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ اسرافیل استقبال کرتے ہیں

دروازہ کھلا، میں نے دیکھا دروازہ مروارید کا بنا ہوا تھا جس پر نور کا فضل لگا ہوا تھا، اس کا خازن اسرافیل نامی ایک فرشتہ تھا، جس کے تابع در لاکھ فرشتے تھے، پھر ہر ایک فرشتہ کے ساتھ دو دولاکھ فرشتے تھے، میں نے انہیں سلام کیا تمام نے میرے سلام کا جواب عزت و احترام سے دیا، مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت و احترام اور بزرگی کی خوشخبری دی، دوسرے آسمان کے دربان فرشتے اسرافیل کی تسبیح یہ تھی:

سبحان اللہ کل ما یسبح اللہ مسبح والحمد للہ کل احمد اللہ حامد ولا
الہ الا اللہ کلہا ہلل اللہ واللہ اکبر کلہا کبر اللہ مکبر۔

۲۔ رکوع گزار فرشتے

فرمایا: جب میں ان سے گزر گیا، فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچا، تمام صفت باندھے رکوع میں جھکے ہوئے یہ

تسبیح پڑھتے ہیں: سبحان الوارث الواسع سبحان الذی لا یدرک ابصار سبحان العظیم العظیم، ان فرشتوں پر رکوع میں اس قدر خشوع و خضوع طاری تھا کہ جب سے پیدا ہوئے ہیں سر نہیں اٹھایا اور میرے آسمان کو نہیں دیکھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: اہل آسمان کی عبادت ایسی ہی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، خدا تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ اس عبادت کو آپ اور آپ کی اُمت کو عطا فرمائے۔ میں نے دُعا کی، مجھ پر اور میری اُمت پر نماز میں رکوع فرض ہوا۔

۳۔ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ سے ملاقات

فرمایا: جب میں ان فرشتوں سے آگے نکل گیا، میں دُجوانوں کے

پاس پہنچا، میرے دریافت کرنے پر جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام ہیں، ایک دُوسرے کے خالہ زاد بھائی۔ جبرائیل علیہ السلام نے

فرمایا: ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا، تعجبت اور اس کے آداب بجالایا۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا: مرحبا یا اخ السالحم والنسبی الصالحم، عیسیٰ علیہ السلام نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور بہت ہی خوشخبری دی، خدا تعالیٰ جل و علا کے اعزازات اور عواطف اور ان کرامات کا ذکر کیا جو تمام انبیاء مرسل علیہم السلام میں سے میرے ساتھ مختص ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی: سبحان الحنان المنان سبحان الابد الابد سبحان المبدی المعید۔

۴۔ قاسم الرزق سے ملاقات تھی، ایک روایت میں ستر ہزار مرتبے، ہر سر کے ستر ہزار چہرے اور ہر چہرے پر ستر ہزار منہ تھے، ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں تھیں، ہر زبان کی بد لغت تھی کوئی لغت بھی دوسری لغت کے ساتھ نہ ملتی تھی، ان کی تسبیح یہ تھی سبحان الخالق العظیم سبحان العظیم الاعظم سبحان اللہ وبحمدہ اور دوسری روایت میں سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ الخالق العظیم وبحمدہ استغفر اللہ کو بھی پہلی تسبیح کے ساتھ ملایا گیا ہے۔ روایت میں ہے کہ جس شخص پر روزی تنگ ہو جائے اس تسبیح کو صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان پڑھا کرے اس کی روزی فراخ ہو جائے گی، جبرائیل علیہ السلام سے میں نے اس فرشتہ کا حال پوچھا، فرمایا: یہ وہ فرشتہ ہے جسے لوگوں کے رزق پر موکل بنایا گیا ہے، ہر انسان کا مقررہ رزق روزانہ کرم الہی کے دسترخوان سے بغیر کسی کمی یا زیادتی کے اتے پہنچاتا ہے، اس کا نام قاسم ہے، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تیسرے آسمان پر پہنچا، جبرائیل علیہ السلام نے گزشتہ طریق کے مطابق اس کا دروازہ کھلوا یا، ہمارے لیے دروازہ کھول دیا گیا۔

واقعات و عجائبات آسمان سوم

ان میں سے جہد چیزیں بیان ہوتی ہیں:

۱۔ قنیل نور فرمایا: جب میں آسمان سوم میں داخل ہوا تو میں نے سفید مروارید سے بنا ہوا تاباں اور روشن آسمان دیکھا جس میں نور کی

تذلیل رکھی ہوئی تھی، اس آسمان کا نام زیلوں ہے، اس کا دربان اس قدر عظیم الشان تھا کہ اس کے تابع تین لاکھ فرشتے تھے، ہر فرشتہ کے ساتھ تین تین لاکھ اور فرشتے تھے، اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی: سبحان معطی الوهاب سبحان الفتاح العظیم سبحان المجیب لمن دعا۔

۲۔ سر بسجود فرشتے فرمایا: میں نے بہت سے صف بستہ فرشتے دیکھے یہ تمام فرشتے سجدہ میں تھے، میں نے انہیں سلام کیا، سر اٹھا کر انہوں نے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ میں چلے گئے، سجدہ میں وہ یہ تسبیح پڑھتے تھے: سبحان الخالق العظیم سبحان الذی لا مقدور لاملجاء الا الیہ سبحان العلی الاعلیٰ، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: آسمان سوم کے فرشتوں کی یہ عبادت ہے؟ فرمایا: ہاں، خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے یہ عبادت آپ اور آپ کی امت کو عطا فرمائے۔ میں نے دعا کی تو مجھے یہ عبادت عطا فرمائی ہر رکعت میں دو سجدے فرض قرار دیے کیونکہ فرشتوں نے سر اٹھا کر میرے سلام کا جواب دیا اور پھر سجدہ کیا۔

۳۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے معاف فرمایا: میں نے فرشتوں میں اپنے بھائی یوسف علیہ السلام کو دیکھا، ان کے ساتھ امت کے عبادت گزار بندے تھے، جبرائیل علیہ السلام نے مجھے انہیں سلام کرنے کے لیے فرمایا، میں نے سلام کیا، میرے سلام کا انہوں نے جواب دیا اور مجھ سے معاف فرمایا، مجھے کرامت الہی کی بشارت دی، جو تسبیح وہ پڑھ رہے تھے، میں نے سنی، وہ یہ تھی: سبحان الکبیر الاحکرم سبحان العلیل الاجل سبحان الفرد الوتر سبحان الابد الابد۔

۴۔ حضرت داؤد و حضرت سلیمانؑ سے ملاقات فرمایا: حبیب میں یوسف علیہ السلام سے آگے بڑھا، حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات کی، سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب دیا اور مجھے کرامات کی بشارت دی اور فرمایا کہ آج کی رات امت کی

شفاعت میں کرتا ہی نہ کیجئے، واؤ علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی: سبحان الملك الملوک سبحان
القاهر الجبار تصیر الیہ الامور۔

۵۔ متکبروں کا شر فرمایا: جب میں ان سے آگے گزر گیا، میں نے ایک فرشتہ کرسی پر بیٹھے ہوتے دیکھا، جس کے ستر سر، اور ایک روایت کے مطابق ستر ہزار پر اور ہر پر اس قدر تھا کہ مشرق و مغرب کو گھیر چکے، اس فرشتہ کے گرد اگر عظیم الجثہ فرشتوں کو دیکھا ہر ایک کی لمبائی ایک لاکھ دو سو سالہ راہ تھی یہ فرشتے ایک جماعت کو عذاب دے رہے تھے، انہیں آتشیں لٹھ مارتے تھے، ان لٹھوں کے نیچے وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور جل اٹھتے، پھر اپنی اصلی حالت پر آ جاتے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام اور اس قوم کو عذاب دینے کا سبب پوچھا، فرمایا: اس فرشتہ کا نام سر حائیل ہے اور یہ قوم تیری امت کے جبار اور متکبر لوگ ہیں، حق سبحانہ، و تعالیٰ نے اس فرشتہ اور اسکے معاونین کو اس قوم کو عذاب دینے کے لیے مقرر فرمایا، قیامت تک اُسی طرح ان کو عذاب دیتے رہیں گے، اس فرشتہ کی تسبیح کو میں نے سنا، یہ تھی: سبحان من هو فوق الجبارین سبحان من هو المسلطین من عصا۔

۶۔ بحر النقم فرمایا: اس کے بعد میں ایک بہت بڑے دریا پر پہنچا جس کی توصیف خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اس دریا کا نام بحر النقم ہے۔ اس دریا میں سے پانی کی کچھ مقدار دنیا میں بھیجی تو طوفانِ نوح ظہور پذیر ہوا، یہ دریا دنیا سے سات گنا بڑا ہے یعنی مشرق سے مغرب اور زمین سے آسمان تک، پھر فرمایا: بب میں اس دریا سے گزر گیا، چوتھے آسمان پر پہنچا۔

عجائباتِ آسمانِ چہارم

۱۔ عزرائیل یا موصیائیل خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چوتھا آسمان خام چاندی کا بنا ہوا تھا اور ایک روایت کے مطابق سفید مروارید کا تھا، ہفت زمین اور تینوں آسمان اس کے احاطہ میں بیابان کے اندر

ایک حلقہ کی مانند دکھائی دیتے تھے، ایک روایت کے مطابق اس کا نام زیون ہے اس کا دروازہ نور کا تھا جس پر نور ہی کا قفل تھا، اس قفل پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا۔ اس دروازے کا خازن ایک روایت کے اعتبار سے عزرائیل اور دوسری روایت کے مطابق موزیائیل، اور ایک اور روایت کے مطابق موزیائیل نامی تھا، سابقہ دستور کے مطابق میرے لیے اس نے دروازہ کھولا، جب میں آسمان چارم میں داخل ہوا، بہت سے عجائبات دیکھے اور موزیائیل جو اس دروازے کا دربان تھا، امور کلیہ اس کے سپرد تھے۔ کہتے ہیں کہ موزیائیل کے تابع چار لاکھ فرشتے تھے، ہر فرشتہ کے چار چار لاکھ اور فرشتے ملازم تھے، اس کی تسبیح یہ تھی: سبحان الغالق الظلمات و النور سبحان خالق الشمس والقمر المنیر سبحان الرفیق الاعلیٰ۔

۲۔ موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام سے اسی آسمان پر ملا اور ایک روایت کے مطابق چھٹے آسمان پر ملاقات کی، واللہ اعلم۔ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے ان کو سلام کرنے کے لیے کہا، میں نے بڑھ کر سلام کیا، وہ اٹھے اور میرے ساتھ بغل گیر ہوئے، میری دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا: الحمد للہ الذی اراحنی وجہک، سپاس و ستائش اس خدا کے لیے ہے جس نے مجھے آپ کے دیدار کی سعادت بخشی، مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے بہت سی کرامات کی بشارت دینے کے بعد فرمایا: آج وہ رات ہے کہ آپ کو حق سبحانہ و تعالیٰ خاص اپنے سامنے جگہ دیں گے، ایسی خاص مجلس ہوگی کہ کسی مخلوق کی وہاں گنجائش نہیں ہوگی۔

بروای جان نامحرم کہ امشب با خیال اد

چناں خوش خلوقی دارم کہ من ہم نیست محرم

آپ جانتے ہی ہیں کہ کیا کچھ طلب کرنا ہے، بہر حال ضعفائے امت کو مت جھولیے، اگر ان پر کچھ فرانس عائد ہوں تو اعمال امت میں تخفیف کی درخواست کیجئے، جہاں تک ہو سکے تخفیف میں مبالغہ سے کام لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں آپ کی

نصیحتوں پر عمل کروں گا، حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ تسبیح پڑھ رہے تھے، سبحان ہادی من یشاء و مضل من یشاء سبحان الغفور الرحیم، نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آگے نکل گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام روئے، رونے کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا: ابکی لان سلاما بعث من بعدی یدخل الجنة من امتہ اکثر مما یدخلہا من امتی، یعنی میں اس لیے روتا ہوں کہ ایک جوان کو میری نبوت کے بعد مبعوث کرتے ہیں اس کی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔ ایک روایت میں ہے کہ بنی اسرائیل مجھے خدا تعالیٰ کے نزدیک تمام بنی آدم سے بزرگ خیال کرتے ہیں حالانکہ یہ جوان خدا تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے زیادہ بزرگ ہے۔ اگر محسن ان کی ذاتی فضیلت مجھ پر ہوتی تو میرے لیے آسان بات تھی، لیکن آپ کی فضیلت آپ کی امت کی میری امت پر فضیلت کو مستلزم ہے اور آپ کی امت خدا تعالیٰ کے نزدیک تمام امتوں سے افضل ہے۔

فرمایا: آسمان چہارم کے تمام فرشتوں کو میں نے دوزانو بیٹھے ۳۔ دوزانو فرشتے ہوئے دیکھا اور یہ تسبیح پڑھتے تھے: سبحان السّٰوٰن الرحیم سبحان الذی لا یخفی علیہ شئ سبحان رب العالمین، میں نے پوچھا: آسمان چہارم کے فرشتوں کی یہ عبادت بنے، فرمایا: ہاں، خدا تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ یہ عبادت آپ اور آپ کی امت کو عطا فرمائے۔ میں نے دُعا کی جو منظور ہوئی، قعدہ اخیر مجھ پر اور میری امت پر فرض ہوا۔

فرمایا: مریم خاتون موسیٰ علیہ السلام کی ۴۔ خواتین صالحات سے ملاقات والدہ اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہن کو میں نے چوتھے آسمان میں دیکھا، میرے استقبال کے لیے تشریف لائیں، حضرت مریم کے سفید مروارید کے ستر ہزار محل تھے اور موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے ستر ہزار محل سبز مروارید کے الگ تھے اور فرعون کی بیوی آسیہ کے ستر ہزار محل سُرخ یا قوت اور ستر ہزار محل تازہ مرجان کے تھے۔

فرمایا: ان غائبات میں سے جو میں نے آسمان چھام
 ۵۔ عزرائیل استقبال کرتے ہیں میں دیکھے ایک یہ تھا، میں نے ایک فرشتہ غلگین،

منقبض کُرسی پر بیٹھا ہوا دیکھا، اس تخت کے چار کونے تھے، ہر کونے کے ساتھ لاکھ پائے،
 سرخ سونے، خام چاندی اور مرادید کے بنے ہوئے تھے، اس کے گرد اگر دبے شمار
 فرشتے تھے جن کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کے دائیں طرف نورانی فرشتے
 تھے تمام ہنر پوش، معطر، روشن، شیریں گفتار، بیدار دل اس حد تک خوب صورت
 اور نیک سیرت تھے کہ ان کے چہرے سے نظر اٹھانا دشوار تھا، اس کے بائیں طرف میں نے
 فرشتے دیکھے، تمام سیاہ رو، جن کے لباس بھی سیاہ تھے، درشت گو، بد خو تسبیح پڑھتے تھے
 تو ان کے منہ سے شعلے نکلتے تھے، کوئی شخص انہیں دیکھ نہیں سکتا تھا، وہ فرشتہ جو تخت پر
 بیٹھا ہوا تھا، مجسمہ چشم تھا، اس کی آنکھ کے انوار مشتری و مریخ کی مانند آسمان میں چمکتے تھے
 اس کے بہت سے پر تھے، میں نے اس کے سامنے بہت سے پورکھے ہوئے دیکھے،
 انتہائی بزرگ، تختی ہاتھ میں لیے اسے دیکھے جا رہا تھا ایک لمحہ بھی اس سے نظر نہیں
 اٹھاتا تھا، ایک بڑا درخت اس کے سامنے کھڑا تھا، اس درخت کے اس قدر پتے تھے
 کہ ان کی تعداد صرف خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے، ہر پتے پر کسی شخص کا نام لکھا ہوا ہے میں نے
 ایک اور چیز ایک طشت کی مانند اس کے سامنے رکھی ہوئی دیکھی۔ وہ ہر لمحہ ہاتھ بڑھا کر
 اس میں سے کوئی چیز اٹھا لیتا، کبھی اسے خوبصورت نورانی فرشتوں کو دیتا اور کبھی اسے
 بد صورت سیاہ فرشتوں کے سپرد کرتا، جب میری نگاہ اس فرشتہ کے چہرہ پر پڑی میرے
 دل میں اس کا خوف پیدا ہوا اور میں کانپنے لگا، میرے جسم میں ضعف اور سستی پیدا ہو گئی،
 میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ فرشتہ کون ہے اور اس کا کیا نام ہے۔ فرمایا:
 یہ عزرائیل علیہ السلام ہے، کوئی شخص بھی اسے دیکھے بغیر نہیں رہ سکتا ہو ہادم الذات
 و مفروق الجماعات، پھر جبرائیل علیہ السلام اس کے پاس گئے اور اسے میرے
 حال سے آگاہ کیا اور کہا: اے عزرائیل علیہ السلام! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پیغمبر
 کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، حق سبحانہ و تعالیٰ کے محبوب۔ اس نے سر اٹھایا اور مجھے

دیکھا، مسکرایا، میری تعظیم کے لیے اٹھا اور کہا مہربانک۔ حق تعالیٰ نے کوئی پیغمبر آپ سے زیادہ عزیز اور بزرگ نہیں بھیجا اور آپ کی امت سے زیادہ کوئی امت حق تعالیٰ کے نزدیک بزرگ نہیں، میں آپ کی امت پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوں، میں نے کہا: اے ملک الموت! تُو نے مجھے خوش کر دیا اور مجھے غم سے رہائی دی لیکن مجھے ایک حدشہ ہے، میں چاہتا ہوں کہ اُسے آپ دُور کر دیں، پوچھا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا: آپ بہت غلگین اور منقبض دکھائی دیتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب سے خدا تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد کیا ہے اور ارواح کی امیدیں میرے سپرد کی ہیں میں ہمیشہ ڈرتا رہتا ہوں کہیں مجھ سے کوئی کوتاہی نہ ہو جائے اور میں ان خدمت کو پورا نہ کر سکوں اور خدا تعالیٰ کی گرفت میں آ جاؤں۔ میں نے پوچھا: یہ طشت کیا ہے؟ فرمایا: یہ تمام دنیا کی مثال ہے، تمام دنیا میرے احاطہ اقتدار میں ہے، اسی طرح ہے جس طرح اب میرا تصرف اس طشت میں ہے۔ میں نے پوچھا: یہ لوح کیسی ہے؟ فرمایا: اس تختی پر زندوں کی موت کا وقت درج ہے۔ میں نے پوچھا: یہ درخت کیسا ہے؟ فرمایا: یہ نیک بختوں اور بد بختوں کا نشان ہے، ہر انسان کا نام ایک پتے پر لکھا ہوا ہے، دوسرے پتے پر اس کی نیک بختی یا بد بختی لکھی ہوئی ہے، جب وہ انسان دنیا میں بیمار ہو جاتا ہے وہ پتہ جس پر اس کا نام لکھا ہوتا ہے زرد ہو جاتا ہے، جب اس کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو وہ پتہ اس سے جدا ہو کر اس تختی پر آ جاتا ہے اور اس کے نام کو لوح سے مٹا دیتا ہے، میں ہاتھ بڑھا کر اس انسان کی رُوح خواہ مشرق میں ہو خواہ مغرب میں قبض کر لیتا ہوں۔

میں نے پوچھا: یہ فرشتے جو آپ کے دائیں بائیں ہیں یہ کس لیے ہیں، انہوں نے کہا: یہ فرشتے جو دائیں طرف ہیں، رحمت کے فرشتے ہیں جب میں نیک بختوں کی جان قبض کرتا ہوں ان کے سپرد کرتا ہوں۔ بائیں طرف عذاب کے فرشتے ہیں، بد بختوں کی جان ان کے سپرد کرتا ہوں، میں نے ان کی تعداد کے متعلق پوچھا تو فرمایا مجھے ان کی تعداد کا علم نہیں لیکن ہر انسان کی رُوح قبض کرتے وقت چھ لاکھ فرشتے رحمت اور چھ لاکھ فرشتے عذاب حاضر ہوتے ہیں جو جماعت اس پر مقرر ہوتی ہے دوسری مرتبہ قیامت تک اس کی نوبت نہیں آتی۔ میں نے

پوچھا: اے ملک الموت! بروح کو قبض کرنے کے لیے آپ کو خود لٹک و دو کرنا پڑتی ہے یا دوسروں کے سپرد بھی یہ کام کر سکتے ہو؟ فرمایا: جس روز سے مجھے اس جگہ بٹھایا گیا ہے، میں اس جگہ سے نہیں اٹھا لیکن میرے ماتحت ستر ہزار قائم ہیں ہر قائم کے زیر فرمان ستر ہزار فرشتے ہیں، جب کسی انسان کی روح قبض کرنے کا وقت ہوتا ہے میں ان کو بھیجتا ہوں، وہ اس کی جان قبض کر کے حلق تک پہنچا دیتے ہیں پھر میں ہاتھ بڑھا کر اس کا کام تمام کر دیتا ہوں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک الموت کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا: اے مقرب فرشتہ! میری آپ سے ایک درخواست ہے مہربانی فرما کر قبول کیجئے۔ اس نے کہا: آپ جو کچھ فرمائیں، بسر و چشم۔ فرمایا: میری درخواست ہے کہ میری امت کے ساتھ رفیق و سہولت کے ساتھ معاملہ کریں کیونکہ ان میں کمزور اور نحیف و نزار بھی ہیں۔ ملک الموت نے جواب دیا: آپ خوش ہو جائیں مجھے اس معبود کی قسم ہے جس نے خلعتِ خاتمیت انبیاء و رسل آپ کو پہنایا، روزانہ ستر ہزار مرتبہ حق سبحانہ و تعالیٰ بذاتِ خود مجھے خطاب فرماتا ہے کہ اے عزرائیل! امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نرمی اور سہولت کا سلوک کر اور سہولت سے ان کی جان قبض کر۔ اسی لیے میں ان پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہوں۔ فرمایا: اسی چوتھے آسمان میں میں نے ایک دریا دیکھا جو برف سے زیادہ سفید تھا، جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ سمندر ہے جس کا نام بحر التلج ہے، اگر اس دریا میں برف کی تھوڑی سی مقدار بھی باہر گرے تو زمین و آسمانوں کے تمام باشندے شدتِ برودت سے ہلاک ہو جائیں۔

۷۔ فرشتوں نے حضور کی اقتدار کی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المعمور کو بھی اسی آسمان میں دیکھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ساتویں آسمان کے اوپر سورۃ الملتہی کے نزدیک دیکھا، بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مکان کی تعریف اس طرح بیان فرمائی، وہ ایک مکان ہے جسے ایک ہی سُرخ یا قوت کے دانہ سے بنایا گیا ہے۔ سبز زرد کے دو دروازے ہیں، سُرخ سونے، جواہرات اور یا قوت کی بنی ہوئی دس ہزار مشعلیں آویزاں تھیں،

ہر تنزیل سورج اور چاند سے زیادہ روشن، سُرخ سونے کا ممبر اس مکان میں رکھا ہوا تھا،
 خام چاندی کا ایک منارہ کھڑا کیا گیا تھا جس کی بلندی پانچ سو سالہ راہ تھی، جس روز سے وہ
 مکان تیار ہوا ہے قیامت تک ہر روز ستر ہزار فرشتے عرش کے نیچے سے دریائے نور
 میں آکر غسل کر کے وہاں سے نکلتے ہیں، نور کی چادریں سر پر ڈالے لبیک کہتے ہیں، احرام
 باندھ کر بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں اور واپس چلے جاتے ہیں، قیامت تک پھر ان کے
 واپس آنے کی باری نہیں آتی، اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور بیت المعمور
 لے کر داخل ہوئے اور فرمایا: یا رسول اللہ! ساتوں آسمانوں کے فرشتوں کی امامت
 کیجئے۔ جس طرح زمین پر تمام انبیاء کی امامت کی آسمان پر تمام فرشتوں کے امام
 بنیے۔ میں نے وہاں دو رکعت نماز ادا کی، ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے میری
 اقتداء کی، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں نے یہ جمعیت ملاحظہ کی، میرے دل
 میں خیال پیدا ہوا کہ خدا تعالیٰ میری امت کو بھی ایسی ہی جمعیت عطا فرمائے، عالم افسر
 والٹھیا نے میرے دلی ارادہ کو جانپ لیا، فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جس قدر
 یہ جمعیت آپ نے مشاہدہ کی ہے تیری امت میں پیدا کروں گا، یہ جمعہ کا دن ہے اس مقام میں
 ان عبادت گزاروں کی عبادت تیری ضعیف امت کے کام میں لاؤں گا، اس فقیر مولف کتاب
 کی نظر میں اہل تذکیر کی کتابوں میں یوں آیا ہے کہ جب جمعہ کا روز ہوتا ہے ملاو اعلیٰ کے
 فرشتے اور عالم بالا کے کتبیاں بیت المعمور میں جمع ہوتے ہیں، جبرائیل علیہ السلام اس منارہ
 پر نماز کے لیے اذان کہتے ہیں، اسرافیل علیہ السلام اس منبر پر آکر خطبہ پڑھتے ہیں، میکائیل
 علیہ السلام امامت کراتے ہیں، ساتوں آسمانوں کے فرشتے ان کی اقتداء کرتے ہیں۔ جب نماز
 ختم ہو جاتی ہے جبرائیل علیہ السلام فرماتے ہیں: اے فرشتو! گواہ ہو کہ میں نے اپنی اذان کا
 ثواب اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مودّوں کو بخشا۔ میکائیل علیہ السلام بھی کہتے ہیں کہ
 میں نے اپنی امامت کا ثواب اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشا، تمام فرشتے یک زبان ہو کر
 کہتے ہیں کہ ہم نے اس نماز کے ثواب کو اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعہ پڑھنے والوں کو بخشا،
 حق سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان پہنچے گا کہ ہماری خدمت میں اپنی سخاوت کو مت پیش کرو، کیونکہ

سعادۃ کا تو میں خود خالق ہیں، گواہ رہو کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو بخش دیا اور ان کو عذابِ آخرت سے محفوظ کر دیا۔

۸۔ سورج خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہے۔ روایت کے مطابق زمین سے ایک سو ساٹھ گنا

بڑا تھا، اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق سورج کا میدان اتنی ہزار سالہ راہ ہے، جب حق تعالیٰ نے سورج کو پیدا فرمایا تو اس کے لیے ایک کشتی تیار کی، سُرخ یا قوت کی، ایک تخت جس کے تیس لاکھ اور ساٹھ پائے ہیں، ہر پایہ کو ایک فرشتہ پکڑے ہوئے ہے، آفتاب کو سنہری کشتی میں رکھا اور کشتی کو اس تخت پر رکھا، اس تخت کو تیس لاکھ ساٹھ فرشتے پکڑ کر دریائے فلک میں جو چوتھے آسمان کے نیچے ہے لے جاتے ہیں، ہر صبح مشرق سے نکالتے ہیں اور شام کے وقت مغرب کی طرف غروب کرتے ہیں، وہ تمام فرشتے اس آسمان میں عبادت میں مصروف ہو جاتے ہیں، صبح کو پھر تیس لاکھ ساٹھ دوسرے فرشتے اسے مشرق سے نکالتے ہیں، اسی طرح ہر روز نئے فرشتے آتے رہتے ہیں جو ایک دفعہ آتے ہیں دوبارہ قیامت تک ان کی نوبت نہیں آتی تعالیٰ والشمس تجری

لمستقر لہا، بعض تفاسیر میں سورج کے مستقر کو عرش کے نیچے بیان کیا ہے کہ ہر رات سورج کو ساق عرش میں غروب کرتے ہیں وہاں سورج خدا تعالیٰ جل و علا کو سجدہ کرتا ہے اور پھر وہیں رہتا ہے تا آنکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے صبح کے وقت مشرق سے اسے نکالا جاتا ہے اسی طریقہ سے وہ سفر کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے مغرب کی طرف سے نکالنے کا حکم ہوتا ہے۔ یہ حدیث پوری کی پوری عوالس امام شعبی میں مذکور ہے وہاں دیکھنی چاہیے، واللہ اعلم۔

اس کے بعد خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پانچویں آسمان پر پہنچا جو سرخ یا قوت سے بنا ہوا تھا اور ابو سعید بن جبیر کی روایت کے مطابق یہ سُرخ سونے کا بنا ہوا تھا، حسبِ سابق وہ دروازہ کھلا تو میں آسمان میں داخل ہوا۔

عجائبات آسمانِ پنجم

فرمایا کہ جب میں اس آسمان میں داخل ہوا، یہ اس قدر بڑا تھا کہ چاروں آسمان اور ساتوں زمین ایک حلقہ کی مانند اس کے احاطہ میں تھے، اس آسمان کا نام البیانیقون ہے ان عجائبات میں سے جو اس آسمان پر مشاہدہ کیے، پانچ باتیں بیان کی جاتی ہیں:

۱۔ **اوستقطائیل سے ملاقات** بیٹھا ہوا تھا، اس کا نام اوستقطائیل ہے، میں نے اسے سلام کیا، اس نے مجھے سلام کا جواب دیا اور مجھے کرامات کی بشارت دی، پانچ لاکھ فرشتے اس کے تابع تھے پھر ہر ایک کے پانچ پانچ لاکھ فرشتے تابع تھے، اس فرشتہ کی تسبیح یہ تھی: قدوس قدوس سب الا سبنا علی الاعظم قدوس قدوس سب الملئکة والروح۔

۲۔ **حضرت ابراہیمؑ سے ملاقات** ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، لوطؑ اور یعقوبؑ علیہم السلام کے پاس پہنچا، یہ ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ہوئے تھے میں اُن کے پاس گیا اور ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا، حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے میرے ساتھ مصافحہ کیا اور فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آج رات آپ کی حاضری اللہ وحدہ لا شریک کے سامنے ہوگی، جہاں تک ہو سکے اپنی امت کے لیے تخفیف طلب کیجئے۔ میں نے آپ کو مجمع میں تسبیح پڑھتے ہوئے سنا، سبحان من لا یصف الوصفین عظمہ منتہیہ سبحان من خففت له الرقاب وذلت له الصعاب، اور ایک روایت میں ہے کہ ابراہیمؑ علیہ السلام کو میں نے ساتویں آسمان میں دیکھا، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وصیتیں فرمائیں، چنانچہ اپنی جگہ پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان ہوں گی۔

۳۔ **فرشتوں کی نگاہ قدموں پر** آسمان کے عبادت گزار فرشتوں کے پاس پہنچا، فرمایا: جب میں اُن سے آگے گزر گیا تو میں پانچویں

تمام کھڑے تھے اور ان کی نگاہ ہمیشہ اپنے قدموں پر تھی، تمام بلند آواز سے یہ تسبیح پڑھتے تھے،
 سبحان القاضی الاکبر سبحان العدی الذی لا یجوز، میں نے جبرائیلؑ سے
 پوچھا، ان فرشتوں کی عبادت یہ ہے، فرمایا: ہاں، خدا تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ آپ اور آپ کی
 اُمت کو یہ عبادت عطا فرمائے۔ میں نے دعا کی تو وہ مجھے بخشی کی گئی اور وہ نماز میں خشوع ہے۔
 یہ بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمائی۔ کیا آپ نے ارشاد خداوندی نہیں سنا
 قد اقلع المؤمنون الذین ہم فی صلواتہم خاشعون۔

فرمایا، جب میں ان فرشتوں سے آگے بڑھ گیا تو میرا گزر
 ہم۔ مشرکین عذاب میں ایک ایسے فرشتہ پر ہوا جس کی تعریف کوئی شخص نہیں
 کر سکتا، وہ اس قدر بڑا تھا کہ تمام مخلوقات اس کے ایک لقمہ کے برابر تھی، اس کے گرد آگود
 ایسے فرشتے دیکھے جن کے سر عرش کے نیچے اور ان کے پاؤں ساتویں زمین کے نیچے تھے، ہر
 ایک کے ہاتھ میں لوہے کا ایک گرز تھا، ان فرشتوں کے سامنے انسانوں کی ایک جماعت
 تھی جو آگ کا لباس پہنے ہوئے تھی جو پاؤں تک لٹکا ہوا تھا، انہیں وہ آتشیں تازیانوں
 سے مارتے تھے جس سے آگ بھڑک اٹھتی تھی اور ان کا گوشت جھڑ جاتا، اعضا ایک دوسرے
 سے جدا ہو جاتے، پھر اپنی اصلی حالت پر آ جاتے تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا،
 فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مشرک ہیں جنہوں نے ثالث ثلاثہ تین میں تیسرا کہا،
 خدا تعالیٰ نے ان فرشتوں کو ان پر مسل کیا، ہمیشہ ان کو عذاب دیتے رہیں گے۔ پھر میں نے
 اس فرشتہ اور اس کے قبعین کی تسبیح سنی جو یہ تھی: سبحان اللہ الواحد الاحد سبحان
 الصمد الغفار سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد سبحان
 من لیس بوالد ولا مولود قال ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تسمی اللہ تعالیٰ
 یقول لقد کفوا الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثہ۔

فرمایا، اس کے بعد میں ایک آگ کے دریا پر پہنچا جس کے ہر طرف
 ۵۔ بحر الصق درخت مزاج اور درخت فرشتے تھے، جبرائیل علیہ السلام سے اس
 دریا کے متعلق پوچھا، فرمایا: اس دریا کا نام بحر الصق ہے، جلانے اور کوندنے والی

بجلی اس سے پیدا ہوتی ہے۔ دوسرے عجائبات جو اس دریا میں جہدِ تعالیٰ کے سوا کوئی شخص اس کا بیان نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس کی حقیقت کو پا سکتا ہے۔ اس کے بعد میں چھٹے آسمان پر پہنچا جو موتی کا بنا ہوا تھا، اس کا نام عاروس تھا، دروازہ کھلنے پر میں اس میں داخل ہوا۔

عجائبات آسمان ششم

۱۔ رو عائیل سے ملاقات فرمایا؛ جب میں اس آسمان میں داخل ہوا اس آسمان کے دربان جس کا نام رو عائیل ہے کو سلام کیا۔

اس نے سلام کا جواب دیا اور مجھے ان الفاظ سے دعا دی: بَارَكَ اللَّهُ فِي حَسَنَاتِكَ وَنَادَىٰ كَوَامَاتِكَ دُبُرَكَ فَيْثُ۔ میں نے آئین کہی، میں نے دیکھا چھ لاکھ فرشتے اسکے تابع ہیں، پھر ہر ایک کے ساتھ چھ لاکھ فرشتے تھے، ان فرشتوں کی تسبیح یہ تھی: سبحان الله الكريم سبحان النور المبين سبحان من اله من في السموات واله من في الارض۔

۲۔ فرشتے قومہ میں فرمایا کہ میں اس آسمان کے عبادت گزاروں اور فرمانبرداروں کے پاس سے گزارا تمام کو قومہ میں خشوع و خضوع سے کھڑا پایا اور یہ تسبیح پڑھتے تھے: سبحان من يسبح له الهام في امكنها سبحان من يسبح له الام نعم في صحارها سبحان من يسبح له الوحوش في سراديبها سبحان من يسبح له الابدان في ضيقها وضنكها۔

۳۔ باب الامان فرمایا؛ جب میں ان فرشتوں سے گزر گیا ایک سفید کافور کے دروازہ کے پاس پہنچا، میں نے دیکھا کہ اس کا آستانہ تو تحتِ اشرفیٰ پہنچا ہوا ہے اور اس کے اوپر کا حصہ عرش کے ساتھ ملا ہوا ہے، اس کے دو کواڑ تھے، اس پر زمین و آسمان کے برابر ایک قفل لگا ہوا تھا، میں اس قفل کے اس قدر بڑا ہونے پر بڑا تعجب ہوا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، عرض کی: اس دروازے کا

نام باب الامان ہے، پھر عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب خدا تعالیٰ نے دوزخ کو پیدا کیا، زنجیریں اور طوق پیدا کیے اور طرح طرح کے عذاب اس میں رکھے، دوزخ نے سانس باہر کو چھینکا تمام موجودات معرضِ ہلاکت میں پڑ گئے، ساتوں آسمانوں کے فرشتوں اور تمام زمینوں کے باشندوں نے شور مچایا اور ارحم الراحمین سے امان طلب کی خدا تعالیٰ نے رحم فرمایا اور یہ دروازہ دوزخ اور تمام کائنات کے درمیان بنا دیا اور تمام آسمانوں اور زمینوں کے باشندوں کو امن دیا اسی وجہ سے اسے باب الامان کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے جبرائیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ وہ اس دروازہ کو کھولیں تاکہ میں اس کو دیکھوں۔ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! اس کے آگے دوزخ ہے اور آپ کو دوزخ اور دوزخیوں سے کیا کام؟ یہ رات کرامت کی رات ہے، آگے بھیلے تاکہ جلد مقام کرامت پہنچیں، میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! میں اسے ضرور دیکھنا چاہتا ہوں، حکم ہوا کہ میرے حبیب کے ہاتھ کے اشارے سے دروازہ کھل جائے گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ فرمایا، دروازہ کھل گیا، دوزخ کا دھواں اور شعلے نظر آنے لگے۔

۴۔ ناک۔ دوزخ کا نگران فرمایا: میں نے دوزخ کے اندر نگاہ ڈالی تو ایک فرشتہ بہت ہی بارعب اور ہیبت ناک نظر آیا، میں نے اس سے بڑا کوئی فرشتہ نہیں دیکھا تھا، یہ ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کے برابر تھا، سیاہ کپڑے پہنے ہوئے، اس کے سامنے ہزاروں ورشت اور کرجت، زخرفیا پوش فرشتے کھڑے تھے، ہر ایک کے ہاتھ میں آگ کا گرز تھا، یہ فرشتہ لوہے کے سیاہ منبر پر بیٹھا ہوا تھا، اس منبر کے آٹھ لاکھ پاٹے تھے، ہر ایک پایہ زمین سے آسمان تک تھا۔

اور وہ سر جھکائے یہ تسبیح پڑھ رہا تھا: سبحان الذی لا یجوم وهو ملک جبار سبحان المنتقم من اعدائہ سبحان المعطی لمن یشاء سبحان من لیس کمثلہ شیء۔

اور اس کے منہ سے آگ برستی تھی، ناک کے دونوں نسیقوں سے بھی آگ کے شعلے پکٹتے تھے، یہ فرشتہ بہت ہی ہیبت ناک اور خشناک تھا، اس کی دو

آنکھیں تھیں ہر آنکھ دنیا کے برابر بڑی تھی، اُس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے بلند ہوتے تھے، میں اس سے بہت ڈرا، اگر خدا میری مدد نہ کرتا تو جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا، میں نے پوچھا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ کون ہے جس کے خوف سے میں بدحواس ہو گیا ہوں اور میرا عضو عضو کانپنے لگا ہے، ہوش و حواس زائل ہو گئے ہیں، فرمایا: یہ مالک نامی فرشتہ خازن دوزخ ہے۔ جس روز سے خدا تعالیٰ نے اسے پیدا کیا ہے آج تک نہیں ہنسا اور خوشی کا اظہار نہیں کیا، میں نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا، مصروفیت کی زیادتی کی وجہ سے اس نے سر نہ اٹھایا، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اے مالک! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جب اس نے میرا نام سنا تو سر اٹھایا اور میرے سلام کا جواب دیا، میری تعظیم کے لیے کھڑا ہوا اور تواضع سے پیش آیا، میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: آپ کو بشارت ہو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کے لیے آپ کے گوشت پوست کو دوزخ کی آگ پر حرام کر دیا ہے اور جو شخص آپ کی فرمانبرداری کرے گا، آپ کی برکت سے اس پر بھی آتش دوزخ حرام ہوگی، مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ میں ان گنہگاروں پر رحم کروں جو آپ پر ایمان لائے ہیں اور ان سے انتقام لوں جو آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ کی اتباع نہیں کی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مالک کے ہاتھ میں ایک گز تھی جس کے سات سو مرتبے، تمام مخلوقات مل کر بھی اس کے ایک سر کو ایک طرف سے دوسری طرف نہیں پھیر سکتی۔ ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش پر دوزخ کے تمام طبقے آپ کو دکھاتے گئے اور تمام گروہوں کو مختلف عذاب ہوتے دکھایا گیا، ایک روایت میں ہے کہ والہی کے وقت دوزخیوں کے عذاب کو دکھایا گیا، اپنی جگہ پر انشاء اللہ اس کی تفصیل بیان ہوگی۔

۵۔ حضرت نوحؑ اور حضرت ادریسؑ سے ملاقات آگے گزر گیا تو حضرت ادریسؑ فرمایا کہ میں جب وہاں سے اور نوحؑ علیہما السلام کے پاس پہنچا، ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور معائنہ فرمایا، میری ملاقات سے خوش ہوئے اور

کہا، الحمد للہ الذی امرانا وجہک، اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام کو چوتھے آسمان میں دیکھا، اور ایک روایت کے مطابق بہشت میں دیکھا، بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے ان کو یہ تسبیح پڑھتے ہوئے سنا۔
 سبحان المجیب المسائلین سبحان القابض الجبرہ سبحان الذی علی فلا تقلوا احد۔ اور میں نے نوح علیہ السلام کی تسبیح سنی جو یہ تھی، سبحان الہی الحلیم سبحان الفرد الکریم سبحان العزیز الرحیم۔

فرمایا، جب میں ان دونوں پیغمبروں سے آگے گزر گیا تو
 ۱۔ میکائیل سے ملاقات میں حضرت میکائیل علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ ایک بہت بڑی کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے سامنے ایک برابر اور رکھا ہوا تھا، چنانچہ اس کا ہر ایک پلڑا زمین و آسمان سے بڑا تھا۔ اس کی ڈنڈی مشرق سے مغرب پر پہنچتی تھی، بیحد و حساب سامان ان کے پاس رکھا ہوا تھا، میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور سر و قد کھڑے ہو گئے، بغل گیر ہوئے اور مجھے دعا دی اور فرمایا، خداک اللہ تعالیٰ کرامۃ و فرحاً۔ پھر فرمایا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ کوئی بھی اُمت خیر و برکت اور بزرگی میں آپکی اُمت جیسی نہیں ہے، ان کی نیکیوں کا ترازو تمام دوسری اُمتوں سے بھاری ہے خوش قسمت ہے وہ شخص جو آپ کی پیروی کرے آپ کے ساتھ محبت رکھے، اور افسوس ہے اس شخص پر جو آپ کی نافرمانی کرے اور آپ سے بغض رکھے۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کے بہت سے متبعین اور کارندے تھے چنانچہ بعض روایات میں آیا ہے کہ میکائیل علیہ السلام کے سات لاکھ سردار تھے ہر ایک کا ایک جھنڈا تھا اور ہر جھنڈے کے نیچے سات سات لاکھ اور فرشتے تھے، تمام صف باندھے ان کے حکم کے منظر کھڑے رہتے، مجھے انہوں نے کہا، ہم تمام آپ کے خادم ہیں اور آپ پر آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پچیس ہزار سال سے صلوٰۃ و سلام بھیجتے چلے آ رہے ہیں۔ بارش کے قطروں، برف اور گھاس کے ہر تنکے پر جو زمین سے اُگتا ہے ایک فرشتہ ان میں سے موکل ہے تاکہ

ان کو ترتیب دے اور درجہ کمال تک پہنچائے، وہ فرشتہ پھر اپنی جگہ چلا جاتا ہے اور قیامت تک پھر اس کی نوبت نہیں آتی۔ حضرت میکائیل علیہ السلام کی تسبیح یہ تھی: سبحان رب کل مومن وکافر سبحان من تصنع من هیئتہ ما فی بطونہا الحوامل۔

فرمایا: پھر میں ایک دریا پر پہنچا جو سبز اور نورانی تھا اس میں
۷۔ بحر خضر اس قدر فرشتے تھے کہ ان کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا
ان کی تسبیح یہ تھی جسے وہ بلند آواز سے پڑھ رہے تھے: سبحان القادر المقدر کریم
الاکرم سبحان الجلیل الاعظم، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون سا
دریا ہے؟ فرمایا: اسے بحر اخضر کہتے ہیں، یہ تمام سبزیوں کی بنیاد ہے، اس کے بعد
ایک اور سیاہ دریا پر پہنچے اس میں بھی بے شمار فرشتے تھے جن کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا
کوئی نہیں جانتا، ان کی تسبیح یہ تھی: سبحان من علا فقہرا سبحان المطعم
علی من خافت وجہرا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: فرمایا: اس دریا
اور اس کے رہنے والوں کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس کے بعد میں ساتویں
آسمان پر پہنچا، ہر آسمان کی موٹائی پانچ سو سالہ راستہ اور ہر آسمان سے دوسرا
آسمان پانچ سو سالہ راستہ ہے۔ یہ آسمان سفید موتی اور ایک روایت کے مطابق
جو ہر سفید اور ایک روایت میں نور تاباں کا بنا ہوا ہے اس آسمان کا نام قائل ہے۔

عجائبات آسمان ہفتم

حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دروازہ کھلوانے
۱۔ روحائیل سے ملاقات کے بعد جب میں ساتویں آسمان میں داخل ہوا میں نے
اس کے خازن روحائیل نامی فرشتہ کو دیکھا، اسے سلام کیا، اس نے میرے
سلام کا جواب دیا اور میری ملاقات پر خوشی و شادمانی کا اظہار کیا، مجھے حسنات کی
قبولیت اور خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی بشارت دی اور بہت سی کرامات کا وعدہ فرمایا،
میں نے اس کے زیر حکم سات لاکھ فرشتے دیکھے، ہر ایک کے ساتھ سات لاکھ

فرشتے اور تھے، ان فرشتوں کی تسبیح یہ تھی، سبحان الذی بسط السموات فرفعها
سبحان الذی سطح الارضین فغوشها سبحان الذی اطلعم
الکواکب وانزهرها سبحان الذی ارشی الجبال فھیاھا۔

۲۔ عابد فرشتے قیام میں فرمایا کہ میں اس آسمان کے عبادت گزار فرشتوں کے
پاس پہنچا، تمام قیام میں تھے اور اونچی آواز سے یہ تسبیح

پڑھ رہے تھے، سبحان العلی العظیم سبحان الحلیم الکریم سبحان من
لا یصف الوصفون کنہ صبعته عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا۔

۳۔ طویل القامت فرشتہ فرمایا، ان فرشتوں کے درمیان ایک بہت
بڑا فرشتہ کھڑا تھا جس کا سر ساق عرش کے
ساتھ اور پاؤں ساتویں زمین پر تھے، تمام جہان کو ایک لقمہ بنا سکتا تھا، اس کی تسبیح
یہ تھی، سبحان المحتجب بنور جلالہ سبحان المصور فی الارحام البیضاء۔

۴۔ فرشتہ کے پر جھاڑنے کا کمال فرمایا، میں نے فرشتوں میں ایک فرشتہ
دیکھا جس کے سات لاکھ سر اور ہر سر

پر ستر ہزار چہرے اور ہر چہرے پر ستر ہزار منہ اور ہر منہ میں ستر ہزار زبانیں اور ہر زبان
میں ستر ہزار بولیاں تھیں، گفتگو کرتا تھا ایک بولی سے دوسری نہیں ملتی تھی، اس
فرشتہ کے سات لاکھ پر تھے، روزانہ دریائے نور میں دو جنت کے دریاؤں میں سے
ایک دریا ہے، سات سو مرتبہ داخل ہو کر غوطہ لگاتا، باہر نکل کر اپنے پردوں کو
جھاڑتا، ہر قطرہ سے قادر مطلق ایک فرشتہ پیدا فرماتا جو قیامت تک تسبیح پڑھتا،
میں نے اس فرشتہ کی تسبیح سنی جو یہ تھی، سبحانک ما اعظم شانک سبحانک
سیدی باعلی مکانک سبحانک سیدی ما رحم بخلقک۔

۵۔ عجیب الخلق فرشتہ فرمایا، ان فرشتوں ہی میں میں نے ایک فرشتہ کو کسی
پر بیٹھے ہوئے دیکھا جس کے چار چہرے تھے،
ایک چہرہ آدمیوں کی طرح، ایک چہرہ گائے کی طرح، ایک چہرہ درندہ کی مانند

اور ایک چہرہ پرندہ کی طرح تھا۔ ایک روایت میں درندے کی بجائے شیر کی مانند اور ایک چہرہ پرندہ کی بجائے گدھ کی طرح دکھا ہے، ہر چہرہ کے ساتھ مناسب زبان میں تسبیح پڑھتا تھا، آدمی کے چہرہ سے یہ تسبیح پڑھتا تھا؛ سبحان من یرزق کیف یشاء سبحان من یری ولا یری، درندے کے منہ سے یہ تسبیح پڑھتا تھا؛ سبحان من یسبح له الخلائق اجمعین سبحان من یرزق من یشاء سبحان من یرزق السباع یا مفضل۔ اور پرندہ کے چہرے سے یہ تسبیح پڑھتا تھا؛ سبحان الجواد المفضل سبحان من یسبح له الطیر فی اذا کا رہا سبحان من یرزق الطیور یا سحید، اور ایک روایت میں ہے کہ ہر چہرہ سے تسبیح کے بعد اس صنف کے لیے رزق طلب کرتا، حق سبحانہ و تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے ان چاروں اصناف کو روزی دیتا ہے۔

۶۔ اسرافیل سے ملاقات فرمایا، میں ایک فرشتہ کے پاس سے گزرا جو کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، اس کا سر عرض کے نیچے اور پاؤں ساتویں زمین کے نیچے تھے، وہ اس قدر بڑا تھا کہ دنیا و آخرت اس کا ایک لقمہ تھی، اس کے دو پر تھے، ایک پر کا سر مغرب تک پہنچتا اور دوسرا مشرق تک، اُس کے سامنے سات لاکھ فرمانبردار بزرگ فرشتے تھے، ہر فرشتہ کے زیر فرمان سات سات لاکھ فرشتوں کے اور لشکر تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا: یہ اسرافیل علیہ السلام ہیں، میں ان کے پاس گیا اور سلام کیا، انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا اور آداب بجالاتے، مجھے بہت سی کرامات و بشارات سے خوش و خرم کیا، آپ کی تسبیح یہ تھی: سبحان السميع العليم سبحان المحتجب من خلقه سبحان ربنا و تعالیٰ۔

۷۔ حضرت ابراہیمؑ کی حضور اکرمؐ کو وصیت میں نے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کو ساتویں آسمان پر دیکھا، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: یہ آپ کے والدین

ان کو سلام کیجئے، میں نے سلام کیا اور آداب بجالایا، آپ نے جواب دیا اور فرمایا: مرحبا بابن الصالح والنسب الصالح، آپ نے وصیت فرمائی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی امت سے کیجئے کہ بہشت کی زمین پاک اور زراعت کی صلاحیت رکھتی ہے، اس میں بہت درخت ہوتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: بہشت میں درخت کس طرح ہوتے جاسکتے ہیں؟ فرمایا: لا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم کہنے سے، اور ایک روایت یہ ہے کہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم، اس کے بعد ساتویں آسمان سے گزار کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہی پر پہنچایا۔

عجائبات سدرۃ المنتہی

۱۔ سدرۃ المنتہی کی تشریح سدرۃ المنتہی کا سدرۃ المنتہی نام رکھنے میں علماء نے مختلف اقوال بیان کیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ تمام علماء کا علم وہاں جا کر ختم ہو جاتا ہے اور وہ اس سے آگے کچھ نہیں جانتے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ جو کچھ مجھے سے اوپر کو جاتا ہے، سدرۃ المنتہی پر پہنچتا ہے اور جو کچھ اوپر سے نیچے اترتا ہے سدرۃ المنتہی پر آتا ہے۔ بعض دوسرے کہتے ہیں کہ شہداء کی ارواح وہاں منتہی ہوتی ہیں اسی لیے اس کا نام منتہی ہوا۔ دوسری وجوہات بھی بیان کی گئی ہیں، تفاسیر میں مذکور ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سدرۃ المنتہی ایک درخت ہے جس کا تناسُرخ سونے کا، اس کی بعض شاخیں مروارید اور بعض سبز زرد اور بعض سُرخ یا قوت کی بنی ہوئی ہیں، اس کی جڑ سے شاخوں تک پچاس ہزار سالہ راستہ ہے، اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند ہیں، اس کے پھل مٹکے کی مانند، خدا تعالیٰ کے نور نے اسے ڈھانپ رکھا ہے، میں نے اس درخت پر اس قدر فرشتے مشاہدہ کیے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی بھی ان کی تعداد کو نہیں جانتا، انہوں نے درخت کے تمام پتوں کو ڈھانپ رکھا تھا، سنہری مکیوں کی طرح چمکتے تھے، اور

ستارہ نور کی مانند فروزاں تھے، قال اللہ تعالیٰ اذ یغشی السدرة ما یغشی، اور ایک روایت میں ہے کہ اس درخت پر اس کے ہر پتہ پر آسمان کے ستاروں، بیابان کی ریت کے ذروں کی تعداد کے مطابق سنہری پروانوں کی مانند فرشتے تھے۔ کہتے ہیں کہ یہ تمام فرشتے سیدائس جہاں کے نظارہ و زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور خداوند جیل و علا کی رحمت کی بشارت دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے خوش ہوتے اور کہتے تھے: ہ

اے بدرت ملک و ملک ملتی جنت الینا و لنعم المی
آمدی و آمدت بس خوش ست دیدن رفتے تو عجب دلکش است
خاک رہت بر سر مائاج باد ہر شب عرت شب معراج باد

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان تمام فرشتوں نے اپنی طاعت کے ثواب کو میرے سپرد کیا قیامت تک اس کا ثواب میری امت کو پہنچا رہے گا۔

۲۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا مقام سدرۃ المنتہی کے عجائبات میں سے
اور وہ اس طرح ہے فرمایا: سدرہ کی شاخوں میں ایک شاخ سبز و ارید کی بنی ہوئی ہے جس کی بلندی ایک لاکھ سالہ راستہ ہے، اس شاخ کے اوپر ایک پتہ ہے جس کا پھیلاؤ سات آسمانوں اور زمینوں کو ڈھانپ لیتا ہے، اس پتے پر نورانی بستر بچایا گیا ہے اس بستر پر سرخ یا قوت کا منبر کھڑا کیا گیا ہے جس کی اونچائی اسی ہزار سالہ راستہ ہے، یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی جاتے مقام ہے۔

۳۔ سدرۃ المنتہی کے فرشتوں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے محراب کے
آنسو و رعلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
روز سے یہ کرسی بنی آج تک کسی کو اس پر بیٹھنے کی جرأت نہیں ہوئی اور نہ آئندہ ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اس پر

بٹھایا، اس کرسی کے چاروں طرف میں نے کرسیاں دیکھیں، اس کرسی کے سامنے دس ہزار کرسیاں تھیں جو مروارید سفید سے بنی ہوئی تھیں ان پر تورات لکھی ہوئی تھی، ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے کھڑے تورات پڑھ رہے تھے، میں نے دوسری طرف دس ہزار کرسیاں رکھی ہوئی دیکھیں ان پر انجیل لکھی ہوئی تھی اور ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے کھڑے انجیل پڑھ رہے تھے، اور دوسری طرف دس ہزار کرسیاں رکھی ہوئی تھیں ان پر زبور لکھی ہوئی تھی، ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے کھڑے زبور پڑھ رہے تھے، چوتھی طرف دس ہزار کرسیاں سُرخ یا قوت کی رکھی ہوئی تھیں ان پر قرآن مجید لکھا گیا تھا اور ہر کرسی کے گرد چالیس ہزار فرشتے قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری آپ سے ایک درخواست ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ یہاں دو رکعت نماز ادا فرمائیں تاکہ آپ کی تشریف آوری سے میری جائے قیام برکت حاصل کرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست قبول کر لی اور دو رکعت نماز ادا فرمائی اور سورۃ التہنٰی کے تمام فرشتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی جس طرح بیت المقدس میں تمام انبیاء کی امامت کی تو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی و فضیلت کا علم ہوا فرشتوں کو بھی آپ کی بزرگی معلوم ہوئی۔

۴۔ ظاہر و پوشیدہ دریا فرمایا کہ میں نے اس کی جڑ سے چار دریا نکلتے دیکھے، دو ظاہر اور دو باطن ہیں۔ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو آپ نے بتایا، یہ دونوں پوشیدہ دریا جنت میں بہتے ہیں اور یہ دونوں ظاہر دریا دریا کے نیل اور فرات ہیں جو دنیا میں بہتے ہیں۔

۵۔ کوثر بہتی رہی فرمایا: میں نے وہاں ایک دریا دیکھا جس کے کناروں پر یا قوت، موتی اور زبرجد کے برتن تھے اور اس کے کناروں پر سبز پرندے دیکھے جن کی گردنیں بخیتی اُونٹوں کی طرح تھیں، میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ بتایا: یہ نہر کوثر ہے جسے خدا تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ اِنَّا

اعطیناک الکوش، یہ نہر یا قوت اور زمرہ کے سنگریزوں پر بہتی تھی، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید تھا، میں نے کنارے سے ایک برتن اٹھا کر اس کے پانی سے بھرا اور پیا، شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار۔

۶۔ چشمہ سلبیل فرمایا، اس درخت کی جڑ سے ایک چشمہ بہتا تھا جسے سلبیل کہتے ہیں ایک روایت میں ہے کہ بیت المعمور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ دیکھا۔

۷۔ فرمایا، میں نے وہاں ایک جماعت دیکھی جن کے چہرے سفید تھے، ایک دوسری عجت تھی جن کے چہروں کا رنگ بدلا ہوا تھا اس نہر میں آکر غسل کرتے تو پہلے گروہ کی طرح ان کے چہرے بھی سفید ہو جاتے، جبرائیل علیہ السلام سے اس کی کیفیت پوچھی تو کہنے لگے، یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے بُرے اعمال کو اچھے اعمال کے ساتھ مخلوط کر لیا پھر توبہ کر لی، حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔

۸۔ فرمایا، میرے سامنے تین برتن پیش کیے گئے، ایک دودھ، دوسرا شہد اور تیسرا شراب سے بھرا ہوا تھا، میں نے ان میں سے دودھ کو پسند کیا اور اس میں سے پیا، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، فطرت یعنی دین اسلام کو آپ نے قبول کیا ہے اور آپ کی امت اس دین پر قائم رہے گی، اور ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، الحمد للہ الذی ہدانا علی الفطریۃ لواءخذت الخمر وغویت امتک،

یعنی جو دین خدا کے لیے ہے جس نے آپ کو اسلام کا سیدھا راستہ دکھایا، اگر شراب اختیار کرتے آپ کی امت گمراہ ہو جاتی، بظاہر دو مرتبہ یہ چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئیں ایک مرتبہ بیت المقدس کے راستہ میں اور دوسری مرتبہ سدہ میں جیسا کہ بیان ہوا۔

۹۔ مچھلی کی پشت پر کلمہ طیبہ فرمایا، سدرۃ المنتہیٰ میں میں نے ایک بہت بڑا فرشتہ دیکھا، اس قدر لمبا چوڑا فرشتہ آج تک میں نے نہیں دیکھا تھا، اس قدر بلند تھا کہ اس کی بلندی ہزار سالہ راہ تھی، اس کے متر ہزار سر تھے او

ہر سر پرست ہزار چہرے اور ہر چہرہ پرست ہزار منہ، ہر سر پرست ہزار گیسو اور ہر گیسو پر ہزار ہزار موتی و آویزاں تھے، ہر موتی میں نور کا ایک سمندر تھا، اس سمندر میں مچھلیاں اچھل کود رہی تھیں، ہر مچھلی کی لمبائی بیس سالہ راہ تھی، ہر مچھلی کی پشت پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا، یہ فرشتہ اپنا ایک ہاتھ سر پر اور دوسرا پشت پر رکھے ہوئے تسبیح میں مشغول تھا اس کی خوش الحانی سے عرش الہی وجد اور حرکت میں آ جاتا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے اس فرشتہ کا نام پوچھا، فرمایا: یہ وہ فرشتہ ہے جسے حق سبحانہ و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے پیدا فرمایا، میں نے پوچھا: اے جبرائیل علیہ السلام! اس کا ٹھکانا اور قرار گاہ اب تک کہاں تھی؟ فرمایا: بہشت میں عرش کے دائیں طرف ایک مرغزار ہے، یہ فرشتہ وہاں تھا، وہ مرغزار چار ہزار فرسنگ اس فرشتہ کی جاتے قیام رہی ہے، وہاں سے اس جگہ پر لاتے ہیں اور اسے تسبیح میں مشغول کر دیا گیا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے سلام کیجئے، میں نے اسے سلام کیا اس نے انتہائی مشغولیت کی وجہ سے میرا سلام نہ سنا، جبرائیل علیہ السلام نے اسے اطلاع دی، میری تعظیم میں اس نے اپنے گیسوئے اقبال کھولے چنانچہ زمینوں اور آسمانوں کو: اس نے اپنے گیسوؤں سے ڈھانپ دیا، مجھ سے بھل گیا ہوا اور میرے چہرہ پر بوسہ دیا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو بشارت ہو کہ ماہ رمضان کی برکت سے حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کی امت کو بخش دیا ہے۔ میں اس بشارت سے بہت خوش ہوا، میں نے اس کے سامنے دو صندوق رکھے ہوئے دیکھے ہر صندوق پر نور کے ایک لاکھ قفل لگے ہوئے تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیسے صندوق ہیں؟ فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس سے سوال کیجئے۔ جب میں نے اس سے پوچھا، کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان صندوقوں میں آپ کے روزہ داروں کا ثواب ہے جسے جہنم کی آگ سے آزادی کے لیے رکھا گیا ہے اور میں اس ثواب پر گواہ ہوں طوبی لك دلامتك۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے عرش کے نیچے یا قوت کا سفید قبہ ہے

جو نور کے ستون پر قائم ہے، اس قبہ میں میں نے سفید مرغ کی مانند ایک فرشتہ دیکھا جس کے سات لاکھ سونے کے، سات لاکھ یا قوت کے، سات لاکھ زمرہ کے، سات لاکھ مروارید کے، سات لاکھ چاندی کے، سات لاکھ کستوری کے اور سات لاکھ زعفران کے پر تھے، وہ زمین سے سات گنا بڑا تھا، اس کی جسامت عرش سے تحت الثریٰ تک تھی،

اس کے برسر پر بسم الله الرحمن الرحيم لا اله الا الله محمد رسول الله کل شیء هالک الا الله الواحد القهار نکمھا ہوا تھا۔ ہر نماز کے وقت سر اٹھاتا اور کہتا بسم الله العظيم، پھر اپنے پر وبال جھاڑتا جن سے نہایت عمدہ نغمے پیدا ہوتے جن کی آواز بہشت میں پہنچتی تو بہشتی ٹہنیاں جھومنے لگتیں، حوریں ہنس نغمہ اور نوا سے آگاہ ہو جاتیں فوراً محلات کی چھتوں پر (جو لعل و یا قوت کے بنے ہوتے ہیں) چڑھ جاتیں، ایک دوسری کو بشارت دیتیں کہ اُمّت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا وقت آگیا ہے جب یہ فرشتہ حرکت کرتا وہ قبہ بھی ہلنے لگتا، عرش الہی میں ارتعاش پیدا ہو جاتا حق سبحانہ و تعالیٰ کا خطاب اس فرشتہ کو ہوتا، تو کیوں حرکت کرتا ہے؟ عرض کرتا: خداوند! تیرے حبیب کے قبیعین نماز کے لیے اُٹھے ہیں تو سب سے زیادہ دانا ہے خدا تعالیٰ کا ارشاد ہو گا وجبت لہم رحمتی اشہد علیہم قد توحشت و نظرت علیہم بالرحمة، ہم نے حکم دیا ہے اور ہمارے حکم کو کوئی رد نہیں کر سکتا، اے فرشتے! تو گواہ رہ کہ میں نے ان پر رحم کیا اور ان کو اپنا منظور نظر بنایا، جو ہمارا منظور نظر ہو وہ دوزخ سے آزاد اور جنت الماویٰ کا مستحق ہوتا ہے۔

سدرۃ المنتہی، جبریل کا مقام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنی جائے قیام سے سدرۃ المنتہی تک میرے ساتھ آئے اور وہاں سے واپسی کی اجازت چاہی، میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! آپ مجھے تنہا جھوٹے جابر ہیں، فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے اس سے آگے بڑھنا نہیں ہے۔

وَمِنَّا اِلَٰهَ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری رفاقت ختم ہو گئی۔ خواجہ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیلؑ! آپ نے خود کہا تھا کہ میں آپ کو وہاں لے جاؤں گا
اگر آپ لے جانے والے تھے تو میں تو جا رہا ہوں اور آپ پیچھے کیوں رہ رہے ہیں؟
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھا کر جبرائیل علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور ایک قدم اپنے
ساتھ آگے لے گئے مگر وہ ہیبت الہی سے تھک خفا کا پنپنے لگے اور جسم چڑیا کے برابر رہ گیا،
آنکھوں سے آنسو بہتے تھے اور زاری کرتے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے
اپنے مقام پر واپس بھیج دیجئے، اگر ایک انگشت برابر بھی آگے بڑھوں گا تو ہیبت الہی سے
جل جاؤں گا ورنہ موت اٹلہ لا حوتقت بانی، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اے جبرائیل علیہ السلام! مجھے اس کی عزت و جلال کی قسم اگر میں ایک قدم بھی آگے جاتا ہوں
تو اس کے شوقی دھال میں جل جانے کا اندیشہ ہے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا
کہ جبرائیل علیہ السلام گھل گئے اور ڈر ہے کہ بالکل فنا ہو جائیں گے تو آپ نے اپنے دست مبارک
سے اشارہ فرمایا، پانچ سو سالہ راہ جو انہوں نے ایک قدم میں طے کی تھی اس پر جبرائیل علیہ السلام
کو لوٹا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آواز آئی، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ
کب تک قیامت کے دور و دراز راہ کی فکر کریں گے، یہاں آپ نے ہاتھ کے ایک اشارہ
سے جبرائیل علیہ السلام کے پانچ سو سالہ راہ کو ایک قدم میں طے کر دیا ہے کل قیامت کو جب
آپ شفاعت کے لیے لب کشائی فرمائیں گے اگر سچا س ہزار سالہ راہ قیامت کو ایک لمحہ
میں طے کر لیں تو کیا تعجب ہے۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ جب میں سدرہ سے گزر گیا
مجھے جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تقدم، آگے بڑھیے۔ میں نے
کہا، آپ آگے چلیں، فرمایا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تقدم فانك اکوم علی اللہ
منی، آپ آگے چلیے، خدا تعالیٰ کے نزدیک آپ مجھ سے بزرگ تر ہیں، پس میں چل پڑا
اور جبرائیل علیہ السلام میرے پیچھے چلے یہاں تک کہ مجھے ذر لفت کے ایک پرے تک پہنچایا
پھر پردے کو حرکت دی، آواز آئی: کون ہے؟ فرمایا: میں جبرائیل ہوں اور میرے
ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حجاب کے پیچھے سے فرشتے نے کہا: اللہ اکبر اللہ اکبر

پردے کے پیچھے سے آواز آئی، صدق عبدی انا اکبر انا اکبر۔ فرشتے نے کہا،
 اشہدان لا الہ الا اللہ، پردے کے پیچھے سے آواز آئی، انا اللہ لا الہ الا انا، فرشتے
 نے کہا، اشہدان محمداً رسول اللہ، پردے کے پیچھے سے آواز آئی، انا ارسلت
 محمداً، فرشتے نے کہا، سی علی الصلوٰۃ حتی علی الفلاح، آواز آئی، صدق عبدی
 ودعا الی عبادی انا دعوتہم الی بالی بی اقلح من اجاب داعی، فرشتے نے کہا،
 اللہ اکبر اللہ اکبر، آواز آئی، صدق عبدی انا اکبر انا اکبر، فرشتے نے
 کہا، لا الہ الا اللہ، آواز آئی، صدق عبدی لا الہ الا انا، اس کے بعد آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز سنی، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اکمل اللہ بک المشرف
 علی الاولین والآخرین، حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کی فضیلت و شرف کو اولین و
 آخرین پر مکمل کیا۔ جبرائیل علیہ السلام سے میں نے اس فرشتہ کے حالات پوچھے، جبرائیلؑ نے
 کہا، خدا کی قسم میں تمام مخلوقات میں خدا تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب ہوں، میں نے
 اس فرشتہ کو کبھی نہیں دیکھا آج جب یہاں پہنچا ہوں تو دیکھا ہے، پھر فرشتہ نے پردہ کے
 پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر مجھے اٹھالیا اور جبرائیل علیہ السلام کھڑے رہ گئے، میں نے کہا، ایسی
 جگہ پر آپ مجھ سے کیوں پیچھے رہتے ہیں، جبرائیل علیہ السلام نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 وما منا الا لہ مقام معلوم، ہم میں سے ہر ایک کے لیے ایک مقررہ مقام ہے جس سے
 ہم آگے نہیں بڑھ سکتے، آج رات آپ کے احترام کی خاطر میں یہاں تک پہنچا ہوں وگرنہ
 میرا مقام معلوم تو سورۃ النہی ہی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے جبرائیل
 علیہ السلام! میرا گمان تھا کہ آپ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہیں، اب آپ خود اپنے مقام سے
 پیچھے رہ رہے ہیں من رضی بقام حجب عن امامہ، بعض بزرگوں نے کہا ہے کہ
 جب جبرائیل علیہ السلام نے کہا، وما منا الا لہ مقام معلوم، معلوم ہوا کہ آدمیوں میں
 کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس کو یہ مقام حاصل ہوتا کہ منا کی تخصیص کا فائدہ ہو اور اگر
 یہ مقام کسی کو حاصل ہوا تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا، میں تنہا چل پڑا، ظلمت و نور کے پردے طے کرتا رہا یہاں تک کہ میں ستر ہزار پردوں

میں سے گزرا، ہر پردہ کی موٹائی پانچ سو سالہ راہ تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ اس جگہ تک براق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری میں تھا، جب وہاں پہنچے براق عاجز آ گیا اور سبز رُفرف ظاہر ہوا جو سورج سے بھی زیادہ صاف و شفاف تھا، مجھے اس رُفرف پر بٹھا دیا گیا میں چلتا رہا یہاں تک کہ عرش کے نیچے پہنچ گیا۔ ایک روایت یوں ہے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام ساتھ چھوڑ گئے تو میکائیل علیہ السلام پیش ہوئے، سلام کیا اور کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب میری ڈیوٹی ہے۔ میں نے میکائیل علیہ السلام کے پُر پر قدم رکھا وہ مجھے اٹھا کر دریائے آتش تک لے گئے، مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ تمام ملکوت کو آگ نے گھیر رکھا ہے، میکائیل علیہ السلام نے اپنی پرواز سے مجھے اس آگ کے دریا سے گزار دیا اس کے بعد کئی پردے تھے ہر پردہ پانچ سو سالہ راہ کا تھا ان حجابات سے بھی مجھے اپنی پرواز کے ذریعے گزار دیا، اس کے بعد اور حجابات آتے، میں نے دیکھا کہ میکائیل علیہ السلام تھک گئے ہیں اور اڑ نہیں سکتے، مجھے پہلے پردہ پر بٹھا دیا اور معذرت کر کے واپس چلے گئے۔ میں نے اسرافیل علیہ السلام کو دیکھا وہ سامنے آئے، سلام کیا، عزت و احترام کے آداب بجالاتے، مجھے اپنے پروں پر بٹھایا اور ان تمام حجابات سے جن میں سے ہر ایک کی موٹائی ہزار سالہ راہ تھی گزار دیا، سامنے بہت بڑے بڑے دریا تھے، میں نے سات دریا دیکھے جو دنیا سے ستر گنا بڑے تھے، جن کی گہرائی مشرق سے مغرب تک تھی، ہر ایک زمین سے آسمان تک کے فاصلہ سے ستر گنا بڑا تھا جب میں اس دریا سے گزر گیا تو پھر میں نے کوئی آواز نہیں سنی اور نہ ہی کسی فرشتہ کی تسبیح و تہلیل میری سماعت آشنا ہوئی اور میں مخلوق کے سامنے سے اس طرح غائب ہو گیا گویا دونوں جہان عظمت خداوندی کے مقابل مضحل اور فنا ہو گئے ہیں، اس کے بعد میں ایسے حجابات کے پاس پہنچا کہ اگر میں تمام عمر ان کی تعریف و ثنا کرتا رہوں تو ختم نہیں ہوگی۔ اسرافیل علیہ السلام جب بھی اپنے پروں کو حرکت دیتے ان حجابات سے گزرتے جاتے، یہاں تک کہ حجاب قدرت ظاہر ہوا، یہ وہاں سے بھی گزر گئے، جب یہ حجاب عظمت کے پاس پہنچے تو ان سے بھی ظہور عجز ہوا اور معذرت کی اور مجھے

حجابِ غفلت کے پاس بٹھا کر واپس ہوتے، اچانک رفعتِ ظاہر ہوا اور مجھے سلام کیا،
رفعت نور کا ایک فرش ہے، اور ایک روایت میں سفید مردارید کا ہے، اس کی تسبیح و تہلیل
کا غلغلہ ملکوت میں جاری و ساری تھا، میں نے اس پر قدم رکھا اور ایک ہی حرکت میں
عرش کے نیچے پہنچ گیا، شیخ نظامی قدس سرہ نے فرمایا: ۱۵

چو بیرون رفت ازین دہلیز خضرا	رکاب افتاند شد صحرا
براں پرندگی طاؤس اخصر	نگند از سر عشق ہم بال و ہم پر
چو جبرائیل از رکابش باز پس گشت	عنان بر زور میکائیل بگذاشت
سرافیل آمد و بر پر نشاندش	بہودج خانہ رفعت رساندش
جریدہ برجیدہ نقش می خواند	بیاباں در بیاباں رخس می راند
چو بنوشت آسمان را در زباں فرش	باستقبالش آمد تارک عرش

فرس بیرون جہاند ازل کو نین

علم زد بر سیرِ قبابِ قوسین

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب
عرش کے زیرِ سایہ میں عرش کے نیچے پہنچا، بے شمار پردے سامنے آئے،
ان میں سے ستر ہزار پردے سنہری تھے اور ستر ہزار روپے، ستر ہزار مرداریدی،
ستر ہزار زردی، ستر ہزار باقوتی اور ستر ہزار نورانی پردے تھے، ستر ہزار پردے
تاریکی کے اور ستر ہزار آبی، ستر ہزار آتشی اور ستر ہزار ہوا کے پردے تھے، ہر
پردہ ستر لاکھ سالہ راہ کا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رفعت نے مجھے
ان حجابات سے گزار دیا، پھر میں عرش کے پردہ نشینوں کے پاس پہنچا، میں نے
ستر ہزار پردے دیکھے، ہر پردہ کی ستر لاکھ زنجیریں تھیں، ہر زنجیر ستر لاکھ فرشتوں کی
گردن پر رکھی ہوئی تھی، ہر فرشتہ اس قدر بڑا تھا کہ اس کے ایک شانہ سے دوسرے شانہ
تک ستر لاکھ سالہ راستہ تھا، یہ پردے مرداریدی بعض یا قوتی اور بعض دوسرے
جواہرات کے بنے ہوئے تھے، ہر پردہ میں ایک فرشتہ متعین تھا جس کے تابع

ستر ہزار فرشتے تھے۔ رفعت مجھے ان حجابات سے گزار لے گیا یہاں تک کہ میرے اوپر عرش کے درمیان صرف ایک پردہ رہ گیا، میں نے دیکھا کہ رفعت میرے قدموں کے نیچے سے غائب ہو گیا۔ ایک ہی سفید مروارید سے بنی ہوئی صورت ٹھوڑے کی شکل میں میرے سامنے آئی، جو تسبیح پڑھ رہی تھی، اس کے منہ سے نور پھوٹا پڑتا تھا، مجھے اٹھا کر چلتی رہی یہاں تک کہ اس پردہ سے گزار کر ساقی عرش کے ساتھ پہنچا دیا، جب میں حجاب کبریا پر پہنچا وہ غائب ہو گئی، دوسری کوئی سواری مجھے اٹھانے والی نہ رہی، اس فضا میں میں بغیر کسی سہارے کے رہ گیا، خطاب آیا: اے میرے حبیب! چلے آئیے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو حجاب کبریا سے گزر چکا تھا، اس کے بعد میں نے اُذُن منی کا خطاب سنا، جب میں اس خطاب سے مخاطب ہوا تو جو قدم بھی میں اٹھاتا اتنا فاصلہ طے کر لیتا جتنا زمین سے یہاں تک طے کیا تھا، ہزار مرتبہ اُذُن منی کا خطاب سنا، ہر خطاب پر میں قدم اٹھاتا تھا اور اتنا فاصلہ جو زمین سے یہاں تک تھا طے کر لیتا تھا یہاں تک کہ میں قربت کے مقام پر پہنچ گیا، پھر درجہ فتنہ کی ترقی کی دیاں سے غلوت خانہ فکان قاب قوسین اودافی پر پہنچا اور فادحی الی عبیدہ ما اوحی کا محرم اسرار ہوا،

حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: دفی من العرش فتدل نزل علی الوحی فکان مبینہ دبین العرش قاب قوسین اودافی۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پروردگار کے نزدیک بے کیف ہوئے فتنہ کی پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاب کو اٹھا دیا اور ان پردوں سے گزر گئے، پھر پردوں کو گرا دیا یہاں تک کہ پھر کسی ملک مقرب نے آپ کو نہ دیکھا یہاں تک کہ ستر لاکھ تار بگی کے پردوں، ستر لاکھ آفتاب، ستر لاکھ چاند، ستر لاکھ زمرہ، ستر لاکھ موتیوں، ستر لاکھ یاقوت اور ستر لاکھ دوسرے جواہرات کے پردوں سے گزر گئے

حتی کان بین الحبيب والمحبيب قاب قوسین اگر اسی پر اکتفا کرتے مکان کا گمان ہوتا، لامحالہ فرمایا: اودافی بلك اقرب بلك اقرب اقرب، تاکہ کسی شخص کو مکان کا وہم نہ رہے، تاج المذکرین، شرح تعرف میں ہے کہ جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جبرائیل علیہ السلام سے مجدا ہوئے تو آپ کو سات مقامات سے گزرا گیا، ہر مقام عرش سے ستر گنا بڑھ کر تھا، جبرائیل علیہ السلام جو ستیہ المربعین کے محرم اسرار تھے انہیں تو مقام اولہ کی بھی خبر نہیں تھی اس مقام تک کیسے بڑھتے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُدن منی کے خطاب سے مشرف ہوئے، ہر قدم پر آواز آتی، اے دوست! میں مکان میں نہیں ہوں جو میرے قرب تک رسائی ہو سکے۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: خداوند! میرے اختیار میں تو یہی ہے، ویسے قرب حقیقی کا تعلق آپ سے ہے۔

از تو تا دست گرا از عرش بود تا بہ ثری

از کم در بیش یندیش کہ یک گام دست

الحقہ، اس قدر نزدیک پہنچ گئے کہ آپ پر ہیبت جلال و جمال ظاہر ہوئی، عزت و ربوبیت نے آواز دی: "اور زیادہ نزدیک آئیے" بساط قرب پر اس قدر آگے بڑھ گئے کہ حدیث قدیم کے دائرہ میں سمٹنے بداء والید یعود کا راز ظاہر ہو گیا اور قوسین (دو لہائیں) کے خط امتیازی کو اٹھا دینے سے دائرہ کی شکل میں آ گیا۔

قوسین بصورت دائرہ

مقام قربت حاصل کلام یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بساط قدیم پر پہنچے ہوئے تھے، جسم خدمت میں، دل قرب، جان مشاہدہ اور سر کو وصل حاصل تھا، ظاہر میں احساس اور سماعت بیکار ہو گئی تھی، مہربانی و عنایت سے غیبی کلام سنا اللہ جل ذکرہ کا سلام بغیر کسی واسطہ کے سنا، آنکھوں نے فریاد کی مانناغ البسر و ما طغی، یعنی وہ تجاوز و دوسروں نے کیا ہے ہم نے نہیں کیا، ہم تنہا و بہرہ برد کیوں ہیں یہاں تک کہ او ادنیٰ کے مقام پر علم عین ہو گیا، مسافت اور فاصلہ درمیان سے اُٹھ گیا، نور ربوبیت نے پردوں کو چاک کر دیا، دل نے دیدہ جمال نے زوال کے آئینہ میں دیکھا اللہ تعالیٰ سر بک، بصیرت و بصارت کا محل ہوا، ید رک الا بصار

کی خوشخبری سے نظر نے دیکھا، چنانچہ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ نے اس حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

چو بگذشت از جہت راہ گشت باریک باخوشد برب العزۃ نزدیک
 دران حضرت چہ گویم او کہ چوں بود کہ آں دم از وجود خود بروں بود
 ز ص بگزشت و از جان ہم گزر کرد چو بگذشت ز حق در حق نظر کرد
 ہی چند آنکہ چشمش کار سے کرد دلش در چشم او دیدار سے کرد
 دران ہیبت محمد ماند بے کار
 محمد از محمد گشت بیزار

دنی قدائی فکان قاب قوسین اودائی کے

لطائف اشارات

مفسرین نے دنو کی تفسیر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ کی ہے یعنی دنی جبرائیل
 من الارض فتدئی ای فاسترسل الی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، یعنی
 جبرائیل علیہ السلام زمین سے نزدیک ہوئے اور آسمان سے خود کو نیچے لے آئے تاکہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچائیں تاکہ آپ کے لیے معراج کے لیے رہنما ہوں
 فکان قرب بینہما قاب قوسین ای قدر قوسین قال ابن عباس رضی اللہ عنہما
 ای قدر ذراعین وسمی الذراع قوسا لانہ یقاس بہ المذرع او بل ادنی
 من ذلک فلم یکن بالتربیب الملاصق لہ ولا بالتقید المانع من التمكن
 من النظر الیہ بل ما بقدر۔

یہ آیت کمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کنایہ ہے، بعض فرماتے ہیں کہ ثنہ دنی
 یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ و تعالیٰ کے قرب، منزلت اور کرامت کے
 نزدیک ہوئے فتدئی، پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو سجدہ کیا اور

عرض کیا ہر دولت جو میری سعادت کا باعث ہو میری خدمت کی برکت سے تھی، لا محالہ اس مقام تک پہنچنے کو کسی کو علم نہ ہو سکا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم گاہ کہاں ہے اور قدم کو معلوم نہ ہوا کہ نفس کہاں ہے اور نفس کو معلوم نہ ہوا کہ دل کہاں ہے اور دل کو معلوم نہ تھا کہ جان کہاں ہے اور جان کو معلوم نہیں تھا کہ سر کہاں ہے۔ کون آپ کے قدم، قدم آپ کے نفس، نفس دل، دل جان اور جان سر کی طلب میں تھی اور سر حبیب کے وصال میں تھا۔

۲۔ حکمت

عقل از سفر براں عشق است تا چند کند سوال الے این
در دائرہ مباد و مباد مہوم خطی فتادہ فی البین
ظاہر شدن دنی تمدلے آن دائرہ گشت قباب قوسین
آن خط تو ہی بر انداخت تا عکس جدا نباشد از عین
سرش ز غبار غیہ وارست

مانندہ آفتاب از عین

۳۔ فلسفہ دنی علیہ وسلم کے مقام نفس، فتدنی آپ کے مقام قلب، قباب قوسین مقام روح اور آؤ ادنی مقام سر کی طرف اشارہ ہے، ان چار مقامات میں ہر کوئی نفس، قلب، روح اور سر اپنے مطلوب کو پہنچے ہوئے تھے، مثلاً نفس مقام خدمت میں، دل مقام محبت میں، روح مقام قربت اور سر مقام مشاہدہ میں تھا، حقیقت یہ ہے کہ ان چار میں سے ہر ایک اپنے مطلوب سے واصل تھا حقیقت وہی ہے جو باب تحقیق نے بیان کی ہے، نفس کی حیات خدمت، دل کی بقا محبت، روح کا قیام قربت اور سر کی غذا مشاہدہ میں ہے اور یہ چاروں سعادتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چار مقامات میں میسر تھیں اس طرح کہ اگر ایک نفس بھی آپ کا

نفس انور کون کی طرف نظر ڈالے بے خدمت رہ جائے اور اگر دل نفس کی طرف دیکھے محبت سے بے تعلق رہے اور اگر رُوح دل کی طرف دیکھے تو قربت نہ رہے اور اگر سر رُوح کی طرف دیکھے بغیر مشاہدہ کے رہ جائے اور کامل کے لیے یہ نقص ہے۔ شیخ رومی قدس سرہ فرماتے ہیں: ۷

ہر آنچہ در کند آں ترا ز دوست بدست بہر چہ رومی نہی جزوی از نکوست بدست
فراق یار اگر اندک ست اندک نیست درون دیدہ اگر نیم تار دوست بدست

۴۔ شیخ ابوالحسن فوری قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس معنی کی حقیقت سمجھ سے بالاتر ہے کیونکہ دنیٰ بعد کے بعد ہوتا ہے وہاں بعد کہاں ہے تدقی مکان میں ہوتا ہے وہاں مکان کا کیا کام اور کان کا معنی زمانہ ہے اور وہاں خود زمانہ کی کیا حقیقت ہے، قاب مقدار کی طرف اشارہ ہے اور مقدار کیا ہے؟ قوسین ایک مثال ہے اور اس کی مثال معدوم ہے اور کلٹر شک ہے شک اور حسے محروم ہے اور ادنیٰ دُنویں مبالغہ کون قریب ہونیوالا اور کون مدنو (جس کے قریب ہوا) تمام علماء کے علوم اور تمام عرفا کے معارف اس کی تقریر سے عاجز ہیں، دنیا کے عقلمندوں کی عقلیں تیرے جلال و جبروت کی معرفت کے بیابان میں بھٹک رہی ہیں اور فصحا نے بنی آدم تیری حمد و ثنا کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔ ۷

دربادۂ عشق تو جاننا گمراہ در وصف جلال تو زبانہا کوتاہ
ہر کس ز لطف و قدرت آمد آگاہ با لطف تو آور د بہر حال پناہ

فوری قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص اس آیت میں کلام کرنا چاہتا ہے تو وہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہہ سکتا دنیٰ عبد افتدلی فردا دنیٰ ملکیا فتدلی ملکیا دنیٰ فرشیافتدلی عرشیا دنیٰ مجاہد افتدلی مشاہد افتدلی طالب افتدلی مطلوب افتدلی افتقار افتدلی افتخار افتدلی منیافتدلی مناجیا دنیٰ مادہ افتدلی ممد و عادی شاکر افتدلی مشکور! اے درویش! یہ تمام قرب و منزلت جو آپ نے سنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت کے اعتبار سے

لاکھوں دریاؤں سے ایک قطرہ کی حیثیت بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ اس قدر رفیع الشان تھے کہ افلاک کے بلند کوہان بجتی اونٹ اور بادیہ خاک کے سرمست شہر نہیں کہنچ سکتے تھے، عالم ملکوت کے مقربین اور خطا رُجروت کے ادب یافتگان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و کمال کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔

شہبازِ فضاؔ لامکانیست	غواصِ جواہرِ معانیست
محبوبِ کشائے پردہٗ غیب	گنجورِ خندانہائے لاریب
گنجینہٗ کیمائے عالم	پیش از ہمہ پیشوائے عالم
ملک از صفتش زبانِ بریدہ	ز بحرِ زلک او حپکیدہ
ذیلِ کرمش ز قفنا دور	خاکِ قدش بدیدہا نور
بستہ کر آسماں بکارش	انجمِ ہمہ چاؤشان بارش
ہر گنگوہ کشیدہ	فتراک
کابجہٗ نہ رسیدہ ہم و ادراک	

قابِ قوسین میں حکمت کیا ہے اور اس سے کیا مراد ہے؟

۵۔ قابِ قوسین اس فلسفہ کو سمجھنے کے لیے مندرجہ ذیل اشارات ذہن نشین کریں۔

اہل عرب میں یہ بات مشہور و معروف ہے کہ ان کے رؤسا اور سردار جب آپس میں کوئی معاہدہ کرنا چاہتے ہیں اور دوستی کا عہد کرنا چاہتے ہیں تو اسے عہد و پیمان سے موکہ اور بیعت سے مقید کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ اسے توڑا نہیں جائے گا، عہد کر نیوالوں میں سے ہر ایک اپنی کمان کو دوسرے کی کمان کے ساتھ ملاتا ہے اور دونوں ایک ہی دفعہ اس کے قبضہ کو پکڑ کر اس میں تیر رکھ کر پھینکتے ہیں۔ یہ ان کے درمیان یگانگی کی دلیل ہے، اس کی رضا اس کی رضا ہوتی ہے اور اس کی ناخوشی اس کی ناراضگی ہوتی ہے۔ پس اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خداوند قدوس جل و علا کی محبت و قربت کا اندازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسی بات سے کریں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقبول خدا کا مقبول ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مردود خدا کا مردود ہے

چنانچہ فرمایا: مَنْ يَطْعَمِ الرَّسُولَ فَقَدْ اطَاعَ اللَّهَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَبَايَعُوْنَكَ اَنْتُمْ
 يَبَايَعُوْنَ اللَّهَ اِلٰى غَيْرِ ذٰلِكَ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مینانہ رسالت کے میخواروں کو
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عطیات کی پاشنی پہنچی ہوئی ہوتی ہے اور ہر طالب نے
 اسی خرمِ عرفان سے خوشہ چینی کی ہوتی ہے لامحالہ لطف ازلی کا تقسیم کنندہ یہ خدا عشاق کو
 کھلاتا ہے اور شرابِ وحدت سے ایک گھونٹ انہیں پلاتا ہے ما نال العبد یتقرب
 الی بالنوافل حتی یحبہ فاذا احببته کنت سمعہ الذی یسمع بہ
 وبصرہ الذی یمصر بہ ویدہ الی یمطش بہا، چنانچہ فقیر مولف کتاب
 کہتا ہے۔ رومی کہتے ہیں،

من بجاناں زندام وزجان نہ ام	من زجاں گزشتم و جاناں نہ ام
گوش و ہوش دوست پام او گرفت	من بدر رفتم سرایم او گرفت
حسن خود بیند ازیں مرآت من	چون تجلی افکند در ذات من
ایں بھرایں صبح چوں آلات دوست	بلکہ ذرات تنم مرآت دوست
آئینہ چوں صاف و پیرنگ آمدست	باجال دوست ہرنگ آمدست
تا توانی رنگ بے رنگے گزیر	تا شوی ہرنگ آں یار گزیر

ہر کہ در بحسہ ہویت غرق شد

اب اورا ہم قدم ہم فرق شد

اس میں کیا حکمت ہے کہ قوسین کا ذکر

۶۔ قوسین و سمین کا امتیاز فرمایا اور سمین نہیں فرمایا حالانکہ قوسین

میں ٹیڑھا پن ہے اور سمین (دو تیر) میں استقامت اور سیدھا پن ہے۔ اس کے
 کئی جواب ہیں؛

۱۔ قوسین کی قیمت سہم (تیر) سے زیادہ ہے یا ہم یوں کہتے ہیں کہ اگر سمین کہتے

تو اس سے مراد وہ فاصلہ ہوتا جہاں تیر کمان سے نکل کر گزرتا ہے، سمین سے دو

تیروں کی مقدار فاصلہ سمجھا جاتا، جس طرح کہ لوگوں کے درمیان عرف ہے، جب

کہتے ہیں کہ دو تیر راستہ ہے یعنی دو تیر کی رفتار کی مندر، اور جب دو کمان کہتے ہیں تو دو کمانوں کے قد کے مطابق فاصلہ ہوتا ہے۔

۲۔ قوس متحدہ ہے اور تیر جدا جدا، ایک کمان ہزار تیر کے لیے کافی ہے لیکن اس کے برعکس نہیں ہے۔ یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بادشاہ کی مانند ہیں آپ کے لاکھوں غلام ہیں جن پر آپ کا حکم جاری ہے، آپ کا حکم سب پر نافذ ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کی حکومت نہیں اور کسی شخص کی فرماں برداری لازم نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ بات ایک قوس میں مستحق ہے، دو کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ قوسین کا ذکر اس لیے کیا تاکہ یہ بات واضح ہو جائے حق سبحانہ و تعالیٰ کے لاکھوں کروڑوں بندے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لاکھوں امتی ہیں کہ نہ تو ان بندوں کا اللہ کے سوا کوئی خدا ہے اور نہ ہی اس امت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی پیغمبر ہے۔

۳۔ سهم (تیر) جدا ہو جاتا ہے اور کمان ساتھ رہتی ہے اور ساتھ رہنے والا جدا ہو جانے والے سے بزرگ ہوتا ہے۔

۴۔ اگر قوس ٹیڑھی ہے مگر اس کا چلہ سیدھا ہوتا ہے، چلہ کی استقامت کمان کے ٹیڑھے پن کی تلافی کر دیتی ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ بندے کا نفس معاصی کی وجہ سے ٹیڑھا پن رکھتا ہے لیکن اس کا دل توحید سے مستقیم ہے، توقع ہے کہ نفس کی کجی دل کی استقامت سے نقصان نہیں پہنچائے گی۔

انشہاد آدمی کمان کی کجی کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی نظر چلہ کی استقامت پر ہوتی ہے جو کمان سے نکلتا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی نظر تمہارے نفس کی کجی اور ٹیڑھے پن کی طرف نہیں بلکہ شہادت کی استقامت پر ہے جو تمہارے منہ سے نکلتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے: الِیْہِ یصْعَدُ الکَلِمَ

۷۔ بعض ارباب اشارت نے فرمایا ہے کہ قاب قوسین، دنیا اور نفس کی طرف اشارہ ہے کہ دونوں ٹیڑھے ہیں جب تک تیر کمان کے ساتھ رہتا ہے مراد کو نہیں پہنچتا، لیکن جب کمان سے جدا ہوتا ہے تو نشانہ پر پہنچتا ہے۔ اس میں یہ اشارہ ہے کہ جب تک سر نفس اور دنیا کے ساتھ ہے حق تعالیٰ تک نہیں پہنچ سکتا اور جب نفس اور دنیا سے جدا ہو جاتا ہے اس وقت حق تعالیٰ کے ساتھ واصل ہوتا ہے ۵

تاما بخودی ارچہ ہمنشین با من ای بس دوری کراز تو باشد تا من

خود را بگذار و بس قدم در روند کا نذر ره عشق با تو گنجی با من

اشارت: تیر چلانے والا جب تک کمان کو استعمال میں نہیں لاتا، کمان اور تیر دونوں کام سے عاری ہیں اور مقبوعہ حاصل نہیں ہوتا۔ اسی طرح جب تک حق سبحانہ و تعالیٰ کی توفیق شامل سال نہ ہو نہ تو نفس خدمت کر سکتا ہے اور نہ ول محبت، بعض نے کہا ہے کہ قاب قوسین سے ابرو، ادا دنی سے سفیدی چشم کے قریب کی سیاہی سے کنایہ ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ سے ایسا قرب حاصل ہے جیسا دو ابروؤں کو ایک دوسرے سے بلکہ اس سے بھی زیادہ نزدیک جیسے سیاہی چشم اس کی سفیدی سے۔

۸۔ بعض ارباب اشارت نے کہا ہے کہ دنی فستل کا یہ معنی ہے کہ جب مقام قرب پر پہنچے تو اس مقام پر اپنے نفس کو لاڈ والا اس طرح کہ میں اس مقام سے کسمورت بھی نہیں لوٹوں گا ۵

خاک وطن و دیار بر سر پاشم

ایں خانہ مرا خوش است اینجا باشم

ان سے کہا گیا کہ جس ذات نے آپ کو اس مقام پر پہنچایا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ اس مقام کو آپ تک پہنچا دے، اس بات پر اور زیادہ بحث کی جائے گی انشاء اللہ۔ بعض کہتے ہیں کہ فستل کے معنی میں ہے یعنی فتدل، فخر کیا کہ خداوند اے یہ میں ہی ہوں جسے تو نے اس دولت سے سرفراز فرمایا ہے اور تمام جہاں اور اہل جہاں سے

چاہیے۔

۹۔ دنیٰ ای ترک نفسه فی السماء فتدلی ترک قلبه فی سدرۃ المنتهی
وترک روحه بقاب قوسین فیبقى سره و سر به قالت النفس ابن القلب
وقال القلب ابن الروح وقال الروح ابن السر وقال السر ابن الحبيب قال
الله تعالیٰ یا نفس فلک النعمة والمغفرة ویا قلب لک العشق والمحبة و
یا روح لک الکرامة والقربة ویا سرائلک وانت لی فذلک قوله تعالیٰ
او ادنیٰ۔

دنیٰ سے مراد نفس کو آسمان کی دستوں میں چھوڑ دینا۔ فتدلی دل کو سدرۃ المنتهی
پر چھوڑ دینا۔ قَاب قَوْسَیْن میں رُوح کو ترک کر دینا، صرف اس کے اسرار ہی باقی رہ جاتے ہیں
نفس کتا ہے دل کہاں ہے؛ دل کتا ہے رُوح کہاں ہے؛ رُوح کھتی ہے کہ رستہ
کہاں ہے؛ اور رستہ کتا ہے کہ حبیب کہاں ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے؛ نفس نعمت اور
مغفرت کا آسمان ہے، قلب عشق و محبت کا آسمان ہے، رُوح کرامت و قربت کا آسمان ہے
اور برتری ہے کہ میں تیرے لیے ہوں اور تم میرے لیے ہو۔ ۱۰

اگر آں ماہ روی من نقاب از چہر بکشاید دریں آئینہ رویم جمال غریش بنماید
بگفتم بنوا یم من زبان و دل جدایم من بگفته چون ترا یم من ترا دیگر چہ مے باید
۱۰۔ عربوں میں یہ مشہور ہے کہ جب دو قبیلوں کے درمیان جھگڑا اور کدورت پیدا ہو گئی ہو
اور اس آتش افتراقی کو بجھانا چاہیں تو اس قبیلہ کا سردار اپنی کمان کا چلہ کھینچ کر دوسرے
قبیلہ کے سردار کی کمان پر باندھ دیتا ہے دوسرا بھی اسی طرح کرتا ہے، یہ اس کی کمان کو
اور وہ اس کی کمان کو چلہ کے ساتھ ایک دوسرے کے مکان پر ٹسکا دیتے ہیں، دونوں
قبیلوں سے جنگ ختم ہو جاتی ہے اور یہ بات دونوں گروہوں میں امن و امان کا باعث
بن جاتی ہے گویا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے؛ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے پاس
کمان شفاعت ہے اور میرے پاس کمان رحمت، آپ رحمت کی کمان کے چلہ کو
اپنی شفاعت کی کمان پر باندھیں اور میں آپ کی شفاعت کی کمان کے چلہ کو اپنی رحمت

کی کمان کے ساتھ باندھتا ہوں اور دونوں کو ساق عرش پر آویزاں کرتا ہوں، جب تک عرش باقی رہے گا آپ کی امت کی محبت و صلح کا پیمان باقی رہے گا۔

۱۱۔ گویا خدا تعالیٰ کہتا ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ شفاعت کے چلہ کو میری رحمت کی کمان پر باندھیں اور میں رحمت کے چلہ کو آپ کی شفاعت کی کمان پر باندھتا ہوں، آپ وہاں سے عنایت کے نیر کا نر امت پر پھینکیں تاکہ میں کرامت کے تیر ان کے صفائے کے لشکروں پر پھینکوں تاکہ ان کے کہاؤں کے لشکر آپ کی شفاعت کی مدد سے چھٹ جائیں اور ان کے صغیر و گناہوں کے گروہ میری رحمت کے ہجوم سے مندرفع ہو جائیں۔

۱۲۔ دنی جو کچھ اہل دنیا کے آثار تھے مٹا دیے فتدی کی منزل میں انسان کے تمام اشتراک کو ختم کر دیا یہاں تک کہ غلبی تا ئید سے ستر الہی سے درا پہنچے، ادن منی، اپنے قرب کے مقام میں مت ٹھہریئے، میرے قرب میں پہنچئے، پس ادن منی کے مقام پر بیٹھے درمیان سے شب و روز جاتا رہا، سوز ایک طرف ہو گیا اس قدر نزدیک پہنچے کہ ہیبت جلال و جمال ظاہر ہوئی، عزت و ربوبیت نے پکارا کہ اور آگے آئیے، بساط قرب پر اس قدر بڑھے کہ حدوث و قدم میں مناسبت نہ رہی، تمام پردے درمیان سے اٹھ گئے فکان قاب قوسین دو کمان کی مقدار، ایک صفت قدم تھی اور ایک صفت حدوث، اگرچہ نزدیک پہنچ گئے لیکن ایک نہ ہوئے کیونکہ اتحاد کی صورت ناممکن ہے جب دنوبدنی پر پہنچے علم عین ہو گیا، مسافت سامنے سے جاتی رہی، خیالی خط جس نے دائرہ کو دو کمانوں میں تقسیم کر رکھا تھا درمیان سے جاتا رہا، ابد ازل کے ساتھ مل گیا اور ازل ابد میں داخل ہو گیا، وجوب امکان کے ساتھ یک رنگ ہو گیا اور قدم حدوث کے ساتھ ہم آہنگ ہو گیا۔

ذروہ علیائے عشق عروۃ الوثائق ماست
جنۃ الماوائے و صلش مقصد الاقصائے ماست
تباہی کے در دام آب گل تو ان محبوبس بود
در فنائے لامکاں چون منزل ماوائے ماست
سرمایاغ البصر چون شد قرین ہمت
بر شبہ معراج سبحان الذی اسرئی ماست

دریانِ مجمع البحرین امکان و قدم
صد ہزاراں طالبِ دیدارِ موسیٰ وار ہیں
وہ چہ جاتے کوہِ طور و عرش و فرش و تہ و بحر
صورِ غیبی است عکسِ انگنہ در مرآتِ جاں
چشمِ نابینا نذر دہرہ از دیدارِ دوست
قابِ تو سینم گزشت وقتِ اودھا ماست
ربِ ارنی گوئی اندر سینہ سینا ماست
ز ان تجلیہائے گوناگون کہ در دلہائے ماست
تا نہ پنداری کہ حسنِ صورت از سیما ماست
جلوۂ حشش برائے دیدہ بنیائے ماست

طویانِ قدس را بطلبِ بہمانی معین
کین زماں وقتِ شمارِ کلکِ شکر خائے ماست

قربِ حضورِ اکرم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب میں عرشِ الہی
عرشِ الہی کے حجابات کے پردوں کے پاس پہنچا، جبرائیل علیہ السلام پیچھے
رہ گئے تھے، اس وقت اسرافیل علیہ السلام میرے ساتھ تھے، میں نے ستر ہزار
پردے دیکھے، ہر پردہ کی موٹائی ستر لاکھ سارہ تھی، اور ایک پردہ سے دوسرے
پردہ تک ستر سارہ تھی ان میں سے بعض پردے یا فوٹی اور بعض جواہرات کے بنے
ہوئے تھے، بعض زمری، بعض سنہری، بعض روپے، بعض آہنی تھے، بعض
آگینے کے، بعض کانسی کے، بعض برف کے تھے، بعض ناری، بعض بادی،
بعض ظلمانی، بعض نورانی اور بعض پردے پتھر کے بنے ہوئے تھے، ہر پردہ پر
ایک موکل فرشتہ تھا اور ان فرشتوں میں سے ہر ایک کے زیر فرمان ستر ہزار فرشتے تھے
پھر ہر فرشتہ کے ماتحت ستر ہزار فرشتے اور تابع فرماں تھے، جب میں پہلے پردہ پر پہنچا،
اسرافیل علیہ السلام نے اس پردہ کو بلایا، مگر ان فرشتے نے پوچھا، کون ہے؟ اس
نے کہا، میں اسرافیل ہوں۔ اس نے پوچھا، آپ کے ساتھ کون ہے؟ کہا، محمد
صلی اللہ علیہ وسلم۔ مگر ان نے پردہ اٹھا دیا، میرا ہاتھ پکڑا اور کہا: مرہا مر اللہ تعالیٰ۔
اسرافیل علیہ السلام واپس آئے اور کہا: میری حد یہاں تک تھی۔ حضور فرماتے ہیں:

میں اس نگران فرشتہ کے ساتھ روانہ ہوا، اس نے مجھے دوسرے پردے تک پہنچا دیا، اس فرشتہ نے پردہ کو ہلایا، دوسرے پردہ کے نگران نے پوچھا: کون ہے؟ اس فرشتے نے اپنا تعارف کرایا، اس نے پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پردہ دار نے پردہ اٹھا دیا اور مجھے تیسرے پردہ تک پہنچایا، اسی طرح ستر ہزار پردے طے کیے، یہاں تک کہ میں آخری پردہ پر پہنچا، وہ پردہ نور کا تھا وہاں ایک فرشتہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر موتیوں کی بنی ہوئی کرسی پر بٹھایا جس کے پاسے سرخ یاقوت کے بنے ہوئے تھے، اچانک اس پردہ کے پیچھے سے میں نے ایک آواز سنی جس کی دہشت سے میرے ہوش اڑ گئے اور کرسی سے گرنے لگا، اچانک ایک قطرہ ٹپکا، ایک روایت میں ہے کہ عرش سے ٹپکا، ایک روایت میں آبِ رحمت سے ٹپکا، میں نے اپنا منہ کھولا اور اس قطرہ کو نگل گیا، خدا کی قسم اس سے زیادہ شیریں چیز کسی نے نہ چکھی ہوگی، اس قطرہ سے اولین و آخرین کے تمام علوم مجھ پر منکشف ہو گئے، میری زبان جو ہیبت و دہشت سے تنلا گئی تھی، اس میں روانی آ گئی، مجھ پر جو ہیبت و دہشت طاری ہو گئی تھی فرحت و اطمینان میں تبدیل ہو گئی۔ ۷

چو حق میدید کو میزد پر و بال	بدلداری سلامش کرد در حال
سلامی و علیکی پیشش آورد	وزاں حالت دی باخویشش آورد
خطاب آمد کہ دع فسخ دسوں آئے	بہ بی ییصرو بی یسمع بروں آئے
چرا بخود شدی آخر چہ بودت	بخواہ ار آرزوی ہست زودت
بخواہ اپنخت بود درخواست کردن	زتود درخواست وازما راست کردن

پیغمبر تیز و رگفتار آمد

برب العزّة در اسرار آمد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس معنی کا بارگاہِ رب العزّت میں مصداق یہ ہے کہ جب حق سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے اس ہیبت اور دہشت سے نجات دی، اس کی حمد و ثنا کرنے کا حکم ہوا، اور ایک

روایت میں ہے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے حکم فرمایا، اور ایک روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آواز دی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ثناء ربك اپنے خدا کی ثناء کو، مجھے یہ کہنے کا الہام ہوا، التحیات لله والصلوٰۃ والطیبات، تمام زبانی مدح و ثناء، بدنی طاعات و عبادات اور خدات اور مالی خیرات و مبرات اور احسانات کو ان الفاظ میں جمع کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تصدیق کروائی، کہتے ہیں کہ یہ تین کلمات جوامع الکلم میں سے ہیں، اعمال خیر قوی ہوں یا بدنی ان سے خارج نہیں، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ثناء اللہ جل شانہ کی خدمت میں پیش کی، حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے حبیب پر سلام بچھا ور کیا فرمایا: السلامُ علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب یوں دیا: السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، جب ملکوت کے فرشتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مرتبہ مشاہدہ کیا، سب نے یک زبان ہو کر ملکوت و جبروت میں غلغلہ اُٹھانے لگے، اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد عبده ورسوله

۷

چوں ہمہ از خود بدر آمد تمام یافت باں لحظہ قبول سلام
پر وہ بر انداخت ز رمے وصال از رہ تعظیم سرائے جلال
التحیات میں لطائف و اشارات اہل اشارات نے اس مقام پر چند لطائف بیان کیے ہیں ان میں سے بعض شریف

الادقات نامی رسالہ میں قلمبند کیے گئے ہیں یہاں ان میں سے پندرہ لطیفے لکھا ہوں:

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تحیات، صلوات اور طیبات تین چیزیں رب العزت کی بارگاہ میں لے گئے ان کے عوض سلام، نبوت، رحمت اور برکت چار چیزیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشی گئیں۔ پہلی تینوں چیزوں کو صیغہ واحد اور برکت کو جمع کے صیغہ میں بیان فرمایا تاکہ معلوم ہو جائے کہ ابد الابد تک (کرامت) ترقی پذیر رہے گی کیونکہ لفظ برکت اگرچہ متفرق ہے مگر یہ تزاہد پر دلالت کرتا ہے خصوصاً

جب اسے جمع کے لفظ سے ذکر کیا جاتے۔ یہی وجہ ہے کہ آٹھ سو سال (مولف کا زمانہ) گزرنے پر بھی سید عارفان صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی برکت سے اسلام زیور عرفان سے فروغ پا رہا ہے اور مشرق سے مغرب تک تمام عالم کو گھیرے ہوئے ہے، اور اس کی امت کی دولت و سلطنت کا نفاہ چاروں انگِ عالم میں بچ رہا ہے۔

تاج تو تخت تو دار و جہاں تختِ زمیں آمد و تاج آسماں
سدرہ زار ایشِ صدرتِ رہبیت عرشِ زایوان تو کرسیِ گہبیت
روزنِ جانت چو بود نورِ یاب زورہ بود سایہ درانِ آفتاب
گر نہ ز صبحِ آتینہ بیروں فنا
نور تو بر خاکِ زمین چوں فتاد

۲۔۔۔۔۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کو قبول کر کے صلواتِ امت کو اس جگہ یاد فرمایا السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین تو آواز آئی: یا محمد! اخرجت جبرائیل من ان یتشاود وانت تدخل امتک فی سرنا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جبرائیل علیہ السلام کو بھی اپنی حرمِ خاص میں داخل نہیں ہونے دیتے اور آپ نے اپنی امت کو شریک فرمایا۔

خوردہ شرابے کہ حق آہنختہ جرعہ آں بر دل مارنختہ
لب بشکر خندہ بیا راستہ امت خود را از خدا خواستہ
ہمتش از گنج تو نگہ شدہ جملہ مقصود میر شدہ

۳۔۔۔۔۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے السلام علینا کہا، آواز آئی کہ اے دوست! تمہارے بغیر یہاں کوئی نہیں ہے یہ علینا کیا ہے؟ عرض کیا: خداوند! اگرچہ جسمانی حیثیت سے وہ میرے ساتھ نہیں ہیں مگر روحانی حیثیت سے وہ میری جان کے ساتھ پیوستہ ہیں، میری نظر عنایت ان کے ساتھ ہے خواہ وہ غائب ہوں یا حاضر، اب جبکہ تو نے اپنے سلام سے مجھے تمام مکروہات سے محفوظ کر دیا ہے، اس قسم کی عطایں ان شکستہ حال، محنت زدوں کو اپنے دامنِ آخر الزمانی

میں، سلامتی، امن اور کشائش میں کیسے شریک نہ کروں، جس طرح میں اس دولت سے شرفیاب ہوا ہوں ان غریبوں کو بھی وللارض من کا اس الکرام نصیب کے مطابق اس خرمن سے کوئی خوشہ اور اس دسترخوان سے کچھ خوشہ حاصل ہو۔

گر گدائے طعمہ از خوان احسانت برد

از سرِ خوان خداوندی چہ کم خواہد شدن

۴۔۔۔۔۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام میں اُمت کو اپنے ساتھ شریک کیا مگر رحمت و برکت میں شریک نہیں کیا کیونکہ رحمت اور برکت سلامتی کے تابع ہے اور ایک روایت یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین، آواز آتی تو توکت الیناعن سلیمان علیٰ امتک لکان خیرا لہم، اگر اُمت کے سلام کو ہم پر چھوڑ دیتے تو ان کے لیے بہتر ہوتا، جب آپ نے ابتدا کی ہم بھی اسے آپ ہی کے سپرد کرتے ہیں اذاجاءك الذین یؤمنون بایاتنا فقل سلام، لیکن ہم رحمت و برکت کو آپ کی سلطنت کے لیے ان پر ہی مخصوص رکھتے ہیں۔ کتب علی نفسه الرحمة اور اپنے خزانہ کرم سے ہم ان کو برکت عطا فرمائیں گے، تبارک الذی بیدہ الملك۔

۵۔۔۔۔۔ چونکہ آپ نے اپنی اُمت کو ہمارے سلام سے بہرہ مند کیا ہے ہم بھی آپ سے عہد کیا ہے کہ آپ کی زندگی میں اور وصال کے بعد بھی ہر سال ایک رات کو آج کی رات کی مانند مقرر و متعین کریں گے اور وہ شب قدر ہے لیلة القدر خیر من الف شهر، اس رات آپ کی اُمت کی رعایت کرتے ہوئے ان کی خوشنودی کے متلاشی ہوں گے اور آپ کی اُمت پر سلام بھیجیں گے سلام حق مطلق الفحیدر، چنانچہ فقیر مولف نے کہا ہے۔

چو یافت خوابہ سلام خدا شب معراج	تخت گاہ سلامت نہادہ بر سر تاج
چہ گونہ بر نہ پرد کو ز ذوق ہر شب قدر	کہ حق سلام فرستد بہ بندہ محتاج
بظلمت ست نہاں آب زندگی امشب	وصال دوست طلب در سواد لیلۃ داج

۶۔ جس طرح آج رات ہم نے آپ کے ساتھ بلا واسطہ سلام و کلام کیا ہے، کل قیامت کو اسی طرح آپ کی اُمت کے ساتھ کریں گے سلام قولاً من رب الرحیم، نہیں نہیں بلکہ وہ سلام مسلسل اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہے آج اب و گل کی وجہ سے ان کی سماعت پر گراں گزرتا ہے کل قیامت کو جب اس خاک کا پردہ پاک طینت سے اُٹھ جائے گا اس روز ہمارے سلام کو سُنیں گے، چنانچہ شیخ رومی قدس سرہ فرماتے ہیں: ۵

سلام من شنوی در لحد خبہ شہودت

کہ هیچ وقت نبودی ز چشم من ستور

۹۔ جب خدا تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا اور اسے حکم دیا کہ لکھ۔ اس نے کہا: کیا لکھوں؟ فرمایا: علی فی خلقی، عرض کیا: آغاز کس سے کروں؟ فرمایا: لا الہ الا اللہ چار ہزار سال میں قلم نے یہ کلمہ لکھا، پھر حکم ہوا: لکھ، عرض کیا: کیا لکھوں؟ فرمایا: محمد رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وسلم، یہ کلمہ بھی چار ہزار سال میں لکھا گیا، پھر قلم نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں زاری کی: پُوچھا خداوند کیون انسان ہے جس کا نام تیرے نام کے ساتھ ملا ہوا ہے؟ فرمایا: یہ وہ شخص ہے کہ اگر اس کی ذات گرامی نہ ہوتی تو کچھ بھی نہ ہوتا، یہ محمد عربی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت قلم پر غالب آئی اس نے آپ کو سلام کیا اور کہا: السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خدا تعالیٰ نے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کرتے ہوئے اور آپ کی اُمت کو اُن کے ساتھ ملا کر کہا: السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، اس سلام اور اس کے جواب کو امانت کے طور پر محفوظ رکھا یہاں تک کہ معراج کی رات قلم کے سلام کو آنسر و صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا اور اسکے جواب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ادا کروایا اس لیے سلام سنت ہوا اور اس کا جواب فرض ہوا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قلم کے روزِ ازل کے سلام کو ضائع نہیں کیا، ہمیں توقع ہے کہ ہمارے وہ صلوات و سلام

جو آج ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُرفتح پر بھیجتے ہیں ضائع نہیں کرے گا انہیں
 ہماری خطاؤں کے لیے مغفرت کا باعث اور ہمارے رقتِ درجات کا سبب بنائیگا
 واللہ ذو الفضل العظیم۔

۱۰۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عین مراجعت کے وقت پہنچا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو شخص سفر سے لوٹتا ہے، اپنے دوستوں کے لیے کوئی ہدیہ لے آتا ہے، آپ معراج کے سفر سے واپس جا رہے ہیں اپنی اُمت کے لیے کیا لے جا رہے ہیں، عرض کیا: جو بھی عنایت فرمادیں۔ فرمایا: جو کچھ آپ نے کہا، جو کچھ میں نے کہا اور جو کچھ فرشتوں نے کہا یہ آپ کی اُمت کے لیے ہدیہ ہے تاکہ وہ ہر نماز میں پڑھیں اور سعادت ابدی سے سرفراز ہوں۔

۱۱۔ روایت بن جب بندہ تشہد میں التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ کہتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے تُو نے میری ثناء بیان کی میں بھی قیامت کے روز تیری ثنا کروں گا تحیتہم فیہا سلام، اور جب کہتا ہے وَالصَّلٰوةُ حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں بھی تجھ پر صلوات بھیجتا ہوں هُوَ الَّذِي يَصِلُ عَلَيْكَ اور جب کہتا ہے وَالطَّيِّبَاتُ حق سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں تجھے پاک کروں گا اور تجھے پاکیزہ جگہ عنایت فرماؤں گا الطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ، وَمَسَاكِنُ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ، اور جب السلام عليك کہتا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے کہ میں بھی تجھے سلام کرتا ہوں سلام قولا من رب الرحیم، جب ایسا
 النبی کہتا ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے پیغمبر کے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ قیامت
 کے روز میں اس کے ویسے سے تجھے رد نہیں کروں گا یعنی میں اس کی شفاعت تیرے
 متعلق قبول کروں گا یوم لا یجزی اللہ النبی، اور جب رحمۃ اللہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ
 فرماتا ہے، میں تجھ پر رحمت کروں گا کتب علی نفسہ الرحمہ، اور جب وبرکاتہ کہتا ہے
 حق تعالیٰ فرماتا ہے میں تجھ پر برکت کروں گا وبرکات علیک وعلى امم من مملک،
 جب کہتا ہے السلام علیہنا، حق سبحانہ، و تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے، میں دنیا میں
 تجھے سلام کہتا ہوں من صل امر سلام، اور جب کہتا ہے وعلى عباد اللہ
 الصالحین تو حق سبحانہ، و تعالیٰ اس کے لیے تمام آسمانی فرشتوں کی تعداد، تمام
 چیزوں اور تمام نیک لوگوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں لکھ لیتا ہے اور جب اشہد
 ان لا الہ الا اللہ کہتا ہے حق سبحانہ، و تعالیٰ کا ارشاد ہوتا ہے کہ میں اس بات کی
 ضمانت دیتا ہوں کہ تجھے اپنی نرمی سے سکون بخشوں گا وحسن اولئک رقیقا، اور
 جب اشہد ان محمدًا عبدہ ورسولہ کہتا ہے تو ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ
 میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرا شفیع بنانے کا ضامن ہوں لا یشفعون الا من ارتضى۔
 ۱۲۔ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات دو چیزیں
 حاصل کیں، ایک درجہ اور دوسری سلامتی۔ اور دونوں جگہوں پر تجھے فراموش نہیں کیا۔
 سلامتی یہ تھی جس کا بیان گز چکا لیکن درجہ آبیہ کریمہ امن الرسول میں بیان ہوگی کہ
 جب خدا تعالیٰ نے اپنے رسول کے ایمان کی گواہی دی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فی الفور کہا والمؤمنون کل امن باللہ وملتکته الا یہ یعنی خداوند! جس طرح
 تو نے ایمان کی گواہی دی ہے میں بھی اُمیتوں کے ایمان کی گواہی دیتا ہوں۔

۱۳۔ حق سبحانہ، و تعالیٰ کا پاکیزہ خطاب آیا کہ اے میرے حبیب! آج
 رات آپ میرے مہمان ہیں اس قسم کے عمدہ دسترخوان پر بیٹھیں گے، کیا نیک مردوں
 کے دامن میں کوئی لقمہ نہیں ڈالیں گے اور اُمت کے تہی دستوں کو بھلا دیں گے، اگر آپ

ان کو چھوڑ دیں گے تو ہم نہیں چھوڑیں گے، ہمارا پیغام گنہگار ان امت کو پہنچا دیجئے قتل
یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔

۱۴ — شیخ احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عیون الجالس میں بیان کیا ہے کہ
جب مہتر و بہتر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بساط انبساط پر قدم رکھا اور لب ادب وافرٹے
کہ اے پروردگار عالم! مجھ سے تیری ثنا ممکن نہیں۔ خطاب ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم! جو بات آپ سے ممکن نہیں تھی اس کا اس ہنگام قرب و تقدس سے فائدہ اٹھاتے
ہوتے اس کا بیان کریں یعنی اب ہم سے ہماری ثناء بیان فرمائیں۔ فرمایا: التحیات
للہ والصلوات والطیبات، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ بشریت میں تھے تو
یہ بیان تھا لاحضی ثناء علیک، جب اس سایہ سے گزر گئے اور حق تعالیٰ کی حمایت
کے سایہ میں پہنچے آپ کا بیان یہ تھا کہ التحیات للہ، لیکن حقیقت یہ ہے کہ زبان سے
اس کی ثناء اس وقت تک بیان نہیں کی جاسکتی جب تک وہ خود زبان نہ بجھے اور ان
آنکھوں سے اس کا جمال نہیں دیکھا جاسکتا جب تک وہ آنکھوں کو بینائی نہ دے،
اے یعقوب! اگر تو جمالِ یوسف کی آرزو رکھتا ہے تو ان آنکھوں کو بند کر دے و ابیضت
عیناہ من الحزن، جب پیرا بن یوسف آئے گا وہ خود آنکھیں دے دے گا فار تند بصیرا،
یہ آنکھیں جو تو رکھتا ہے اس لائق ہیں کہ انہیں اپنے ٹکدہ میں روتے روتے سفید کر دے یہ

رٹے بدیں دیدہ تماشا نتواں کرد

عشق تو بدیں سینہ تمنا نتواں کرد

تا دیدہ نخست از تو نظر دام نگیرد

نظارۂ آں صورت زیبا نتواں کرد

۱۵ — اے درویش! جمال و جوب سے حجاب امکان اٹھانے، ائینہ قدم سے

زنگارِ حدوث صاف کرنے اور حبیب و والِ جلال کو جمالِ لم یزلی دکھانے سے پہلے تمام امت
کے عشق کو اس نورِ دیدہ کی آنکھوں میں چھپا دیا تاکہ جب وصال کے دسترخوان سے بخشش کا
نوالہ تناول فرمائیں امتیوں کی حالت کو فراموش نہ کریں السلام علیک ایہا النسبی پرؤں کے

کھولنے اور السلام علیہنا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین سے عشاق کو مشاہدہ دیدار میں شریک کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

تو اسے نظارگی کا نذر جمال یار می بینی
ز مایا د آوری ہر گم دراں دیدار می بینی
تو خربت میخوری و ز دور در بیمار می بینی
دہم برباد چوں سوزم ز غم خاکستر خود را
کہ در چشمت در آیم چوں تراں رخسار می بینی

بیان آیہ کریمہ امن الرسول

علمائے سیر اور جمہور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ جب غواجر عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم قرب الہی جبل و علا پر پہنچے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کا سلام سنا علم الیقین کے مرتبہ سے عین الیقین کے درجہ پر پہنچے اور ایمان غیبی ایمان شہودی میں تبدیل ہو گیا چنانچہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اس کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: امن الرسول بما انزل الیہ من ربہ، جب خدا تعالیٰ نے جو کچھ خود بھیجا اور اپنے رسول کے ایمان کی گواہی دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو بھی اپنے ساتھ ایمان میں شریک کیا، فرمایا: والمؤمنون، اور یہ وہ مقام ہے جہاں سچی گواہی ہی دی جاسکتی ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف آپ کے متعلق شہادت کسی اور سبب پر محمول نہیں تھی۔ ایک روایت یہ ہے کہ حق سبحانہ نے سوال کیا امن الرسول یعنی وہ ایمان لے آیا؟ میں نے عرض کیا: والمؤمنون کل آمن با اللہ

تا والیک المصیر۔ خطاب آیا: قد غفرت لك ولا متك۔ میں نے آپ اور آپ کی امت کو بخش دیا۔ اس مقام پر یہ نکتہ ہے کہ نہ تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کذب میں تبدیل ہو سکتی ہے اور نہ ہی مقبول حق مردود ہوتا ہے، بعض دوسرے علما نے کہا ہے کہ دونوں اقوال خدا تعالیٰ کے ہیں، اسی نے امت کے ایمان کی گواہی دی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ آمن الرسول پر والمؤمنون کا عطف ہے، معطوف وجوب و امتناع میں معطوف الیہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہی دلیل کافی ہے، جس طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان زوال پذیر نہیں، مومنوں کا ایمان بھی زائل نہیں ہوگا۔ اس میں ایک دوسرا اشارہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ

کسی کی ثناء بیان کرتا ہے پھر اس کی برائی کا بیان نامناسب ہے اور جب شکریہ ادا کیا پھر اس کا شکوہ کرنا جائز نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا: کل آمن بالله وملئ شکنتہ، اس کلمہ سے ایمان والوں کو کفارِ مکر سے جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، ممتاز کر دیا، پھر دکتبہ درسلہ فرما کر انہیں یہودیوں اور عیسائیوں سے الگ کر دیا کیونکہ وہ بعض انبیاء پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر نہیں لاتے، بعض کتابوں پر ایمان لائے اور بعض پر نہ لائے، پھر فرمایا: لا نفرق بین احد من رسلہ، حق سبحانہ، و تعالیٰ امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے شکریہ ادا کرتا ہے کہ انہوں نے کہا ہم انبیاء کے درمیان فرق نہیں کرتے یعنی تمام پر ایمان لاتے ہیں اور کسی پیغمبر کو بھی جھوٹا نہیں سمجھتے پھر فرمایا: وقالوا سمعنا واطعنا یعنی ہم نے اپنے کانوں سے سنا اور دل سے اطاعت کرتے ہیں یا ہم یوں کہتے ہیں کہ اے خدا! تُو نے اپنے لطف و کرم سے ہماری ہرج کی، ہم نے اپنی عود بینی کے باوجود اطاعت کر کے تیری عبودیت کا اعتراف کیا یعنی اگرچہ ہم اپنے متعلق تیری تعریف سنتے ہیں لیکن ہم دائرہ بندگی سے قدم باہر نہیں نکالتے اور تیری اس تعریف و ستائش پر مغرور نہیں ہوتے پھر فرمایا: غفرانک ربنا مصدر ہے یعنی اغفر غفرانک حق سبحانہ، و تعالیٰ کے فضل و کرم کو تو دیکھیے کہ اپنے بندوں سے اطاعت کا خواہشمند نہیں تاکہ وہ شکر کریں اور ان کے گناہ کرنے کے بعد شکوہ نہیں کیا اور نہ ہی حرفِ شکایت زبان پر لایا جب وہ اپنے گناہوں کی معافی کے طلبگار ہوتے تو ان کی تعریف کی اور ان کے استغفار کو قرآن مجید کی آیات سے ظاہر فرمایا۔ ان کے گناہوں کو پوشیدہ رکھتا کہ اس امت کے ساتھ اس کی کمال دستی و محبت کا اظہار ہو، اگر طاعت کرے تو شکریہ ادا کرتا ہے، جب طاعت میں قصور سرزد ہوتا ہے تو بندہ حق سبحانہ، و تعالیٰ کی شکر گزاری کی دولت حاصل نہیں کر سکتا، اگر گناہ پر لگے کرتا ہے تو اس کی شانِ ستاریت پر حرف آتا، تیرے ساتھ اس قدر لطف و کرم کا سلوک کیا کہ اس کا کمالِ کرم بندوں پر ظاہر ہو گیا، خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! مجھے تیری یہی بات پسند ہے کہ تو اپنے تئیں میرا محتاج جانتا ہے اور یہودیوں کی طرح ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء نہیں کیا، انہوں نے خود کو تو انگر کہا میں نے انہیں فقیر کر دیا وضویت علیہم الذلۃ والمسکنتۃ تو نے فقر کا دامن تھاما اور میری بارگاہ میں غفرانک ربنا کا

کاسہ گرائی لیے حاضر ہوا ہم نے تجھے مملکتِ جنت کا بادشاہ بنا دیا و اذا سمایت ثم صرنا بیتک کا
 کبیرا۔ پھر فرمایا: وایک المصیر، ہماری واپسی تیرے ہی پاس ہے، ہمیں گندگی اور
 آلودگی کی حالت میں نہیں بلکہ پاک و صاف حیثیت میں اپنے پاس پہنچنے کی توفیق ارزانی فرمائی،
 پھر فرمایا: لا یكلف الله نفسا الا وسعها ای طاقتہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا
 جواب ہے مبنی و لا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا مبنی و لا
 تحملنا ما لا طاقتہ لنا بہ، پھر فرمایا: لہما ما کسبت ای من طاقتہا و علیہما ما اکتسبت
 ای من معصیتہا، حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے خود کو بندوں کے فعل سے بے نیاز
 رکھا، اگر تو بندگی کرے گا تو تیرا ہی فائدہ ہو گا اور اگر گناہ کرے گا تو تجھے ہی نقصان پہنچے گا،
 مجھے نہیں۔ پھر فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آج بخشش و عطا کی رات ہے مانگیے، میں
 دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں نے یہ مراد طلب کی مبنی و لا تواخذنا
 ان نسینا و اخطانا۔ آواز آئی ہم نے خطا و نسیان کو تیری امت سے اٹھا دیا بلکہ اس
 کے ساتھ ایک اور مہربانی بھی کی کہ ان سے زبردستی جو کچھ کیا یا کروایا جائے گا اس سے بھی
 میں درگزر کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی ہمیں اطلاع دی است اللہ
 یجاز و عن امتی الخطاء و النسیان و ما استکروہ علیہ پھر فرمایا: مبنی و لا
 تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا، یعنی وہ بوجھ جو تُو نے پہلی
 اُمتوں پر رکھا ہم پر وہ بوجھ نہ رکھ اور ہماری شریعت کو ان کی شریعت کی طرح دشوار نہ بنا،
 جواب آیا و یضع عنہم اصرا ہم بعض روایات میں ہے کہ بارگرائی جو پہلی اُمتوں پر
 ڈالے گئے ایک ایک کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذکر فرماتے اور رب العزت ان سے
 تجاوز فرماتا جاتا، ان میں سے ایک یہ تھا کہ پہلی اُمتوں میں سے جب کوئی گناہ کرتا صبح کے
 وقت جب اُٹھتے تو بعض کے دروازے اور بعض کی پیشانی پر لکھا ہوا ہوتا کہ کل تو نے یہ
 گناہ کیا، تیرا کفارہ اپنے آپ کو قتل کرنا اور آگ میں جلانا ہے، دوسرا یہ تھا کہ جب ان کا
 کپڑا ناپاک ہو جاتا اُسے کا ٹٹا ضروری ہوتا، دھونے سے پاک نہیں ہوتا تھا، ایک یہ بات
 تھی کہ جو شخص ماں باپ کو گالی دیتا واجب القتل ہو جاتا، اگر کوئی شخص جھوٹی گواہی دیتا

تو اسے قتل کر دینا اس کا قصاص ہوتا، اپنی مسجدوں کے علاوہ وہ کسی دوسری جگہ نماز ادا نہیں کر سکتے تھے، ان کے دین میں یتیم بالکل جائز نہیں تھا، ان کے مال کی زکوٰۃ، مال کا چوتھائی حصہ تھا یعنی دوسو درم سے پچاس درم زکوٰۃ واجب تھی۔ روزوں کے دنوں میں عشاء کی نماز کے بعد اپنی بیوی کے ساتھ شب باشی جائز نہیں تھی، عشاء کی نماز کے بعد دوسرے دن کی شام تک افطار جائز نہیں تھا، اگر کوئی شخص بھول کر روزے کے دنوں میں کھا لیتا تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا، حق تعالیٰ سے ان باتوں اور ان جیسی اور باتوں کے متعلق درخواست کی، خدا تعالیٰ نے کرم فرمایا اور ان بھاری بوجھوں کو اس امت سے اٹھا دیا والحمد للہ تعالیٰ وحده، اس کے بعد فرمایا، سبنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به، خدا یا! ہم پر وہ بوجھ نہ رکھ جسے ہم اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتے، بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ بوجھ قطع تعلق کا بوجھ ہے محب قطع تعلق کے سوا ہر محنت و بلا کو برداشت کر سکتا ہے، اسی لیے عارفوں کی اکثر و بیشتر دُعائے تھی، خدا یا! جُدائی نہ دے، اس کے علاوہ جو چاہے کر۔

ہر اُن خدا کے جزوے مراد خدائے نیست

کہ از فراق مراد جہاں بلائے نیست

لا یكلف الله نفساً الاّ وسعها، جب تمہیں فراق کی طاقت نہیں ہم بھی تمہاری طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالیں گے پھر فرمایا: واعف عنا، ہر وہ چیز معاف کر دے جو تیرے شائستہ نہیں ہے، جواب ملا: ويعفو عن السيئات، تمام سیئات کو جمع کے لفظ سے یاد فرمایا تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ کوئی گناہ بھی احاطہ عفو سے باہر نہیں، پھر فرمایا: واعف لنا، جب تُو نے ہمیں معاف فرمادیا، تو ہماری پردہ پوشی فرماتا کہ تیرے سوا کوئی بھی ہمارے بُرے اعمال پر مطلع نہ ہو، جواب ملا: ان الله يعفو الذنوب جميعا، پھر فرمایا: واسرحنا ہم پر رحم فرما یعنی جس طرح ہمارے گناہوں سے تُو نے درگزر فرمایا اور پردہ پوشی کی اسے ہمارے لیے آرام و آسائش کا سبب بنا نہ کہ رنج و تکلیف کا۔ جواب ملا: وكان بالمومنین رحيمًا، اگر میں اب آپ کی امت پر رحم نہ کرتا تو آپ کی امت ہلاک ہو جاتی، یہاں صکان کا لفظ بیان فرمانا کہ وہ ہمیشہ ہی محاسن امت پر حرم تھا، اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی دعا نے ہی ہمیں رحمت پر

نہیں ابھارا بلکہ ہماری رحمت نے آپ سے دعا کر دئی، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری عنایت آپ کی شفقت سے زیادہ ہے، آپ کی شفقت وقتی ہے اور ہماری رحمت ازلی، آپ کی وقتی شفقت کا یہ تقاضا ہے تو ہماری ازلی رحمت کا کیا تقاضا ہوگا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نہیں تھے تو میں ان کے لیے تھا اب جبکہ آپ بھی ہیں میں ان کے لیے کیوں نہیں ہوں گا ان کے لیے آپ اس وجہ سے ہیں کہ میں نے آپ کو ان کے لیے پیدا کیا ہے، میں ان کے لیے اس وجہ سے نہیں ہوں کہ آپ نے مجھے ان کے سپرد کیا ہے بلکہ آپ کو انہوں نے میری وجہ سے پایا ہے مجھے آپ کی وجہ سے نہیں۔ وہ ذات جسے انہوں نے مجھ سے لیا ہے غور کیجئے، مجھے ان کے ساتھ کس قدر شفقت و رحمت ملحوظ ہوگی، پھر فرمایا: انت مولانا ای حافظنا و

ناصرنا، جواب آیا: ذلک بات اللہ مولی الذین آمنوا و ان الکافرین لا مولیٰ لهم، پھر فرمایا: فانصرنا علی القوم الکفرین۔ جواب ملا کہ دوستوں میں طلب کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارے کرم پر ان کی امداد کرنا واجب ہے وکان حقاً علینا نصر المؤمنین۔ اہل اشارت نے ان دعاؤں میں لطیفہ بیان فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں اپنی تخصیص نہیں فرمائی، یوں نہیں فرمایا: واغفر لی و ارحمنی اور یوں نہیں فرمایا کہ واغفر لہم و ارحمہم ان کا ذکر غائبانہ طور پر نہیں کیا بلکہ خود کو ان کے ساتھ ملایا۔ یہ اس کی طرف اشارہ ہے کہ اگرچہ باعتبار جان میں ان کے ساتھ نہیں ہوں، اگرچہ وہ اس مقام میں میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن میں بلحاظ عنایت ان کے ساتھ ہوں، جو کرم بھی آپ مجھ پر کریں گے اس میں وہ میرے ساتھ ہوں گے اور جو احسان بھی ان پر کریں گے اس میں ان کے ساتھ ہوں گا۔ پس جو چیز تو میرے لیے روا نہیں رکھتا ان کے لیے بھی روا نہ رکھ اور ہر دولت و سعادت جو تو مجھے عنایت فرمائے ان کو بھی اس سے منتفع فرمائیے۔

نہ پہنچو اے فرستادگان	پذیرندہ عذر افت دگان
چو تو گر کے باشد آنہم توئی	کزیں کردہ ہر دو عالم توئی
توئی قفل گنجینہ را کلید	در نیک و بد کردہ بر ما پدید
ہر آنچہ ایزدوت تحفہ پر داشتہ	تو آزا شمار ہمساختہ

زہر دل خاکسارانِ خویش فرو آمدہ ز اوج ایوانِ خویش
چو ہر دل ما فرد آمدہ ہزاراں ہزاراں درو آمدہ
درو فرداں بیش از حدش

پیالے رواں باد بر مرقدش

اس دعا میں نہایت عمدہ لطیفہ ہے۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سوالات میں اپنی امت کے لیے پچند چیزیں طلب فرمائیں۔ عفو و مغفرت، رحمت و ولایت، عیوب کی پردہ پوشی، گناہوں کی مغفرت، معاصی اور خطایا پر رحمت، اسلام دوستی، اور تمام عطایا، دشمنوں پر مدد و اعانت ہر ایک کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے مطابق ملا، جیسا کہ بیان ہوا، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سر جھکایا خطاب آیا: یا محمد! اس فمِ سراسک، آپ نے سر کیوں جھکایا، سر اٹھائیے عرض کیا، خداوند! میں اس فکر میں ہوں کہ یہ لطف و کرم میرے اندازہ کے مطابق نہیں ہیں حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: فعلی ذلک الفضل کا بالمکافات، جو کچھ میں نے آپ کے ساتھ سلوک کیا محض اپنے فضل سے کیا آپ کے عمل کا بدلہ نہیں ہے، جس طرح آج رات ہم نے آپ کے ساتھ لطف و کرم کا معاملہ کیا ہے کل میدانِ قیامت میں آپ کی امت کے ساتھ بھی یہی عمل کریں گے۔

اے کریمی کہ در سرائے وجود	دستِ جودت در کرم بکشد
ماگدا تو بادشاہ ہم	جرمِ بخشاے عذر خواہ ہم
ما جفا کار و تو وفا دارے	ہم معیوب تو خریدارے
ما جفا پیشگاں جرم اندیش	جز جفا و کرم نبردی پیش
رحم فرما کہ از تو کیں نسد	تو خدائے وغیر ازیں نسد
بر ضعیفاں قوی ستم نکند	بر گداشاہ جز کرم نکند

تو کہ مارا بجود فرمائی
ہے کہ بر حال ما بہ بخشائی

فاوحی الی عبدہ ما اوحی

ای اوحی اللہ تعالیٰ الی عبدہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جو کچھ کہا، اس بات کو ظاہر نہیں فرمایا کہ کیا کہا، کیونکہ دوستوں کے درمیان راز پوشیدہ ہی بہتر ہوتا ہے لامحالہ ان کے مقام کو بیان فرمایا، فرمایا: قاب قوسین ادا فی یعنی دو کمائوں کی مقدار یا اس سے بھی کم لیکن معیت کی کیفیت اور کمیت بیان نہیں فرمائی، اسی طرح مبہم چھوڑ دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سدرۃ المنتہی پر پہنچنے اور اس کے عجائبات دیکھنے کو بیان فرمایا اذ یغشی السدرۃ ما یغشی اسی طرح پوشیدہ چھوڑ دیا اور یکسوئی کو بیان نہ کیا، آیات بتینا دکھانے میں بھی ابہام کا طریقہ اختیار فرمایا لہذا ای من آیات ربہ الکبریٰ، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گفتگو کے متعلق فرمایا فاحی الی عبدہ ما اوحی، یہاں تک کہ علماء نے احتیاطاً ان کلمات کے تعلق میں دخل نہیں دیا اور مہرزہ پوشیدہ راز کو اپنے بیان کی چابی سے نہیں کھولا، بعض دوسرے علماء نے جس قدر صحیح احادیث ان کی نظر سے گزریں انکو قید تحریر میں لائے، ان میں سے چالیس اقوال اس کتاب میں اہل دانش کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ اس سے مراد پانچوں نمازوں کی فرضیت ان کے فضائل اور ان پر ثواب ہے۔ چنانچہ انشاء اللہ اس کی شرح آئندہ آئے گی۔

۲۔ اس سے مراد سورۃ بقرہ کی آخری آیات ہیں چنانچہ ان کی طرٹ پہلے اشارہ گزر چکا۔

۳۔ حدیث میں آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ساریت ساری فی احسن

صورة ای صفتہ فقال یا محمد فبم یختصم الملئکۃ الملاء الاعلیٰ،

یعنی میں نے اپنے پروردگار کو بہترین صورت یعنی صفت میں دیکھا، مجھ سے خدا نے

پوچھا: ملاء اعلیٰ اور عالم بالا کے باشندے کس گفتگو میں ہیں، میں نے عرض کیا:

بارالہ! تو بہتر جانتا ہے فوضع کفہ بین کتفی فوجدت بردہا بین ثانی،

یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی ہتھیلی میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھی اس سے خوشی و شادمانی کا اثر میں نے اپنے سینے میں محسوس کیا، زمین و آسمان کے تمام مغیبات میرے سامنے منکشف ہو گئے، پھر فرمایا: یا محمد ہل تدری بما یختص الملاء الاعلیٰ، آپ کو کچھ علم ہے کہ فرشتے کیا کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: خداوند اکفارات کے متعلق باتیں کرتے ہیں یعنی وہ عبادات جو گناہوں کا کفارہ ہیں، پوچھا: کفارات کیا ہیں؟ میں نے عرض کیا: اسباغ الوضوء فی البردات، و المشی بالاقدام الی الجماعات وانتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ۔ کفارات تین چیزیں ہیں، موسم سرما میں اچھی طرح وضو کرنا اور عضو تک اچھی طرح پانی پہنچانا گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے۔ دوم باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے پیدل جانا، تیسرا ہر نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، ہر وہ شخص جو ان تین باتوں پر عمل کرے گا اس کی زندگی بہترین طریقے سے گزرے گی اور اس دنیا سے نیک نامی حاصل کر کے رخصت ہوگا، اس کے گناہ یوں معاف ہوں گے جیسے وہ آج ہی پیدا ہوا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان اپنی ہتھیلی رکھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مغیبات کا علم ہوا، پوچھا: فبہ یختص الملاء الاعلیٰ، عرض کیا: فی الکفارات والمنجیات والدرجات والملكات، حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: صدق عبدی، پھر حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: اے فرشتو! تمہیں مشکل کشا مل گیا، جو بھی مشکل سوال ہے آپ سے پوچھو، حضرت اسرافیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور پوچھا: یا محمد ما الکفارات، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسباغ الوضوء فی البردات و مشی الاقدام فی الجماعات وانتظار الصلوٰۃ بعد الصلوٰۃ، حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے

اور پوچھا، مَا لَمْ نَجِیَاتِ یَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم، وہ چیزیں جو بندے کو عذاب الہی سے نجات دیں کوئی ہیں، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خَشِیۃَ اللہِ تَعَالٰی فِی السِّرِّ وَالْعَلَانِیۃِ وَالْقَصْدَ فِی الْفَقْرِ وَالْغَنَاءِ وَالْعَدْلَ فِی الْغَضَبِ وَالرِّضَا۔
پوشیدہ اور اعلانیہ خدا تعالیٰ سے ڈرنا، فقیری اور توکل میں میانہ روی اور ناراضگی اور خوشی میں انصاف کرنا حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

پھر میکائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا مَا لَمْ نَجِیَاتِ، یعنی وہ چیز جس کی بدولت بندے کے اعمال بلند ہوں، کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اطعام الطعام واجہار السلام والصلوۃ باللیل والناس ینام۔
حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس کے بعد حضرت عزرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مَا لَمْ نَجِیَاتِ؟ بندوں کو ہلاک کرنے والی کیا چیزیں ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شح مطاع وھوی متبع و اعجاب المرء بنفسہ۔
یعنی وہ بخیل جس کی لوگ اطاعت کریں، جو کچھ بخیل انہیں کہے اس پر عمل کریں۔ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا اور خود کو نیک سمجھنا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: صدقت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

منقول ہے کہ ان چاروں مسائل میں یہ چار فرشتے چار ہزار سال سے بحث کر رہے تھے اور ان کا جواب نہیں مل رہا تھا اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کی اور ان کی حقیقت سے آگاہ ہوئے، کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج پر لے جانے کا یہی سبب تھا۔ چنانچہ اس کے متعلق اشعار پہلے گزر چکے۔

۴۔ خطاب ہوا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نماز پڑھیں یہ دُعا پڑھیں اللھم اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الطَّیِّبَاتِ وَتَرْکَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَکِیْنِ وَانْ تَغْفِرَ لِّی

خطیبتی وترحمنی وتوب علی واذا اردت فتنۃ فی یوم فتوفنی غیر مفتون۔

۵۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا عبدنا فی الخلوة فاشفع لامک فی الخلوة، آپ نے ہماری عبادت خلوت میں کی ہے، امت کی شفاعت بھی خلوت میں کیجئے۔

۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حق سبحانہ و تعالیٰ نے اُس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا لولا العتاب ما کان معک بامتک الحساب، اگر مجھے آپ کی امت پر عتاب نہ کرنا پسند نہ ہوتا تو میں قیامت کو ان کے ہرگز حساب نہ لیتا۔

۷۔ خطاب آیا کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! انا وانت وما سوى ذلک خلفتہما لاجلک یعنی صرف میں اور آپ مقصود ہیں باقی تمام مخلوق آپ کی وجہ سے پیدا کی ہے۔

حکمت از ایجاد دُو عالم چہ بود	تا بہ محمد کند اظہار وجود
گر نہ کہ نورش ز قدم تافتی	ز ادم د عالم کہ نشان یافتی
قرص بتا شیر صباح وجود	نور طلوع از افق او نمود

کون و مکان ہر دو ز خیل ویند

جان و جہان ہر دو طفیل ویند

۸۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجی اللہ یجدک یتیمًا فاوی و وجدک ضالًا فہدی و وجدک عاشًا فاغنی اللہ نشرک لک صدرک و وضع عنک وزرک الذی انقض ظہرک و رفعناک ذکرک،

۹۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی بھیجی کہ بہشت تمام انبیاء کے لیے حرام ہے جب تک آپ اس میں داخل نہ ہو جائیں اور تمام امتوں کے لیے بھی حرام ہے جب تک آپ کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے۔

۱۰۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کی امت کو مالدار نہیں کیا تاکہ

آپ کی اُمت کا حساب لمبا نہ ہو جائے میں نے ان کی عمر دراز نہیں کی تاکہ وہ دُنیا کی محبت میں مضبوط نہ ہو جائیں، میں انہیں اچانک موت سے ہلاک نہیں کرتا تاکہ وہ بغیر توبہ کے نہ مریں۔ میں نے انہیں تمام لوگوں کے بعد آخری زمانہ میں پیدا کیا تاکہ قبر میں ان کو نیا وہ عصہ قیام نہ کرنا پڑے۔

۱۱۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اهل ذکری فی ضیافتی، مجھے یاد کرنے والے میری مہمانی میں ہیں اور شکر گزار زیادتی نعمت میں ہیں۔ اطاعت گزار میری عنایت و مہربانی کے سایہ میں ہیں۔ میں شکر گزاروں کو اپنی رحمت سے نانا مید نہیں کرتا، ہاں وہ بیمار ہیں اور میں طبیب ہوں یعنی ہماری رحمت ان کے لیے شفا بخش ہے وان تابوا فانا حبیبہم۔ اگر میری بارگاہ میں رجوع کریں میں ان کا دوست ہوں اور اگر توبہ نہ کریں فاذا ولیہم فی الصمایب۔ مصیبتوں اور بلاؤں میں ان کی دیکھ بھال کرتا ہوں تاکہ وہ تمام عیبوں سے پاک ہو جائیں۔

۱۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آئی کہ جس طرح چاہیں زندگی گزاریں آخر کار مرنا ہے، جس کو چاہیں دوست بنالیں آخر کار اس سے جدا ہو جائیں گے، جس طرح چاہیں عمل کیجئے، اس کی جزا آپ ہی کو ملے گی اگر نیک کام کریں گے نیک بدلہ ملے گا اور اگر بُرا کام کریں گے تو اس کا بُرا نتیجہ دیکھیں گے۔ تمام مخلوقات سے نانا مید ہو جائیے کیونکہ ان کے اختیار میں کچھ نہیں، میرا ہنشیں بنیے اور میرے ساتھ مجلس رکھیے کیونکہ میرے پاس ہی لوٹنا ہے۔ اپنے دل کو دنیا سے وابستہ نہ رکھیے کیونکہ ہم نے آپ کو دنیا کی خاطر پیدا نہیں فرمایا۔

۱۳۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق سبحانہ و تعالیٰ نے معراج کی رات آپ سے کیا کہا، آپ نے فرمایا: قال انی رب العزة جل جلالہ نظرت فی ذنوب امتک فلم اری الوجه الا العفو، میں نے آپ کی امت کے گناہوں کو دیکھا میں نے ہر ایک کو معافی کی نظر سے ہی دیکھا۔

۱۴۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لیے آپ کیا تحفہ لاتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: میں دو ہاتھ لایا ہوں ایک ہاتھ میں "تقصیر طاعت" اور دوسرے ہاتھ میں "جفا و معصیت"۔ فرمایا آپ کی امت کی تقصیر طاعت کو میں نے اپنی رحمت سے معاف کیا اور ان کی جفا و معصیت کو آپ کی شفاعت سے بخش دیا۔

۱۵۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! مانگیے تاکہ میں عطا کروں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: خداوند! تو میری مراد اور مقصود کو اچھی طرح جانتا ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: انت شفیعہم فیما یقصدون فی فرائضی وانا اکون شفیعاً لہم فیما یقصدون سنتک، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کے فرائض میں تقصیرات کے شفیع بن جائیے اور میں ان کی ستم نیں تقصیرات پر شفیع ہوں۔

۱۶۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: آپ کی امت کی دو ہی حالتیں ہیں، فرمانبردار ہیں یا عاصی، ان کی فرمانبرداری میری رضا سے ہے اور ان کی معصیت میری قضا سے، جو کچھ میری رضا سے ہے میں ان سے قبول کروں گا کیونکہ میں کریم ہوں اور جو کچھ میری قضا سے ہے معاف کروں گا کیونکہ میں رحیم ہوں۔

۱۷۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منقول ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حق سبحانہ و تعالیٰ سے درخواست کی کہ میری تمام امت کو بخش دے، فرمایا: میں نے تیرا حقہ آپ کی وجہ سے بخش دیا اور دولت قیامت کے روز آپ کو بخش دوں گا۔

۱۸۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیا چاہتے ہیں؟ عرض کیا: اپنی امت کو، فرمایا: ستر ہزار میں نے آپ کی وجہ سے بخش دیے، فرمایا آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا اپنی امت کو۔ فرمایا: ستر ہزار آپ کو بخش دیے، آپ اور کیا چاہتے ہیں؟ فرمایا اپنی امت کو۔ فرمایا: ستر ہزار آپ کو بخش دیے اور کیا چاہتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ سات سو مرتبہ سوال ہوا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اُمت۔

فرمایا، کب تک مانگتے رہو گے، عرض کیا، خداوند! مانگنے والا میں ہوں اور ہر چیز اور ہر شخص کو بخشنے والے آپ ہیں۔ خطاب آیا اگر تمام کو آپ کے سپرد کر دوں تو میری رحمت کا اظہار ہو گا اور آپ کی عزت نہیں رہ جائے گی، امت کا ایک حصہ آپ کو بخشا ہوں اور دو حصے قیامت کے روز جب آپ خواہش کریں گے بخش دوں گا تاکہ میری رحمت بھی ظاہر ہو اور آپ کی عزت بھی معلوم ہو جائے۔

۱۹۔ وحی آئی، جس روز حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں ہر شخص ان کو اپنی کفالت میں لینا چاہتا تھا، میں نے کہا اہنی قلبیں پانی میں ڈالیں جس کا قلم پانی کے اوپر تیر جائے وہ اپنی کفالت میں لے لے، حضرت زکریا علیہ السلام کا قلم پانی پر تیرنے لگا دما کنت لہم اذ یختصمون یلقون اقلامہم، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ وہاں موجود ہوتے تو آپ کا قلم پانی کے اوپر لے آتا، اسی طرح جب قیامت کا روز ہو گا، آپ کی امت کے متعلق ہر گروہ باتیں کرے گا اور تمام فرمانبرداران کے متعلق اپنی اولیت کا دعویٰ کریں گے، انبیاء ان کی شفاعت کریں گے مثلاً آدم علیہ السلام فرمائیں گے کہ میرے بیٹے ہیں، نوح علیہ السلام اپنی اولاد بتائیں گے، اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمائیں گے میری ملت ہیں، تمام گنہگار اور دوزخ کا محافظ فرشتہ مالک اور زبانیہ اور ابلیس وغیرہ اپنا حق جتلاتیں گے، میں جو سب کا مالک و مختار ہوں، انہیں قلبیں ڈالنے کے لیے کہوں گا، ان تمام قلموں میں آپ کے قلم شفاعت کو باہر نکالوں گا اور آپ کی امت آپ کے سپرد کر دوں گا۔

۲۰۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اس رات حق سبحانہ و تعالیٰ سے درخواست کی کہ قیامت کے روز امت کے حساب کو میرے سپرد کر دیجئے۔ فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں ان کا حساب اس طرح لوں گا کہ آپ بھی ان کے بے اعمال سے واقف نہیں ہو سکیں گے۔ جب میں ان کے گناہوں کو آپ سے جو ان کے تفتیق پیغمبر ہیں پوشیدہ رکھوں گا بیگانوں سے بطریق اولیٰ پوشیدہ رکھوں گا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ ان پر شفقت رسالت رکھتے ہیں تو مجھے ان پر رحمت

رو بیت ہے، اگر آپ ان کے پیغمبر اور رہنما ہیں تو میں ان کا معبود اور خدا ہوں، آپ
 ۱۰۰ میں آج دیکھتے ہیں میری ازل سے ابد تک ان پر نظر عنایت ہے اور رکھوں گا۔

اے بازل بودہ و نابودہ ما تو باید زندہ و نرسودہ ما

بے طربیم از ہمہ سزائے جز تو نداریم نوازندہ

از پے تبت ایں ہمہ امید و بیم ہم تو بخشائے و بخش لے کریم

چارہ ما ساز کہ بے یاریم گر تو برانی بکہ رو آوریم

پیش تو گر بے سرو پا آیدیم ہم بامید تو خدا آیدیم

قافلہ شد واپسی ما بہ ہیں اے کس ما بیکسی ما بہ ہیں

جز در تو قبہ نخواہیم ساخت

گر نوازی تو کہ خواہد نواخت

۲۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور سے فادحی الی عبدہ ما اوحی میں سے
 ایک کلمہ بتانے کی درخواست کی من علی بکلمۃ منہا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 فرمایا، اے ابوبکر! خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا اگر میں نہ چاہتا اور مجھے یہ بات پسند
 نہ ہوتی کہ آپ کی امت سے بات کروں تو آپ کی امت کا کم یا زیادہ کچھ بھی حساب
 نہ لیتا۔

۲۲۔ حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کلمات میں سے ایک کلمہ کی درخواست کی آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے میری امت کی شکایت کی کہ
 وہ خلوت میں گناہ کرتے ہیں اور خلوت میں اظہار اطاعت کرتے ہیں، میری نظر ان کے
 باطن اور اسرار پر ہوتی ہے میں اپنی شانِ کریمی سے انہیں بخشتا اور پردہ پوشی کرتا ہوں۔
 ۲۳۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان باتوں میں سے ایک بات پوچھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے بتایا: حق سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! پہلی امتیں
 جب گناہ کرتی تھیں میں ان پر عذاب بھیجتا تھا جیسے قوم نوح و قوم صالح علیہما السلام
 جب وہ گناہ کرتے ان کے گناہوں کی نحوست سے انہیں زمین میں دھنسا دیتا اور

دوسری امتوں کو گناہوں کی شامت سے مسخ کر دیتا اور ان کی شکلیں بدل ڈالتا جیسے قوم داؤد اور قوم عیسیٰ علیہما السلام، لیکن آپ کی امت جب گناہ کرتی ہے تو ان کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہوں، پہلی اُمتیں جب گناہ کرتیں تو ان پر پتھر برساتا جیسے قوم لوط علیہ السلام۔ جب آپ کی امت گناہ کرتی ہے تو جہاں پر میں رحمت کی بارش برساتا ہوں۔

۲۴- حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا وہ سر بہر باتیں کیا تھیں؟ فرمایا: میرے امتیوں کی شکایت تھی، فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں خود بندوں کے رزق کا ضامن ہوں اور آپ کی امت میری ضمانت پر اعتماد نہیں کرتی اور نارسیدہ غم کو اپنے دل پر مسلط کر لیتی ہے، جو غم ابھی آیا ہی نہیں اس کا غم کھانا انسان کو غم آنے سے پہلے ہی غزدہ کر دیتا ہے۔

ہاں بہنر کہ با فردا گزارم کار فردا را

دوسرا یہ کہ میں نے بہشت کو آپ اور آپ کے دوستوں کے لیے پیدا کیا ہے، لیکن آپ کے امتی بہشت سے رغبت نہیں کرتے یعنی اعمال خیر میں کوتاہی کرتے ہیں۔ تیسرا یہ کہ دوزخ کو میں نے آپ کے دشمنوں کے لیے پیدا کیا ہے لیکن آپ کے امتی اس میں داخل ہونے کی کوشش کرتے ہیں اور بعض میری فرمانی کی جرأت کر بیٹھے ہیں۔ چوتھی بات یہ کہ میرے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں اور میرے بندوں کے ساتھ صلح یعنی تنہائی میں گناہ کرتے ہیں اور مجھ سے شرم نہیں کرتے اور لوگوں کے سامنے از کتاب گناہ سے پرہیز کرتے اور ان کی ملامت سے خوف کھاتے ہیں۔

پانچویں یہ کہ میرا ان سے کل یعنی آئندہ کے اعمال کا مطالبہ نہیں ہوتا مگر وہ مجھ سے ہفتہ، مہینہ اور سال کی روزی طلب کرتے ہیں۔

چھٹی بات یہ ہے کہ میں ان کی روزی ان کے سوا کسی اور کو نہیں دیتا لیکن وہ میری عبادت کو دوسروں کے سپرد کرتے ہیں یعنی ان کی عبادت میں ریاکاری ہوتی ہے۔ دوسروں کو اس میں شریک کر لیتے ہیں، عزت و ذلت میرے اختیار میں ہے، وہ غیروں سے

اپنی امیدیں وابستہ کر لیتے ہیں اور غیر اللہ سے ڈرتے ہیں۔

ساتویں بات یہ ہے کہ میں ان کو نعمت دیتا ہوں لیکن شکریہ وہ غیروں کا ادا کرتے ہیں۔ آٹھویں یہ کہ فرشتے ہر وقت ان کے بُرے اعمال میرے سامنے پیش کرتے ہیں، میں فرشتوں کے سامنے ان کی شکایت نہیں کرتا اور میں اگر کچھ تکلیف یا مصیبت ان کو پہنچا دوں تو وہ لوگوں کے سامنے میری شکایت کرتے ہیں اور کفرانِ نعمت اور ناشکری کرتے ہیں۔

نزل بلا عافیت انبیا ست	و آنچہ ترا عافیت آرد بلا ست
زخم بلا مرهم بیدینی است	تعلی فی مایہ شیرینی است
چرخ شہد گدہ ہے بر سر ت	تا نکشاید گرہ دیگر ست
شاد ندانم کہ دریں دیر تنگ	شاد و غم ہر دو ندانند رنگ
انجم و افلاک بکشتن درست	راحت و محنت بگذشتن درست
ہر چہ یقینش بارادت کشد	خاتم کارش بعبادت کشد
ہر کہ یقین را بتوکل سرشت	بر کرم الرزق و علی اللہ نوشت
روزی تو باز نگردد زور	کار خدا کن غم روزی مخور
بر در او شو کہ ازینہا بہ اوست	روزی از جوئی کہ روزی دہ اوست
عمر چو یک روزہ قرار ت نداد	روزی دہ سالہ چہر باید نہاد
بر در او آ کہ فرستادہ اند	آں خوری آں جا کہ توادادہ اند
گر چہ دریں غلت بسی جہد کرد	بیشتر از روزی خود کس نخورد
جہد بدیں کن کہ بدیں است جہد	روزی و دولت نظر اید بچہد

تا شوی از جملہ عالم عزیز

جہد تو میاید و توفیق نیست

۲۵۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری طرف وحی آئی کہ میرے اور آپ کی امت کے درمیان سات شرطیں ہیں اور ایک روایت میں نو شرطیں ہیں جو آپ کے دلی سکون و آسائش کا سبب بن سکتی ہیں:

پہلی یہ کہ آپ کی امت سے جو شخص بھی طاعت کرے گا میں اسے رد نہیں کروں گا، ان کی طاعت کے مطابق ان سے طاعت کا مطالبہ کروں گا نہ کہ اپنی شان کے مطابق، لیکن جب انہیں جزا دوں گا تو ان کی طاعت کے مطابق نہیں دوں گا بلکہ اپنے فضل و کرم کے مطابق جزا دوں گا۔

دوسری یہ کہ اگر آپ کی امت میں سے گناہ کر کے کوئی شخص پتے دل سے توبہ کرے گا میں اس کی توبہ قبول کروں گا اور اسے گناہوں سے یوں پاک کر دوں گا گویا اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔

تیسری یہ کہ میں اس کے ساتوں اعضاء پر نظر ڈالوں گا اگر ایک عضو بھی طاعت میں ہوگا اور باقی چھ معصیت میں، تو میں اس ایک عضو مطیع کے طفیل ساتوں اعضاء کو دوزخ کے ساتوں درجوں سے آزاد کر دوں گا اور جنت کے آٹھوں درجہ کا مستحق بنا دوں گا۔

چوتھی یہ کہ جب میں یہ دیکھوں گا کہ بندہ جب اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے، غلگین اور اندوہناک ہوتا ہے اور ان کے ارتکاب پر پشیمان ہے تو اسے بخش دوں گا اور اس کے گناہوں پر قلم غفو کھینچ دوں گا۔

پانچویں یہ کہ جب بندہ اپنے گناہ پر اصرار نہیں کرتا اور پشیمان ہوتا ہے تو میں اسے مصائب و مشکلات میں مبتلا کرتا ہوں تاکہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے۔ چھٹی یہ کہ میں سال میں دو مرتبہ حاویہ یعنی دوزخ کے دروازہ کو کھولتا ہوں، ایک موسم گرما اور دوسرا موسم سرما میں دوزخ کی آتش و زہریر کا حصہ ان کو دنیا میں پہنچا دیتا ہوں تاکہ آخرت میں اس سے محفوظ رہیں۔

ساتویں یہ کہ میں آپ کی امت کا حساب اپنے فضل سے لوں گا عدل سے نہیں، اگر طاعت زیادہ ہوگی تو گناہوں کا۔ اگر گناہ زیادہ ہوئے تو وہ گناہ ان کے ذمہ لگاؤں گا جنہوں نے اس پر ظلم کیے ہوں گے اور دوسری روایت کے مطابق آٹھویں یہ کہ فضیلت کے معور دن رات اور مہینے ان کو میں نے عطا کیے ہیں اور

ان دنوں ان کی کی ہوئی نیکیوں کو میں دُگنا کر دوں گا تاکہ قیامت کے روز ان کی نیکیاں زیادہ ہوں اور برائیوں پر غالب آئیں۔

نویں یہ کہ احاسبہم یوم القیۃ بکرمی واغفرلہم ذنوبہم بفضلی وادخلہم الجنة برحمتی یعنی قیامت کے روز ان کا حساب اپنے کرم سے لوں گا اور اپنے فضل سے ان کے گناہوں کو بخش دوں گا اور اپنی رحمت سے انہیں جنت میں داخل کروں گا۔

خدا یا چونکہ مارا مے سرشتی	و شیفقت نامہ بر ما نوشتی
بما تو خدمت خود فرض کردی	جزاے آن بخود تو فرض کردی
چو با ما ضعف خود در بند آیم	کہ بگذاریم امرت تا تو انیم
تو با چندیں عنایتیہا کہ داری	ضعیفانرا کجا عنایت گزاری
بدیں امید ہاے شاخ در شاخ	کہ مہاے تو مارا کہ در گستاخ
و گر نہ ما کہ دانی خاک باشیم	کہ از دیوار تو زنگی تراشیم
اگر خواہی بما خط در کشیدن	ز فرمانت کہ یار در سر کشیدن
اگر گردی ز مشت خاک خوشنود	ترا نبود زیاں مارا بود سود
دران ساعت کہ ما مانیم و ہوتے	ز بخشایش فرو گذار موتے

پیام راز وفاے خویش ما را

کرامت کن بقاے خویش ما را

۲۶۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میری طرف سے اپنی امت کو چھ پیغام پہنچا دیجئے:

۱۔ اگر تم کسی کو اس کے احسان کی وجہ سے دوست رکھتے ہو تو دوست بنائے جانے کا سب سے زیادہ حقدار میں ہوں کیونکہ میرے احسانات تم پر بہت زیادہ ہیں۔

۲۔ اہل زمین و آسمان میں سے اگر تم کسی سے ٹھٹھتے ہو کہ تم اس کی ناراضگی میں گرفتار نہ ہو جاؤ تو تمہیں مجھ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ میں تم پر پوری قدرت

رکھتا ہوں۔

۳۔ اگر تم کسی سے اس بات کی توقع رکھتے ہو کہ اس سے تمہاری مراد پوری ہوگی تو مجھ سے امید رکھو کیونکہ میں اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہوں۔

۴۔ اگر تم کسی پر ظلم کرنے سے شرماتے ہو تو تمہیں مجھ سے شرم کرنی چاہیے کیونکہ تمہاری طرف سے ہر وقت ظلم ہوتا ہے اور میری طرف سے کمالاً عدل و دفا۔

۵۔ اگر تم کسی شخص کو اپنا نفس و مال خرچ کرنے کے لیے منتخب کرتے ہو اور اس کی خدمت میں مصروف ہوتے ہو تو یہ معاملہ تمہیں میرے ساتھ کرنا چاہیے کیونکہ میں تمہارا معبود ہوں۔

۶۔ اگر تم کسی کو اپنے وعدہ میں سچا جانتے ہو تو تمہیں میری تصدیق کرنا چاہیے کیونکہ میں جھوٹ اور وعدہ خلافی کرنے سے پاک اور منزہ ہوں اور لالچ اور غرض سے بالاتر ہوں۔

۲۷۔ فرمایا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس بات سے بہت زیادہ اعلیٰ و ارفع ہوں کہ میں آپ سے کہوں کہ مجھے پہچانیے اور آپ اس سے بلند و برتر ہیں کہ میں کہوں کہ مخلوقات کو میری طرف بلائیے۔

۲۸۔ فرمایا: کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے آپ کو خاتم الانبیاء کیوں بنایا ہے؟ میں نے عرض کیا: الہی! تو سب سے زیادہ جاننے والا ہے۔ فرمایا: اپنی امت کو میرا سلام پہنچا دیجئے اور کہتے کہ تمہارا خدا فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں آخری امت اس لیے بنایا ہے تاکہ تمہیں کسی امت کے سامنے رُسوانہ کروں بلکہ تمام امتیں تمہارے سامنے رُسوا ہوں۔

۲۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے حق سبحانہ و تعالیٰ سے اپنی امت کے چالیس سالہ لوگوں کی بخشش کی درخواست کی۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ان کو بخش دیا۔ میں نے عرض کیا: پچاس سالہ کو۔ فرمایا: میں نے بخشا۔ میں نے عرض کیا: ساٹھ سالہ کو۔ فرمایا: میں نے بخشا۔ میں نے عرض کیا: ستر سالہ کو۔

بخش دیجئے۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یقین کیجئے مجھے اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں نے ستر سال عمر بخشی ہو اور اس دوران اس نے میری پستش کی ہو اور شرک نہ کیا ہو۔ اس کو دوزخ میں جلاؤں۔ لیکن اہل اہل حقاب یعنی نانوے سالہ لوگوں کو میں قیامت کے روز کھڑا کروں گا اور کہوں گا "جس بہشت میں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ۔"

۳۰۔ خطاب آیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آنکھ کھولیں اور اپنے قدموں کے نیچے نگاہ دوڑائیے۔ میں نے دیکھا تو مجھے ایک مُشتِ خاک دکھائی دی، فرمایا: تمام موجودات آپ کے قدموں کی خاک ہیں، وہ دوست جو دوست کے گھر آتا ہے اور اس کے قدم غبار آلود ہو جاتے ہیں، دوست اپنے دوست سے اس کے غبارِ قدم کو طلب کرتا ہے تو اسے دینے میں کوئی تردد نہیں ہوتا تمام عالم غیب اور عالم شہود جو آپ کے قدموں کی خاک ہیں آپ کی نذر کرنا میرے نزدیک اس غبار سے جو دوست کے قدموں پر پڑتا ہے اور دوست کو بخش دیتا ہے، زیادہ آسان ہے۔ ۵

عالم نمی از شمع بھر کرم دوست آدم کف خاک کے ز غبارِ قدم اوست
عیسیٰ کی چو خورشید ز ندیمہ برا فلاک در آرزوے سایہ عالی علم اوست
مہربندہ کہ دار و خط ازادی و زنج اس بند غلام نے آں خط رقم اوست

شادی جہان کر دے غم امت

دانست کہ شادی جہانی بغم اوست

۳۱۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے پاؤں نیچے کیجئے، میں نے نیچے کیے تو کوئی چیز ان کے ساتھ آگئی پھر دور ہو گئی، پوچھا: الہی! یہ کیا چیز تھی؟ جس پر میرے قدم پہنچے پھر دور ہو گئی۔ فرمایا: وہ دور نہیں ہوئی بلکہ میں نے جو خدا ہوں اس کو دور کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیوں؟ حق سبحانہ و تعالیٰ کا خطاب آیا آپ کی عزت و تکریم کی خاطر، آپ کی عزت و تکریم ہمارے نزدیک اس قدر ہے کہ عرش اس کی عظمت کے باوجود اگر دس گنا

بھی ہو جاتے اور میری بارگاہ میں آتے تو آپ کے قدموں کی خاک میرے نزدیک زیادہ عزیز اور زیادہ محبوب ہوگی۔ ۷

لے کر وہ خاک پائے تو باعرش ہمیری
در معرض ظهور نکد از علو قدر
ختم است بر کمال تو ختم پیمبری
با آفتاب سایہ شخصت برابری
چوں تیر برگزشتہ ز افلاک چنبری
تا جز فراز دیدہ او کام نسیری
ہر ہفت چرخ بر سر راہ تو آمدہ
در آرزوئے آنکہ درو بود بنگری

تو برگزشتہ فارغ و آزاد از ہمہ

جاتے کہ جبرائیلؑ ندانست رہبری

۳۲۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نوٹھی فضہ نے کہا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس معراج کے اسرار بیان فرما رہے تھے تو میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح آپ نے امت کے آزاد اور بزرگ بندوں کا وہاں ذکر کیا، امت کے غلاموں اور درویشوں کو بھی یاد فرمایا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان باتوں میں سے ایک اس طاعت سے تھی دامن کینز کو بھی بتائیے۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دوست کے اسرار پوشیدہ ہی اچھے ہوتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اے فضہ! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے دوستوں کی بخشش کے لیے بہانہ تلاش کرتا ہے اور عاشقان درگاہ سے ایک نکتہ پر راضی ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اطلبوا العلة فی اغفاب الذلۃ، وہ گنہگاروں کو بخشنا چاہتا ہے۔ ۷

بہانہ کہ درو بادۂ شبانہ دہند
نصیب درو کشاں از میہ خانہ دہند
کہ خواست تا کہ نداند جرد زان می
بجو بشرط ارادت اگر تراند ہند
بہانہ ایست کہ ایں بادہ بے بہانہ بود
وے لعاشق سرست بے بہانہ دہند

قدم بلجہ توحید نہ یگانہ مترس باولیں قدمت گوہر یگانہ دہند

۳۳۔ فرمایا: میں نے حق سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کیا کہ خداوند! میں بشر ہوں مکن ہے میں کسی امتی پر بددعا کروں، پھر میں نے دعا کی کہ خداوند! میرے بعد جو کچھ میری امت میں فتنہ و محن پیدا ہوں اسے ان کے گناہوں کا کفارہ بنا دے، فرمایا: میں اسی طرح کروں گا، پھر میں نے عرض کیا: الہی! جو تیرا بندہ گناہ کا اقرار کرے مجھے اس کا شفیع بنا دے۔ فرمایا: یہ بات میرے متعلق ہے میں اپنے کرم سے ان پر رحمت کروں گا تاکہ آپ کی امت کا کچھ حصہ میرے متعلق ہو اور کچھ آپ کے ساتھ ہو۔

ایکہ برگاہ یاد فضلت کی کم بسو خوشم
منقہ برجان من نہ دار ہاں اذ آتشم
بارغم بزل وں از حد من از حد ضعیف
تو مراد دلہ بیس ایں بار را چوں می کشم

۳۴۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان اسرار میں سے ایک نکتہ کی درخواست کی، فرمایا حق سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے فرمایا: اگر آپ کی امت میں سے کوئی اپنے گناہوں کی کثرت کی مشقت سے دوزخ کا مستوجب ہو جائے تو وہ مجھے پہلی امتوں کے جنتیوں سے زیادہ محبوب ہوگا۔

۳۵۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کب تک اپنی امت کا غم کھاتے رہیں گے اور اپنے خاطر مبارک کو اس غم سے اندوہناک رکھیں گے ہم آپ کو آج رات ام ہانی کے گھر سے قاب قوسین کے مقام تک لاتے ہیں، کل قیامت کے روز جس کی لمبائی پچاس ہزار سالہ راہ ہوگی آپ کی امت کو بغیر کسی محنت و مشقت کے پل صراط سے جس کی لمبائی تیس ہزار سالہ راہ ہے پلک جھپکتے میں گزار دیں گے انہیں محنت و مشقت کی ہوا بھی نہیں لگے گی۔

۳۶۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیسی وحی تھی، فرمایا: میں نے حق سبحانہ و تعالیٰ سے چار چیزیں طلب کیں، میں نے

عرض کیا: خداوند! تُو نے قوم شعیب پر آگ برساتی اور قوم لوط کو سنگسار کر دیا،
 داؤد علیہ السلام کی قوم کی شکلیں مسخ کر دیں، قارون کو اس کی قوم کے ساتھ زمین
 میں دھنسا دیا، خداوند! میری امت کو ان عذابوں سے محفوظ رکھ، فرمایا: قد
 فعلت ذلک بامتك وقد عفرت عنهم، یعنی آپ کی امت کے ساتھ آپ کی
 حسب خواہش سلوک کروں گا، ان عذابوں کو ان سے دُور رکھوں گا۔

۳۷۔ شیخ ابوبکر واسطی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارے خواجہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
 عرض کیا کہ خداوند! میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں کہ میری امت گناہوں سے
 معصوم ہوں تاکہ بغیر کسی گناہ کے تیری بارگاہ میں حاضر ہو۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے
 فرمایا: میں نے ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے ان کو کچھ کام کرنے کا حکم دیا ہے
 اور کچھ کاموں سے اجتناب کا حکم دیا ہے اس شفقت کی وجہ سے جو مجھے ان کے ساتھ
 ہے۔ اس کے باوجود ان کی تقدیر میں یہ بات رکھی ہے کہ وہ گناہ کریں تاکہ رحمت
 کے خزانوں کے دروازے ان پر کھولوں۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ
 امین ہیں اور جبرائیل علیہ السلام برگزیدہ ہیں، آپ کی امت بہشت میں میری مہمان
 ہوگی وللمضیف ان یکرم ضیفہ۔

۳۸۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد
 صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو ایسے ایسے انعامات سے نوازا ہے کہ گزشتہ
 کسی پیغمبر کو بھی ان اعزازات سے نہیں نوازا، ان میں سے ایک یہ کہ میں نے
 آپ کے متعلق کہا ہے درفعناک ذکرک تاکہ روزانہ پانچ مرتبہ منبروں پر
 مشرق سے مغرب تک آپ کا نام بلند ہوتا رہے اور آپ کے نام کو میرے نام کے
 ساتھ یاد کیا جائے اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمداً عبداً
 ورسولہ، اور کلمہ توحید میں بھی آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ رکھا ہے تاکہ
 جو شخص مجھ پر ایمان لاتے آپ پر بھی ایمان لاتے۔ اگر مجھ پر ایمان لائے اور
 آپ پر نہ لائے تو میں اس کے ایمان کو قبول نہیں کرتا، حضرت نوح علیہ السلام

نے اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی، میں نے قبول کی اور اس کی تمام قوم کو ہلاک کر دیا، اسی طرح آج رات جو دعا بھی آپ نے اپنی امت کے لیے کی میں نے ان تمام دعاؤں کو قبول کر لیا اور میں نے ان کو کامیابی، نجات اور رفعت و درجات سے مشرف کیا اور ان کو سورہ بقرہ کی خاتم عطا فرمائیں، پچاس وقت کی نمازوں کو پانچ وقت کی نمازوں میں تبدیل کر دیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

۳۹۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پردہ اٹھ جانے کے بعد جب مشاہدہ رب الارباب سے مشرف ہوئے اور افوارِ حقیقت کا مطالعہ فرمایا نفس و روح سے مجرد ہو گئے اور ایمان و عوفان کی قوت سے باقی رہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کا خطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ایک مشتبہ صورت طائفہ میرے لیے صورت ثابت کرتا ہے اور یہودیوں کا گروہ ید اللہ مغلولہ کہتا ہے، نصرانی ثالث ثلاثہ کہتے ہیں، مجسمہ حبیبیت کے قائل ہیں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھئے اور سوچئے، غور و فکر کیجئے تاکہ ان کے مذاہب کا باطل ہونا آپ پر محقق ہو جائے فراہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من غیر ادراک ولا احاطة ولا من شیء ولا فی شیء ولا علی شیء۔

۴۰۔ تفاسیر اور اہل تذکیر کی کتاب میں فاوحی الی عبدہ ما اوحی کی تفسیر میں اور بعض نے والصنحی کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حق سبحانہ و تعالیٰ سے چند چیزیں پوچھیں اور ان کا جواب سنا، میں ان کے پوچھنے پر شیمان ہوا۔ میں نے پوچھا: الہی! جبرائیل علیہ السلام کو ایک لاکھ پر دیے ہیں، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا ہے؟ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے سر مبارک پر میں نے چھ لاکھ بال پیدا کیے ہیں، آپ کے سر کا ایک بال جبرائیل علیہ السلام کے ایک لاکھ پروں سے مجھے عزیز تر ہے، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے ہر بال کے بدلے چھ لاکھ گنہگاروں کو قیامت

کے روز آتشِ دوزخ سے آزاد کروں گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جبرائیل علیہ السلام جب اپنے پروں کو کھولتے ہیں تو تمام جہان کو گھیر لیتے ہیں، جب آپ اپنے گیسوئے شفاعت کھولیں گے اور ہاتھ پر رکھیں گے قیامت کے روز آپ کی گنہگار امت تمام جہان کو گھیرے ہوئے ہوگی، آپ کے ایک بال کے طفیل تمام کو بخش دوں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: آدم علیہ السلام کو تو نے مسجود ملائکہ کیا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آدم کو سجدہ آپ کی وجہ سے کرایا گیا تھا، کیونکہ آپ کا نور آدم علیہ السلام کی پیشانی میں تھا۔ اس حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الہی! آدم علیہ السلام کو تو نے جنت میں داخل کیا۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے داخل کیا اور پھر نکال دیا۔ آپ کو اور آپ کی امت کو داخل کروں گا تو پھر نہیں نکالوں گا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ آدم علیہ السلام کو تو نے اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور فرشتوں کو انھیں سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ خطاب آیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے ساتھ اس سے بہت زیادہ بہتر سلوک کیا ہے، آدم علیہ السلام کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے آپ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ عرشِ عظیم پر لکھا، آدم علیہ السلام کا ابھی نام و نشان بھی نہیں تھا جبکہ میں نے ملائکہ کو آپ سے شناسا کیا، آپ کے نام کو طبقاتِ جنت کے دروازوں، پردوں اور آسمانوں کے دروازوں پر لکھا۔ جنت کے درختوں کے پتوں، حور و قصور پر، زیورات، ملبوسات اور ظروف پر آپ کے نام کو ثبت کیا، جنت میں کوئی چیز نہیں جس پر آپ کا نام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا ہوا نہ ہو۔ میں نے عرض کیا: الہی! میرے بھائی اور بیس علیہ السلام کو تو نے بلند مکان دیا اور سربر آوردہ کیا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ خطاب آیا: ہم نے آپ کے ساتھ اس سے بڑھ کر مہربانی کی، آپ کو عرشِ بلند پر لائے اور قابِ قوسینِ ادا دئیے کے مقام پر پہنچایا، آپ کو عطا کردہ یہ عزت و اکرام اس سے بہتر ہے جو میں نے اور بیس علیہ السلام کو بخشا، دوسرا یہ کہ اور بیس

علیہ السلام کے تن کو بلند کیا اور آپ کے ذکر کو بلند کر کے درغنا لک ڈکوک سے
مکرم کیا، حضرت ادریس علیہ السلام اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوئے جب
تک موت کا ذائقہ نہیں چکھا اور آپ موت سے پہلے جنت میں داخل ہوئے ہیں۔
پلک جھپکے بغیر ویدار کیا ہے۔ چنانچہ مولف کتاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ۵

چشم بکشاے کہ دیدار خدا جلوہ نمود دیدہ شو یکسر و در بند در گفت و شنود
عکس رخسارہ ساقی بنود از رخ جام ہوش و آرام زمستان مئی عشق ربود
مہر دے کہ ظلمات بشری گشت خلاص عکس انوار خدا بود در دہر چہ نمود
نشتق در دار بقا زد بدلم روزنہ تاکہ در تافت بقصر عدم نور وجود
ذرہ ہستی من از پتہ خورشید ازل کرد ازیں روزنہ کن فیکون میل صعود
موج دریائے قدم شبنم امکان برداشت شد نہاں غیب شہادت ہمہ در بحر شہود

عشق با پردہ بھی باخت معین بارخ دوست

پیش ازاں کز من و تو ہیج نشان ہیج نبود

چوتھا سوال یہ تھا کہ نوح علیہ السلام کو تو نے کشتی ذات الواح و دُسر دی، مجھے اور
میری اُمت کو اس کے مقابلہ میں کیا دیا، مجھے الہام ہوا کہ میں نے آپ کو براق دیا جس نے
ایک رات میں مشرق سے مغرب، فرش سے عرش، بہشت و کرسی، لوح و قلم اور
بیت المعمور سب کا طواف کیا، آپ کی اُمت کو مساجد عطا کیں، جب قیامت کا دن ہوگا
آگ کو اچھے بُرے سب لوگوں میں گزرنے کا حکم ہوگا، آگ کا دریا موجیں مارنے لگے گا، آپ
کے اُمتی ان مسجدوں میں داخل ہو جائیں گے، ان کی ان مسجدوں کو آگ کے اس دریا
پر کشتیوں کی مانند آزمائش کے اس تلاطم امواج و بلا کے طوفان میں برق جہنہ کی مانند
گزار دوں گا، کوئی تکلیف آپ کی اُمت کو نہیں پہنچے گی۔

پانچواں سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اللہی! حضرت ابراہیم
علیہ السلام کو آتش نمرود میں تو نے سلامت رکھا، آگ کو ان پر گلزار بنادیا، ان کو اپنا
خلیل کہا اور خلعتِ خلت پہنائی اور محبت کا جام ان کو پلایا، مجھے اور میری اُمت کو ان کے

مقابلہ میں کیا دیا، خطاب ہوا کہ آپ اور آپ کی امت کو ان سے زیادہ عزت بخشی ہے۔
 میں نے آپ اور آپ کی امت پر آتش و دوزخ حرام کر دی، آپ کو اپنا حبیب کہا، پھر حضرت
 ابراہیم علیہ السلام تو عبادت و طاعت کی بلندی پر پہنچے ہوئے تھے اور مرتبہ نبوت میں کمال کو
 پہنچنے کے بعد دولتِ غلت سے مشرف ہوئے کما قال جل ذکرہ و ابراہیم الذی دنیٰ
 لیکن آپ کی امت کو مصیبت و ذلت کے ارتکاب کے بعد مرتبہ غلت پر پہنچا یا ان اللہ یحب
 التوابین و یحب المتطهرین، س

باگنگاراں بگویم تانیںد ازند دل

من و فاسے دوست را در پیوفائی داشتتم

چھا : میں نے عرض کیا الہی! حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے قربانی بھیجی، تو نے
 مجھے کیا دیا؛ فرمایا اکل قیامت کو یہودیوں اور عیسائیوں کو آپ کی امت پر قربان کر کے دوزخ
 میں بھیجوں گا، جس طرح حدیث شریف میں آیا ہے، انه یعطی لكل مومن و مومنة یہودی
 و بھودیہ فیقال لہ القہ فی الححیم و مرسلما الی النعیم۔

ساتواں : تو نے حضرت صالح علیہ السلام کو نافرما دیا، مجھے کیا دیا؛ فرمایا، آپ کو
 دارال سکون دینے دیا، مالی غنیمت دیا، قرآن دیا، آپ کے امتیوں کے دل میں آپ کی محبت
 ڈالی جو آپ کے لیے نافرما صالح سے بہتر ہے۔

آٹھواں : عرض کیا، الہی! تو نے نوح علیہ السلام کے بھائی کو اس تاریک رات
 میں امت کی مشقت سے نجات دی، فرمایا : میں نے آپ کو اس تاریک رات میں فاسق و
 فاجر قوم سے اس سے بہتر نجات دی۔

نواں : عرض کیا، الہی! تو نے میرے بھائی ہود علیہ السلام کو ہوا دی جو کافروں کو
 ہلاک کرتی تھی اور مومنوں کے لیے آرام و راحت کا سبب بنتی تھی، مجھے اس کے مقابلہ میں
 کیا دیا؛ فرمایا اکل قیامت کو آپ اور آپ کی امت کو اس سے اعلیٰ شے دوں گا کیونکہ
 لوگ پلصراط پر ہوں گے، ہیں قعر دوزخ سے ایک ہوا چلاؤں گا جو بیگانوں کو دوزخ کی گہرائی
 میں پھینکے گی اور آپ کی امت کو چپے سے اندا کر کے سرکش دوزخ کی آگ سے جلد گزار دوں گا۔

اور آپ کی امت کا بال بھی بیکانہیں ہوگا۔

دسواں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الہی! میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو اپنا کلیم کہا۔ فرمایا: کلمت موسیٰ علی الطور وکلمت علی بساط النور۔ موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر بات کی اور آپ سے فرحت و خوشی کے نورانی فرشتے پر۔ میں نے عرض کیا: الہی! تو نے موسیٰ علیہ السلام کو تورات دی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ آواز آئی: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو میں نے کیت الکرسی دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو تو نے دریا سے اپنی قوم کے ساتھ ایسے گزار دیا کہ ان کے پاؤں بھی تر نہ ہوئے، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ آواز آئی: آپ کو اور آپ کی امت کو ان سے بہتر دوں گا، آپ کے اُمتیوں کو ہیبت ناک دوزخ سے یوں گزار دوں گا کہ ان کے تر دامن خشک بھی نہ ہوں گے، میں نے عرض کیا: الہی! تو نے میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو عصا عنایت فرمایا جس نے جادو گروں کے تمام جادو کو نیست و نابود کر دیا، ایک عصا میں ایک ہزار ایک مجرے رکھے مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کل قیامت کو جب امت کے ہزاراں ہزار گنہگار تیرہ و تار خاک سے اپنے اعمال سے حیران و گریاں اٹھیں گے میں آپ کو عصائے شفاعت دوں گا، جو آپ کی امت کے گناہوں کے بوجھ کو یک دم نابود کر دیگا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے جادو گروں کے جادو کو نیست و نابود کر دیا، آپ کی شفاعت کا عصا آپ کی امت کے گناہوں کو نیست و نابود کر دے گا۔ تمام امت تمام گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں داخل ہوگی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الہی! میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو تو نے ایک پتھر دے رکھا تھا جس سے ضرورت کے وقت بارہ چستے پھوٹ نکلتے تھے۔ مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو اس سے بہتر دیا ہے، کل قیامت کو آپ کی امت جھوکے پیاسی تاریک قبر سے اُٹھے گی، سرختر جگر، خشک لب، بول، قیامت سے دہشت زدہ ہوگی، عرض کوثر سے زنجبیل و سلسبیل

کے پیالے، شراب ظہور اور ما معین، آپ کی اُمت کے ایک ایک فرد کی خدمت میں ستر بہشتی پیالے پیش کریں گے تاکہ وہ اس شربت کو پی کر قیامت کی تشنگی سے نجات حاصل کریں۔ یہ مولیٰ علیہ السلام کو عطا کردہ نعمت سے ہزار گنا بڑھ کر ہے۔

گیا رھواں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: الہی! برادرِ داؤد علیہ السلام کو تو نے زبور دی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ الہام ہوا: میں نے اچھو سوزہ انعام دی جس کی فضیلت زبور سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر کوئی ایک مرتبہ سورہ انعام پڑھے گا تو گویا اس نے دس مرتبہ زبور پڑھ لی۔ اور دوسری روایت میں یہ ہے: عرض کیا الہی! تو نے داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو موم کی مانند نرم کر دیا، تو نے مجھے کیا دیا؟ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگرچہ میں نے داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہے کو نرم کر دیا لیکن میں نے جوگوں کے لیے آپ کے دل مبارک کو نرم کر دیا فیما رحمة من اللہ لنت لهم اگرچہ میں نے داؤد علیہ السلام کو خلیفۃ الارض کہا یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض، آپ کو بھی اس خلعت سے مشرف کیا وجعلک خلایف الارض۔

بارھواں میں نے عرض کیا، تو نے سلیمان علیہ السلام کو ملک عظیم دیا، مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ کو ملکِ جنت دیا تاکہ آپ جنت میں جنتیوں کے ترجمان ہوں، جب کبھی اہل بہشت کی ایک مراد بر لاؤں گا آپ کی اور آپ کی اُمت کی ستر حاجتوں کو پورا کروں گا، میں نے عرض کیا: الہی! تو نے ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے لیے مسخر کر دیا یہاں تک کہ ایک دن رات میں ایک مہینہ کا راستہ طے کر لیتے، تو نے مجھے ان کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ملائکہ مقربین کے کندھوں پر پلک جھپکنے سے پہلے آپ کو ایک لاکھ سال کا راستہ طے کرا دیا، میں نے براق اور زفر کو آپ کے لیے مسخر کیا۔ یہ اس سے بہتر ہے جو میں نے سلیمان علیہ السلام کو دیا، میں نے عرض کیا: تو نے میرے بھائی یونس علیہ السلام کو تین تاریکیوں سے نجات دی، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو ان سے بہتر عطا کیا، آپ کی اُمت کو قبر کی تاریکی، قیامت اور پُل صراط سے نجات دی۔ میں نے

عرض کیا، الہی! تُو نے خضر علیہ السلام کو آبِ حیات کا چشمہ عطا کیا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: میں نے آپ کو اس سے بہتر دیا، جنت میں چشمہ سلسبیل اور شربت زنجبیل مرحمت فرمایا، جو چشمہ آبِ حیات سے ہزار گنا بہتر اور لطیف ہے۔ میں نے عرض کیا، خداوند! تُو نے عیسیٰ علیہ السلام کو نفع بخش دسترخوان مرحمت فرمایا، مجھے اس کے مقابلہ میں کیا دیا؟ فرمایا: میں نے کرامت و بزرگی کے دسترخوان کو آپ کی امت کیلئے قیامت میں ذخیرہ کر دیا۔ میں نے عرض کیا: تُو نے عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل دی، مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ کو سورہٴ اخلاص مرحمت فرمائی جو تمام انجیل سے زیادہ بزرگ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: تُو عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر لے گیا، مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ کو اشہاد کے مرتبہ بلند پر فائز کیا یہاں تک کہ روزانہ پانچ مرتبہ ندا دیتے ہیں، اشہدان لا الہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ۔ میں نے کہا: تُو نے بنی اسرائیل کو من و سلویٰ دیا، ان کے لیے بادل کو سایہ کرنے کے لیے سائبان بنا دیا مجھے کیا دیا؟ فرمایا: آپ اور آپ کی امت کے لیے دنیا و آخرت کی نعمتیں دیں اور ان کو بہشت میں گہرا سایہ مرحمت فرمایا، بنی اسرائیل میں سے اکثر کی شکلیں بگاڑ دیں، ان کو ریچھ، خنزیر اور بندر بنا دیا، لیکن آپ کی امت کو مسخ ہونے سے محفوظ رکھا خواہ آپ کی امت ان جیسے بُرے اعمال قیامت تک کرتی رہے۔ پھر فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو ایک ایسی سورۃ دے کر مکرم و محترم بنایا ہے کہ اس جیسی سورۃ تورات، انجیل اور کتب سابقہ میں نہیں ہے اور وہ سورہ فاتحہ الکتاب ہے۔ جو شخص اس سورہ کو پڑھے گائیں اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دوں گا اور اس کے والدین سے عذابِ دوزخ کو ہلکا کر دوں گا اگرچہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہوں ما خلقت خلقا اکسم منك وفي هذا لمعنى قال فقير الضعيف لولفت الكتاب في الخطاب الى حضرت المحمديہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ۛ

دلبران ماہِ سپیکر دیدہ ام وز جہالت حسن دیگر دیدہ ام
خبرِ رویانِ جہالتِ دلربا ست یک کس را نیست آن کامی تراست

کماں بصد پرده نمی گردد ستیر
 بهفت کوب نور افشاں از توشه
 نور تو از مطلع مستدسی بود
 منظر نور بحال کیستی
 نور حق ست اینک می تا به ز تو
 کادمی رانیت امکان این قدر
 ده چه گل آتینه بزده اند
 آئینه ذات تراز و مصطفی
 تا که بسند صفت از جلاے دگر
 تو کجا و آب و خاک آدمی
 لاجرم یک لحظه به آئین نه
 با تو گفت اسرار ادھی یک بیک
 حق ہیں گفت و محمد می شنود
 قایل و سامع همه غرقند و لال
 آب اورا ہم قدم ہم فرق شد
 سمع و نطق اینجا ہم یک رنگ شد
 قایل و سامع بغیر حق نماند
 میم و همی رخت بر بست از میان
 چون دوئی برخاست از ربه عدد
 تا نگدی اندر این دریا غریق
 خود بدست خود دلاک خود مجوس
 مستی از ساقیست فی از فی بدان
 در گزشتیم از فنا باقی شدیم

هست نوری در جبین تو منیر
 این چه نور است این تراباں از توشه
 نور تو از عرش و زر کرسی بود
 تو مکمل از کمال کیستی
 دیده بجاں نوری یابد ز تو
 من تو آردم ایمان این قدر
 آفتابے را بگل اندوده اند
 خواست تا نورش فروزد مشعل
 نیست مر بر دیده نور بصیر
 تو ز نور پادشاه عالمی
 تو بحال دوست را آتینه
 نے فلک محرم شد اورا نے ملک
 سر پنهانی کہ جاں محرم نبود
 ده چه میگویی دریں بحر وصال
 هر که در بحر هویت غرق شد
 عرصه گفت و شنیدش تنگ شد
 قید اثنین شما مطلق نماند
 چونکہ احمد گشت بے نام و نشان
 میم احمد رفت و باقی ماند احمد
 غوص کم کن اندر این بحر عمیق
 ہاں معینی تن زن و دیگر گوے
 نغمہ از نایست فی از فی بدان
 ماچوست از دیدن ساقی شدیم

چوں بروں آید جمالش از نقاب
ختم کن واللہ اعلم بالصواب

جب فاوچی الی عبدہ ما اوچی کے اسرار بیان ہوئے
ایجاب نماز و روزہ اور بہت سے کلمات اور حالات بیان ہو چکے تو خطاب آیا:
اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اور آپ کی اُمت پر یہاں ایک خدمت مقرر کرتا ہوں،
دن رات میں پچاس وقت نماز ادا کریں، ایک سال میں چھ مہینے روزے رکھیں۔ میں نے
عرض کیا، خدایا! تخفیف فرمائیے۔ ہر درخواست پر پانچ نمازیں مکہ کرتا رہا یہاں تک کہ
پچیس نمازیں اور تین ماہ کے روزے باقی رہ گئے۔ اس کے بعد فرمایا، اے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے قبول کر لیے؟ میں خاموش رہا اور شرم کے مارے کوئی
بات نہ کہہ سکا۔ پھر فرمایا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے قبول کر لیا؟ میں نے عرض
کیا، ہاں یا اللہ۔ پھر فرمایا، جو شخص میرے لاشریک اور بیگانہ ہونے کا اقرار کرے گا
اور کسی کو میرا شریک نہیں ٹھہرائے گا، جنت اسی کے لیے ہے۔ اور جو شخص میری وحدانیت
کا اقرار نہیں کرے گا اور شرک کرے گا، دوزخ کی آگ اسی کے لیے ہے اور اس پر جنت
حرام کر دوں گا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سبقت رحمتی علی غضبی فی امتک،
یعنی میری رحمت میرے غضب پر آپ کی اُمت کے متعلق سبقت لے گئی۔ اے محمد
صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے نزدیک تمام مخلوقات سے زیادہ بزرگ ہیں، قیامت کے
روز میں آپ کو ایسے ایسے اعزازات دوں گا کہ تمام مخلوق تعجب کرے گی، کیا آپ
جو کچھ میں نے آپ اور آپ کی اُمت کے لیے تیار کیا ہے دیکھنا چاہتے ہیں؟ میں نے عرض
کیا، ہاں یا اللہ۔ رب الارباب کا خطاب مستطاب اسرافیل علیہ السلام کو آیا، میرے
بندے اور امین سے کہو کہ بہشت میں جو کچھ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اُمت
کے لیے مہیا کیا ہے دکھاتے اور آپ کی خاطر مبارک کو غم سے آزاد کرے۔

بہشت کے عجائبات

فن سیر کے علماء اور محدثین (اللہ انہیں ہماری طرف سے جزائے خیر دے) نے اپنی تصنیفات میں یوں تحریر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، حق سبحانہ و تعالیٰ نے مجھے اسرائیل علیہ السلام کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام کے پاس بھیجا، جب جبرائیل علیہ السلام نے مجھے دیکھا، کہا السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں نے جواب دیا السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین، پھر اسرائیل علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل! حق سبحانہ و تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بہشت میں لے جائیے اور جو کچھ آپ اور آپ کی امت کے لیے ہم نے ترتیب دیا ہے آپ کے سامنے پیش کیجئے، جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے بہشت میں پہنچا دیا، جو عجائبات میں نے وہاں مشاہدہ کیے ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

بہشت کا دروازہ اس دروازہ کی کشادگی پانچ سو سالہ اور اس کی بندی ہزار سالہ راہ تھی، اس دروازہ کے آگے ایک دالان پچاس ہزار سالہ راہ کا تھا اس دروازہ کو وہاں لگایا گیا تھا، دالان کے ارتفاع اور پچاس ہزار سالہ راہ کی گھبیں میں یہ حکمت بیان کی گئی ہے کہ صراطِ قیامت کی وسعت پچاس ہزار سالہ راہ ہے، جس روز اس کو طے کریں گے اس دن کی مقدار بھی پچاس ہزار سالہ راہ ہے کما قال اللہ تعالیٰ فی یوم کان مقداره ثمان مائین الف سنۃ پس دالان کو اسی مقدار پر مقرر کرنا اس وجہ سے ہے کہ جب بندہ قبر سے سر اٹھائے گا تو اس کی نظر بہشت کے دالان پر پڑے گی اس بیابان کے پچاس ہزار سالہ راہ کو طے کرنا اس پر آسان ہو جائے گا، جب مومن بندہ قبر سے اُٹھے گا، حوروں کو اس ایوان کے اوپر دیکھے گا، تمام اسے کہہ رہی ہوں گی عجل عجل، وہ حوروں کے دیدار اور ان کا کلام سننے سننے اس صحرا کو طے کرنا شروع کرے گا، تھوڑے وقت میں منزل مقصود پر پہنچ جائیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر چار سو حلقے اور بہشت کا دربان مینیں گاڑی ہوئی تھیں تمام کی تمام موتیوں، مروارید اور یاقوت کی بنی ہوئی تھیں، ان میخوں کے درمیان ایک حلقہ بہت ہی بڑا سُرخ یاقوت کا تھا جو جو خدا تھا اس حلقہ میں میں نے چار ہزار شہر دیکھے اور ہر شہر میں چار ہزار محل اور ہر محل میں چار ہزار فرشتے دونوں ہاتھوں پر ایک ایک طشت لیے کھڑے تھے ایک طشت میں بہشتی لباس اور دوسرا طشت نور سے بھرا ہوا تھا، جبرائیل علیہ السلام سے میں نے ان کے متعلق پوچھا۔ فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حق سبحانہ، و تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پیدائش سے آٹھ ہزار سال پہلے پیدا فرما کر ان کو یہاں ٹھہرایا ہے ان کے ہاتھوں پر یہ طشت آپ اور آپ کی امت پر بچھا دینے کے لیے رکھے، قیامت کے روز آپ کے امتی حتی سبحانہ، و تعالیٰ کے حکم سے اس دالان میں داخل ہوں گے۔ یہ فرشتے مبارکباد کہتے ہوئے یہ طشت ان کے سروں پر بچھا دے کریں گے، پھر جبرائیل علیہ السلام نے بہشت کا دروازہ کھٹکھٹایا، رضوان فرشتہ نے جو بہشت کا خازن ہے پوچھا: کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: میں جبرائیل ہوں۔ رضوان نے پوچھا: آپ کے ساتھ کون ہے؟ فرمایا، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ رضوان نے پوچھا: کیا ان کی نبوت کا وقت آگیا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: ہاں۔ رضوان نے الحمد للہ کہا اور دروازہ کھول دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کی دہلیز نقرہ خام اور اس کا آستانہ لؤلؤ کا بنا ہوا تھا، اس کے بازو آبدار جواہر سے تھے، میں نے رضوان کو سلام کیا، اس نے میرے سلام کا جواب دیا، مجھے خوشخبری دی کہ بہشت میں سب سے پہلے آپ اور آپ کی امت داخل ہوگی۔

میں نے رضوان کے خلفاء اور عساکر کو دیکھا، رضوان کے آٹھ خلفائے رضوان خلفائے ہر دروازہ پر ایک خلیفہ متعین تھا، ہر خلیفہ کے زیر فرمان سات سو دوسرے فرشتے تھے، خاص رضوان کے ستر ہزار قائد تھے، ہر قائد کے ماتحت ستر ہزار اور فرشتے تھے، رضوان کی تسبیح یہ تھی: سبحان العالی

العلیم سبحان الکریم الاکرم سبحان الملیب من طاعت جنات النعیم ، چہر
رہنواں نے مجہ پر جنت کی نعمتیں پیش کرنا شروع کیں ، میں نے اس قدر نعمتیں دیکھیں کہ
اگر تمام زندگی ان کے اوساف بیان کرنا رہوں تو ختم نہ ہوں ۔

میں نے جنت کی دیواروں کو دیکھا ، ایک اینٹ سونے ،
بہشت کی دیواریں ایک چاندی ، ایک یا قوت ، ایک لؤلؤ اور ایک زبرجد
کی تھی جو مشک کے گارے سے بنائی گئی تھیں ، دیوار کی چوڑائی ستر سالہ اور ایک
روایت میں پانچ سو سالہ راہ تھی ، اور اس کی بلندی ہزار سالہ راہ تھی ، آبگینہ کی
مانند اس قدر صاف و شفاف تھی کہ اندر باہر سے ہر چیز صاف دکھائی دیتی ، اس کے
اُٹنیہ میں بہت آسمان عرش سے تحت الثرائی تک دیوار کی صفائی میں مشاہدہ کیے ،
اُس کی خاک مشک ، عنبر اور کافور تھی اس میں روئیدگی زعفران ارغوان تھی ، اس میں
سنگریزے ، یا قوت ، زمرہ اور مروارید کے تھے ۔

میں نے بہت سے محلات دیکھے ، بعض سُرُخ یا قوت کے
بہشت کے محلات جن کی چھتیں لؤلؤ بیضا اور بعض جواہر کے جن کی چھتیں
سبز زمرہ کی تھیں ، بعض چاندی اور بعض سونے کے تھے بعض محلات آفتاب ،
بعض چاند اور بعض ستاروں کی مانند تھے ، ہر محل میں ستر ہزار سرایتیں اور ہر سرایت
میں ستر ہزار مکانات اور ہر مکان میں ستر ہزار حجرے ہر حجرے میں ایک سونے کا تخت اور دوسرے
میں یا قوت کا تخت اور بیشتر میں لؤلؤ کا تخت علیٰ ہذا القیاس ، اسی طرح ہر حجرے میں مختلف تختیاں رکھی ہوئی تھیں
مہر تختی پر زربفت کا خیمہ تھا اور سنہری فرش بچھا ہوا تھا ، ہر تختی پر ستر ہزار دیباچہ
ستر ہزار سندس اور ستر ہزار استبرق کے فرش تھے جو ایک دوسرے سے نہیں ملتے تھے ،
اور ہر تختی پر ایک حور خداں و شکفتہ بیٹھی ہوئی تھی ہر ایک ستر لباس عنبر و کستوری
معطر پہنے ہوئے تھی ، ستر ہزار پردوں میں مٹنے ان حوروں کا گوشت پوست اور
بڈیوں کا مغز تک چمک رہا تھا اور ہر حور کے سر پر جواہر سے آراستہ و پیراستہ تاج
تھا ، ہر حور کے چالیس ہزار گیسوئے عنبریں اس کے چہرہ کے گرد تھے اور ہر ایک

گیسو کو ستر ہزار قسم کی زیب و زینت دی گئی تھی ان زیورات سے ستر ہزار قسم کی انکش آوازیں آتی تھیں، ہر آواز کی ایک لذت تھی ہر حور کے سامنے ستر ہزار تخت بچھے ہوئے تھے اور ہر تخت کے گرد کرسیاں رکھی ہوئی تھیں، بعض سونے، بعض جواہر، بعض چاندی، بعض زمرہ اور بعض لؤلؤ کی تھیں، ان میں سے کوئی بھی کرسی کسی دوسری کرسی جیسی نہیں تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہشت میں میں نے نہریں بہشت کی نہریں دیکھیں، ایک پانی، ایک دودھ، ایک شہد اور ایک شراب لؤلؤ کی نہر تھی۔ ہر محل میں ستر ہزار نہریں بہتی تھیں، تمام کافور سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں اور کستوری سے زیادہ نرم اور خوشبودار۔ میں نے دیکھا کہ بہشت میں حقیقی، سلسبیل، تسنیم اور زنجبیل کے چشے بہتے ہیں، ان نہروں اور چشموں کے کنارے سونے اور مروارید کے تھے اور ان میں گونا گوں جواہرات کے سنگیہ زے تھے۔ ان چشموں کی جھاگ تمام کافور کی تھی اور کچھ مشک و عنبر کا۔ ان کے گرد گھاس سنبل و زعفران کی تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے وہاں اتنے بہشت کے درخت بڑے بڑے درخت دیکھے کہ اگر تیز رفتار سوار ستر سال تک سواری کو جھکائے تو بھی ایک درخت کے سایہ کو عبور نہیں کر سکتا، ان درختوں کی جڑ سُرخ سونے، شاخیں یا قوت، لؤلؤ اور زبرجد کی، پتے سندس اور حریر کے تھے پتے اس قدر بڑے تھے کہ ایک پتہ دنیا پر رکھا جائے تو تمام دنیا کو ڈھانپ لے، ان درختوں کے میوے بڑے ٹھکے کی مانند تھے جن کا مزہ ستر قسم کا تھا، ہر میوے میں دانہ کی بجائے ایک حُر بیٹھی ہوئی تھی، ہر میوہ خود کو بہشتیوں کے سامنے پیش کرتا ہے تاکہ جب بہشتی کے دل میں اس کی رغبت پیدا ہو از خود ٹوٹ کر نور کے طشت میں گر کر جنتی کے سامنے پیش ہو جاتے۔ مثلاً اگر وہ درخت اس بہشتی سے ہزار سالہ راہ دور ہو بہشتی کے دل میں اس کے میوہ کھانے کی خواہش پیدا ہو تو یقیناً اس کی شاخ بڑھ کر اس کے لبوں کے نزدیک آجائے گی۔ اس کے جسم خواہش کھانے کے بعد شاخ اپنی جگہ پر واپس چلی جائے گی۔

فرمایا: ان درختوں پر اونٹوں کے برابر ہر رنگ کے پرندے دیکھے بہشت کے پرندے بہشتی کے سامنے سے لاکھوں خوش الحان آوازوں سے نوازتا ہوا گزرے گا، بہشتی اس سے پوچھے گا کہ تیری آواز زیادہ اچھی ہے یا تیری صورت؟ وہ پرندہ کہے گا میرا گوشت تمام چیزوں سے اچھا ہے، یہ کہتے ہی اس پرندہ کا سر کٹ جاتے گا، فضا میں کباب ہو کر جنتی کے سامنے پیش ہوگا۔ وہ خواہش کے مطابق اس میں سے کھائے گا، وہ پرندہ پھر زندہ ہو کر اڑنے لگے گا اور اس درخت کی شاخوں پر جا بیٹھے گا اور سرود و نغمات سے اسے نوازے گا۔

بہشت کو میرے سامنے پیش کیا گیا، ان میں سے چار بہشت کے باغات بہترین باغات تھے، جنت الفردوس، جنت عدن،

جنت المادی اور جنت النعیم، اور چار دوسری بستان سرائیں اور وہ دارالسلام، دارالخلد، دارالقرار اور دارالحلال ہیں، ہر جنت میں بے شمار درخت ہیں، آسمان کے ستاروں اور بیابانوں کی ریت کے فوٹوں کے مطابق ان میں باغات ہیں اور سریش الہی ان باغوں کی چھت پر ہے، ایک جنت عدن میں ستاروں کی تعداد سے زیادہ مجھے محلات و قصور دکھاتے گئے، اکثر و بیشتر میرے صحابہ کے تھے، ہر محل زمین و آسمان سے سات گنا بڑا تھا، جبرائیل علیہ السلام ایک ایک کی تعیین فرماتے کہ یہ محل فلاں اور یہ محل فلاں بنت فلاں کا ہے، ان محلات میں سب سے بڑا اور بلند محل ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تھا، اس کے بعد عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ، پھر عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ اور اس کے بعد امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا محل تھا، یہ چار محلات بہشت میں سب سے بہترین تھے، نقل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ابو بکر رضی اللہ عنہ! میں تمہارے محل میں داخل ہوا وہ تمام سرخ سونے کا تھا وہاں جو لطائف و عواطف تھے ملاحظہ کئے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! محل اور محل کا مالک آپ پر قربان۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا: میں نے تمہارا محل دیکھا، یا قوت کا تھا، اس میں بہت سی

مُوریں تھیں، میں اس میں تمہاری غیرت کے خیال سے داخل نہیں ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا: تمام لوگوں سے غیرت اور آپ سے بھی غیرت! پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا: میں نے ہر آسمان میں تمہارا نام دیکھا اور تمہارے محل کو بھی جنت میں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے علی! میں نے تمہاری صورت کو چوتھے آسمان پر دیکھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یا رسول اللہ! فرشتے علی رضی اللہ عنہ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے حضرت علیؑ کی صورت کا فرشتہ پیدا کر کے اسے چوتھے آسمان پر رکھا ہے تاکہ وہ زیارت کریں اور اس کے دیدار سے برکت حاصل کریں۔ پھر فرمایا: میں تمہارے محل میں داخل ہوا ایک درخت کے پھل کو سونگھا، وہ پھٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہو گیا، اس میں سے ایک عورت منہ پر نقاب ڈالے ہوئے نکلی، میں نے اس سے پوچھا: تو کس کی ملکیت ہے، اس نے کہا میں آپ کے بھتیجے علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی ہوں۔

نہر کوثر میں نے بہشت میں ایک نہر دیکھی جو ساقِ عرش سے رواں تھی، پانی، دودھ، شراب اور شہد چاروں اکٹھے بہہ رہے تھے اور کوئی بھی دوسرے کے ساتھ نہیں ملتا تھا، اس کے کنارے زبرد کے اور سنگریزے جواہر کے، اس کے پھول عنبر کے، اس کی گھاس زعفران کی اور چاندی کے برتن اس کے کناروں پر آسمان کے ستاروں کی تعداد میں رکھے ہوئے تھے، اس کے گرد پرندے تھے جن کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں جیسی تھیں، کہتے تھے جو شخص ان پرندوں کا گوشت کھائے گا یا اس نہر میں سے پانی پئے گا اسے خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ میں نے پوچھا: یہ نہر کیسی ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یہ نہر کوثر ہے جسے حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے انا اعطیناک الکوثریٰ ہ بات باقی ہے۔ آٹھوں بہشتوں میں کوئی باغ ایسا نہیں جس میں نہر نہ بہتی ہو، اس نہر کے کنارے پر میں نے یا قوت کے بنے ہوئے خیمے دیکھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ جنت میں آپ کی ازواجِ مطہرات کی رہائش گاہیں ہیں، میں نے ان خیموں میں مُوریں دیکھیں جو دلفریب نعمات میں یہ کلمات گارہی تھیں: نحن المناعمات فلا نبوس ابداد نحن

الشاهدات فلا من ابداء نحن الكاسيات فلا نعرف ابداء ونحن الشابات فلا نهمل
 ابداء ونحن الراضيات فلا نخط ابداء ونحن المحاورات فلا نموت ابداء
 طوبى لمن كان لنا وكناله، ان کے نعمات کی آواز جنت کے محلات اور درختوں میں گونج
 رہی تھی، ان نعمات سے سماعت کو ایسا لطف حاصل ہوتا کہ اگر ان میں سے کوئی زمرہ دنیا
 میں پہنچ جاتا تو دنیا کی تمام محنت و مشقت اور موت کا سلسلہ ختم ہو جاتا، حضرت جبرائیل
 علیہ السلام نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ان کو دیکھنا چاہتے ہیں؟ میں نے
 کہا: ہاں۔ جبرائیل علیہ السلام نے خیرہ کا دروازہ کھولا اور پردہ اٹھادیا، میں نے ایسی حُوریں دیکھیں
 کہ اگر تمام عمر ان کی تعریف کرتا رہوں تو بیان نہ کر سکوں ان کے چہرے دودھ سے زیادہ
 سفید، یا قوت سے زیادہ سُرخ اور آفتاب سے زیادہ روشن تھے، ان کا چہرہ برگ گل
 سے زیادہ نازک، ریشم سے زیادہ نرم، چاند سے زیادہ روشن اور ستوری سے زیادہ معطر تھا
 ان کے تار کول سے زیادہ سیاہ گندھے ہوتے، گھنگھریالے، جو بیٹھی ہوئی تھیں ان کے
 پہلوؤں کے ساتھ ڈھیر بنے ہوئے اور بعض جو کھڑی تھیں ان کے قدموں کے نیچے حلقہ ڈالے
 ہوئے تھے ہر ایک کے سامنے ستر ہزار صفیں کھڑی تھیں، میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام
 یہ تمام جنت کی نعمتیں ہیں؟ فرمایا: ہاں، یہ تمام آپ اور آپ کی اُمت کے لیے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ان عجائبات میں سے جو میں نے
 جنت کے چشمے جنت میں دیکھے یہ پار نہریں تھیں جن کے متعلق حق سبحانہ و تعالیٰ

قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَمِنْهَا أَنْهَارٌ مِنْ مَاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِنْ لَبَنٍ لَاحٍ
 يَتَغَيَّرُ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِنْ خَمْرٍ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِنْ عَسَلٍ مُصَفًّى، ہر نہر کی کشادگی
 اس قدر تھی کہ اگر تمام دنیا کو اس پر تکیا کریں تو دریا کے مقابلہ میں ایک سوئی کی مانند
 ہوگی۔ میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! یہ نہریں باوجود اس عظمت کے کہاں سے
 نکلتی ہیں اور کہاں جاتی ہیں؟ فرمایا: ہیں صرف اس قدر جانتا ہوں کہ ایک حوض میں جا کر
 گرتی ہیں لیکن مجھے علم نہیں کہ کہاں سے آتی ہیں، آپ خدا کے نزدیک بہت مکرم ہیں، اگر
 آپ درخواست کریں گے تو آپ پر خدا تعالیٰ ظاہر فرما دے گا، میں اسی فکر میں تھا کہ

اچانک ایک فرشتہ ظاہر ہوا، مجھے سلام کیا، یہ فرشتہ اس قدر بڑا تھا کہ جتنی تعالیٰ کے سوا
 کوئی شخص اس کی عظمت کی حقیقت کو نہیں پاسکتا۔ اس کے بہنیک سے پر تھے، اس نے کہا:
 میرے پر پر قدم رکھیے اور آنکھیں بند کر لیجئے۔ میں نے اس کے پر پر قدم رکھا اور آنکھیں بند
 کر لیں، اس فرشتہ نے ایک پرواز کی جس کی تعریف کوئی نہیں کر سکتا، پھر فرمایا: اپنی آنکھیں
 کھولیں، میں نے آنکھیں کھولیں تو ایک درخت کو دیکھا، اس درخت کے نیچے ایک قبہ تھا
 جو ایک ہی سفید موتی کا بنا ہوا تھا، وہ اس قدر بڑا تھا کہ اگر تمام دنیا کو اس کے سر پر رکھیں
 تو وہ ایک پرندے کا مانند ہوگی جو پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہو، اس قبہ میں ایک سبز زبرجد کا
 دروازہ تھا جس پر سرخ سونے کا قفل لگا ہوا تھا، میں نے دیکھا کہ یہ چاروں نہریں اس قبہ سے
 نکلتی ہیں، میں نے واپس جانا چاہا، اس فرشتہ نے مجھے کہا: آپ اس قبہ میں داخل کیوں
 نہیں ہوتے؟ تاکہ آپ کو اسکی حقیقت کا علم ہو جائے۔ میں نے کہا: میں اس میں کیسے داخل
 ہوں اس پر تو قفل لگا ہوا ہے۔ اس نے کہا: درست ہے لیکن اس کی چابی تو آپ کے
 پاس ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کیا ہے؟ کہا: بسم الله الرحمن الرحيم جب میں
 اس قفل کے نزدیک پہنچا اور یہ کلمہ زبان سے کہا فعل فی الفور کھل گیا، میں اس قبہ میں داخل
 ہوا، میں نے چار نہریں دیکھیں جو اس قبہ کے چار ستونوں سے بہہ رہی ہیں۔ پھر میں نے
 باہر نکلنا چاہا، اس فرشتہ نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے دیکھا؟ میں نے
 کہا: ہاں دیکھ لیا، اس نے کہا: اچھی طرح دیکھیے، ابھی آپ نے صحیح طور پر نہیں دیکھا،
 تاکہ قدرت الہی کا مشاہدہ ہو۔ میں نے قبہ کے چاروں ستونوں کو دیکھا، ان میں سے ایک
 رکن پر بسم، دوسرے پر الله، تیسرے پر الرحمن اور چوتھے پر الرحیم لکھا ہوا تھا
 پانی کی نہر بسم کی، دودھ کی نہر الله کی، شربت کی نہر الرحمن
 کی اور شہد کی نہر الرحیم کے چتر میم سے نکلتی تھی، مجھے معلوم ہوا کہ یہ چاروں نہریں
 اسی کلمہ منبر کے سے نکلتی ہیں، پھر حق تعالیٰ نے مجھے خطاب فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم!
من ذکر فی بهذا الاسماء من امتک وقال بقلب سلیم وخالص بسم الله الرحمن
الرحیم سقیته من هذا الانهار الاسبعة یعنی آپ کی امت میں سے جو شخص مجھے

اس کلمہ سے یاد کرے گا میں اسے ان چاروں نہروں سے پلاؤں گا اور اس دولت سے شرف بخشوں گا والحمد للہ علی ما انعم۔

جنت کا خاص محل فرمایا: میں نے جنت میں سرخ یا قوت کا ایک محل دیکھا، اس کا دروازہ کھولا گیا، میں اس میں داخل ہوا تو اس محل میں میں نے سفید موتی کا بنا ہوا ایک مکان دیکھا، میں اس مکان میں داخل ہوا، اس میں نور کا ایک صندوق رکھا تھا جس پر قفل لگا ہوا تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: اس صندوق میں کیا ہے؟ فرمایا، خداوند جل و علا کے اسرار میں سے ایک راز ہے، اسے اسی شخص پر ظاہر کرتا ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہو، میں نے حق سبحانہ و تعالیٰ سے دروازہ کھلنے کی درخواست کی، جب دروازہ کھل گیا، میں نے ایک خرقة دیکھا جو ریشمی کپڑے میں پٹا ہوا تھا، میں نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ فرمایا، یہ فقیر کا مرقع ہے، میں نے عرض کیا: خداوند! یہ دولت مجھے عنایت فرمائیے۔ خطاب ہوا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے یہ مرقع آپ اور آپ کے اقبیوں کے لیے منتخب کیا ہے، جس روز سے میں نے اسے پیدا کیا ہے صرف اپنے دوستوں کو ہی دیتا ہوں، میں نے اس سے زیادہ پیاری چیز کوئی پیدا نہیں فرمائی، اسی لیے خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الفقیر فخری سے

دست از طلب مدار گرت پائے این واہ است کاں را کہ تو غمہ اشش ز فقر است بنیاست

نہ فقر صوری کہ بود ہمنماں کہنہ بل فقر معنوی کہ ہاں فخر انبیاست

سات محلات فرمایا: میں نے جنت میں سات محل موتی اور یا قوت کے دیکھے، ہر ایک مشرق سے مغرب تک وسیع، میں نے پوچھا، ان کا مالک کون ہے؟ فرمایا: وہ شخص جو نابینے کا ہاتھ پکڑ کر اسے سات قدم راستہ طے کرانے۔ میں نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! میں اپنی امت کو یہ خوشخبری سناؤں؟ فرمایا: ہاں، بلکہ اس سے زیادہ بھی ہے جو بندہ صبح بستر خواب سے اٹھ کر لا الہ الا اللہ کہتا ہے اور وضو کر کے صبح کی نماز ادا کرتا ہے خدا تعالیٰ اسے مشرق سے مغرب تک تمام دنیا سے سات گنا زیادہ عنایت فرماتا ہے۔

فرمایا: میں نے رضوان فرشتہ کو مرتضیٰ تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا، فرشتہ
محلّات کی کنجیاں اس کے گرد صف باندھے ہوئے کھڑے تھے، میری خاطر اٹھا اور

عزت و احترام کے آداب بجالایا، میں نے کہا: مجھے میری اُمت کے انجام کے متعلق کچھ
بتائیے، فرمایا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا تعالیٰ نے جنت کو تین حصوں میں تقسیم فرمایا،
ان میں سے دو حصے آپ کی اُمت کے لیے اور ایک گزشتہ تمام اُمتوں کے لیے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے رضوان کے سامنے بے شمار نورانی کنجیاں دیکھیں،
میں پوچھا: یہ کنجیاں کیسی ہیں؟ فرمایا: جب آپ کی اُمت میں سے کوئی شخص لا الہ الا اللہ
کہتا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ اس کے لیے ایک نیا محل جنت میں بناتا ہے، اسے قفل لگا کر
اس کی کنجی میرے سپرد کر دیتا ہے، جب صبح قیامت طلوع ہوگی، وہ بندہ قبر سے اُٹھے گا تو
میں محل کی کنجی اس کے سپرد کر دوں گا تاکہ اپنے محل میں جا کر قیام کرے۔

حضرت ادریس علیہ السلام فرمایا: میں نے ادریس علیہ السلام کو وہاں دیکھا، میں نے
سلام کیا اور کہا: مرحبا! آپ اس مبارک مقام پر

باغِ جنان میں جاکنی کی تلخی کو دیکھے بغیر پہنچ گئے، فرمایا: کاش! ابتلا دینا
سے انتہاء تک تمام مخلوقات کی جاکنی کی تلخیوں کو برداشت کرتا اور اس کی توفیق مل جاتی کہ
آپ کی اُمت کے دیدار سے مشرف ہو جاتا، میں نے پوچھا: اے میرے بھائی ادریس!
اس کا سبب کیا ہے؟ فرمایا: میں نے جس محل کو بھی دیکھا، جس حور سے ملا، مجھے کہا گیا کہ

اس جگہ سے نکل جاؤ کیونکہ یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا ہے۔ اور حضرت ادریس
علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا: میں نے ایک جبل الرحمة نامی پہاڑ دیکھا جس کی چوٹی عرش الہی
کو چھو رہی تھی وہ پہاڑ مشک و عنبر کا تھا، چاندی خام کے بارہ ہزار دروازے ترتیب سے
لگے ہوئے تھے، ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک اتنا فاصلہ تھا کہ اگر کوئی شخص

بجلی کی سی سرعت کے ساتھ چلے اور پانچ سو سال تک چلتا رہے تو بھی دوسرے دروازے
تک نہیں پہنچ سکتا، میں نے پوچھا: یکس پیغمبر، صدیق یا فرشتہ کے لیے ہے؟ آواز آئی:
یہ ان میں سے کسی کا بھی نہیں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ایک امتی کے لیے ہے جو صبح کی

منازجاعت کے ساتھ ادا کرے، اس وقت مجھے آرزو ہوئی کہ کاش! میں آپ کی زیارت کرتا اور آپ کے اقبیوں میں شامل ہو جاتا، واللہ الملہم للرشد، پھر خواجه عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں جنت کی چین سدا اور آٹھوں بہشت رضواں دیکھ چکا تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں لوٹا، پھر اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہوا، حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: اے میرے حبیب! اپنی امت کی قیام گاہ کو آپ نے تفصیلاً دیکھ لیا اور ہماری ممانسا کو کما نیغی مشاہدہ کر لیا، کیا آپ اس سے خوش ہیں یا نہیں؟ میں نے عرض کیا: خداوند! میں بسندہ ہوں اور بندہ اپنے مالک سے کیسے ناراض ہو سکتا ہے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم، میں نے بہشت آپ کے دشمنوں پر حرام کر دی ہے، اور آپ کے دوستوں اور متبعین کو بخش دی ہے، اب وقت ہے کہ آپ اپنے دشمنوں کی قیام گاہ کو بھی دیکھ لیں اور جو کچھ میں نے دشمنوں اور اہل عصیان کے لیے تیار کیا ہے مشاہدہ فرمائیں، اے اسرافیل! جبرائیل! سے کہو کہ میرے دوست کو دار العذاب دکھا دیں، یہ سعید بن جبیر کی روایت ہے اور عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت یہ ہے کہ جب میں جنت کی نعمتیں دیکھ چکا میرے دل میں گزرا دوزخ اور اس کے شدائد کو بھی دیکھوں، جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور چل پڑے یہاں تک دوزخ دارغہ مالک نامی فرشتہ کے پاس پہنچا دیا، فرمایا: اے مالک! محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اس قید خانہ کو جو دشمنوں کا قید خانہ ہے دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ دشمنوں کو علی وجہ البصیرت ڈرا سکیں۔

طبقاتِ جہنم اور اس کے عجائبات

نقل ہے کہ جب جبرائیل علیہ السلام نے مالک سے سلطان مالک صلی اللہ علیہ وسلم کو دارالہماک کے مشاہدہ کرانے کی استدعا کی، مالک نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اپنے قدم مبارک تلے دیکھیے، آپ نے دیکھا آسمان پھٹ گئے ہیں اور زمیں ظاہر ہو گئی ہے، بیت المقدس ظاہر ہوا۔ خواجه عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ایک بہت ہی مہیب فرشتہ دیکھا جس کی لمبائی زمین سے آسمان تک تھی، اس کے نتھنوں سے

آگ کے شعلے نکلتے تھے، اس کے دونوں ہاتھوں میں آگ کے انگارے تھے، مالک نے اسے کہا: اے صوحا ئیل!، اس نے کہا: لَبِیک، کہا: تیرے ہاتھ میں جو کچھ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا: مالک سے کہیے کہ دوزخ کا دروازہ کھولے، مالک نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! دیکھیے، میں نے دیکھا کہ پہلی زمین پھٹ گئی ہے، ہر قسم کی مخلوق جو اس طبقہ میں تھی مجھ پر ظاہر ہوئی، پھر دوسری زمین پھٹی وہاں میں نے دوزخیوں کے سلاسل اور اغلال دیکھے، پھر تیسری زمین پھٹی وہاں میں نے سیاہ زمین اور سیاہ تارکول کے کپڑے دیکھے، پھر چوتھی زمین پھٹی وہاں میں نے دوزخ کے سانپ اور بچھو دیکھے اس کے بعد پانچویں زمین پھٹی، جس کا نام سجدین ہے اس میں میں نے دوزخیوں کے نامہائے اعمال دیکھے جنہیں قیامت کے روز ان کے سامنے پیش کریں گے، پھر چھٹی زمین پھٹی وہاں میں نے پہاڑوں کی مانند پتھر دیکھے جو کافروں کے ساتھ دوزخ میں ان کے ساتھ جلیں گے و قودھا الناس والحجامة، پھر ساتویں زمین پھٹی جس کا نام عجیب ہے وہاں میں نے آگ کے دریا دیکھے، اور ایک روایت میں ہے کہ مالک نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میں جہنم کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے، میں نے کہا: اس قدر پردہ ہٹا جس سے میں دیکھ سکوں، مالک نے سوئی کے سرے کے برابر کھولا تو آتش دوزخ ظاہر ہوئی، رات سے زیادہ تاریک و سیار، مجھے دوزخ کے ستارے دروازے دکھائی دیے بعض بعض سے نیچے، دوزخ میں ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک پانچ سو سالہ راستہ تھا، میں نے اس کے پل کو دیکھا، ہر دروازہ پر تحریر تھا پہلے دروازے پر فویل للمصلین الذین ہم عن صلاتہم ساهون کھا ہوا تھا، دوسرے پر فویل للمشرکین، تیسرے پر فویل للمکذبین، چوتھے پر فویل للمطففین، پانچویں پر فویل لکل همزة، چھٹے پر فویل للذین یتکتبون الکتاب بایدیہم اور ساتویں دروازہ پر فویل للقاسیہ قلوبہم عن ذکر اللہ کھا ہوا تھا۔ ان دروازوں میں سے ہر ایک کا جدا جدا نام تھا۔ اس کی ترتیب اور تعین میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے دروازہ کا نام جہنم اور اس کا خازن صوحا ئیل ہے،

دوسرا نعلی اور اس کا خازن طوفائیل ہے، باب سوم حطہ اور خازن طوفائیل نامی فرشتہ ہے، چوتھا دروازہ مقرر جس کا خازن شمطائیل ہے، چھٹا سقر اور اس کا خازن طوفطائیل ہے، ساتواں دروازہ ہادیہ ہے اور اس کے خازن کا نام ایک روایت میں ططائیل اور دوسری روایت میں صمطائیل ہے، ہر خازن کے ساتھ ستر ستر ہزار مددگار تھے جو تمام کے تمام سیاہ رو اور غضبناک تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے دوزخ کے ذکر عذاب ہاتے دوزخ پہلے طبقہ میں آگ کے ستر ہزار پہاڑ دیکھے، ہر پہاڑ پر ستر ہزار آگ کی وادیاں تھیں اور ہر وادی میں آگ کی ستر ہزار گھاٹیاں تھیں، ہر گھاٹی میں آگ کے ستر ہزار شہر تھے، ہر شہر میں آگ کے ستر ہزار محل تھے، ہر محل میں آگ کی ستر ہزار سرائیں تھیں، ہر سرائے میں ستر ہزار آگ کے مکانات تھے، ہر مکان میں آگ کے ستر ہزار صندوق تھے، ہر صندوق میں ستر ہزار قسم کے عذاب تھے کوئی عذاب بھی دوسرے عذاب جیسا نہیں تھا۔

اس کے بعد دوسرے طبقہ کا دروازہ کھولا، اس طبقہ کا عذاب پہلے طبقہ سے دگنا تھا اس طبقہ میں ہول انگیز اور وحشتناک فرشتے دیکھے۔

تیسرے طبقہ کا دروازہ کھولا تو میں نے اس کے عذاب کو پہلے طبقہ سے تین گنا دیکھا۔ چوتھے طبقہ کا دروازہ کھولا، وہاں میں نے دیگوں کی مانند جوش مارتے ہوئے ایسے دریا دیکھے جن کی گہرائی ستر ہزار سالہ راہ تھی۔

پانچویں طبقہ کا دروازہ کھولا، میں نے وہاں ایک وادی دیکھی جسے آگ کی چادر سے ڈھانپا گیا تھا، جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: اس چادر کو ہٹاؤ، جب انہوں نے اسے اٹھا دیا تو میں نے وہاں اتنے سانپ اور بچھو دیکھے جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: اس وادی کو ویل کہتے ہیں اور یہ سانپ اور بچھو ان کے عذاب کو زیادہ کرنے کے لیے ہیں۔

جب اس نے چھٹے طبقہ کو کھولا، میں نے ایک اور وادی دیکھی جسے آگ کی چادر سے

ٹھانپا ہوا تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا، یہ وادی سبجین ہے اس وادی کو قیامت تک پوشیدہ رکھیں گے، اس کے ذریعہ کفار اور نافرمانوں سے انتقام لیا جائے گا۔

جب ساتویں طبقہ کا دروازہ کھولا تو میں نے اس میں سخت طبع، ترش رو فرشتے دیکھے جن کی تعداد خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس جگہ میں نے آگ کے تابوت دیکھے اور سخت طبع، ترش رو فرشتے ہر ایک کے ہاتھ میں آگ کی ایک قینچی تھی، لوگوں کو ٹوٹوں سے باہر نکالتے تھے اور دوسرے ٹوٹوں میں پھینکتے تھے، وہ کہتے یا غیاث المستغیثین اغثنا۔ کوئی شخص ان پر رحم نہیں کرتا تھا، ہر لمحہ ان کا عذاب بڑھتا رہتا۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، دوزخ میں کسی کو ان سے زیادہ عذاب ہوتا ہے؟ فرمایا: یہ عذاب دوسرے عذابوں کی نسبت آسان ہے، اس کے بعد تابوت دیکھے جن پر آتشیں قفل لگے ہوئے تھے میں نے پوچھا، اے جبرائیل! یہ کیسے تابوت ہیں؟ فرمایا: متکبروں اور سرکشوں کو قیامت تک عذاب کریں گے، پھر آگ میں اوندھے پھینک دیں گے ابدال آباد تک اسکی گہرائی تک نہیں پہنچ سکیں گے، ان تابوتوں میں اس قدر سانپ اور بچھو دیکھے جن کی تعداد خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر میں نے بہت سی وادیوں کو دیکھا جن میں آگ کے درخت تھے اور ان پر آگ ہی کے پھل تھے، میں نے ان وادیوں میں سے ایک وادی میں ایک چکی دیکھی جس میں دوزخیوں کو آٹے کی مانند پیستے تھے، اسی وادی میں بجتی اُونٹ کی مانند آگ کے سیاہ گٹے دیکھے اور گائے کے برابر آگ کے بھڑیئے دیکھے، جن کے ذریعہ دوزخیوں کو عذاب کرتے تھے، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ زقوم کے درخت ہیں اور یہ کتے اور بھڑیئے نافرمانوں کے عذاب کو بڑھانے کے لیے ہیں ان کے گزرنے سے نافرمانوں کا عذاب بڑھتا، اگر دنیا کے تمام وصفات ان کے اوصاف بیان کرنے لگیں تو بھی بیان نہ کر سکیں نعوذ باللہ۔

دوسری روایت یہ ہے کہ جب مالک نے اطباقِ جہنم کو اٹھایا میں نے طبقہ ہفتم کی گہرائی تک دیکھا، اسے طبقہ ہادیہ کہتے ہیں، اس کا عذاب دوسرے درجات کے

دُکنا چو گنا زیادہ ہے۔ میں نے مامک سے پوچھا: یہ کون سے گروہ کا مقام ہے اور کون سے لوگ اس میں عذاب پائیں گے؟ فرمایا: یہ فرعون، ہامان، قارون، نمرود، شداد، اصحابِ مائدہ عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی اُمت کے منافقین کے لیے خاص ہے۔
 طبقہ ششم کے متعلق پوچھا، جس کا نام تحیم ہے، فرمایا: اس طبقہ میں مشرکین معذب ہوں گے۔

طبقہ ہفتم کے متعلق پوچھا جو سقر ہے، فرمایا: یہود و نصاریٰ اس میں عذاب دیے جائیں گے۔

طبقہ چہارم جس کا نام نطی ہے کے متعلق بتایا کہ یہ ابلیس اور اس کے متبعین، آتش پرستوں اور ان کے ساتھیوں کے لیے ہے۔

میں نے طبقہ سوم جس کا نام حطمہ ہے کے متعلق پوچھا، فرمایا: یہ سود خواروں اور شرابیوں کے لیے ہے۔

طبقہ دوم جو سعیر ہے کے متعلق پوچھا، فرمایا: یہ ظالموں، متکبروں اور ڈاکوؤں کیلئے ہے وہ اس میں عذاب دیے جائیں گے۔

جب میں نے طبقہ اول جہنم میں دیکھا، باوجودیکہ اس کا عذاب نچلے درجات سے بہت ہلکا تھا، میں نے ستر ہزار آگ کے دریا دیکھے ہر دریا اس قدر بڑا تھا کہ اگر ساتوں زمینوں و آسمانوں کو اس میں ڈالیں اور فرشتے کو انہیں تلاش کرنے کا حکم ہو، وہ ہزار سال تک بھی تلاش کرتا رہے تو تلاش نہ کر سکے، اس دوزخ میں اتنے بڑے بڑے منہ دیکھے جیسا کہ روایت میں ہے کہ اگر منہ کے ایک طرف ساتوں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کو رکھ لے تو دوسری جانب کو خبر نہ ہو، ان دریاؤں میں آگ کو جوش مارتے اور شور کرتے ہوئے دیکھا، اگر اس کی آواز دنیا میں پہنچ جائے تو ایک بھی جاندار زندہ نہ رہے۔

انقصہ میں نے مامک سے پوچھا: یہ طبقہ کون سے گروہ کے لیے ہے، اور یہ دریا اور وادیاں کن لوگوں کی قیامگاہ ہے؟ مامک نے سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا، میں نے دوسری مرتبہ سوال کیا، کوئی جواب نہ دیا لیکن جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ خفیہ بات کی، جبرائیل نے

کہا: مالک کی آپ سے درخواست ہے کہ اس سوال کے جواب سے مجھے معذور رکھیں، میں نے مالک سے کہا: جو کچھ بھی ہے اسے بیان کر، ممکن ہے آج اس کا تدارک ہو سکے۔

علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد

مالک نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ جگہ آپ کے گنہگار اہلیوں کی ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کو نصیحت کیجئے کہ اس مہیب منزل اور مہلک مقام میں آنے سے احتراز کریں اور اپنے آپ کو آگ اور اس قید خانہ کا مستحق نہ بنائیں کیونکہ اس روز میں گنہگاروں کو نہیں بخشوں گا، اور کسی شخص کی پروا نہیں کروں گا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، سر مبارک سے عامہ اُتر گیا، شفاعت و نیاز مندی میں تیزی کی اور رب العزت کی بارگاہ میں گڑگڑائے، امت کی نجات اور غم کے دور کرنے کی درخواست کی، ان کی کوتاہیوں اور ضعف کو پیش کرتے تھے، آنکھوں سے آنسو بہاتے، جبرائیل علیہ السلام دوسرے مقرب فرشتوں کے ہمراہ آئین کتے تھے، رب العزت کا خطاب پہنچا، اے میرے حبیب! آپ کا احترام میرے نزدیک بہت زیادہ ہے، آپ کی دعا قبولیت کو پہنچی، آپ کو بہ صورت خوش کروں گا اور اپنے مقصود و مطلوب تک پہنچاؤں گا آپ نے آج میری خدمت میں اس قدر مجاہدہ کیا کہ مجھے رکنا پڑا، طہ ما انزلنا یدک القرآن لتشقی، کل جب آپ مقام شفاعت پر آئیں گے تو اس قدر آپ کو عنایت فرماؤں گا کہ آپ بس بس کہہ اٹھیں، ولسوف یعطیک ربک فترضنی، الحمد للہ رب العالمین۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

فرمایا: اللھم اعوذ بک بعفوک عن عقابک واعوذ برضاک من سخطک و اعوذ بک منک لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت، بزرگوں نے یوں فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ سے گزارا گیا اور جنت کے ثواب اور دوزخ کے عذاب کی آپ کو اطلاع دی گئی آپ نے عفو و درگزر کے تمام اسباب جنت میں اور عذاب کے نتائج دوزخ میں مشاہدہ کیے ان سے گریز کیا اور یہ دعا فرمائی:

اللهم اعوذ بك بعفوك عن عقابك او بجذتك من ناسك ، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے پردہ ہٹا دیا گیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ! ہم نے جنت اور دوزخ کے ہاتھ سے عنان اختیار چھین لی ہے اور دونوں کو نوازش اور عذاب سے الگ کر دیا ہے ، اگر بہشت نوازش کرنے والا ہوتا تو آدم علیہ السلام کو نوازتا اور اگر آگ پگھلانے والی ہوتی تو خلیل علیہ السلام کو پگھلا دیتی ، جلانے والی آگ نہیں ہے بلکہ ہماری ناراضگی ہے اور نوازنے والی بہشت نہیں ہے بلکہ ہماری رضا ہے ، اگر ہم اپنی رضا کا عکس دوزخ پر ڈال دیں تو وہ گلستان و بوستان بن جائے اور اگر اپنی ناراضگی کی ایک گرج ہشت باغ رضوان پر ڈالیں ماک کا دوزخ اور ہلاک کرنے والی جگہ بن جائے جب یہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اعوذ بضاك من سخطك ، یعنی میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں ، پھر اس مقام سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے لے گئے اور آپ کو دکھایا گیا کہ رضا اور ناراضگی دو صفیتیں ہیں جب تک موصوف اس صفت کا اظہار نہ کرے پیدا نہیں ہوتیں ، صفت سے طلب بھی چھوڑ دی اور فرمایا : اعوذ بك منك ، تیری فریاد تجھ سے ہی چاہتا ہوں ۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ شکایت تین طریقوں سے کی جاتی ہے ، دوست کی شکایت غیر دوست سے ، خیر کی دوست کے پاس یا دوست کی دوست سے شکایت کرنا ، دوست کی شکایت غیر کے پاس کرنا سب سے بُری ہے کیونکہ جب تک دوست سے پورے طور پر منقطع نہیں ہو جاتا غیر دوست کے پاس شکوہ و شکایت نہیں کرتا اور غیر دوست کی شکایت دوست کے پاس کرنا شرک ہے اور دوست کی دوست سے شکایت اور فریاد کرنا عین توحید ہے کیونکہ اگرچہ بظاہر شکایت کرتا ہے مگر فی الحقیقت اس کا شکر ہے ، گویا وہ یہ کہتا ہے کہ تیرے بغیر میرا کون ہے جس سے یہ بات کہوں ، اس کی نظیر حضرت ابوب علیہ السلام کا قصہ ہے کہ اس کی شکایت کو باری تعالیٰ نے بیان فرمایا افی مسنی الضر ، اس کی اس شکایت پر اسے صابر کہا انا وجدناہ صابرا ، شکوہ اس وقت ہوتا جب ہماری شکایت دوسرے کے

پاس کرتا، یوں نہیں کہا یا ایہا الناس انی مسنی الضربا، یہ بات اس وقت کہی جاتی ہے جب اپنی عاجزی کو ہماری قدرت کے سامنے اور ذلت کو دوسروں کے سامنے پیش کیا جائے۔ اہل ثنارت نے اس لکڑے میں ایک اور نکتہ بیان کیا ہے کہ اعود بک یا حرقت یا قتل، یعنی فصل کی جدائی سے پہلے وصال کی حالت میں فراق کی فریاد کرنا ایسا ہی ہے کہ جیسے کہا جائے کہ زحمتِ جدائی نہ دیکھئے اور اس کے علاوہ جو چاہو کیجئے۔

بیا بیا کہ مرا طاقتِ جدائی نیست رہا ممکن کہ دلم را غم رہائی نیست
دلم بردی و گر سر جدا کنی از تن بجان تو کہ دلم را سر جدائی نیست
اگر ربودہ زلفت تو شد دلم چہ غم ست چہ کار زلفت تو الا کہ دل رہائی نیست

اس کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مقام سے گزارے گئے ان کو پکارا کہ آپ وصال میں فراق سے پناہ مانگتے ہیں اگر ہم وصال چاہیں گے تو آپ خواہ چاہیں یا نہ چاہیں دو وصال ہوگا، اور اگر ہم فراق چاہیں گے تو آپ ہزار فریاد کیجئے (وصال نہیں ہوگا) جب ہم نے عقدِ محبت وصال باندھا تھا تو وہ قطعی تھا ہم فراق نہیں ڈالیں گے، ہم نابودہ احوال کو دیکھتے اور ناکردہ فریاد کو سنتے ہیں۔ قصہ مختصر یہ کہ جو کچھ ہم نے اپنے ازلی ارادہ سے چاہا اسے پورا کریں گے، فریاد کا کیا فائدہ، جب یہ حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف کی گئی تو فرمایا: لا احصلی ثناء علیک خداوند! مجھ سے تیری تعریف و ثناء نہیں ہو سکتی، اے درویش! تعجب ہے تمام مخلوقات حق سبحانہ و تعالیٰ کی ثناء اس سے سیکھتی ہے یہاں تنائش میں لب کشائی نہیں کر سکتے دوسروں کے حمد و ثناء سے کیا ہوتا ہے۔ مولفہ غفرلہ،

آں حمد ناقصی کہ بگویند بندگاں
لا احصلی ست تحمہ خاصاں درآں جناب
در اوج کبریا ش فلکند ست بال عجز
او بے نشان محض چہ جوئی از و نشان
چشمیت چون نیست پردہ ز رخ کے برا فلکند
کی در نور خدائی حق عسزد و شاں بود
ایں گفتگو چہ لائی آں آستان بود
آں شاہباز قدس کبریاں شیاں بود
ہر ذرہ بر خدائی او حد نشان بود
صاحب منظر کجاست کہ او خود عیاں بود

سد وجود لیکن اگر مرد ایس رہے ورنہ ہزار سالہ راہ اندر میاں بود
خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو تھی اس لیے آپ کے مقابلہ میں تمام لوگوں کا علم
جہالت کی حیثیت رکھتا ہے۔ لامحالہ تمام علما کے لیے آپ کے بجز خاموشی چارہ کار نہیں
گفتگو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرما سکتے ہیں میرا علم اور تمام جہان بلکہ اس سے
لاکھوں گنا علم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جہالت ہے، اس مقام پر تیرے
لیے سکوت ہی بہتر ہے تاکہ کہنے والا کہے

ہمہ چشمیں تا بروں آئی
ہمہ گوشیں تا چہ فرمائی

اس مقام سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گزار لے گئے کیونکہ آپ کی طرف سے لاحصی
ثناء کتنا عجز کا اقرار ہے جس طرح اعوذ بک منک دعویٰ قدرت ہے جس طرح قدرت میری
صفت ہے، یہ عجز آپ کی صفت ہے۔ ابھی آپ کی نظر اپنے ائینہ صفت میں ہے جب
تک آپ دونوں جہانوں سے آنکھیں بند نہیں کر لیتے مجھے نہیں دیکھ سکتے، فرمایا: انت کما
اشیت علی نفسک، یعنی اپنی تعریف تو خود ہی جانتا ہے اور اپنی صفت کو تو خود ہی جانتا
ہے، اپنی طرف سے خبر دینے کو بھی تو خود ہی جانتا ہے بزرگوں نے کہا ہے لاحصی
تجربہ ہے اور کما اشیت تفرید، جب تک بندہ غیر اللہ سے الگ نہیں ہو جاتا خدا کو
نہیں دیکھتا۔ چنانچہ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ نے اس معنی میں ایک رمز بیان کی ہے۔

س

بر کنارے شوز ہر نقشے کہ آید پدید	تا ترانقش صورت از میاں آید پدید
بگزار از نقش دو عالم خواہ نیک و خواہ بد	تا زبے نقشیت نقش جاوداں آید پدید
تو ز چشم خویش پنهانی اگر پیداشوی	در میاں جان تو گنج نہاں آید پدید
نا پدید از عشق تو ز ہر کہ پوستی تو نیز	تا پدید آرندہ اصل عیاں آید پدید
چو ز اصل کار راہ در بہر ہر دو یکے مست	اختلاف از بہر چہ در کارواں آید پدید
خار و گل چوں مختلف افتاد جہاں ماندہ اند	تا چرخار و گل از یک بوستان آید پدید

باز من چشم و سبیل کز بے نشان چشم را نور با آب سیاہ و بیک مکان آید پدید
 گر تو نشنودی زمن بشنو کہ شایہ در دو کون میزبانی کن تو عسری میہاں آید پدید
 چون بزرگان را در بچاہ آنچہ باید حل نشد حل آں کی از فرید نکستہ داں آید پدید
 چون توانم کہ در حل ایس داستان را اند کہ
 زانکہ در ہر نکستہ صد داستان آید پدید

مقامِ قابِ قوسین سے ایسی

بیان کیا گیا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت و دوزخ کے عجائبات و غرائب کا مطالعہ فرمایا، فرمایا: اے جبرائیل علیہ السلام! تاذن لی ان ارجع الی اللہ تعالیٰ، مجھے اجازت دیجئے کہ میں رب العزت کی بارگاہ میں واپس جاؤں۔ فرمایا: ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ جب میں بارگاہ رب العزت میں دوبارہ حاضری سے مشرف ہوا مجھے خطاب فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جنت کی نعمتوں اور دوزخ کے شدائد کو آپ نے کیسے پایا، عرض کیا: خداوند! میں نے جنت میں اس قدر نعمتیں دیکھیں جن کی تعداد تیرے سوا کوئی نہیں جانتا اور دوزخ کے اس قدر شدائد سمجھے کہ تو ہی ان کو بیان کر سکتا ہے۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آگ کی جو مقدار اور اس کے عذاب کے اوصاف جو آپ نے سنے اور دیکھے آپ اور آپ کی امت آگ کی سختیوں سے ہمارے امن و امان کے قلعہ اور ہمارے عصمت و اتقان کی پناہ گاہ میں رہے گی، اب واپس جائیے اور مخلوق کو ایمان لانے اور جنت کی نعمتوں کی طرف بلانے میں سعی فرمائیں اور آگ کے عذاب اور سختیوں سے اجتناب فرمائیں، اس کے بعد حق تعالیٰ نے آپ کو کچھ وصیتیں فرمائیں:

۱۔ جب آپ کو کوئی غم و اندوہ لاحق ہو تو مجھے یاد کیجئے کیونکہ اس وقت میں آپ کے نفس سے بھی زیادہ آپ کے قریب ہوں۔

۲۔ مظلوم کی دعا سے ڈریے کیونکہ میرے اور مظلوم کے درمیان کوئی پردہ نہیں اس کے

دنیا ضرور قبول ہوتی ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگامِ دعا کردن

اجابت از در حق بہر استقبال می آید

۳۔ اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سختیوں پر صبر کیجئے، جبر، عناد اور تکبر سے بچئے، دنیا پر مغرور نہ ہو جیے اور اس سے مطمئن نہ ہو جائیے کیونکہ دنیا زوال پذیر ہے اس نے کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔

میں نے عرض کیا: خداوند! میں تیری ہی پرستش کرتا ہوں، تجھی سے ڈرتا اور تجھ ہی سے امید رکھتا ہوں اور میں علم الیقین سے جانتا ہوں کہ میرا پروردگار اور مجھے پیدا کرنے والا، عزت دینے والا اور خلعتِ نبوت عطا کرنے والا تو ہی ہے، پھر فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! نماز کو وقت پر ادا کیجئے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیجئے کیونکہ دین اسی سے قائم ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے اللہ، میرے سردار اور میرے آقا! کیا میری قوم میری تصدیق کرے گی؟ میں نے آج رات جو کچھ دیکھا اور سنا ان کے سامنے پیش کروں تو قبول کر لیں گے؟ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: یصدق ابو بکرؓ الصدیق رضی اللہ عنہ۔ القصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرائطِ آدابِ صحبت بجالاتے ہوئے کئی ہزار پوشیدہ رازوں کے جبرعاتِ خفائے وحدت سے نوش جاں فرما کر روانہ ہوئے، اگرچہ اشتیاق وصال اور اس محبوبِ ازل کی ملاقات کی لذت کا تقاضا یہ تھا کہ یہ دولتِ دوامی ہوتی اور اس سعادت کو ہمیشگی حاصل ہوتی یہ حقیقت واضح ہوتی۔

امشب از پیش من شیفتہ دل دور مرو نور چشم من ولے چشم مرا نور مرو

دیگرے گر برد از نظرم با کے نیست تو کہ مجھ کو بی و معشوقے و منظور مرو

خانہ ماچ بہشت ست بدید از توجہ زیں بہشت اربتوانی مرو لے عور مرو

لیکن وہ شاہِ بہا ز جسے ہزار دینار میں خریدتے ہیں ایک چڑیا کے شکار کے لیے چھوڑ دیتے ہیں

جس کی قیمت ایک جہ بھی ہوتی ہے یا نہیں اور ہم اسے اپنے شکار کی قید میں لاتے ہیں

۴۔! میں نہیں جانتا کہ اس حقیقت کو کس طرح بیان کروں۔ اسے درویش! اگرچہ یہ شہباز

شکار کے لیے مطلوب تھے اس چڑیا کے بھی لاکھوں خریدار ہیں، باز شکار گاہ میں اور چڑیا نظر کے

سامنے پرواز کرتی ہے، خطاب آیا کہ اے میرے محبوب! میں نے ازل میں ایسا ہی حکم دیا ہے
 اس مشتِ خاک کے دلوں کے سامنے اور ان کو میری بارگاہِ قدس میں حاضر کرنے کے آپ
 سبب ہوں گے، آپ ان کے راہِ ضلالت میں چراغِ ہدایت روشن کریں گے آپ جب اس
 جگہ لانے سے عاجز آئیں گے ہم آپ کو اس مقام پر پہنچانے سے عاجز نہیں ہیں اب امت
 میں واپس جاتیے اور ان کو ہماری طرف دعوت دیجئے کیونکہ وہ قادرِ مطلق جس نے آپ کو اس
 مقام پر پہنچایا ہے اس مقام کو بھی اس جگہ آپ کے پاس لاسکتا ہے، جب آپ لوگوں کے ساتھ
 رہیں اور تبلیغِ رسالت کرتے رہیں جب تک صبر کر سکیں، کریں اور جب طاقتِ جواب دے
 اور صبر کا چاند گہنا جائے تکبیر تحریر کہہ کر نماز شروع کر دیجئے تاکہ ہم حجاباتِ اٹھادیں، اے
 جس چیز کو دیکھنے کے لیے آپ کو یہاں آنا چاہیے اسی جگہ ہم آپ کو رکھا دیں، اپنی
 وجہ سے کہا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفرِ معراج سے واپس آئے آپ کا شوق
 ملاقات زیادہ سے زیادہ ہوتا رہتا، آپ یک دم بقیار ہو جاتے، پہلے صرف شوقِ سر تھا
 پھر شوقِ روح، شوقِ دل اور شوقِ نفس شوقِ سر کے ساتھ مل گیا، جب لوگوں کی صحبت سے
 بہت ملول ہو جاتے اور طاقتِ جواب دے جاتی، فرماتے: ارحنایا بلال من هؤلاء
 و صحبتہم، ہاں جب ازلی ارادہ اس امر کے متعلق ہوتا آپ مخلوق کے ساتھ مجلس رکھتے
 اور احکامِ شریعت کو جاری فرماتے لیکن اپنے دس سو اپنی جگہ پر رکھتے، جب ایک ساعت
 گزرتی آپ کو قدرے اضطراب اور بے چینی لاحق ہوتی اور اس پر شوقِ غالب آجاتا پکار
 اٹھتے، ارحنایا بلال من هؤلاء و صحبتہم، بلال! اقامت کہتے اور آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریر کہہ کر نماز شروع کر دیتے۔ بزرگوں نے کہا نماز میں اپنے تمام جسم کو حق
 کے سپرد کرنا اور دونوں جہانوں سے مُنہ موڑ لینا ہے، ہاں وہ عبادت جس میں نفس کی خواہش
 شامل ہو دنیا کی طلب جائز ہے لیکن نماز میں نہ دنیاوی عقد ہے نہ شہوتِ نفس اور نہ صحبت
 خلق، پس نماز کیا ہے؟ علائقی سے مکمل طور پر انقطاع اور اپنے آپ کو مکمل طور پر دوست کے
 سپرد کر دینا، جب اس کا سر دونوں جہانوں سے پاک ہو جائے اور محنت درمیان سے
 محاذ پر اس میں مقامِ ادا دنی کا اسے مشاہدہ ہوتا ہے یہاں تک کہ اس حالت کی

اس طرح خبر دیتے تھے، وجعلت قرة عینی فی السلولۃ یوں نہیں فرمایا کہ میری آنکھوں کی روشنی نماز کے بلکہ یوں فرمایا نماز میں ہے تاکہ تمام کو علم ہو جائے کہ آپ کی آنکھوں کی روشنی نماز میں ہے بلکہ نماز میں ہے۔
 کیونکہ مجاہدین کا قرة العین قرب حبیب کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔

اسی وجہ سے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سہو ناعن الاعلیٰ بالادنیٰ وسہو المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بالادنیٰ عن الاعلیٰ یعنی جب ہمارا سر کسی چیز کے ساتھ مشغول ہو جائے جو نماز میں سے نہیں ہے میں نماز میں سو ہو جاتا ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر کسی چیز کے ساتھ مشغول ہو جائے جو نماز سے برتر ہے اور وہ مشاہدہ اور قرب ہے، اس وقت آپ کو سوہو ہوتا۔

القصة فرمایا: جب میں وہاں سے لوٹا عرض نے مجھے سلام کہتے ہوئے طابت لك ورحمة اللہ وبرکاتہ کہہ کر الوداع کہا، میں فرشتوں کی ایک جماعت کے پاس پہنچا، جن کی تعداد ساتویں زمینوں اور ساتوں آسمانوں کی مخلوق کے برابر ہے، اس مخلوق میں بارش کے قطرے، آسمان کے تارے، درختوں کے پتے اور پہاڑوں کی ریت کے ذرات شامل ہیں، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ فرشتوں کی کون سی جماعت ہے؟ فرمایا: یہ کربیاں ہیں۔ پھر جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ آسمانوں سے گزرتا رہا یہاں تک کہ میں اپنے بھائی موسیٰ علیہ السلام کو ان کے اپنے مقام پر ملا، انہوں نے مجھے پوچھا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ اور آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا: دن رات میں پچیس نمازیں اور ایک سال میں تین مہینے کے روزے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ابھی واپس جاتیے اور اس میں کمی کراتیے کیونکہ آپ کی امت کمزور ہے، اس بوجہ کو نہیں اٹھا سکے گی میں اسی وقت واپس آیا اور اپنے مقام پر رجوع کیا، میں نے عرض کیا: خداوند! میری امت کمزور ہے اس بوجہ کو اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتی، ان کی طاقت کے مطابق ان پر بوجھ رکھیے۔ میں نے یہ خطاب سنا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ اور آپ کی امت پر دن رات میں بیس نمازیں اور سال میں دو ماہ کے روزے فرض کیے ہیں، میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس واپس آیا اور انہیں بتایا۔ فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت کمزور ہے واپس جاتیے اور تخفیف چاہیے۔

میں واپس گیا اور کمی کی درخواست کی، پندرہ وقت مقرر ہوئی، جب موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا تو انہوں نے مجھے پھر جانے کے لیے کہا۔ قصہ مخمر کہ میں جاتا آتا رہا، یہاں تک کہ دن رات میں پانچ وقت کی نماز اور سال میں ایک ماہ کے روزے مقرر ہوئے، جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے پھر تخفیف کرانے کے لیے کہا، اور ایک روایت یہ ہے کہ اسی مرتبہ موسیٰ علیہ السلام نے واپس جانے پر اصرار کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معذرت کی اور فرمایا: مجھے واپس جاتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے، اگرچہ موسیٰ علیہ السلام نہایت اصرار کیا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شرم و حیا کی وجہ سے نہ گئے یہاں تک کہ سناوی نے عالم ملک و ملکوت میں یہ اعلان کر دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت پر دن رات میں پانچ نمازیں اور سال میں ایک ماہ کے روزے فرض ہوئے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس مرتبہ بھی اُن سرور صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت پر واپس گئے لیکن تخفیف چاہتے ہوئے انہیں شرم آئی، حتیٰ سبحانہ، و تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد من صلی الصلوۃ الخمس فی مواقیتہا، خدا تعالیٰ سے ثواب کی نیت سے جو شخص ان پانچ نمازوں کو وقت پر ادا کریگا اور ماہ رمضان کے روزے رکھے گا، اسے پچاس نمازوں اور چھ ماہ کے روزوں کا ثواب جو ابتداء میں مقرر ہوئے مرحمت فرما دوں گا۔ اور بعض روایات میں من جاء بالحسنة فله عشر امثالہا کے مطابق دس ماہ روزوں کا ثواب دوں گا۔ جب شوال کے چھ روزے ان کے ساتھ ملا لیں تو دو ماہ کا اور ثواب عنایت فرماؤں گا، گویا کہ انہوں نے تمام سال روزے رکھے ہیں۔

تخفیفِ نماز کے متعلق ایک دوسری روایت یوں آئی ہے کہ حبیب خدا نے پچاس وقت کی نماز فرض کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام پہنچے اُن کی وصیت کے مطابق واپس گئے دس کم ہو گئیں، دوسری مرتبہ گئے دس اور کم ہوئیں، اسی طرح جاتے رہے اور کمی ہوتی رہی یہاں تک کہ پانچویں مرتبہ پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام اصرار فرماتے رہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! واپس جاتیے اور تخفیف طلب کیجئے کیونکہ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزمایا چکا ہوں ان پانچ اوقات میں بھی سستی کریں گے۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم

سنے فرمایا، میں اتنی مرتبہ گیا ہوں اور اس قدر تخفیف کا سوال کیا ہے کہ اب مجھے شرم آتی ہے میں اس تعداد پر راضی ہوں، جب میں اس مقام سے آگے بڑھ گیا، آواز آئی، میں نے بندوبست پر اپنا فرض نافذ کر دیا اور ان سے بوجھ اٹھایا، یہ پانچ نمازیں آپ اور آپ کی امت پر فرض کیں، ہر نماز کو دس گنا قبول کیا وہی خمس وہی خمس و ما یبدل القول لدی، ہاں ازل میں ہماری قلم نے جو کچھ لکھا تبدیل نہیں ہوگا، حال میں پانچ، مال میں پچاس، حساب میں پانچ، ثواب میں پچاس، تکلیف میں پانچ، تشریف میں پچاس، شمار میں پانچ اور ٹکٹے میں پچاس ہیں۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حق سبحانہ و تعالیٰ نے جب نماز مجھ پر فرض کی مجھے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ اور آپ کی امت کی نماز، قیام، قرأت، رکوع، سجود اور قعدہ پر مشتمل بنائی ہے تاکہ آپ اور آپ کی امت کی عبادت عرش سے تحت الثرائی تک کے تمام ملائکہ کی عبادت جیسی ہو آپ کی امت کو قیام سے ثواب قائمین، رکوع سے ثواب راکعین، سجود سے ثواب ساجدین، قرأت سے تلاوت کرنے والوں، تسبیح سے تسبیح پڑھنے والوں اور تہلیل سے تہلیل کہنے والوں کا ثواب ملتا ہے۔ ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ درجات عنایت فرماؤں گا۔

بزرگانِ فہم سیر نے اپنی مقبرہ کتابوں میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ وہ پچاس نمازیں جو معین کی گئی تھیں وہ یہی معروف نماز تھی جو خواص امت کا وظیفہ ہے، اس کی تفصیل اس طرح ہے: اول صبح کی سنتیں، دوم صبح کے فرض، سوم اور چارم ظہر کے فرضوں کی پہلی چار سنتیں کیونکہ سنتوں اور نوافل کا ایک شفعہ دو رکعتیں نماز ہے۔ پنجم ظہر کے فرض، ششم و ہفتم ظہر کے فرضوں سے بعد کی سنتیں، عن ام حبیبہ رضی اللہ عنہا قالت

سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من حافظ علی اربع رکعات

قبل الظہر و اربع بعدہا حرمہ اللہ علی النار۔ آٹھویں اور نویں عصر سے پہلے کی چار سنتیں،

دسویں عصر کے فرض، گیارھویں مغرب کے فرض، بارھویں سنت مغرب، تیرھویں فرض عشاء،

چودھویں سنت عشاء، پندرھویں و تراپنے نوافل کے ساتھ، سولھویں دوسری نماز، اس

کے بعد تہجد کی بارہ رکعتیں جن کی چھ نمازیں بنتی ہیں۔ چھ اور نمازیں نماز صبحی اور تین مغرب

اور عشاء کی نماز کے درمیان ، ہر فرض کی نماز کے لیے تحیۃ المسجد ، اذان اور اقامت کے درمیان پانچ نمازیں ، اور پانچ تحیۃ وضو اور پانچ صلوٰۃ التسبیح ، نماز استخارہ ، توبہ اور حاجت ، ان تمام نمازوں کا مجموعہ پچاس ہوتا ہے۔ شروع میں یہ نمازیں فرض تھیں ، پھر تخفیف فرمادی اور پانچ وقت کی نمازیں فرض رہ گئیں ، باقی فرائض مستحب ہو گئے۔ صحیح حدیث شریف میں ہے جس شخص کے فرض میں کمی رہ جائے اس کی قیامت کے روز نوافل سے پورا کریں گے۔ بعض بزرگوں نے دن رات میں سو رکعت نماز ادا کی ہے تاکہ پچاس نمازیں پوری ہو جائیں۔ اسے اپنے آپ پر لازم اور ضروری قرار دیا ہوا تھا تاکہ حق سبحانہ ، و تعالیٰ کے فرمان کو پورا کر سکیں ، اور اظہار رغبت اور بادشاہ علی الاطلاق جل و علا کو اپنا اشتیاق خدمت پیش کریں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ نور دل اور سرور جہاں اس کی خدمت کے ساتھ وابستہ ہے۔

یاد آں کس کن کہ مردہ از جالش زندہ شد گریہ ہائے جلد عالم از وصالش زندہ شد
 یک شبے خورشید پائے تخت اور ابوسہ داد لاجرم بر تخت گردوں تا ابد تابندہ شد
 بال و پروم عاشق ز آتش حیرت بسوخت
 ہچو خورشید و قمر بے بال و پر پرندہ شد

معراج سے واپسی کے بعد کے واقعات

معراج کی رات کو واپسی کا سفر بھی علما کے نزدیک مختلف طریقوں پر ہے ، بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے مجھے اپنے پر پر بٹھا کر آسمانوں کے کئی طبقات سے گزارا پھر زمین پر لاتے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جاتے ہوئے اور آتے ہوئے بھی براق پر سوار تھے۔ بعض کہتے ہیں کہ جاتے وقت براق پر سوار تھے اور واپسی براق کے بغیر ہوئی۔ براق پر لیجانے میں یہ حکمت تھی کہ حق سبحانہ ، و تعالیٰ کی قدرت کا اظہار ہو۔ بعض کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واپس آنے کا طریقہ یہ تھا کہ جب اس سلطان بارگاہِ دینی اور محبوب خلوت سرائے ادن مقانے حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے یہ تمام لطف و کرم اپنے آپ پر

مشاہدہ کیجئے۔ ان نعمتوں کی شکرگزاری کے لیے سجدہ میں چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خود کو اپنے بستر میں پایا، میں نے دیکھا کہ میرا بستر ابھی تک گرم تھا۔

زگرمی کہ چوں برقِ پیمود راہ نشد گرمی جالیش از حسابِ نگاہ
ندانم کہ شبِ راحہ احوال بود شبی بود یک شب یا یکی سال بود
چو شاید کہ جانہاے مادر دے بر آید سپیرامن عالمے
تن او کہ صافی تر از جان ماست اگر شد بیک لحظہ و آمد رواست

چناں رفتہ و آمدہ باز پس
کہ ناید در اندیشہ بیچ کس

۱۔ جابلقا و جابلسا، یا جوج و ما جوج و طوائف وغیرہ جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو یا جوج و ما جوج کے پاس لے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان کو دین اسلام کی دعوت دی مگر انہوں نے قبول نہ کیا، وہ تمام دوزخ کا ایندھن ہیں، پھر میں دوشہروں میں سے گزرا ایک مغرب اور دوسرا مغرب میں تھا، ہر شہر کے دو ہزار دروازے تھے، ایک دروازہ سے دوسرے دروازہ تک ایک فرسنگ کا فاصلہ تھا، وہ لوگ جو مشرقی شہر میں ہیں قوم عاد کی نسل کے باقی ماندہ لوگ ہیں جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے، اس مشرقی شہر کا نام سریانی زبان میں برقیسا ہے اور عربی میں جابلقا اور مغربی شہر کا نام سریانی میں برجیسا اور عربی میں جابلسا ہے۔ ان دروازوں میں سے ہر دروازہ پر دس ہزار مسلح پہرے دار متعین رہتے ہیں دوسرے روز دوسرے دس ہزار کی ڈیوٹی ہوتی ہے یہاں تک کہ پہلے روز کے پہرے داروں کی نوبت دوبارہ نہیں آتی۔ فرمایا، میں نے ان کو بھی دین اسلام اور خدا تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی، انہوں نے اسے قبول کیا، وہ ہمارے دینی بھائی ہیں، ان میں سے نیک ہمارے نیکوں کے ساتھ اور بُرے بُروں کے ساتھ ہوں گے، اس کے بعد مجھے تین دوسرے گروہوں کے یاس لے گئے جن کی تعداد صرف خدا تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ ایک گروہ کا نام منک دوسرے کا

تاویل اور تفسیر کا تالیس ہے۔ میں نے ان تینوں گروہوں کو دین اسلام کی دعوت دی انہوں نے انکار کر دیا اور قبول نہ کیا۔ یہ دوزخ میں دوسرے کفار کے ساتھی ہوں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معراج سے

۲۔ رجال الغیب ملاقات واپسی کے وقت ایک قوم کے پاس سے گزارا گیا، یہ

وہ قوم ہے جس کی حق سبحانہ، تعالیٰ نے قرآن میں تعریف کی ہے ومن قوم موسى امة يهدون بالحق وبه يعدلون میں اس قوم کے پاس گیا اور ان کو سلام کیا، انہوں نے میرے سوال کا جواب دیا، پھر جبرائیل علیہ السلام نے میرا تعارف کرایا، انہیں معلوم ہوا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر آخر الزماں ہوں جس کے جلال کی تعریف اور کمالات کی توصیف پہلی کتابوں میں مطالعہ کی ہے اور پہلے پیغمبروں سے سنی ہے، میری خدمت میں بھاگے اور ایک دوسرے کو بشارت دی اور میرے گرد اکٹھے ہو گئے، میں نے دین اسلام پیش کیا، انہوں نے قبول کیا اور میری جوت و رسالت کی گواہی دی۔ انہوں نے کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے آپ کی بعثت کی خبر دی، انہوں نے ہمیں وصیت فرمائی اور کہا کہ ہم عرصہ سے آپ کی تشریف آوری کے منتظر اور آپ کے دیدار کے مشتاق تھے، الحمد للہ اس نعمت نے پردہ غیب سے اپنا جمال جہاں تاب دکھایا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے قوم میں چند چیزیں مشاہدہ کیں:

اول یہ کہ کچھ لوگوں کے رنگ زرد دیکھے، وہ سلیم الطبع تھے، ان کے تمام کپڑے

اُونی تھے، اور تمام لوگوں کے گھروں کی دیواریں برابر تھیں، ان کے کسی مکان کا

کوئی دروازہ نہیں تھا اور نہ ہی کوئی کمرہ بند تھا، ان کی سرائیں قبرستان کے نزدیک اور

مسجدوں سے دُور تھیں، وہ مسجدوں میں معتکف تھے، جب ان کے گھر بچہ پیدا ہوتا

تو وہ روتے اور اگر کوئی فوت ہو جاتا تو خوشی و مسرت کا اظہار کرتے، میں نے ان سے

پوچھا کہ وہ لوگ کس دین پر ہیں؟ انہوں نے کہا ہم خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں، اس کے

فرشتوں، کتابوں اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ فرشتوں کو قبول کر رکھا،

فرائض ادا کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہیں، اس کی نعمتوں پر

شکر گزار اور مصائب پر صابر ہیں، کسی کے ساتھ دشمنی ہرگز نہیں کرتے، جو کچھ جانتے ہیں اس کے مطابق عمل کرتے ہیں، کسی بھائی کی غیبت نہیں کرتے، فضول بات نہیں کرتے، دن کے وقت روزہ رکھتے اور رات کو نماز پڑھتے ہیں، ہماری کھینچی صوم و صلوة ہے، ہماری بھوک طاعات و عبادات میں ہے، اعمال سے ہمارا مقصد درجاتِ آخرت اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی رضا ہے جہانِ مک ہو سکے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی کوشش کرتے ہیں، راحت، بھوک، پیاس اور برہنگی ہر حالت میں ہم راضی ہیں۔ آج دنیا میں ہم نے فقر کو غنا کی بجائے اختیار کیا ہوا ہے، ہم نے فانی نعمتوں کو ترک کر دیا ہے تاکہ باقی رہنے والی نعمتوں سے سعادتمند ہو سکیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت نے ہمیں ان صفات پر قائم رکھا ہے، ہم نے عزم بالجزم کر رکھا ہے کہ جب تک ہم زندہ رہیں گے ان صفات کے ساتھ متصف رہیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ان سے پوچھا تم میں سے کچھ لوگ زرد کیوں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا خدا تعالیٰ کے خوف سے، میں نے کہا: تمہارے تمام گھر برابر ہیں اسکی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نہیں چاہتے کہ بعض کے گھر دوسروں کے گھروں سے اونچے ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب ہمارے دل برابرتی اسی کے مطابق ہمارے گھر بھی ایک دوسرے کے برابر ہونے چاہئیں اور یہ بات بھی ہے تاکہ ہوا اور روشنی کو دوسرے گھروں سے نہ روکیں، میں نے پوچھا: تمہارے گھر بے در کیوں ہیں؟ انہوں نے کہا: دروازے چور اور خانہ کی رکاوٹ کے لیے ہوتے ہیں اور ہم میں کوئی چور، خائن نہیں ہے۔ میں نے پوچھا: تمہاری دکانوں کے دروازے کھلے ہوتے ہیں اور ان میں کوئی بھی خرید و فروخت میں مشغول نہیں ہوتا۔ انہوں نے کہا ہم میں سے جب کسی کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے بازار میں جاتا ہے اور دکان سے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے وہ اٹھا لیتا ہے اور اس کی قیمت وہاں رکھ دیتا ہے، ہمارا ایک ہی مال ہے خرید و فروخت کی ضرورت نہیں۔ میں نے پوچھا: تمہارے گھر مسجد سے کیوں دور ہیں؟ انہوں نے کہا تاکہ مسجد جاتے ہوئے زیادہ قدم ہوں اور آخرت میں ہمیں زیادہ ثواب ملے۔ میں نے پوچھا تمہارا قبرستان گھروں کے

کیوں نزدیک ہے؛ کہنے لگے، تاکہ موت کو فراموش نہ کریں۔ میں نے پوچھا، بچ پیدا ہونے پر روتے کیوں ہو؟ اور مردہ پر خوش کیوں ہوتے ہو؟ کہنے لگے، نومولود پر اس لیے روتے ہیں کہ اسے آزاد دنیا سے اس جہان میں جو مومن کے لیے قید خانہ ہے، قید کر دیتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ اس کے بعد کیا ہوگا اور جب مر گیا قید سے آزاد ہو گیا اور ان پابندیوں سے خلاصی پائی اور تکالیف سے آزاد ہوا، میں نے ان میں سے کسی کو بیمار نہیں دیکھا، میں نے ان سے اس کا راز دریافت کیا، انہوں نے کہا بیمار ی گناہوں کا کفارہ ہے چونکہ ہمارے درمیان کوئی گنہگار نہیں ہے گناہوں کے کفارہ کی بھی ضرورت نہیں، اگر کسی سے بھول کر گناہ سرزد ہو جاتا ہے آسمان سے بجلی کرکتی ہے اور اسے اسی مکان میں جلا کر راکھ کر دیتی ہے پھر انہوں نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں دین کے طریقے بتائیے اور ہمارے لیے جس چیز میں بہتری ہے اس کی ہمیں وصیت فرمائیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طریقے ان کے مناسب حال تھے بیان کیے، ان کو میں نے اس طرح وصیت کی:

اے قوم! سختیوں پر صبر کرو اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے صبر کی توفیق طلب کرو، خدا تعالیٰ سے ڈرو، اور کسی چیز پر غرور نہ کرو اور اپنے کسی عمل پر بھی مغرور نہ بنو، خدا تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھو، اگر تم چاہتے ہو کہ مجھے اور موسیٰ علیہ السلام سے ملو تو ہمیشہ خوف و امید کے درمیان زندگی بسر کرو، میں انہیں اوداعی سلام کر کے لوٹا، انہوں نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہماری آپ سے دو درخواستیں ہیں خدا تعالیٰ سے دعا فرمائیے تاکہ وہ پوری فرمائے ایک یہ کہ ہماری زمین لپیٹ دے تاکہ ہر سال ایک مرتبہ حج بیت اللہ شریف کریں اور زیارت کعبہ معظمہ سے مشرف ہوں کیونکہ ہماری یہ زمین ساتویں زمین کے بھی نیچے ہے جب تک زمین لپیٹی نہ جائے ہم ہر سال زیارت و حج نہیں کر سکتے، دوسری یہ کہ ہمیں لوگوں کی نظر سے پوشیدہ کر دے تاکہ لوگ ہماری وجہ سے فتنہ میں نہ پڑیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی جو قبول ہوئی۔ وہ ہر سال حج کے لیے پوشیدہ طور پر آتے ہیں کوئی شخص ان کے حال سے واقف نہیں ہوتا۔

فرمایا، اس کے بعد میں بہت سے جنوں کے پاس سے گزرا،
۳۔ جنوں سے ملاقات تمام میرے گرد جمع ہو گئے اور مجھے سلام کیا، میں نے ان کو جواب
 دیا، وہ کہتے تھے **اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمدًا عبده ورسوله**۔ اس کے بعد
 انہوں نے کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے سامنے اپنا دین پیش کیجئے۔ میں نے کہا:
 مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا۔

۴۔ جب میں ان کے پاس سے گزر گیا، بیت المقدس پہنچا، براق کو وہاں صفحہ پر
 مسجد میں باندھا ہوا پایا، میں نے وہاں نعمت و کرامت جل و ملا کی دور کعت نماز شکرانہ ادا کی
 اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے انبیاء علیہم السلام کی صورتیں مجھے دکھائیں۔ میں نے
 اپنی شکل بھی ان میں دیکھی، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے دائیں اور عمر رضی اللہ عنہ میرے بائیں
 طرف تھے، جب میں باہر نکلا جبرائیل علیہ السلام نے کہا: براق پر تشریف رکھئے۔ میں براق
 پر بیٹھ گیا، پلک جھپکنے سے پہلے میں نے اپنے آپ کو مکہ میں پایا، میرا بستر اللہ کی قدرت سے
 ابھی تک گرم تھا، حضرت عمارہ رضی اللہ عنہا سے ایک روایت ہے، انہوں نے بیان کیا
 کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لے جانا اور واپس آنا تین ساعت میں تھا۔ اور وہب
 بن منبہ اور محمد بن اسحق سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ معراج چار ساعت
 تھا، واللہ اعلم۔

۵۔ حضرت ابو بکر واقعہ معراج کی تصدیق کرتے ہیں سے مروی ہے کہ جب بیت المقدس
 سے جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ صحرائے ذی طوی میں جو مکہ کے قریب ہے پہنچے تو آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا کہ اس معراج کے واقعہ کی میری کون تصدیق
 کرے گا، اور میری یہ بات کون تسلیم کرے گا کہ مجھے اس تھوڑے سے وقت میں یہ دولت
 و سعادت حاصل ہوئی ہے کہ دونوں جہانوں سے باہر لے جا کر پھر واپس اس جہان میں
 لایا گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا: پر وامت کیجئے، اگر یہ تصدیق نہ کریں، آپ کی
 تصدیق سب سے پہلے ابو بکر رضی اللہ عنہ کریں گے، وہ صدیق ہیں رضی اللہ عنہ۔

ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، فرمایا: پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج میرے گھر میں ہوا، رات وہاں آرام فرمایا، صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے ام ہانی! آج تجھے بیت المقدس لے گئے، وہاں سے آسمانوں پر پہنچایا گیا، صبح سے پہلے واپس لے آئے۔ اسے درویش! اس صاحب دولت کا حاصل کلام یہ تھا جو کہا گیا ہے یہ

گلی بردند ازیں دہلیزہ پست ہاں درگاہ والا دست بردست
مکانے یافت خالی از مکان نیز کہ تن محرم نبود آنجا و جاں نیز
بدیدہ آنچہ از دیدن بروں بود میرس ازماز کیفیت کہ چوں بود

دریں مشہد ز گویائی مزن دم
سخن را خستم کن و اللہ اعلم

ام ہانی فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میری درخواست ہے کہ اس عجیب بات کو منکروں کے سامنے پیش نہ فرمائیں، وہ یقین نہیں کریں گے اور آپ کو جھوٹا کہیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم میں اس فقرہ کو کسی سے پوشیدہ نہیں رکھوں گا۔ دوسرے ہی دن صبح کو جب شاہ خورشید کا مقدسہ الجیش زبرجدی سراپردہ کے افق سے طلوع ہوا اور فضا ئے عالم کو اپنی منور شعاعوں سے بھر دیا، ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں تشریف لائے اور حجرہ میں غلگین و خستہ خاطر بیٹھ گئے کیونکہ قریش کی تکذیب اور کم ظرفوں کے استہزاء کا خدشہ تھا، اسی خیال میں تھے کہ ابو جہل لعین آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء کے طور پر کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی نئی چیز ظاہر ہوئی ہے اور عجیب و غریب معانی سے کوئی حقیقت حاصل ہوئی؟ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، آج میں نے ایک ایسا سفر کیا ہے جو کسی نے نہیں کیا اور ایسی خبر لایا ہوں کہ آج تک کوئی نہیں لایا۔ اس نے کہا: کہاں تک کا سفر کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیت المقدس، اور پھر وہاں سے آسمانوں کے طبقات تک گیا۔ اس نے کہا: آج رات گئے اور صبح کو مکہ میں تھے۔

آپ نے فرمایا: ہاں۔ کہنے لگا، ایسی بات کو قوم کے سامنے بیان کریں گے؟ فرمایا: ہاں۔
ابو جہل جھنجٹھا، اسے گروہ بنی کعب اور اسے بنی لوی، لوگ ارد گرد جمع ہو گئے۔ ابو جہل نے
کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابو کچھ مجھ سے آپ نے کہا ہے ان لوگوں کے سامنے بھی بیان
کیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات مجھے بیت المقدس لے گئے، پھر وہاں سے
آسمانوں پر لے گئے۔ حاضرین حیران رہ گئے اور دست تافت ملنے لگے، بعض اس کام میں غلو
کرنے لگے کیونکہ ان کی ناقص عقول میں یہ بات ناممکنات میں سے تھی۔ انہوں نے اسے اس قدر
بعید از عقل سمجھا کہ کزو را ایمان مسلمانوں کی ایک جماعت مرتد ہو گئی والعیاذ باللہ من ذلک، ابو جہل
منافقین کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا: آپ اپنے ساتھی
کے پاس چلیے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ وہ کیا کہتا ہے۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: آپ
کیا فرماتے ہیں؟ اس نے کہا کہتے ہیں رات مجھے بیت المقدس میں لے گئے حالانکہ رات
وہ قوم میں تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا یہ بات آپ نے فرمائی ہے؟ ابو جہل نے
کہا: ہاں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی تعجب کی بات نہیں میں آپ کی آسمانی خبروں کی
تصدیق کرتا ہوں، اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں کہ میں ساتوں آسمانوں سے بھی آگے
نکل گیا اور واپس آگیا تو بھی میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔ ابو جہل نے کہا: میں نے کسی ساتھی
کو اپنے ساتھی کی اس طرح تصدیق کرنے والا نہیں دیکھا جیسا کہ آپ ہیں، وہ خود بھی یہی
دعویٰ کرتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے
اور پوچھا آپ نے فرمایا ہے کہ مجھے رات آسمانوں پر لے جایا گیا ہے، آپ نے فرمایا ہے یا
نہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، میں نے کہا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے
کہا آپ نے سچ فرمایا۔ پھر عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیسے ہوا؟ آپ نے شروع
سے آخر تک بیان فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ہر بات ختم کرنے پر کہتے
آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! تم میری ہر بات
کی تصدیق کرتے ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیسے تصدیق
کروں؟ وہ خدا جس نے جبرائیل علیہ السلام کو ہزار مرتبہ نیچے اتارا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی

زمین سے آسمانوں پر لے جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ثابت اور مقرر ہو گیا کہ سب سے پہلے جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی تصدیق کی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے۔ کہتے ہیں کہ اس روز آپ صدیق کے لقب سے ملقب ہوئے، آیت آتی والذی جاء بالصدق وصدق به، اور سب سے پہلے جس شخص نے جھٹلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ابو جہل تھا۔ اس کے متعلق آیت اتری فمن اظلم ممن كذب على الله و كذب بالصدق اذ جاءه، پس جو شخص معراج کی تصدیق کرتا ہے وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پیروکار ہے اور جو شخص انکار کرتا ہے وہ ابو جہل کی اولاد ہے۔

۴۔ حضور نے بیت المقدس کی آیات و علامات بتا دیں، وسلم کا بیت المقدس کے نشانات اور ان کے قافلوں کے متعلق اطلاع دینا، نقل ہے کہ جب یہ خبر مکہ میں پھیل گئی تو دوستوں کے سر صدیقؐ کی مانند فخر سے اُونچے ہو گئے اور تکذیب کے مہرے کو سرنگوں کر دیا اور ایک جماعت جن کے ایمان کے درخت نے ان کے باطن میں یقین کی زمین میں ابھی جڑیں مضبوط نہیں کی تھیں، ارتداد کی آندھی نے ان کے بے بنیاد پردے کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، آپ کے معراج پر وہ یقین نہ لائے، منکرین کی جماعت جو جرد و انکار میں اصرار کرتی تھی جگرہ میں آئی اور کہا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں آسمان کے حالات کی خبر نہیں ان کو موقوف کرتے ہیں لیکن ہم میں سے ایک جماعت نے بیت المقدس کو دیکھا ہے، ہمیں یہ بھی علم ہے کہ آپ اپنی زندگی میں کبھی بھی بیت المقدس میں نہیں گئے، اگر آپ سچ کہتے ہیں تو اس کی نشانیاں بیان کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ت مروی ہے کہ آپ نے فرمایا: اُس وقت مجھ پر طلال طاری ہوا کیونکہ تیز رفتاری کی وجہ سے اطراف و جوانب کی تفریح اور بیت المقدس کی آیات و علامات دیکھنے کی فرصت نہیں تھی، فوراً جبرائیل علیہ السلام نے بیت المقدس کو عقیل کے گھر کے پاس میری نظر کے سامنے رکھ دیا، مجھ سے جو کچھ پوچھتے ہیں اُسے جواب دے دیتا۔ کہنے لگے، مسجد کی تو صیغ میں کسی قسم کا قصور نہیں، ہمارے قافلے اور قبائل اس راہ میں ہیں ان کے متعلق آپ کو کوئی خبر ہے تو بتائیے۔ آپ نے فرمایا:

میں نے تین قافلے دیکھے، ایک اپنے گم شدہ اونٹ کی طلب میں تھا، میں نے ان کے پیالہ سے پانی پیا، جب وہ آئیں تو ان سے دریافت کریں کہ جب وہ اونٹ کی تلاش سے واپس آتے، پیالے میں پانی تھا یا نہیں۔ وہی مردہ میں اس قافلہ میں سے دو شخص ایک اونٹ پر سوار تھے ان کی سواری میری سواری سے ڈر کر بھاگی ان میں سے ایک گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔

سوم، خاص تمہارے قافلہ کو میں نے تنیم میں چھوڑا، فلاں و فلاں دو شخص خاکستری اونٹوں جن پر بوجھ کے دو دھاری دار بورے لدے ہوئے تھے قافلہ کے آگے چل رہے تھے، ان کے یہاں بچے کا وقت طلوع آفتاب ہے۔ قریش سنبہ کی طرف گئے اس امید پر کہ خبر چھوٹی ہوگی طلوع آفتاب کا انتظار کرنے لگے، مکن ہے سورج نکل آئے اور قافلہ نہ آئے تاکہ وہ سیالیم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کریں۔ اچانک ایک کہنے والے نے کہا، قسم بخدا! سورج نکل آیا اور دوسرے کہنے والے نے پکارا، خدا کی قسم اونٹوں کا قافلہ آگیا اور وہ دو شخص خاکستری اونٹوں پر دھاری دار دو بوروں کے ساتھ سوار قافلہ کے آگے آگے آرہے ہیں۔ پھر قافلہ والوں سے ان چند نشانیوں کی انہوں نے تحقیق کی، وہ اسی طرح تھیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھیں یہاں تک کہ ان کا اونٹ بھاگا اور اس کا ہاتھ ٹوٹا تھا، انہوں نے کہا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچ فرماتے ہیں، صحرا میں سے آنحضرت برق خاٹھ کی طرح گزرے، ہمارے ہاتھ سے کمان گر پڑی، آپ نے اسے ہمارے ہاتھ میں پکڑ لیا۔ الققتہ باوجود ان تمام شواہد کے منکرین نے تصدیق و اقرار کے راستہ پر قدم نہ رکھا اور انکار کے زناں کو تکبر کی گردن سے نہ اتارا اور کہا: ما هذا الا سحر مبين

ہزار معجزہ گزشتہ منکرے آری چو جاہل است بسحر ہی کندسوب

بزد بے لہراں خوبے نماید زشت پریش متقدان زشت می نماید غوب

ایک اور روایت میں ہے کہ قافلہ ابھی دور ہی تھا حق سبحانہ و تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کو فرمایا کہ زمین کو لپیٹ دے تاکہ قافلہ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی پہنچ جائے، ایسا نہ ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہو۔ اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ فرشتہ جو آفتاب پر موکل تھا اسے حکم ہوا آفتاب پر نگاہ رکھے تاکہ وہ جلد طلوع نہ ہو، اس طرف

فرشتہ سورج پر کنٹرول کیے ہوئے تھا، دوسری طرف زمین کو لپیٹا جا رہا تھا تاکہ دوست کی بات
مجھوٹی نہ ہو۔

۴۔ اوقاتِ نماز کا تقرر نقل ہے کہ اُسی رات کی صبح کو جس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم معراج سے تشریف لائے تھے، صبح کی نماز سے عشاء
تک اُول وقت میں کعبہ کے دروازہ کے پاس جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کو نماز پڑھوائی، جبرائیل علیہ السلام نے امامت کروائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مقتدی بنے، دوسرے دن آکر آخر وقت میں پانچوں نمازوں کی امامت کرائی، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو اوقاتِ نماز کی ابتداء اور انتہاء معلوم ہو گئی، ہماری تمام نمازیں ابستہ ایسی
دو رکعت فرض ہوئی تھیں سوا مغرب کی نماز کے کہ وہ تین رکعت فرض ہوئی، اس کے بعد
قیام کے شکارہ میں بعض نمازوں میں دو رکعت نماز بڑھادی، اس لیے سفر میں ان ہی دو
رکعتوں پر اکتفا کیا گیا اور مغرب کی نماز تین رکعات رہیں، ہر نماز کے وقت جب جبرائیل
علیہ السلام نے امامت کروائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو
جو مکہ میں موجود تھے بتادیا، انہوں نے بھی نماز وقت پر لدا کی۔ پہلے روز نماز کے لیے اُول وقت
اختیار کرنے میں یہ حکمت تھی تاکہ اصحاب اس نماز کو اس وقت میں گزار سکیں اور ان کی نماز
فوت نہ ہو، جبشہ کے مہاجرین کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیغام صحیبا کہ مقررہ ایام میں
نماز پڑھیں اور جو نمازیں قضا ہوئی ہیں وہ اطلاع ملنے پر ادا کریں۔

معراج کے فوائد و اشارات

فوائد معراج ہمیشہ منکر کا فر ہے کیونکہ اس سے نص قرآنی کا انکار لازم لاتا ہے، فرمایا،

بسم اللہ الرحمن الرحیم الذی اسرئ بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی
المسجد الاقصیٰ، اور صحیح صریح مشہور احادیث سے بھی ثابت ہے جو حد تو اتر کے قریب پہنچی
ہوئی ہیں، چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے تیس صحابہ نے حدیث معراج کو بیان

کیا ہے اور انس کی تصدیق فرمائی ہے، ان کے اسماء مبارکہ یہ ہیں، ابو بکر صدیق، عمر الفاروق، عثمان ذو النورین، علی المرتضیٰ، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن مسعود، انس بن مالک، ابو ہریرہ انصاری، ابو سعید خدری، مالک بن صعصعہ، عمار بن الحصین، عبداللہ بن عمر، ابوسلمہ، حذیفہ الیمانی، عبداللہ بن ابی اوفی، ام کلثوم بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بلال حبشی، ابو امامہ باہلی، اسامہ بن زید، عبدالرحمن بن عاص، ابودرداء، عائشہ ام بانی، ابی ذر غفاری، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ہاں، کیفیتِ معراج میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کس طریقہ پر ہوا، بعض اس مسلک پر ہیں کہ خواب میں ہوا، بعض کہتے ہیں کہ سیداری میں ہوا، بعض کہتے ہیں کہ آپ کی روح کو لے گئے اور جسم اپنی جگہ پر رہا۔ وہ گروہ جو یہ کہتا ہے کہ خواب میں ہوا اس آیت کریمہ سے استدلال کرتا ہے وما جعلنا الرؤیا التي ارايناك الا فتنة للناس، وہ کہتے ہیں کہ انبیاء کا خواب حق اور سچا ہے اور وہ بیداری کے حکم میں ہے، اور تمام عینای و لایینام قلبی کی حدیث کو اس کی تائید میں پیش کرتے ہیں، اس مذہب کی روایت حضرت عائشہ، حضرت معاویہ اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہم اجمعین کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ما فقد جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔ دوسرا یہ کہ طریق حدیث معراج میں آیا ہے کہ بینہما انا وانا نائم، معرزی اس خیال پر ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ بات ممکن ہی نہیں کہ ایک رات میں ساتوں آسمانوں سے گزار کر واپس لے آئیں، مذکورہ آیت قرآنی سے استدلال کیا ہے لیکن اس کی تاویلات سے غافل ہیں، اس آیت سے استدلال کرنے والے جن کی یہ نقلی دلیل ہے اور اس حکایت کے ساتھ جو ان کی عقلی حجت ہے، وہ ہوائی گھوڑے دوڑانے والے اور لایعنی باتیں کرنے والوں میں ہو گئے ہیں، کیونکہ ان کی عقلی دلیل استغلانِ خلافت عادت پر مبنی ہے اور ان کی نقلی دلیل معانی کی گہرائی تک نہ پہنچنے پر مبنی ہے، یہ دونوں ان کی کند فہمی اور حماقت کی دلیل ہیں۔

جاننا چاہیے کہ علماء نے اس کی تاویل اور ان کے استدلال کی غلطی پر گفتگو کی ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ رؤیا کا استعمال رویت بصری میں ہوا ہے يقال ساعی رؤیہ

بالعین، رؤیا کو خواب پر محمول کرنا ضروری نہیں ہے کیونکہ رؤیا رؤیت بصری کے معنی میں آیا ہے اور دونوں راوی کے مصدر میں جس کا معنی آنکھ سے دیکھنا ہے قال المتنبی رؤیاك العین احلی من الغص۔ علاوہ انہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے بہت سے مفسرین نے اس رؤیا کی تفسیر رؤیت بالعین کے ساتھ کی، کیونکہ خواب فتنہ کا سبب نہیں بنتی، بفرض محال اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ رؤیا سے مراد رؤیا ہے خواب ہے تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ اس خواب سے قصہ معراج مراد ہے، بلکہ بعض مفسرین کی یہ رائے ہے کہ یہ آیت واقعہ حدیبیہ میں اُتری اور اس سے مراد رؤیا خواب ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو عمرہ ادا کرتے ہوئے دیکھا تھا، اس ارادہ سے آپ روانہ ہوئے اور مدینہ سے حدیبیہ میں تشریف لائے، وہاں کفار سے صلح کر کے عمرہ ادا کیے بغیر واپس مدینہ منورہ میں آ گئے اس وجہ سے بعض مسلمانوں کے دل میں تزلزل پیدا ہوا، اس لیے حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسے فتنہ سے تعبیر فرمایا الافتنة للناس۔

بعض دوسرے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ رؤیا سے مراد وہ خواب تھا کہ بنی غیلان کی ایک عجمت بنڈوں کی شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر پھلانگتی پھر رہی تھی اور اس خواب سے آپ بہت پریشان ہوئے، یہاں تک کہ اس خواب کی تعبیر وحی کے ذریعہ آپ پر ظاہر کی گئی، کہ یہ جماعت حکومت و سلطنت کے متعلق ہے، جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک سے خُلمان جاتا رہا، لیکن عائشہ اور معاویہ رضی اللہ عنہما کا جسمانی معراج سے انکار اس روایت کے صحیح ہونے کی صورت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خورد سال تھیں، حقیقت معراج سے جیسا کہ چاہیے تھا واقعہ نہیں ہو سکیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس وقت تک دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ جسمانی معراج ہوا اور دوسری مرتبہ روحانی، جمہور اہل سنت و جماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں معراج ہوا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسم اور روح کے ساتھ رات کے کچھ حصہ میں منحہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر لے گئے، چنانچہ تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا، بیت المقدس تک کے اسری کا منکر کافر ہے، اور آسمانوں پر جانے سے انکار کرنا بالکل

مبتدع ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آسمانوں پر عروج اخبار احاد سے ثابت ہے اور
خبر واحد کا منکر کافر نہیں ہوتا بلکہ مبتدع اور گمراہ ہوتا ہے اور قاب قوسین اور ادنیٰ تک کے
اسری کا اقرار کرنا الہامی اور سچا مومن ہے۔ علما نے اس مسئلہ پر بہت سے دلائل بیان
کیے ہیں۔

۱۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اسری بعبدہ فرمایا ہے اور عبد روح اور جسم دونوں کا
نام ہے اور اگر یہ واقعہ خواب میں ہوتا اور صرف روح کو لے جاتے تو اسری بروح
عبدہ فرماتے۔

۲۔ اگر معراج خواب میں ہوتا تو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت ثابت
نہ ہوتی اور واقعہ معراج معجزات میں شمار نہ ہوتا، کیونکہ خواب میں بہشت کا دیکھنا یہودی
اور عیسائی کے لیے بھی ممکن ہے، وہ چیز جو کافروں کے لیے بھی ممکن ہو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے لیے اس میں کیا فضیلت ہوگی۔

۳۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت دوسرے انبیاء پر دو چیزوں سے ہے،
ایک دنیا میں معراج، دوسری آخرت میں شفاعت، وگرنہ جو کچھ آپ کے پاس تھا
دوسرے انبیاء کے پاس بھی تھا، اگر آپ کے پاس نبوت تھی تو دوسروں کے پاس
بھی تھی، اگر آپ کے پاس کتاب اور شریعت تھی تو دوسروں کے پاس بھی تھی
آپ کی فضیلت معراج اور شفاعت کے ساتھ ہے۔ معتزلی دونوں کے منکر ہیں
عصمنا اللہ من الزیغ والضلال، کہتے ہیں کہ یہ دونوں فضیلتیں آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے تواضع سے حاصل کیں، حق سبحانہ و تعالیٰ سے تواضع اختیار کی معراج
کی دولت نصیب ہوئی، بندوں کے ساتھ تواضع اختیار فرمائی تو شفاعت کے مرتبہ
پر پہنچے۔

۴۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے فرمایا: صلیت العشاء الاخیرہ
معکم و صلیت مکتبہا بیت المقدس و صلیت الوتر تحت العرش و فی راویۃ
فوق العرش، کوئی سویا ہوا نماز نہیں پڑھتا، پس اس معنی کے اعتبار سے بیداری

میں معراج کی دلیل ہے۔

۵۔ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیت المقدس کی نشانی طلب کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھتے جاتے اور بیان کرتے جاتے تھے، اگر خواب میں دیکھا ہوا ہوتا تو ہرگز آپ سے نشانات طلب نہ کرتے اور نہ ہی کفار انکار کرتے کیونکہ آپ مثلاً فرماتے میں نے خواب میں اس طرح دیکھا ہے کہ مجھے آسمانوں پر لے گئے، اس خواب کو بیان کرنا کسی عقلمند کے نزدیک انکار کا سبب نہیں بن سکتا تھا کیونکہ اس قسم کے خواب عوام الناس سے بھی مستقبل نہیں ہیں، انبیاء علیہم السلام سے کیسے ہوں گے، پھر وہ نشانیاں قافلہ والوں کی بیان فرمائیں ایک یہ کہ ایک آدمی اونٹ پر بیٹھا ہوا تھا اسے سردی محسوس ہوئی، اس نے اپنے غلام سے چادر طلب کی تاکہ سر ڈی کو دھر کرے، دو سرا یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پیاسا تھا ان کے پیالہ سے پانی پیا، پھر پیالے والے نے پیاس محسوس کی اس نے پیالے کو پانی سے خالی پایا اور قافلہ والوں کے اونٹوں نے جب میرے براق کو دیکھا ڈر کر بھاگے، ایک سوار گر پڑا اور اس کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ قافلہ والوں کی آمد کے بعد ان تمام واقعات کی تصدیق ہوئی۔ یہ تمام واقعات اس بات کی دلیل ہیں کہ سفر معراج بیداری میں ہوا تھا۔

دلش بیدار و چشمش در مشعر خواب	ندیدہ چشم بخت ایں خواب در خواب
در آمد ناگہاں ناموس اکبر	سبکو و تر ازیں طاد کس خضر
برو ما بید پر کاے خواجہ برخیز	کہ مشب خوابت آمد دولت انگیز
بروں بر یک زباں یزید خوابگد رخت	تو بخت عالمی بخواب بر بخت
ازیں دولت سرا چون شاہ کو نین	خرا ماں شد بعزم قباب تو سین

شد از سہو حیاں گردوں صد ادہ

کہ سبحان الذی اسری بعبدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شرح صدر دود مرتبہ ہوا، ایک مرتبہ واقعہ شرح صدر قبیلہ بنی سعد بن بکر میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑانے کے بعد یعنی شیر خوارگی کا زمانہ گزرنے کے بعد، پھر اسی طرح معراج کی رات وقوع پذیر ہوا۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ ارتزکیہ اور پاکیزگی کی بنا پر ہوا کیونکہ روایات یہی چہینہ بتاتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چاک کیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر کو شکاف دیا اور خون کا سیاہ لنگڑا وہاں سے باہر نکالا پھر اسے دھویا یہاں تک کہ تخلیہ اور تطہیر آراستگی اور تعمیر بن گئی۔ ۵

تاخانہ دل خالی از اغیار نیابانی بام و درایں خانہ پر از یار نیابانی اور چونکہ تمام افراد مخلوقات غیب اور شہادت کے دو سلسلوں میں پائے جاتے ہیں، سلوک اور سیرت کا کمال سیرت کی پاکیزگی اور جسم کی صفائی پر ہے، لامحالہ فضائل و کمال کے اجراء کے لیے اس جہان اور اس جہاں کی ہر دو شقیں ہیں، اس لیے سلطان انس و جان صلی اللہ علیہ وسلم بہینہ مبارک دو مرتبہ شق ہوا، پہلی مرتبہ اس دودھ کے چھڑانے کے وقت جس سے اقیوں کے جسم کی بنیاد حاصل ہوتی ہے، یہ خطرناک قدم اٹھایا تاکہ اس جہاں کے اعزاز کی سیر حیرن کی بندی اور اس جہاں کی عظمت و ارتقا حاصل ہو سکے۔ اور اس رات جب منازل غیب کی طرف متوجہ تھے، دوسری مرتبہ اس شاہ بے نظیر کی تطہیر کا اہتمام کیا گیا تاکہ نور کے مجاہبات سے گزر سکیں اور مجاز می ہستی کی بساط کو لپیٹ سکیں۔ ۵

بیک چشم زخمی کہ برہم زنند	باندازہ اینکہ یک دم زنند
زمین و زماں را ورق در نوشت	زخو پشته آسمانی گزشت
زمین و زماں را پے انداختہ	زمین را بدو آسمان تاختہ
کہ از بود او بیج با او نماند	مجرد روے را بجائے رساند
بروں آمد از ہستی خویشتن	چو شد در رہ نیستی موجب زن
ز بیگانگان حیرہ پرداختند	حجاب سیاست بر انداختند
لقائے کہ آن دیدنی بود دید	کلامی کہ بے آلت آمد شنید

چناں دیدہ کز حضرت ذوالجلال
نہ زان سوخت بہ نہ زیں سوخیال

انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں پر قیام
انبیاء علیہم السلام کا آسمانوں پر قیام
ایک یہ ان کے ارواح اجسام کی صورت میں متشکل ہوئے ہوں یا یہ کہ اس رات خواجہ عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات کیلئے اُنکی اُروح اُنکے اجسام میں آئی ہوں اور وہ جو روایات
میں آیا ہے وبعث لہ آدم فمن دونہ من الانبیاء فاقمہم اس قول کی تائید
کرتا ہے۔

شیخ المشائخ عمر سہروردی قدس سرہ نے کتاب
حضرت موسیٰ آسمان چہارم پر عوارف المعارف میں بیان کیا ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا یہ ان کے آپ کے مرتبہ
سے تخلف کی طرف اشارہ ہے یہاں تک کہ جب آپ کی نظر مبارک موسیٰ علیہ السلام پر پڑتی تھی
آسمان پر پڑی، انہیں فرمایا: وہ شخص جو چوتھے آسمان پر ٹھہر گیا وہ بارگاہ وصال میں ربّ اُردنی
کی صندرشینی کا مطالبہ کیسے کر سکتا ہے، یہاں تک کہ اس تجاویز کی وجہ سے کہ قدم حد قدم
اور محل نظر سے آگے بڑھایا، لہٰذا ترائی کے طمانچہ سے مودب ہوا اس کے برعکس آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم حیاء تواضع کے بلند ترین درجات کی وجہ سے نظر کی دراز دستی کے فریب
میں نہ آتے یعنی محل نظر سے قدم آگے نہیں بڑھایا، ما نراغ البصرو ما طفق، اگر آپ کا
قدم محل نظر سے تجاویز کرتا تو آپ بھی باقی دیگر انبیاء کی طرح آسمان کے طبقات ہی میں
محصور ہوتے چونکہ آپ محلّ ادب کے ساکن تھے لہٰذا ترائی سربلک کے تقاضے کے مطابق
آسمانوں کے جبابات کو چاک فرمایا اور برق جہنہ کی طرح اپنے آپ کو محل وصل و ملائف
تک پہنچایا، دنی فتدلی فکان قاب قوسین اودائی۔ ۵

اے رفتہ شبے بکام اسری از حجرہ مکہ تا بہ اقصے
از شوق ہوائے پائے بوست رفتہ دل سنگ صخرہ از جا

برہام سپہ راندہ از شام تا صبح براق سدرہ پہا
 جبرائیل ز سرعت رکابت و اماندہ نشستہ پاٹے برجا
 تو تاج لعل را نہادہ بر تارک لا مکاں ز بطحا
 در بزم وصال دوست غور و مے از قدح دلی تدلی
 از صحن فضائے قاب قوسین رفتہ بحرم سراٹے ادلی
 از شوق وصال و ذوق مستی ہدم شدہ با رفیق اعلیٰ
 پوشیدہ نظر بکلمہ ما تراغ تا آمدہ زان طرف تقاصنا
 یعنی کہ حجاب برگرفت است وقت است اگر کنی تماشا
 مست آمدہ تا بروز محشر از جام جمال حق تعالیٰ

دیدہ ہمہ راز ہائے پنہاں

در جام جہاں نماے پیدا

پچاس نمازوں کی فرضیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وصیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بار بار آمد و رفت سے پانچ وقت مقرر ہونے میں کئی حکمتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ حق سبحانہ و تعالیٰ دین میں اس امت پر تخفیف کرنا چاہتے تھے، موسیٰ علیہ السلام کو سبب بنا دیا تاکہ ازلی ارادہ پورا ہو اور اس معنی کی تحقیق یہ ہے کہ فرمایا:

یرید اللہ عنکم اور فرمایا یرید اللہ بکم الیسر اور فرمایا ما یرید اللہ لیجعل علیکم من حرج۔

۲۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے چاہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر خیر اس امت میں رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کی امت کی خیر خواہی کا ذخیرہ رہے۔

۳۔ حبیب کے پاس حبیب کی آمد و رفت تکرار ہو اور پیغامات زیادہ ہوں کیونکہ دوست کے بار بار آنے اور اس کی ضروریات کو پورا کرنا پسند کرتا ہے۔

۴۔ بندوں کو اس بات کی ہدایت ہو کہ دعا میں الحاج کریں، یہ امر خدا تعالیٰ کے نزدیک

پسندیدہ ہے، ان الله يحب المصلح حين في الدعاء۔

۵۔ موسیٰ علیہ السلام کی پہلی بات کی معذرت ہو جائے جو وہ روتے ہوئے فرماتے تھے ابکی لان غلاما بعث من بعدی یدخل الجنة اُمته اکثر مما یدخلها امتی، اور یہ وہ کسی حد یا غرض پر مبنی نہیں تھا بلکہ اس بات پر افسوس تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی وجہ سے بنی اسرائیل اس سعادت سے محروم رہ گئے اور ثواب امت میں نقصان مراتب انبیاء میں نقصان کو مستلزم ہے کیونکہ ہر نبی کا اجر اپنے متبعین کے برابر ہوتا ہے۔ پس وہ شفقت جو موسیٰ علیہ السلام نے اس امت کے ساتھ کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس جانے کی ہدایت کی اور امت سے تخفیف چاہنے کے لیے فرمایا تاکہ بنی اسرائیل کی طرح امت محمدیہ محروم سعادت نہ رہے، چنانچہ اس بات کا تذکرہ کیا۔ بعض احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کان موسیٰ اشدھم علی حین مررت بہ وخیرھم حین راجعت الیہ۔

علماء کو اس امر میں اختلاف ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الہی کی کیفیت نے حق تعالیٰ کو دیکھا ہے یا نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دیکھا، چنانچہ مسروقؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا، اہل صحابی محمدؐ رہے، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے رب کو دیکھا، میرے جواب میں انہوں نے فرمایا: لقد وقف شعری مما قلت یقیناً تمہاری اس بات سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ بعد ازاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے کہا: تین چیزیں ہیں جو شخص تمہیں یہ کہے نہیں مت ماننا کیونکہ انہیں جھوٹ کہا۔

اول یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خدا کو دیکھا اور بطور دلیل لا تدركہ الابصار کی آیت پڑھی، اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ کو آنکھوں سے نہیں بلکہ دل سے دیکھا ہے اور ابن عباس سے مطلق روایت آتی ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا مگر یہ نہیں فرمایا کہ آنکھ سے دیکھا یا دل سے۔ اور شیخ شہاب الدین تورپشتیؒ نے اپنی معتقد میں بیان کیا ہے کہ دو مرتبہ دیکھا۔ اور اس روایت کو ابن عباسؓ سے روایت

کیا ہے اور شیخ فرماتے ہیں کہ شبِ معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب کو دیکھنے کے بارے میں کوئی معتبر روایت جس پر اعتماد ہو سکے نہیں آئی، اور جو چیز ثابت کرتی ہے وہ اس طریق پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ بات خاص ہے آپ کے علاوہ دوسروں کو یہ مقام حاصل نہیں، اور جو بات ممنوع ہے وہ اس دنیا میں خدا تعالیٰ کو ظاہری آنکھ سے دیکھنا ہے، لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے باہر نکل گئے اور سدۃ المنتہیٰ سے گزر کر بہشت میں پہنچ گئے تو ممکن ہے اس دولت سے مشرف ہوئے ہوں اور یہ کہ نہ روایت کی نفی کرتی ہے نہ اثبات، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت رؤیت میں ہے لیکن بغیر تحقیق اور یقین کے ساتھ کوئی بات نہیں کہہ سکتے، وکل وجہۃ ہو مولیہا، اور شیخ فرماتے ہیں کہ میرا میلان اس میں اثبات کی طرف ہے نفی کی طرف نہیں کیونکہ جب ایک بات کا اثبات دو صحابہ سے معلوم ہو جائے تو اثبات نفی پر معتدم ہوگا لیکن انکار کر نیوالے کو گمراہ نہیں کہتا کیونکہ یہ حکم بحال ہوگا اور یہ جائز نہیں۔ اور بعض ائمہ کرام کا یہ مسلک ہے کہ اس مسئلہ میں توقف بہتر ہے کیونکہ اعتقادات میں دلیل فنی پر اکتفا نہیں کیا جاسکتا، لیکن علماء متاخرین کی اکثریت نے احادیث کی چھان بین اور دلائل و اخبار کی دیکھ بھال کے بعد قطعیت کے ساتھ یہ بات کہی ہے کہ چشمِ دل کے ساتھ دیکھنے سے مراد خدا تعالیٰ کا محض حصول علم نہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات ہر وقت ثابت اور متحقق تھی بلکہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں دیکھنے کی ایسی صلاحیت پیدا کر دی تھی جیسے چشمِ سر میں پیدا کی ہے تاکہ آنکھِ دل کی مدد سے اور دل آنکھ کی مدد سے دولتِ مشاہدہ سے مشرف ہو۔

محمدؐ در مکان بے مکانے	بدید آنجا نشانے بے نشانے
کلامِ سرمدی بے نقل بشنید	خداوند جہاں را سیمیت دید
بہر غصوے تنش رقصے بر آورد	زہر موی دلش چشمے بر آورد
دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود	دلش در چشم و چشم اندر دلش بود
خطاب آمد کہ اے مقصود در گاہ	ہر آن حاجت کہ مقصود است رخاوا

سرے فضل بود از نخل خالے برات گنج رحمت خواست خالے
گنہگار ان امت را دعا کرد
خدایش جملہ حاجتہا روا کرد

حضرت انس بن مالک، عکرمہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہم نے بصر اہمت بیان کیا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شبِ معراج میں حق سبحانہ، تعالیٰ کو چشمِ سر سے دیکھا۔ اور
ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کی ہے کہ فرمایا: حق عز و جل نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی
خفت، موسیٰ علیہ السلام کو مکالت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ اعزاز
بخشا ہے۔

شیخ سعید کاذونیؒ نے اپنی سیرت کی کتاب میں بیان کیا ہے کہ صحیح یہ ہے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو جسد و روح کے ساتھ آسمانوں پر لے گئے اور آپ نے حق سبحانہ و
تعالیٰ کو چشمِ سر سے دیکھا۔

شیخ المتکلمین، قدوة المتبحرین شیخ نظامی گنجوی قدس سرہ نے اس حقیقت کو اس
جارت سے تعبیر کیا ہے: ہ

کردہ چورہ رفت ز غایت بروں	سر ز گریاں طبیعت بروں
ہفتش از غایت روشن دلے	آمدہ از منزل بے منزلے
غیرت ازیں پردہ میانش گرفت	حیرت از اں گوشہ عنانش گرفت
رفت و دلے رفتن پاتے نداشت	جست و دلے رخصت جلے نداشت
پردہ بر انداخت ز رمئے وصال	دیدہ برومند شدہ ز اں جمال
پاے شد آمد بسہ انداختہ	جاں تماشا نظر انداختہ
مطلق از انجا کہ پسندیدہ نیست	دید خدا را و خدا دیدہ نیست
دیدن آں شاہ مکانے نبود	رفتن آں راہ زمانے نبود
ہر کہ دریں پردہ نظر گاہ یافت	از جہت بے جہتہ راہ یافت
دید محمد نہ بحشمت دیگر	بلکہ باین چشم سر آں چشم سر

خورد شرابے کہ حق آمیختہ جرعہ آں بر دل ما ریختہ
لب بشکر خندہ بیا راستہ امت خود را از خدا خواستہ
ہمیش از گنج تو نگہ شدہ
جملہ مقصود میسر شدہ

امام ائمہ، فقیہ ممالک، حضرت جلالِ احدیت ابومالک رحمہ اللہ تاج المذکرین میں حبیب
بین الروایات کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت خدیجہ سبعاۃ، و تعالیٰ نے تمام احساسات کو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے سلب کر لیا اور آپ کی چشم مبارک سے اس کا کزور نور اٹھایا، پھر نور کے
لباس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل طاہر پر ظہور فرمایا، یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے نورِ دل سے اس نورِ مطلق کا مشاہدہ فرمایا، وہ نور اگرچہ اطراف و جانب نظر
ڈالتا تھا لیکن اس نور کے سوا کسی چیز کو نہیں دیکھا، اس نور کا مشاہدہ نورِ دل کے ساتھ قائم تھا
لیکن اس نور کے غلبہ کی وجہ سے تمام اعضا کے ذرات وجود رویت میں شریک تھے۔ اور جو
روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی ہے کہ ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، آپ نے
اپنے پروردگار کو دیکھا، فرمایا: سائیت نوراً، اس قول کو تقویت پہنچاتی ہے۔ پس ثابت ہوا
کہ جس طرح دل کے ساتھ دیکھا اپنے وجود کے ہر ذرہ کے ساتھ بھی دیکھا۔

تن شدہ از صورت ہستی بری پاک شدہ خاک ز صورت گری
بیچ بہت چوں زہد سونہ بود آنچہ نگنجد بہ جہت رو نمود
گشت خیال دوئی از چشم دور بلکہ یکے گشت دو چشمش بنور
ناظر دیدار پسندیدہ گشت وز پئے دیدن ہمد تن دیدہ گشت

ادب یقین دید جمالش عزیز

ما ہم امیدست کہ بنیم نبیند

مشاہدہ جمالِ الہی کے وقت اس میں کیا حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
جمالِ الہی جل و علا کی دولتِ مشاہدہ حاصل ہونے کے
سجدہ نہ کرنے میں حکمت وقت سجدہ نہیں کیا اور صحرائے قیامت میں اُس کے

گنہگاروں کی مغفرت کے لیے سجدہ کریں گے؛ اس میں حکمت یہ تھی کہ ہیبت مشاہدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مستغرق کر دیا کہ سجدہ کا ہوش نہ رہا اور مشاہدہ جمال و جلال کے استغراق نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی کو اس طرح مضطرب کر دیا تھا کہ جملہ صفات محو ہو گئے اور آپ کا خاؤ وجود دینی اور دنیاوی نقدی سے خالی ہو گیا، لیکن قیامت کا روز روزِ حاجت ہوگا، رفیع حاجت، تضرع کا سبب ہے لامحالہ وہاں سجدہ کریں گے، بعض دوسرے علماء کہتے ہیں کہ سجدہ میں رویتِ نفس ہے لیکن جب مقامِ فنا میں اپنے تمام اوصاف کے ساتھ فنا ہو گئے تو آپ کو سجدہ سے فراغت ہوئی اس لیے سجدہ کی طرف التفات نہ فرمایا۔ بعض دوسرے کہتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے خطاب سے ان کو کھڑا رکھا یہاں تک کہ دوست کے ساتھ خطاب کی لذت نے تمام طاعات و عنایات کو ڈھانپ دیا۔ آپ کو کسی بھی حیثیت سے اپنا وجود یاد نہ آیا، سجدہ کی وہاں کیا گنجائش تھی؟

و عصیاں ماند و نہ طاعت شدم محو اندراں ساعت
چنان گشتم در اں حالت کہ وی من گشت من هم او

خواجه عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس رات جب میں تقرب و کرامت کے ساتھ فرشتے قرآن کی تلاوت کر رہے تھے آسمانوں کے مختلف طبقات سے گزرا، ہر آسمان میں اس آسمان کے فرشتے قرآن پاک کی سورتوں میں سے ایک سورت کو اپنا در بنائے ہوئے تھے، پہلے آسمان کے فرشتے سورہ تبارک الذی پڑھ رہے تھے، دوسرے آسمان کے فرشتے سورہ یس کی تلاوت میں مشغول تھے، آسمان سوم میں سورہ فاطر، آسمان چہارم میں سورہ الطور، آسمان پنجم میں سورہ الرحمن، آسمان ششم میں اذا وقعت الواقعة، ہفتم میں سورہ حشر پڑھ رہے تھے۔ اس کے بعد تمام فرشتے حق سبحانہ و تعالیٰ کی ثناء، مجھ پر درود و سلام اور میری امت کے استغفار میں مشغول تھے، میں نے لوگوں سے پوچھا: اے فرشتو! کب سے تم مجھ پر درود و سلام اور میری امت کے لیے تمغفرت طلب کر رہے ہو؟ پہلے آسمان والوں نے کہا: آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پانچ ہزار سال پہلے، دوم دس ہزار سال پہلے، سوم پندرہ ہزار سال، چہارم

میں ہزار سال، پنجم پچیس ہزار سال، ششم تیس ہزار سال، ہفتم پینتیس ہزار سال پہلے سے آپ پر درود اور سلام اور آپ کی اُمت کے لیے بخشش طلب کر رہے ہیں۔

ایک اور جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، فرمایا: پہلے آسمان پر ستر ہزار فرشتے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دوستوں کے لیے بخشش طلب کر رہے تھے۔ دوسرے آسمان پر ستر ہزار فرشتے حضرت عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دوستوں کے لیے مغفرت طلب کر رہے تھے۔ تیسرے آسمان پر ستر ہزار فرشتے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے اور چوتھے آسمان میں ستر ہزار فرشتے حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے، پانچویں آسمان میں ستر ہزار فرشتے میرے صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے، چھٹے آسمان پر ستر ہزار فرشتے دیکھے جو میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دوستوں کے لیے مغفرت طلب کرتے تھے اور ساتویں آسمان میں ستر ہزار فرشتے ان کے دشمنوں پر لعنت بھیجتے تھے۔

فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ کو میں نے چوتھے آسمان پر، اصحاب اربعہ آسمانوں پر، عمر رضی اللہ عنہ کو تیسرے پر، عثمان رضی اللہ عنہ کو دوسرے پر اور علی رضی اللہ عنہ کو پہلے آسمان پر دیکھا۔ ابوبکرؓ سے پوچھا: آپ کس چیز سے اس مقام پر پہنچے؟ عرض کیا: آپ کی صحبت کی برکت سے۔ عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کو کس عمل نے یہاں پہنچایا؟ عرض کیا: آپ کی امداد نے۔ عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: عرض کیا: قیام شب نے اس مقام پر پہنچایا۔ علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ کو کس عمل نے یہاں پہنچایا؟ عرض کیا: آپ کی محبت نے یہاں پہنچایا۔

نقل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شکل ساتوں آسمانوں میں رکھی ہوئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی حکمت پوچھی گئی، آپ نے فرمایا: "ناکہ تمام آسمانوں کے فرشتوں پر آپ کی تصویر کی برکت سے شرم و نیا طاری رہے۔ تفسیر بحر العلوم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ آسمانِ دنیا میں کس عمل سے پہنچے؟ عرض کیا: رات کے قیام کی وجہ سے۔ فرمایا: آسمانِ دوم پر کس عمل

سے پہنچے، عرض کیا، سورہ اخلاص کی تلاوت سے۔ فرمایا: آسمان سوم میں کس عمل سے پہنچے؟
 عرض کیا، آپ کی بیٹی کی مصاحبت سے۔ فرمایا: آسمان چہارم پر کیسے پہنچے؟ عرض کیا: آپ کی
 صحبت سے۔ فرمایا: پانچویں آسمان میں کیسے پہنچے؟ عرض کیا: مسجد میں قیام کی وجہ سے۔
 فرمایا: چھٹے آسمان پر کیسے پہنچے؟ عرض کیا: محنت و مشقت برداشت کرنے کی وجہ سے۔
 فرمایا: ساتویں آسمان پر کس وجہ سے پہنچے؟ عرض کیا: حق تعالیٰ سے شرم کرنے کی وجہ سے۔
 یہ سات سوال ساتوں آسمانوں میں ان سے پوچھے اور ہر آسمان میں پہنچنے کا ان الفاظ سے
 جواب دیا۔

خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں طبقات سلوات
 بہشت کی ٹھنڈی ہوائیں میں ایک وادی میں پہنچا، وہاں میں نے خوشبودار
 اور ٹھنڈی ہوا محسوس کی، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ فرمایا: یہ بہشت
 کی ہوا ہے اسی اثنا میں میں نے سنا بہشت کہہ رہا تھا یا سب اتنی بے مروتی
 فقد کثر عقبی و استبرقی و حویری و سندسی، اور بہت سی چیزیں اس نے بیان
 کیں، یعنی خداوند! جو کچھ تو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے مجھے عطا کر، بمقامی، استبرقی،
 حریر اور سندس وغیرہ کے لاتعداد لباس جمع ہو گئے ہیں۔ یہ بہشت حق سبحانہ و تعالیٰ سے
 اپنے رہنے والوں کی درخواست کرتا تھا، حق سبحانہ و تعالیٰ کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا،
 فرمایا: لا کل مسلمہ و مسلمة و مومن و مومنة۔ تمام مسلمان مرد اور عورتیں جو
 شخص مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لایا ہے اور اعمال صالحہ ادا کیے میرے ساتھ کسی کو
 شریک نہیں کیا اور میرے بغیر کسی کو کارساز نہیں بنایا اور ہر وہ شخص جو مجھ سے ڈرا اور
 میرے عذاب سے خوفزدہ ہوا اسے میں اپنے امن و امان کی دولت اور لطف و احسان کی
 سعادت سے شرفیاب کر دوں گا، جو شخص مجھ سے حاجت اور مراد طلب کرے گا میں اسے
 دوں گا۔ جو شخص مجھے قرض دے گا میں ادا کروں گا۔ جو شخص مجھ پر بھروسہ کرے گا میں اسکی
 مہم کے لیے کافی ہوں گا انا للہ لا الہ الا انا لا اخلت الیعداد، جب یہ خطاب حق
 سبحانہ و تعالیٰ سے ہوا، بہشت نے جواب دیا: قد رضیت، میں یقیناً خوش ہو گئی۔

اہل اشارت نے کہا ہے کہ اس سوال و جواب میں یہ حکمت تھی کہ جنت نے اپنے اشتیاق کو جنتی لوگوں کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ بہشت بہشتیوں سے زیادہ ان کا مشتاق ہے۔

جہنم کی آواز پھر فرمایا کہ میں ایک دوسری وادی میں پہنچا۔ بہت بُری بو میرے جہنم کی آواز نعتوں میں پہنچی، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا، فرمایا: یہ جہنم کی آواز اور اس کی بدبو ہے جو آتی ہے، میں نے سنا کہ وہ کیا کہتی ہے، کہتی تھی، خداوند! جو کچھ تو نے وعدہ کیا ہے میرے پاس پہنچا کیونکہ میرے سلاسل، طوق، سعیر، حمیم، غساق اور دوسرے عذاب بہت زیادہ ہو گئے ہیں، اسے خطاب ہوا کہ تمام مشرک اور کافر مدعو تیں اور متکبر جو قیامت پر ایمان نہیں لاتے تیرے سپرد ہیں۔ دوزخ نے کہا: خداوند! میں راضی ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا کہ دوزخ آپ کے دشمنوں اور ان لوگوں کا ٹھکانا ہے جو آپ کی ملت کو چھوڑ کر دوسری ملتوں پر ہوں گے۔ کہتے ہیں یہ واقعہ چٹے آسمان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا گیا۔

عشاقِ جنت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب مجھے بہشت میں لائے گئے تھے تو میں نے ان پر نگاہ بھی نہ ڈالی تھی کیونکہ سب جائزہ و تعالیٰ کی تجلی مجھ پر پڑی جس نے مکمل طور پر اپنی ذات میں محو کر لیا، نہ بہشت کی خبر ہی نہ دوزخ کی۔

مثلاً لیلٰی نے ارادہ کیا کہ مجنوں عامری کے سامنے محرابِ ہر پڑے جمال کو آراستہ کر کے بھیجے، لیلٰی کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف توجہ کرتا ہے یا نہیں، اپنی لونڈیوں کی ایک جماعت کو آراستہ کر کے مجنوں کے پاس بھیجا، پھر اس کے دل میں خوف پیدا ہوا کہ مبادا بھول کر یا جان بوجھ کر غیر کی طرف نظر ڈالے، دوسرے راستہ سے مجنوں کے پاس پہنچ گئی اور خود کو اس کے سامنے پیش کیا، اسے اپنے مشاہدہ جمال سے مست کر کے وصیت کی کہ امتحان کے طور پر تیرے سامنے ایک جماعت پیش کریں گے خبردار ہرگز ہمارے بغیر کسی پر نظر نہ ڈالنا، مجنوں نے اس کے جواب میں کہا: ہاں

چو من زباده عشق تو مست و بھیرم ہمہ جمال تو یقیناً بہر چہ در نگم
دخت عمر مرا بر امید دیدن تست اگر بغیر تو یقین ز عسر بر نخورم

ساتویں آسمان کی خاموشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس رات ہر آسمان میں میں فرشتوں کی تسبیح اور ان کے اوراد و

اذکار کی آواز سُنتا تھا، جب ساتویں آسمان سے گزر گیا کوئی آواز سنائی نہیں دیتی تھی نہ بلند اور نہ ہی پست۔ میں نے عرض کیا، خداوند اے آسمانوں کے طبقات میں عبادت گزاروں کی عبادت کی آواز میں سُنتا تھا اس جگہ سنائی نہیں دیتی۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے

فرمایا: اما علمت یا محمد اب طاعات المخلوقین و ذکر الذاکرین متلاشی فی جنب عظمتی، آپ کو علم نہیں کہ فرمانبرداروں کی اطاعت اور ذاکرین کے اذکار میری عظمت کے سامنے ناچیز، مضمل اور متلاشی ہو جاتے ہیں۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ جب فرمانبرداروں کی طاعات اور ذاکرین کے اذکار اس کی عظمت کے سامنے ناچیز ہیں اگر تمام گنہگاروں کی معصیت اس کی رحمت کے سامنے ناچیز ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔

خواجه عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے ساق عرش ساق عرش کی تحریریں پر سنہری حروف میں لکھے ہوئے چار خطوط دیکھے، پہلی

سطر انا ذکر من ذکر فی حق، میں اس شخص کو یاد کرتا ہوں جو میری یاد میں مشغول ہے، قال اللہ تعالیٰ فاذا کروی اذ کوکر، سطر دوم انا یحب من یحب منی دوست رکھتا ہے

میں اس کا دوست ہوں، قال اللہ تعالیٰ یحبہم ویحبونہ، سطر سوم انا انید من شکرتی، جو شخص میرا شکر ادا کرتا ہے میں اپنی نعمتوں کو اس کے لیے زیادہ کرتا ہوں،

قال اللہ تعالیٰ لنن شکرتہ لانیدنک، سطر چہارم انا اجیب من دعائی، جو مجھے پکارتا ہے میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں، قال اللہ تعالیٰ امن یحب المضطر

اذا دعاہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب میں قلاب تو سین عرش معلیٰ کے منبر پر پہنچا میں نے تین سو بارہ منبر رکھے ہوئے دیکھے اور عرش کی

بائیں طرف ایک بہت بڑا منبر دیکھا جس کے ایک ہزار بُرج تھے، ایک بُرج سے دوسرے بُرج تک ہزار سالہ راہ تھی جو گونا گوں جواہرات سے آراستہ تھا، میں نے اس کی صورت حال پوچھی، مجھے بتایا گیا کہ جو منبر عرش کی دائیں طرف ہیں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے منبر ہیں اور یہ منبر جو عرش کی بائیں طرف ہے آپ کا عرش ہے، میں نے کہا: ان کے منبر دائیں طرف اور میرا بائیں طرف! مجھے خطاب ہوا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب قیامت کا روز ہو گا اور اہل عرش کے طور طریقے ظاہر ہو جائیں گے یوم تبلی السرائر، جو شخص فرمانبردار ہو گا اسے بہشت میں داخل کروں گا اور بہشت عرش کی دائیں طرف ہے۔ جو گنہگار ہو گا اسے دوزخ کی طرف بھیجوں گا اور دوزخ عرش کی بائیں طرف ہے۔ جب آپ اس عرش پر بیٹھے ہوئے ہوں گے لازماً گنہگار آپ کے سامنے سے گزریں گے تاکہ اگر آپ اپنی امت کے فرد کو اس میں دیکھیں تو اس کو ان میں سے نکال لیں، شفاعت کریں اور میں بخش دوں اور کوئی شخص آپ کی امت میں سے آتش دوزخ میں گرفتار نہ ہو۔ واللہ العاصم

امت کے لیے مغفرت بیان کرتے ہیں کہ اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حق سبحانہ و تعالیٰ سے اپنی امت کے لیے سوال کیا، کہتے ہیں جب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا عرض کرتے: الہی! امت، یہاں تک کہ سات سو مرتبہ، اور ایک روایت میں سات ہزار بار اس خطاب سے مشرف ہوئے اور ہر مرتبہ یہی جواب دیتے: الہی! میں اپنی امت کو تجھ سے چاہتا ہوں۔ حق سبحانہ و تعالیٰ ہر مرتبہ جواب ان کی خواہش کے مطابق دیتے۔

کھجوروں کا ایک خوشہ ایک عہد جب آپ واپس آئے تو امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجوروں کا ایک خوشہ لائے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ طائف سے ایک دوست کا تحفہ ایک قاصد لایا تھا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خوشہ کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا ایک سائل نے سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ روک لیا اور بمقتضائے لن تناولوا البر حتی تنفقوا مما تحبون وہ انگوروں یا کھجوروں کا خوشہ

اس درویش کو دے دیا، راستہ میں امیر المؤمنین حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس سائل سے ملے آپ نے وہ خوشہ اس سے خرید لیا اور اُن سرور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پہنچا دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تناول فرمایا چاہا تو پھر اسی سائل نے سوال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عطیہ اسے بخش دیا، راستہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سائل سے ملے اور وہ خوشہ اس سے خرید کر اُن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب آپ نے کھانے کا ارادہ فرمایا اسی درویش نے پھر سوال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ خوشہ اسے بخش دیا، اس مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس سے خرید کر سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا پھر اسی سائل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس خوشہ کی درخواست کی سلطان تختِ اصطفیٰ از روے صدق و صفا نے اپنی خواہش کو پس پشت ڈال کر اس سائل کو بخش دیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سائل کے بار بار آنے کو مشاہدہ فرمایا چوتھی مرتبہ آپ نے فرمایا: اسائل انت ام تاجر، تو سائل ہے یا تاجر؟ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فی الفور جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا اور آیت و اما السائل فلا تنهر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیجی اور اس پیغام کے سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ معراج کی رات سات سو مرتبہ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ اور آپ نے کہا، اُمّتی، ہر مرتبہ میں نے قبول کیا، میں نے ہرگز درستی کے ساتھ جواب نہیں دیا، میرے بندے نے صرف چار مرتبہ سوال کیا اور اپنی حاجت طلب کی، آپ نے درستی سے جواب دیا کہ اسائل ام تاجر، اس کے باوجود آپ چاہتے ہیں کہ اُمّت کو قیامت کے روز آپ کے سپرد کروں، حقیقی کرم و جود ہمارے پاس ہے کیونکہ وہ ہمارا ذاتی وصف ہے اور اس وصف کا اطلاق دوسروں پر مستعار اور ناپائدار ہے۔ مولفۃ الکتاب رحمۃ اللہ تعالیٰ سے

اے کریمے کہ دوسراے وجود دستِ جودت در کرم بکشد
ماگداو تو بادشاہِ ہمد جرم بخشا و عذر خواہ ہم

از کرم بے نظیر و مانند سے ماہمہ بندہ نو خداوند سے
 با جفا پیشگان جسم اندیش جسز وفاد کرم نبرد سے پیش
 از بیدار ہر کہ او بتر باشد رحمت را باد نظر باشد
 رحم فرماتے کز تو کین نسد کہ خدا را بغیر ازین نسد
 بر ضعیفاں قوی ستم نکند برگد اشاہ جسز کرم نکند
 داند آں عارفے کہ رو برہست کہ کرم در مقابل گنہ است
 از تقاضاے سبقت رحمت شدہ مرحوم نام ایں امت
 تو کہ مارا بجود فرمائی ہر کہ بر حال ما بجشائی
 زان عروس کرم کہ در پردہ رفتہ دُ صد ہزار دل بردہ
 چہ شود گر نقاب برداری پردہ زان آفتاب برداری

تاہمہ ظلمت رسوم وجود

محو گردد در آفتاب وجود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

جنت کی پیشانی پر سنہری سطریں جب مجھے جنت میں داخل کیا گیا میں نے

اس کی پیشانی پر تین سنہری سطریں لکھی ہوئی دیکھیں، سطر اول لا الہ الا اللہ محمد
 رسول اللہ، سطر دوم وجدنا ماقدنا ورجنا ما اکلنا وخصونا ما ترکنا، یعنی ہم
 جو کچھ آگے بھیجا اسے صحیح و سالم پالیا اور جو کچھ ہم نے خرچ کر لیا اس نے فائدہ اٹھایا
 اور جو کچھ پیچھے چھوڑا نقصان اٹھایا، سطر سوم امة مذنبہ در رب مذکور، گنہگار امت ہے
 اور ان کا پروردگار بخشنے والا ہے۔ اسے درویش با آدم علیہ السلام کی پیدائش بلکہ عالم و
 عالیاں سے پہلے وہ علم الہی جو تیرے احوال پر جیسے کہ وہ ہیں اطلاع پاسٹ ہوئے تھا
 تیرے دل کے آئینہ کو معاسی کے زنگار سے نیر و تار دکھاگو باتری دور بین نکالو
 کو انوار ربوبیت کے مطالعہ میں خیر پابا اور ہماری لغزشوں کو ملاحظہ الکتب
 لا یغامد مسغیة ولا کبیة میں سابقہ امتوں کے گناہوں سے دگنا دیکھا، مہ بانی کی فر

جنت کی پینانی کے صفحہ پر اس امت کے شکستہ خاطر دوں کی تسلی کے لیے لکھ دی کہ امت
مذنبہ و رب غفور ماکہ جان لیں کہ بہشت صرف فرمانبرداروں کے قیام ہی کی جگہ نہیں ہے
بلکہ خفیف مغفرت گنہگاروں کے لیے ہے۔

اے خدائے کہ در خداوندے	غیر احسان وجود نپسندے
ما جفا کار و تو دین دارے	حمہ معیوب تو خریدارے
گر زما حیرم منتفی بودے	بحمد جود تو محقق بودے
حضرتش چون غفور و غفار ست	لاحیرم طالب گنہگار ست
گر نباشند مومن و کافر	فضل و عدلش کجا شود ظاہر
عارفان رو براہ عرفا نسند	معناں در پناہ احساند
بروہ آنجا وسیلہ ہر کس	مفساں را امید رحمت و بس
ہر کس گر مطیع وے باشد	رحمتش را انور کے باشد
خواجہ کو زکوٰۃ اندیش است	چشم بر رگزار درویش است

کاملاں گر در امتثال ویند

ناقصاں مظہر کمال ویند

مقام جلالِ خداوندی
خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں نے

علیہ السلام نے مجھے خطاب فرمایا روید یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فان ربک
عز وجل یصلی، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ذرا اٹھ بیٹے، حضرت جلالِ احدیت صلی
ای یقصف بصفۃ الصلوٰۃ، میں نے کہا اے جبرائیل علیہ السلام! حق تعالیٰ بھی
صفتِ صلوٰۃ سے متصف ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں، میں نے کہا اس کی نماز کیا ہے؟
فرمایا: یہ اس کلام سے تکلم فرماتا ہے سبوح قدوس سبقتِ رحمتی علی غضبی۔

۵

زراں تقاضاے سبقتِ رحمت

شہدہ مرحوم نام ایں امت

چونکہ دریائے جود موج زند
موجہاے کرم بر اوج زند
گرچہ آلالیشی بود بہ کنار
ہمہ راششت و شود بہ یکبار
بہر آلالیشی کہ بالاید
صد ہزاراں گنہ بخشاید
یا الہی گنہ بے دارم
از کرم نا امید گذارم
تو کہ صد بحر بیکراں دارے
دائم آلودہ ام نہ بگذارے
بے گنہ نیستم کہ من بشرم
از گناہم بشو بہ بحر کرم
شکر آزا کہ کار ساز توئی
ہمہ محتاج بے نیاز توئی
تو خدائے و ما ہمہ بندہ
وز سمومت چو سید لرزندہ
ہمہ دریم از تو و تو کریم
نزدت ما گزاریم در بیم

وقت آن شد کہ لطف فرمائی

جرم مسکین معین بخشائی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس رات میں نے معصومین
معصومین امت کو دیکھا محمد محمد محمد کہتے تھے آسمانوں میں کوئی شخص ان سے
مقدم نہیں تھا، میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون سی قوم ہے؟ فرمایا: یہ
آسمان کے مقدس اشرف میں جس طرح زمین والوں میں آپ کے سادات اہل بیت
سب سے بزرگ ہیں یہ فرشتوں اور اہل آسمان میں سب سے بزرگ ہیں میں نے پوچھا:
اے جبرائیل! ان کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا؟ فرمایا: اس وجہ سے کہ ان کا ورد آپ کا
نام نامی اور اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور وہ لوگ جو آپ کے اسم مبارک کو
اپنی زبان پر لاتے ہیں اہل آسمان میں سب سے بزرگ اور مقدم ہوتے ہیں، جو
شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اپنی جان و دل میں رکھتا ہو خیال کیجئے اس کا
کیا مقام ہوگا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقاب قرب رب الارباب

مقام قرب خداوندی پر پہنچے تو خطاب آیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے

اس قدر منزلیں طے کیں اور اس قدر راستہ طے کر کے آئے، آپ ہمارے لیے کیا لائے۔

زہے خجالت اگر پرسد از گدا سلطان بیاگو کہ بدرگاہِ ماحپہ آوردی

چہ او زندگدایانِ مفلس از زنداں بلطفِ خویش بیرون چنانکہ پروردی

نواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: خداوند! حدوث کی بندرگاہ میں ایسا کوئی سامان جو خزانہ قدم کے شایانِ شان ہو مجھے نہیں ملا، مٹھی بھر خیمت و کمزور کے صغیر و کبیرہ گناہ

اور مہفوات و لغزشیں لایا ہوں، کیا ممکن ہے کہ یہ ظالم مٹ خاک آپ مجھے بخش دیں، خطاب

آیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! غم نہ کیجئے، کل قیامت کے روز انبیاء علیہم السلام کے قافلہ سالار

آپ ہی ہوں گے، ایک لاکھ بیس ہزار نقطہ نبوت آپ کے زیرِ علم لائیں گے، آپ کی اس

مٹھی بھر گنہگار امت کے ساتھ کوئی مضائقہ نہیں ہوگا، مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہے

کہ میں آپ کی امت پر اس قدر انعام و اکرام کروں گا اور گنہگاروں کو آپ کے دریائے شفقت

سے اس قدر پاک کروں گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے ولسوف یعطیک ربک فترضی۔

نواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہربانی کے قدمِ قبابِ توسیل

خداوند تعالیٰ سے ہمکلامی کے مقام پر پہنچے اور حق سبحانہ و تعالیٰ سے گفتگو ہوئی

عرس کیا: خداوند! میری آپ سے درخواست ہے کہ جب تک میری امت کے اعمال مجھ پر

پیش کر دیے جائیں کرانا کاتبین کو لکھنے کی اجازت نہ دیں۔ خطاب آیا: اس کا کیا سبب ہے؟

عرس کیا: خداوند! اگر ان کے نامہ اعمال میں کوئی گناہ ہو تو میں اسے اپنے نامہ اعمال میں

منقل کروں اور اس بندے کو اس عمل کی سزا سے نجات دلاؤں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے اس قسم کی مہربانی عالم دنیا سے انتقال کے وقت بھی منقول ہے کہ حق سبحانہ و

تعالیٰ سے سوال کیا کہ جانکنی کی سختی اور شدت مجھ پر روا رکھ تاکہ میری امت آسانی

کے ساتھ جان دے اور اسی قسم کا معاملہ قیامت کے روز بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سے ظہور پذیر ہوگا، چنانچہ منقول ہے کہ جب قیامت کا دن ہوگا امت کے بُرے اعمال

کو ظاہر کریں گے بعض لوگوں کو گناہوں کی کثرت اور حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے

دوزخ بھیجے گا حکم ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنیں گے تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ

میں حاضر ہوں گے عرض کریں گے کہ الہی! میرے اور میری امت کے درمیان ایک شرط ہے کہ وہ مجھ سے جدا نہیں ہوگی اور میں اس سے مفارقت نہیں کروں گا۔ اب دو میں سے ایک کام کیجئے، یا مجھے ان کے ساتھ دوزخ میں بھیج دیں یا ان کو میرے ساتھ جنت میں داخل کر دیں۔ حکم پہنچے گا کہ اے میرے حبیب! صلی اللہ علیہ وسلم، میری سنت یہ مقرر ہے کہ اہل عقوبت پر رحم کروں لیکن اہل رحمت کو عذاب نہیں کرتا ان کو آپ کے ساتھ بہشت میں بھیج سکتا ہوں لیکن آپ کو دوزخ میں بھیجنا مناسب نہیں ہے، امتیوں کو بہشت میں لے جائیے میں نے تمام پر رحم فرما دیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج سے واپس آئے دوسرے روز گھر سے باہر آئے، ایک لونڈی کو پشت پر آٹے کا تھید رکھے روتے ہوئے جاتے دیکھا، پوچھا: اے لونڈی! تو کیوں روتی ہے، عرض کیا: میں فلاں عیسائی کی لونڈی ہوں، صبح اس نے مجھے چکل پر اٹا پیسنے کے لیے بھیج دیا حالانکہ میں بیمار ہوں، مجھے دیر ہو گئی ہے میں ڈرتی ہوں وہ مجھے تکلیف پہنچائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں میں تمہاری سفارش کروں گا، یہ آٹے کا تھید مجھے دے دو تاکہ میں اسے اٹھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تھید اس سے لے کر اپنی پشت مبارک پر رکھ لیا اور تیز چل دیے۔ لونڈی نے کہا: آپ تیز چلتے ہیں میں آپ کا ساتھ نہیں دے سکتی، نہ ہی مجھ میں تیز چلنے کی طاقت ہے۔ آپ نے فرمایا: میری چادر کا کونہ پکڑ لو تاکہ میں تمہاری رفتار کے مطابق چلوں۔ جب عیسائی کے کوچ میں پہنچے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم عیسائی کے دروازہ پر گئے او دروازہ کھٹکھٹایا، نصرانی باہر آیا جب نصرانی کی نگاہ خراب ہوئی دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑی اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے کبھی بھی آپ کو اس محلہ میں نہیں دیکھا، آپ اس جگہ کیسے تشریف لائے، آپ نے فرمایا: میں سفارش کرنے آیا ہوں، اور لونڈی کا قصہ بتایا۔ نصرانی نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! رات آپ کو معراج پر لے گئے ہیں؛ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تمہیں اس کا کیسے علم ہوا؟ نصرانی نے کہا: آپ نماز یہاں ٹھہریئے، وہ گیا اور اپنی قوم اور قبیلے کو جمع کیا اور تورات ساتھ لے کر آیا، اسے

سکھولا اور کہا: یہ دیکھیے تو رات میں آپ کی توصیف اس طرح میں نے مطالعہ کی ہے کہ نبی
آخر الزماں کی یہ نشانی ہے کہ جس رات آپ کو معراج پر لے جائیں گے اس رات کی صبح کو
ایک لونڈی کا آٹے کا تھنڈا اپنی پشت کی مہربوت پر رکھے ہوئے اس نصرانی کے دروازے
پر آئیں گے، اب جبکہ مجھے یقین ہو گیا ہے، توقف کا کیا مقام، اشدان لا الہ الا اللہ و
اشدان محمد رسول اللہ کہا اور اپنی قوم اور قبیلے کے ساتھ مسلمان ہو گیا اور اس
تواضع کی برکت سے جو انہوں نے سلطان دنیا و آخرت سے مشاہدہ کی انہیں دولت ایمان
نصیب ہوئی۔

اے درویش! خلقِ عظیم کا کمال تو دیکھو کہ باوجود اس جاہ و منزلت کے کتیرے لوگوں
سے کس قلعہ و زمری سے پیش آتے ہیں۔ امیر خسرو دہلوی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب
کہا ہے: ہ

چو اے بر تخت سبحان الذی اسری شد سلطان
تراخانہ بلند از قاب تو سین و دنی با مش
چہ پوشی رخ خود را بکنج مسکنت این جا
بسم بوس بر اکت عیشیاں محتاج و فقر اکت
کرم باغیاں اری و گرنہ کے بگل خسپد
فلک برفیہ است روی گوی خورچوں زردی برفیہ
تماشا ی عجب کردی دروں گلشن واجب
نماز قرب کردی و سلام دوست بشنیدی
چو تنہا خود نبود ریختی بر صالحاں جرہ

بشوی از کحل مازاغ البصر آں چشم مست آخر

کہ خون جملہ حوراں آب گشت وز ہرہ عثمان

لاحقاً، اگر ایک انگشت کے برابر بھی آگے بڑھوں تو سوختہ ککڑی کی مانند جل اٹھوں ،
 اس مقام پر حبیب کی غلیل پر فضیلت روز روشن کی طرح ظاہر ہے ، وہاں غلیل کے گرد
 پھرتے اور کتنے ہلکے حاجۃ ، جب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی انہیں آپ کی
 دولت سرائے کی خدمت کا یا رانہ رہا اور کہا لودنوت الاملة لاحقاً یعنی اگر ایک انگشت
 برابر بھی آگے بڑھوں احق تعالیٰ کی تجنی میرے بال و پر جلا دے ، خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم
 نے فرمایا یہ مقام بال و پر کی فکر کرنے کا نہیں ہے اور اس قسم کے اندیشے سے نقصان کے
 سوا کچھ حاصل نہیں۔ شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ العزیز نے اسی حقیقت کو بیان کرتے
 ہوئے فرمایا : ۵

تو اے روح القدس پیشِ جنابے	کہ شد پیغمبر اں را زہرہ آبے
چرا چندیں غم شہپر گرفتے	کہ بانگ لودنوت برگرفتے
ہزاراں جاں لبوز اندریں راہ	ترا گو پر لبوز اے پیک درگاہ
نمی دانند خواصاں سراز پائے	غم پر مے خوری آخر دریں جائے
تو اے روح القدس بنشین بدرگاہ	مشور نجمہ کہ لی وقت مع اللہ
گزشت آں نوبت قولاً ثقیلاً	تو از پردہ بروں آ جبرئیل
ترا اندر دروں پردہ رہ نیست	کہ ہر سر ہنگ مرد بارگہ نیست
غم بر نور حق پروانہ کردار	توئی با پر طاؤسی گرفتار

پناہ از حق طلب و ز ہر چہ گوئی

سخن در جاں رود از سر چہ گوئی

۵۔ مفسرین آیت کبرہ و لقد ساراہ نزلة اخری عند سدرۃ المنتہی کی

تفسیر میں یوں فرماتے ہیں کہ جب سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس آئے
 جبرائیل علیہ السلام کو اسی جگہ پر بسر راہ منظر دیکھا اور سید ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کے کارنامہ
 پر غیرت میں سر جھکائے ہوئے تھے ، فرمایا : اے جبرائیل علیہ السلام ! میں تیس سال آپ کی
 غیرت میں خون کے آنسو روتا رہا ، آپ بھی ایک ساعت میری غیرت میں گزار بیٹے۔ اس

دلت میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کان لگائے بیٹھے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام کیا کہتے ہیں۔ اس وقت جبرائیل علیہ السلام چشم براہ تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا فرماتے ہیں، عرض کیا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی خبر بتاؤ۔ فرمایا: میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ عرض کیا: تیس سال تک میں آپ کے پاس خبریں لاتا رہا، آپ اب ایک بات کیوں نہیں فرماتے۔ فرمایا: آپ باتوں کی خبر لاتے رہے، مجھے عقل و نظر کی خبر بتانی ہے، جب تک تمام عقل اور اوہام کو معزول نہیں کر دیا، پردہ غیب سے کوئی راز نہیں بتایا، جسم مغلوب اور دل قاصر تھا، علاوہ انہیں پردہ خاص اور نورانی نور میں سر در سر در میں اور حضور حضور میں تھا۔ اس کے علاوہ جو کچھ بھی کہوں تصور در تصور ہے۔

ہر گز نکم راز تو لے شمع چکل تو پیدا اگرچہ ہست کاری مشکل
درے کہ من از عشق تو دام حاصل دل داند و من دانم و من دانم و دل

۴۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کچھ طور پر ایک لاکھ بیس ہزار سر بھر کلام ربانی بے واسطہ گوش سنیں، ابلیس سے کہا جس نے موسیٰ علیہ السلام کے قدموں کے نیچے سے سر نکالا، خطاب آیا کہ انظر الی الجبل، ان کی قدم گاہ کی طرف اشارہ تھا، اے موسیٰ علیہ السلام! وہ شخص جس کی قدم گاہ سے شیطان باہر نکلے اسے یہ محال تمنا زیب نہیں دیتی۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا بت ایڈک ہاں ہمارے وصال کے لیے اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے ابلیس کا کیا مقام ہے بلکہ جبرائیل علیہ السلام کہتے ہیں لودنوت انملہ لاحقوق، جو یہ شربت پی سکے اور اگر وہ ازراہ ادب آنکھیں بند بھی کرے ما تراغ البصر وما حلقی، میں خود تقاضا کروں اللہ تعالیٰ مرید۔

روزے کہ جمال دلبرم دیدہ شود از فرق سرم تا بقدم دیدہ شود
تامن بہزار دیدہ در وی نگرم آرم بدو دیدہ دوست کی دیدہ شود

۵۔ جس وقت ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے آگے لے گئے، موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ جو ان کو بوڑھے پر ترجیح دے رہے اور اسے آگے لیے جا رہے ہیں؟ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم

نے مڑ کر دیکھا اور فرمایا: اے موسیٰ علیہ السلام! جس روز آپ نے لن ترائی کا جواب سنا۔ اور سبحانک تبت الیدک کہہ کر سبحان کی پناہ پکڑ لی سبحان نے آپ کی حمایت کر کے قہر بانی سے رہائی دلائی، اب اس جوان کا کام یہاں تک بڑھا ہے کہ وہی سبحان ہمارے ہمت کے براق کی عنان عنایت اپنے پنجہ ہدایت میں تھامے لیے جا رہا ہے، سبحان الذی اسمری

۵

بصدد۔

حجاب از چشم بکشائی کہ سبحان الذی اسمری ہزاراں عقل ربائی کہ سبحان الذی اسمری
نہی برفرق جاں تاجی بری دلرا بمعراجی چناں در لیلۃ الداجی کہ سبحان الذی اسمری

۸۔۔۔۔۔ اے درویش! حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنا دیدار موسیٰ علیہ السلام کو کیوں نہیں دکھایا؟ اہل اشارت کہتے ہیں کہ چونکہ دیدار عالم غیب میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذخیرہ تھا، اور کسی کا حق کسی دوسرے کو نہیں دیا جاسکتا، یہ بھی مقرر و طے شدہ بات ہے کہ الحقلۃ

لأبراهیم والکلام لموسیٰ والردیۃ لمحمد علیہم السلام قال اللہ تعالیٰ ولا تقریوا مال الیتیم الا بالتی ہی احسن، متعقین نے کہا ہے کہ اس یتیم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ ہے اور مال دیدار سے کنایہ ہے، اے موسیٰ علیہ السلام! ہمارا ایک ایسا عزیز ہے کہ ہم نے اس عالم کو اسی کے نور سے خلعت ظہور پہنائی ہے حتیٰ کہ ہم اپنی دولت و مال اور سلطنت دیدار پورے طور پر اسی صاحب دولت کے نام نامزد کر دی ہے کیونکہ بادشاہ اپنی بہترین خلعت اپنے عزیز ترین دوست کو دیتے ہیں تاکہ طفیلی اس کے ذریعہ اس دسترخوان سے لقمہ اور اس پیالہ سے کچھ پیں، یہی وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ ربانک کے تقاضا کے مطابق دونوں جہانوں کی آنکھ کی ٹنڈک صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں چشم کشائے لگایا، پس تمام اُمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں چھپا دیا تاکہ جب وہ دیکھیں تمام مشتاق آپ کی آنکھ سے دیکھیں۔ اسی حقیقت کے متعلق مولف کتاب نے کہا: ۵

بہر چشمی کہ می بیند در آئینہ نگار من باں دیدہ ہیں دیدہ ہیں بجان فگار من
حجاب جسم میگردد حجاب چہرہ جانم تو اں بے پردہ اش دیدن چو بر خیزد غبار من
و چشم چار شد در رہ کہ تا کے بینش واللہ چو برق برفتہ ناگہ یکے گرد و چہار من

ہو بیند ہو داند ہو گوید ہو خواند
 بغیر از وی نمی ماند کسے اندر دیار من
 در اول این گمان بردم کہ من مہر تو می وزم
 در آخر چوں نظر کردم تو بودی دوستدار من
 بکام بادہ خود ریزی انا الحق خود بر انگیزی
 بگرد دار آدیزی خوشا این گیر و دار من
 انا الحق از خدا آمد و لے بندہ آزما آمد
 صدے این ندا آمد ز کوہ و کوہسار من

معین را کوہ غم بردل در اول سخت سے آمد
 ولے شد کوہ غم آخر حصار استوار من

۹۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: الہی جعلت لی کلیما وجعلت حبیباً فسمما
 الفرق بین الکلیم والحبیب، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: خداوند! مجھے تو نے حکیم کہا اور
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حبیب۔ حکیم اور حبیب میں کیا فرق ہے، ہستی تعالیٰ نے فرمایا: حکیم وہ
 ہے کہ وہ، وہ کچھ کرتا ہے جس میں ہماری خوشنودی ہو، اور حبیب وہ ہے کہ ہم وہ کرتے ہیں
 جس میں اس کی رضامندی ہو۔ اے موسیٰ علیہ السلام! حکیم وہ ہے کہ جو ہمیں دوست رکھے
 اور حبیب وہ ہے جسے ہم دوست رکھیں۔ اے موسیٰ علیہ السلام! حکیم وہ ہے جو چالیس روز
 تک دن کو روزے رکھے اور رات کو صبح تک قیام کرے پھر طہر سینا پر آنے تاکہ ہمارے
 ساتھ بات کرے، حبیب وہ ہے کہ اپنے بستر پر فراغت سے سو یا ہوا ہو، ہم اپنے قاصد
 جبرائیل علیہ السلام کو اسے بلانے کے لیے بھیجیں اور اسے پلک جھپکنے میں اپنی بارگاہ میں
 حاضر کریں اور اسے اس مرتبہ پر پہنچائیں کہ تمام مخلوق کی عقل اس کی حقیقت کے ادراک سے
 قاصر ہو۔

۱۰۔ اسی سلسلے میں سنیے، شرح تعریف میں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 موسیٰ علیہ السلام پر فضیلت کے بارے دیکھا ہے۔ معراج کی رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو عزت و اکرام کے نام سے یاد فرمایا اور آپ کے معراج کی اضافت اپنی ذات اقدس
 کے ساتھ فرمائی، فرمایا: اسری بعبدہ، اور موسیٰ علیہ السلام کے معراج میں ان کو
 ان کے علامتی نام سے یاد فرمایا و لمعاجء موسیٰ لیسق اتنا، اشارہ فرمادیا کہ وہ شخص جو اپنی
 تمام صفات اور معانی سے ہماری بندگی بجالائے وہ ہمارے بندے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے

اس جگہ اسری کی نسبت اپنی طرف اور وہاں موسیٰ علیہ السلام کی طرف جاء موسیٰ، موسیٰ علیہ السلام کو آنیوالا کہا اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جانے والا فرمایا تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں حق سبحانہ و تعالیٰ کی صفت سے پہنچے، وہ لیجانا اپنی صفت سے نہیں تھا، اور وہ موسیٰ علیہ السلام اپنی صفت سے آنے والے تھے، آنیوالا طالب ہے اور مرید اور جسے لایا گیا ہے وہ مراد ہے، یہ ذکر ہے وہ مذکور، یہ محب ہے وہ محبوب، آنے والا جب آتا ہے تو حاضر ہوتا ہے اور لیجا یا جانے والا برگز غائب نہیں ہوتا، آنا صفت عام ہے اور لانا صفت خاص، خود مل کر جو آتا ہے شاید راہ رات پائے یا نہ پائے لیکن جسے یہاں لایا گیا یہ ممکن نہیں کہ وہ راہ نہ پائے۔

۱۱۔۔۔۔۔ موسیٰ علیہ السلام کے قرب کو یاد فرمایا تو موسیٰ علیہ السلام کی تعریف فرمائی؛ ولما جاء موسیٰ لیمیتنا، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد فرمایا تو اپنی توصیف فرمائی، مسبحان الذی اسری، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی صفات میں قائم تھے اور مصطفیٰ علیہ السلام نے اپنی صفات کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی صفات میں فنا کر دیا تھا، یہی وجہ تھی کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے تجلی کا اثر پہاڑ پر ملاحظہ فرمایا اپنی صفات کو کھو بیٹھے جس طرح کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا، وخر موسیٰ صعقا، اور ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام کے تمام مقامات دیکھے ساتوں آسمانوں اور زمینوں کے عجائبات اور حق سبحانہ و تعالیٰ اہل جلالت کی عظمت مشاہدہ فرمائی، بہشت کو اپنی تمام نعمتوں اور لوح و قلم اور قضا و قسمت کو دیکھا مگر آپ کے پائے استقلال میں جنبش نہ ہوئی کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اپنی صفت کے ساتھ قائم تھے لا محالہ پہاڑ پر ایک تجلی نے انہیں مغلوب کر دیا اور چونکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ و تعالیٰ کی صفت سے قائم تھے دونوں جہانوں پر غالب آتے۔

۵

احمد مرسل کہ نرد خاک اوست	ہر دو جہاں بستہ فراق اوست
تازہ ترین سنبل صحراے تاز	خاص ترین گوہر دریاے راز
عالم تر دامن خشک از تو یافت	ناف ز میں نافہ مشک از تو یافت

تاج خود و تخت خود آرد جہاں تخت زمیں آند و تاج آسمان

۱۲۔۔۔۔۔ نقل ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے دیدار کی درخواست کی جبرائیل علیہ السلام اپنے پردوں کو کھول کر ان کے آگے پھیلا دیا، موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے جبرائیل علیہ السلام! میں دیدار الہی چاہتا ہوں اور آپ مجھے اپنا جلوہ دکھاتے ہیں۔ فرمایا: دیکھیے ان پر کیا لکھا ہوا ہے، آپ نے نگاہ ڈالی لکھا ہوا تھا، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ، فرمایا: اس کلمہ کی برکت سے میں پلک جھپکنے میں سدرۃ المنتہیٰ سے زمیں پر آتا ہوں، اس قسم کے بندہ نے ابھی تک دیدار نہیں کیا، آپ چاہتے ہیں کہ ان سے پہلے دولت دیدار الہی سے مشرف ہوں، آپ کو یاد ہے کہ ایک روز آپ نے مہمانی کی تھی حضرت ہارون علیہ السلام موجود نہیں تھے تو آپ نے تانیر کر دی، ہمارا بھی ایک عزیز آ رہا ہے اور ہماری رحمت اسکی منظر ہے تاکہ دع ففسدک و تعال کے ضیافت خانہ میں، وصال کا دسترخوان اس کے نام پر رکھائیں اور لاکھوں طفیلیوں کو ان کی برکت سے احسان کے دسترخوان پر بٹھائیں۔

۱۳۔۔۔۔۔ اس میں کیا حکمت تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے میقات پر دن کے وقت لے گئے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پر رات کے وقت لے گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کلیم تھے اور خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم حبیب، بادشاہ رعیت کے ساتھ دن کے وقت باتیں کرتے ہیں اور دوست کو رات کے وقت بلا تے ہیں، یاہم یوں کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اپنی درخواست پر آئے تھے تاکہ صحت اور الواح یوحنا میں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے لیے آئے تھے تاکہ ارواح کی خوراک لے جائیں، جو شخص اپنی درخواست پر آتا ہے دن کے وقت آتا ہے تاکہ انعامات موصول کرے اور جو شخص وصال کے لیے آتا ہے رات کو آتا ہے تا بحال کا مشاہدہ کرے، یاہم یوں کہتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو رات کے وقت لے جاتے ان کی قوم ہرگز تسلیم نہ کرتی باوجودیکہ دن کے وقت گئے اپنے ساتھ اپنی امت میں سے ستر بڑے بڑے آدمی لے گئے، وہ کہتے تھے حق تعالیٰ اللہ جہوۃ، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت لے گئے صبح کے وقت صحابہ کرام کی مجلس میں تصدیق و تحسین کا غلغلہ اور شور برپا تھا بلکہ اصحابِ صفہ سے

اس قدر پوشیدہ رازوں کے نکات سننے جو وہ آپس میں بیان کرتے، یہاں تک کہ اس اعتبار سے بھی اس امت کی فضیلت اس امت پر ظاہر ہو گئی اور کنتہ خیر امتہ اخروجت للناس کے معنی کی حقیقت تحقیق پذیر ہو گئی یا ہم یوں کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو دنیا میں عیش و آرام سے رکھا، موسیٰ علیہ السلام ان سے رخصت ہو رہے تھے اور وہ دیکھتے اور بے صبر ہو جاتے تھے، چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم دنیا دار نہیں تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دنیا میں نہیں ٹھہرے اور رحمت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ تعاضا نہیں تھا کہ قوم کے سامنے قوم سے نکل جائیں اور تمام کو پیاسہ و مشاق بادینہ فراق میں چھوڑ دیں، لامحالہ آپ کو رات کے وقت لے گئے تاکہ کسی شخص کو خبر تک نہ ہو کہ کب گئے اور کب واپس آئے، اس سلسلہ میں ایک تمثیل سنئے:

بچوں کا باپ سفر کرتا ہے تاکہ اولاد کے لیے ان کی ضروریات کو فراہم کر کے واپس آئے وہ جانتا ہے کہ اگر وہ ان کے سامنے باہر جائیگا گریہ و زاری کریں گے اور اس کے ساتھ جانا چاہیں گے ان کا باپ یہ تدبیر کرتا ہے کہ بچوں کو پہلے سلا دیتا ہے اور آہستہ ان میں سے نکل جاتا ہے، ان کی ضروریات اور خواہشات کو مہیا کر کے وہ ابھی سوئے ہوئے ہوتے ہیں کہ واپس آ جاتا ہے، انہیں نیند سے بیدار کرتا ہے اور ہر ایک کے لیے جو تحفہ لاتا ہے اس کو دیتا ہے تاکہ اگر ان میں سے کسی نے بیدار ہو کر فراق کا دکھ برداشت کیا ہو، تحفہ ملنے سے اس کی تلخی یا کوفت دور ہو جائے، اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو رات سلا کر حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ کا قصد کیا۔ ۷

چو پوشیدہ از کرامت خلعت خاص	بیامد باز پس از گنج اخلاص
گلی شد سرو قد سے بود کامد	ہلائی رفت بدری بود کامد
خلایق را برات شادی آورد	زدوزخ نامہ آزادی آورد

ز ما بر جان چوں او ناز نینی

پیالے باد ہمد دم آفونی

۱۴۔۔۔۔۔ جب موسیٰ علیہ السلام طور سے واپس آئے کلام الہی کے نور کی استقامت

شعاعیں آپ کی پیشانی پر چمک رہی تھیں کہ کسی شخص میں انہیں مشاہدہ کرنے کی طاقت نہیں تھی آپ کو اپنے چہرہ پر برق ڈالنا پڑا تاکہ نظر کے لیے رکاوٹ ہو اور دیکھنے والوں کی نظر چند جہاں نہ جاسے، بعض چوچھنے ہیں کہ جب کلام الہی کے فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیشانی پر اس قدر ظہور کیا ہوا تھا اس میں کیا حکمت ہے کہ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک میں کوئی تغیر پیدا نہیں ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برق اور صحن کی ضرورت نہیں پڑی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص پر کبھی کوئی کیفیت طاری ہو اس کا اثر فوراً اس میں ظاہر ہو جاتا ہے، لیکن اگر کوئی ہمیشہ اسی حال میں رہے تو اس میں کوئی خاص تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ اس واقعہ کی نظیر یہ ہے کہ مہر کی لامت کرنے والی عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے مشاہدہ جمال میں ہوش و حواس کھو کر اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور انہیں خبر تک نہ ہوئی لیکن زمین میں اس سے کوئی تغیر پیدا نہ ہوا کیونکہ وہ ہمیشہ یوسف علیہ السلام کی خدمت میں تھی اور وہ غیبیوت سے حضور میں آتی تھیں، دونوں میں یہی فرق تھا واللہ اعلم۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نور کی دو قسمیں ہیں، نور ظاہر اور نور باطن۔ موسیٰ علیہ السلام کو ظاہری نور عطا ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باطنی نور مرحمت فرمایا گیا، یہ امت کے حال کے مطابق تھا فان الظاہر للعوام والباطن للخواص۔

ایک اور جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا نور، نور خلعت تھا، مہمان کو خلعت دی جاتی ہے اور خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم دوست تھے، دوست سے دوست خود دوست کو چاہتا ہے نہ کہ خلعت کو۔

ایک اور جواب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے چہرہ پر نقاب اس لیے ڈالا تھا کیونکہ قوم سے آپ کو شرم آتی تھی، کیونکہ وہ ان کے لیے قتل کا تحفہ لائے تھے فاقتلوا افسسکم، اور تمام کو ہارون کے سپرد کر گئے تھے، جب واپس آئے اکثر و بیشتر کافر ہو چکے تھے عیاذ باللہ، لامحالہ ان سے پردہ کر لیا، ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم جب واپس آئے ہم سب کے لیے مغفرت و رحمت کے لیے تحائف لائے، تمام کو جس طرح چھوڑ گئے تھے اسی طرح مومن کو وحد پایا۔

بہشت آدم علیہ السلام کی معراج تھی، ان کی معراج اور ہمارے آقا و مولا
معراج اول کی معراج میں بہت زیادہ تفاوت تھا، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ان کو
 عزت کے ساتھ لے گئے لغزش کی وجہ سے واپس کیا، ہمارے آقا و مولیٰ سید عالم صلی اللہ علیہ
 وسلم کو قاب تو سین اودانی کے مقام تک عزت سے لے گئے اور عزت سے واپس لائے۔
 دوسرا یہ کہ جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے دنیا میں لانے فرشتے کہتے تھے غصوا ابصار کہ
 اپنی آنکھیں بند کر لو تاکہ تمہاری نظر عاصی پر نہ پڑے، لیکن جب حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو
 واپس دنیا میں بھیجا فرشتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کھڑے ہو کر آپ کے دیدار
 سے اپنی آنکھوں کو منور کرتے تھے، اذ یغشی السدرۃ ما یغشی۔

تیسرا یہ کہ جب آدم علیہ السلام اپنے معراج سے واپس آنے نوان کے ساتھی حوا،
 سانپ، مور اور ابلیس تھے، جب ہمارے آقا و مولا دایس آئے آپ کے ساتھی جبرائیل، میکائیل
 اور اسرافیل علیہم السلام تھے۔

چونکہ یہ کہ آدم علیہ السلام زمین پر آئے عیسیٰ آدم کی آواز دنیا میں ابجری اور جب سید عالم
 صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر اترے، آیت بھیجی ورفعنا مکانا۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا معراج تھا قولہ تعالیٰ ورفعنا مکانا علیا، حضرت ادریس
معراج دوم علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر لے گئے، ایک روایت میں چھٹے آسمان پر رکھا۔

یہاں تک کہ فرشتوں کے ساتھ گفت و شنید کرنے، سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتواں آسمانوں
 سے گزار کر اودانی کے مقام پر پہنچایا یہاں تک کہ آپ نے حق تعالیٰ کے ساتھ گفت و شنید کی۔
 خلیل اللہ علیہ السلام کا معراج تھا ان کا معراج آسمان دنیا تک تھا قولہ تعالیٰ

معراج سوم وَلَئِذَا نَدَىٰ ابْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، لیکن خلیل علیہ السلام

نے وہاں اپنی امت کی ہلاکت کی درخواست کی، روایت میں یوں آیا ہے کہ جب خلیل علیہ السلام

مخلوقات کے حالات سے واقف ہوئے ایک شخص کو گناہ میں مبتلا دیکھا اس پر سختی اور ہلاکت

کی دعا فرمائی، خدا تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا، دوسرے کو ایک گناہ میں گرفتار دیکھا اسے بھی بڑا ہلکا کر

ہلاکت کی دعا کی حق تعالیٰ نے اسے بھی ہلاک کر دیا، تیسرے کا بھی یہی انجام ہوا، جب اسی طرح چوتھے کی نوبت

آئی حق تعالیٰ کی طرف سے خطاب ہوا۔ اے ابراہیم جانیے اور اذعانہ کیجئے، اے ابراہیم! میرے بہت سے بندے ہیں جو گناہوں میں مبتلا ہیں اور مبتلا ہوں گے، میں علم برتاؤں اور ان کو ہلاک نہیں کرتا تا کہ بعد میں وہ توبہ کر لیں تو ان کو بخش دوں یا ان کی نسل سے نیک اولاد پیدا کروں اور ان کو ان کے لیے مفید بنا دوں، یا محض اپنے کرم سے بخش دوں یا ان کے گناہوں کے مطابق ان کو سزا دوں اور بعد میں بخش دوں اور اگر آپ کی دعا سے میں بندوں کی گرفت کروں تو ایک شخص بھی نجات نہیں پائے گا دلو یواخذ الناس بظلمہم، نقل ہے کہ سب خلیل علیہ السلام کو یہ خطاب آیا، جبرائیل علیہ السلام کو حکم ہوا انزل خلیلی قبل ان یهلك عبادی، اے جبرائیل! جاؤ اور میرے خلیل کو اس سے پہلے کہ میرے بندوں کو ہلاک کرے اپنے مقام پر پہنچا دو۔ انہیں کہو کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں روزِ انا اپنے بندوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ گناہ میں مبتلا ہیں لیکن میں ان کو ہلاک نہیں کرتا، آپ کی ایک بار نظر پڑی ان کو ہلاک کر دیا۔ انقصہ خلیل علیہ السلام نے اپنے معراج میں اپنی امت کی ہلاکت کی دعا کی اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معراج میں مغفرت و رحمت کی دعا مانگی۔ غفرانک سبنا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معراج تھا اور وہ کوہ طور پر تھا ولما جاء موسیٰ معراج چہارم لمیقاتنا اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کے معراج میں معراج محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کے لطائف گزرے ہیں لیکن یہاں ایک اور نکتہ سن لیجئے، جب موسیٰ علیہ السلام اپنے میقات پر آئے اپنی قوم میں سے ستر سربراہ اور وہ لوگوں کو منتخب کیا اور اپنے ساتھ میقات پر لے گئے، انہوں نے کہا لن تو من لدن حتی نری اللہ جہۃ، ہم آپ پر قطعاً ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں، اس گستاخی پر بجلی کڑی اور ان ستر آدمیوں کو جلا کر رکھ کر گئی۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی: خداوند! تو نے میری قوم کو جلا دیا۔ خطاب ہوا: اے موسیٰ! جس چیز کو آپ اختیار کریں وہ جلائے کے ہی لائق ہے اور جس کو ہم اختیار کریں وہ زندگی کی مستحق ہے اور وہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے قال اللہ تعالیٰ ویخلق اللہ ما یشاء ویختار ما یشاء، بعض بزرگوں نے یوں فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی روز چن لیا جس روز قرآن کو ان کی وراثت میں دے دیا۔

ثم ادنا الكتاب الذي اصطفيناه من عبادنا، اس جماعت کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔
فمنهم ظالم لنفسه الآية۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم زاہدوں اور عابدوں میں سے تھی اور موسیٰ علیہ السلام کی
چنی ہوئی تھی ان زاہدوں کو حجت بازی پر جلانے کے لائق سمجھا گیا فلذا ترم الصاعد، امت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم میں اگرچہ گنہگار و ظالم ہوں گے مگر حق سبحانہ و تعالیٰ کے سامنے تسلیم و رضا
کی وجہ سے چنے ہوں گے تمام مغفرت اور رحمت کے لائق سمجھے ان اللہ یغفر الذنوب جميعا
انقصہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ساتھ لے جانے میں دو چیزیں بیان کی ہیں؛
۱۔ آپ کی امت آپ کی تصدیق بلا دیکھے نہیں کرتی، ستر گواہ ساتھ لے جانے کی ضرورت
محسوس ہوتی تاکہ یقین کر لیں بکسر گواہوں سے بھی یقین نہیں کرتے تھے اس کے
باوجود کہ ان کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ انہوں نے کہا لن نؤمن بك اور آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نو سو سال دم صنف کی زندگی ہم گزرنے کے باوجود آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کی تصدیق و توثیق دل و جان سے کرتی ہے اور ان کی
زبانوں پر مدح و ثنا ہے۔

۲۔ جو اسرار موسیٰ علیہ السلام کو بتائے گئے ان کی قوم ان کے اسرار کی محرم تھی کیونکہ وہ
انہیں ساتھ لے گئے تھے یہاں فرشتہ آسمان، جن و انسان کوئی بھی ان کا شریک راہ
نہیں تھا، لامحالہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس اسرار نہانی میں منفرد تھے فادھی
الی عبذہ ما اوحی۔

معراج پنجم یہ عیسیٰ علیہ السلام کا معراج تھا، ان کا یہ معراج چوتھے آسمان تک تھا۔
معراج پنجم چونکہ دنیا میں زاہد تھے، ملائکہ کے ساتھ مل گئے،
اور وہاں رہ گئے اور امت کو بیکار چھوڑ دیا۔ خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم امت میں واپس
آئے اور ان کے لیے مغفرت و رحمت کی خلعت لائے و ما اسلناك الا رحمة لنا ملین۔
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج قاب قوسین ادا دنی تک تھا،
معراج ششم حضرت جامی قدس السامی یوں فرماتے ہیں اسے

ایک خوبصورت نوجوان راستہ پر جا رہا تھا اتفاقاً ایک درویش کی نظر اس پر
 حکایت پڑی اور وہ دل دے بیٹھا، درویش اس جوان کے پیچھے پیچھے چل دیا، اس بہکرتار
 ماہ رخ محبوب نے پلٹ کر دیکھا، درویش کو اپنے پیچھے آتے ہوئے پایا، اس سے احوال پوچھے،
 اس نے کہا: تیرے جمال کے عشق نے مجھ پر غلبہ کر دیا ہے اور میرے گنجینہ دل سے صبر و آرام کی تلخ
 جاتی رہی، معشوق نے اس عاشق کو امتحان کی کسوٹی پر رکھنا چاہا اور کہا: میرا ایک خادم میرے
 پیچھے آ رہا ہے، وہ بے پناہ خوبصورت ہے، اگر تمہاری خواہش ہو تو اسے مڑ کر دیکھ لو، درویش
 نے پلٹ کر دیکھا، محبوب نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر مارا اور اسے کہا تم ابھی خام ہو
 ہٹ جاؤ۔ لوگوں نے اس سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا اگر وہ ہمارے عشق میں سچا
 ہوتا تو ہمارے بغیر کسی طرف التفات نہ کرتا۔ ۵

تاویدہ زنجیر دوست برہم نہی برزخم فراق غلش مرہم نہی
 پادرجہ وصال یک دم نہی تا جاں ندہی در غم دسرہم نہی
 ۸۔ نقل ہے کہ شیخ فخر الدین گورستانیؒ نے دیکھا کہ عرش الہی کے ساقی میں جام
 طور پیتے ہیں، صبح کے وقت اور اوڑھنے کے بعد شیخ سلمان حدادی روح اللہ وجہ کے دسترخوان پر
 روٹی اور میز حاضر کیے گئے، شیخ فخر الدینؒ تناول نہیں فرما رہے تھے، شیخ سلمانؒ نے
 ان کے کان میں کہا: جس نے ساقی عرش میں سے طور پی ہو ہماری روٹی اور میز کی طرف کیوں
 التفات کرتا ہے۔ عالم معنی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قاب قوسین کے میکہ میں ساقی کے ہاتھ
 سے لا متخذوا الہین اثنین ذاتی اور صفاتی تجلیات کا جام پیا، دنیا کی روٹی کے ٹکڑوں اور
 عقبی کے سبزہ زار کی طرف کب التفات کرتے ہیں ما شاہ البصرو ما طغی۔ ۵
 اے دل ازیں جہاں دل آزار درگزر در تنگناے گنبد دوار در گزر
 بر طور ہمت ارند ہندت جواب خوش ترک سوال گیر و دیدار در گزر
 ابن کمینہ شین قدس ست جاے تو زیں آتیاں چو جعفر طیب در گزر
 ماں اے درویش! غیب و شہادت میں جو کچھ بھی تھا خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دکھا دیا
 تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ اس سے کسی چیز کا بھی دریغ نہیں۔ ۵

تو نے دانی کزیں مقصود من چلیت

س

در کمان ابرویش بستر نخست
تا شود زان تاب قومینت درست
گردیں عالم کما زان زاغ بود
آن کماں رازاغ ازما زاغ بود
قاب قومین از عدد آمد پدید
طاق ابرویش ز حسد آمد پدید
جفت طاق او محقق ادفند
جفت با خود طاق باحق ادفند

۱۹ — مازاغ البصر کی تحقیق میں محققین صوفیہ نے عجیب و غریب اشارے بیان

فرمائے ہیں تحریر کا دامن اسے بیان کرنے سے قاصر ہے، مجملًا بیان ہوتا ہے، شیخ المشایخ شہاب الدین قدس سرہ نے عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ فیضان انوار شہود کے جوہرات کو حاصل کرنے میں اس سرمایہ کمزور فتوح صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس، قلب اور روح متفق تھے لیکن جو خصوصی اتفاقات قاب قومین کے مقام پر جوئی روح نے قلب کے ساتھ اسے قبول کرنے میں سرعت کی، لیکن جب نفس نے اس امر میں ان کے ساتھ شرکت کرنا چاہی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس کو انکسار کی رگزار میں احتیاج کی قیود میں مبتلا کر دیا، مازاغ البصر کا یہی مفہوم ہے تاکہ بساط انبساط پر قدم نہ رکھے و ما طغی کا یہی مفہوم ہے۔ ہاں استغنا کے وقت سرکشی نفس کا خاصہ ہے کلاً ان الانسان لیطغی ان ساء استغنی، یہی وجہ تھی کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے نفس نے مواہب روجیہ اور مطالب قلبیہ سے کچھ باتیں اخذ کیں، عیش و نشاط کے بستر پر سرکش ہو گیا اور اپنی حد سے بڑھ گیا سب امتیازات انظر الیک، لامحالہ ولدینا مزید کی فضا میں داخل ہونے سے لن نروانی کے ساتھ روک دیا گیا، جب خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفس احتیاج کی قیود سے مقید کر دیا اور بزم انکسار میں باندھ دیا استغنا کے میدان میں جولانی نہیں دکھائی اس لیے اپنے مقام پر ثبات قدم رہا اور ابواب مزید آپ پر کھلے رہے، قل سب نرد فی علما، اس سے حبیب اور کلیم علیہما السلام میں فرق ظاہر ہو گیا، شیخ سہل بن عبد اللہ ترمذی قدس سرہ العزیز نے فرمایا، لعیرجم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الی مشاہدۃ نفسه ولای مشاہدۃہا وانما کان مشاہدا لکلیہ لرب

شہادا ما یظهر علیہ من الصفات التي اوجبت له الشوق فی ذلک المقام ، ان تحقیقات میں اس سے زیادہ لطافت بھی ہیں ان میں سے کچھ عوارف میں مذکور ہیں اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ ۲۰۔۔۔ آیت ما نزاغ البصر میں اس معین مسکین کی خبر آگئی، مشکیں قلم کی تحریر سے اس بیاض کے صاف و سفاف اوراق پر ان پاکیزہ کوائف کو ملاحظہ فرمائیے اور ان معتبر لطافت و معارف کے لشکروں کے ہجر کا بھوں اور اس معین مسکین کے حق میں زبان تحسین کھولیں اے درویش! اس قرب و کرامت کی شب میں یہ فلک نے تاریکی کی چادر زمانے کے چہرے پر ڈالی اور وید تدریس نے ایک خطابیہ تارکول کی طرح آسمان کے لاجوردی لوح پر کھینچا مختصر اس رات کے کہا کہنے!

س

نسی کا سماں مجلس افروز کرد	نسب از روشنی دعویٰ روز کرد
محمد کہ سلطان این مہر بود	ز چندیں نلیفہ ولی عہد بود
سرنامہ در بیت الساکد	ز ناز زہیں سر باقشی نہاد
ز بند جہاں داد خود را خلاص	بمغشکہ عرشیاں گشت خاص
دل از کار نہ حجبہ پروانہ	بنہ حجبہ آسماں تاختہ
بروں جہنہ از گنبد چار بند	فرس راندہ بر ہفت چرخ بلند

شہ جان افلاکیاں خاک او

زودہ دست ہر یک بفراک او

نفسہ کوتاہ عالم کون و مکان کی تمام چیزوں نے خود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور اپنا اپنا مقام و مرتبہ بیان کیا، ممکن ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر انور میں پسندیدہ ٹھہری لیکن آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر تجلیات ذاتی و صفاتی کے انوار میں استغراق کی وجہ سے ان پر نہ پڑی اور نظر اٹھا کر بھی ان کی طرف نہ دیکھا ما نزاغ البصر و ما طغی، اس اجمال کی تفصیل اور اس مثال کی ترتیب رسالہ شرافت الاوقات مجلس معراجہ میں بیان ہوئی ہے اس جگہ اس میں سے چند مختصر نکتے پیش کیے جاتے ہیں، اے درویش! پہلے زمین نے اپنے کلمات و محاسن کی تحسین و توصیف میں زبان کھولی اور فخر و غرور سے یوں کہا :

حیوانات کی خوراک کا مخزن، پودوں کے پھولوں اور انوار کا مطلع، پھلوں کے نہال اطفال کو درختوں
 کے کالبہ میں پرورش میں کرتی ہوں، قیمتی جواہرات کا صدف اور ابرار کا قالب میں ہوں، فراش
 لطف نے میرے عیش و نشاط کے بستر پر بہترین فرش بچایا و الارض فریشتا ہا فنعوا لہما ہد
 خدا کے نقاش غایت نے موزوں صوئیں اور طرح طرح کے نقوش میری فرحت انگیز لوح پر
 بنائے۔ آسمان نے کہا: کو اکب ثواب کے خوب و میرے پاس ہیں، مناسب مناقب و انباء
 بنینا ہا باید میں دکھاتا ہوں، عالم کن فیکون کی عبادت گاہوں میں رہنے والوں کا مسکن میں ہوں،
 خواجہ نعمت میں ہوں و فی السماء من تہک و ما توعدون، چاند کا بادشاہ اور خورشید کی
 ولہن و جمہ الشمس والقمر کو میرے تختِ بخت پر جلوہ گر کرتے ہیں، حکمت خداوندی کی مشاطہ
 نے زینت کا نازہ دنیا ہا للناظرین میرا سرا رکھنے کی دہن کے رخساروں پر لگایا۔ کرسی
 نے کہا: وسیع کرسیہ السموات والارض، وسعت کی چادر میرے منقوش کندھوں پر ڈالی اور
 والسماء ذات البروج بلند برج میری بے مثال ذات میں پوشیدہ کر دیے ہیں۔ لوح نے
 کہا: عشق و محبت کے اسرار کی کشتی میں ہوں، اہل معرفت کی ارواح کی آرام دہ جگہ میں ہوں،
 علوم غیبی کی مظہر، حکمت لاریبی کا منبع، مطلع انوار قدسی اور شبہات کے تسرف سے محفوظ میں
 ہوں، اسرار قدسی کی شعاعیں مجھ سے چھوٹی ہیں۔ قلم بولا: ذاتِ قدیم کاراز دار اور علم بالقلم
 صاحب اسرار ہوں، ن والقلم کی قسم کا جھنڈا میرے وسیع مقدمۃ الجیش پر لہرا رہا ہے،
 اکتب کے دستور کا مامور اوبے حجاب نگاہوں کا منظورِ نظر میں ہوں، میرے رفیع الشان
 دیوان کے منشور پر علم بالقلم کی تحریر سے زینت دی گئی۔ سرش نے کہا: حمد و ثنا کا ہار میری گردن
 میں ڈالا گیا ہے اور استوئی کی چادر رحمتِ رحمانی نے میرے سرو قد پر سایہ فگن کی ہے، میں
 نیاز مندوں کی دُعاؤں کا قبلہ، درویشوں کی مناجات کا محراب اور مقربین کی ارواح کے طیور کا
 آشیانہ ہوں، ہر وہ چیز جسے دائرہ پیدائش میں خلعتِ وجود عطا ہوا اور اس نے کی جود و
 بخشش کی جرمہ آشامی سے نوازا گیا ہے، تمام میرے قدموں پر سر رکھتے ہیں اور میرے جود و
 کرم کے ماندہ اور انعام و اکرام کے دسترخوان پر نیاز مندی کے ہاتھ بڑھاتے ہیں۔ رب
 الارباب کا پاکیزہ خطاب آیا، ہمارا ایک منتخب بندہ اور پسندیدہ محبوب ہے کہ تمہاری یہ تمام

عظمت و شان اس کے مقابلہ میں آفتاب عالم تاب کے پرتو میں ایک ذرہ یا بھر بکراں میں ایک قطرہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ممالک و ملکوت کے اراکین نے حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ اگر اُن سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی مہربانی کے قدموں سے ہمارے سروں کو مشرف فرمائیں تو کیا مضائقہ ہے۔ حق سبحانہ و تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کرتے ہوئے عز و جلال محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ اقبال کو ہفت آسمانوں پر گاڑ دیا، خواجہ کونین کے دونوں جہانوں سے دامنِ بخت کھینچا اور دونوں جہانوں کی تقدی سے دامن بھاڑ دیا۔ حفاڑِ قدس کے ساکنین نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ ہمارے اطراف و جوانب سرسری نگاہ ڈالیں تاکہ ایک عالم کا کام ایک نظر سے بن جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ فرمایا: یہ تمام اقطاع میری امت کے ہیں سنہیںم ایتسانی الافاق وفي انفسهم، نوکروں کی جائداد کا جائزہ لینا عالی ہمتوں کے شایانِ شان نہیں، انہوں نے کہا: ملکوت عالم بالا اور ملائعہ اعلیٰ کی عبادت گاہوں کو ایک نظر دیکھ لیجئے۔ فرمایا: وہ میرے باپ ابراہیم علیہ السلام کی تماشا گاہ تھی وکذلك نرى ابراہیم ملکوت السموات والارض اور وہ حلیل القدر بیوی جو باپ کی منظور نظر رہی ہو، بیٹے کو اس سے اپنی نگاہ الفت پر بندش چاہیے، انہوں نے کہا چاندی کو دیکھیے کہ تیرین میں سے ایک ہے، پُرند میری رات میں سورج کا قائم مقام ہے فذلك لتعلموا عدد السنین والحساب یہی ہے یہ میری امت کے اعمال کا دفتر ہے یسئلونک عن الاهلة قل هی مواقیت للناس وہ جگہ جہاں جمالِ دلربا کا مشاہدہ ہو میں اپنی امت کے اعمال کے محاسبے میں مشغول ہو جاؤں، یہ چاند اپنے کمال کے وقت حسینانِ جہاں کے جمالِ جہاں آرا کی کہانیاں سناتا ہے اور جب یہ ہلال کی صورت اختیار کرتا ہے تو عشاق کے احوال کا انگشت نما ہوتا ہے اس لیے کہ آسمانِ عرفان پر جب میں چودھویں رات کے چاند کی مانند جلوہ ریزیاں کرتا ہوں میری امت کے خدام میں سے ہر ایک ستاروں کی طرح جنات کی نازمانی سے راویجات تلاش کرتا ہے اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور ایک انگلی کے اشارے سے جو اس پر شوکت چاند کی طرف کرتا ہوں تو اس کی نورانی خلعت کو بارگاہِ ظہور میں چاک کر دیتا ہوں اقتربة الساعة والشفق القمر میں کس لیے اپنے عشاق کے حسن و جمال کا مشاہدہ نہ کروں کہ کل روز قیامت ان کے چہروں کا نورانی عکس در و باہم جنت کو منور کر دے گا،

سبباً ہم فی وجہہم من اثر السجود قدسیوں نے کہا کہ آفتاب جہاں تاب جو مخلوقات آسانی کے لیے شمع جہاں تاب کی حیثیت رکھتا ہے، اس عالیشان ایوان کی تنذیل نور فلک فیروزہ کے طاقوں میں ہر روز غنیا بار ہے اور اس کا عود جو دھوئیں سے پاک ہے جہاں ہر غرور کے شادی خانوں یعنی نظموں کے آتش داں میں فروزاں ہے اس کی طرف نگاہ ڈالیے تو فرمایا ہمارے ایسے غلام ہیں کہ اس دن جب قضا و قدر کے فرائض مقرر ہوں اس سنہری شمع کے فیکہ کے سرے کو کاٹ دیں گے اور خورشید کی روپہلی بط جو وسط دریائے فلک پر تیر رہی ہے لقمہ رنگ اجل بنا دی جائے گی اذ الشمس کو درت ان کی مشعل اس طرح روشن ہوگی کہ مینان روزِ محشر کے چہرے ان کے نور سے نور ہو جائیں گے

یوم نری المؤمنین والمومنات یسعی نورہم بین ید یدہم وبایمانہم، پھر قدسیان فلک کہیں گے کہ آسمان کے محبہ زبرد اور اس لاہوری منظر فلک کی طرف نگاہ اٹھائیے جو جواہر نور کا دریا ہے جو ملائکہ کا قلعہ محکم جو حوروں اور رضوان کا قصر ایوان اور پناہ گاہ ہے اس کا ستارہ پرکار عالم خاک کے بساط کے مخروطی مراکز پر بڑی مستعدی سے گھومتا رہتا ہے اس ستارے کے بالائی حصہ میں ایک لہریں مارنے والے دریا کی سطح پر گوہر باری اور موتی چھادر ہو رہے ہیں، ارشاد فرمایا کہ اگرچہ ینیلگوں آسمان اور طبق محدود ایک ایسا نامہ ہے کہ مثنیٰ تقدیر نے اپنے خامہ تدبیر سے ہزاروں کو اکب و نجوم کے نقوش سے اس کو آراستہ فرما دیا انا خیمنا السماء الدنیا بزیینۃ الکواکب مگر اس نامہ کو لپیٹ دیا جائے گا یوم نطوی السماء کطی السجل للکتب جو ہم دل سوختہ نامہ اعمال رکھتے ہیں اسے روزِ قیامت پھیلا دیا جائے گا دینہم یوم القیامۃ کتابا یلقہ منشور پھر ملائکہ بولے کہ بہشت کی طرف نگاہ دوڑائیے کہ دوستوں کا چین زار ہے اور شقائق کی ملاقات کی وعدہ گاہ روز بازار عاشقان اور صادقوں کی منزل و قرار گاہ ہے حقیقی اور سبیل کا سرچشمہ ہے مطلع انوار تحقیق و اسرار حسی اللہ ہے لعل و دروم و اربید کے بے خطا محلات ہیں ونحن اقرب الیہی جبل الوہید کے معانی پنہاں کا مشہدہ کرنے والی ہے اور کھانے و کم فیہا ما تشہی انفسکم کہ نوالہ مشتاقاں ہے وہاں موجود ہیں وجوہ یومئذ ناعمدہ لسیعہا اضیۃ کا منظر وہاں دیکھا جاتا ہے وجوہ یومئذ ناضرة الی سبھا ناظرۃ کا وہاں مشاہدہ ہوتا ہے، فرمایا ہاں ایسا ہی ہے لیکن میں صبر کرتا ہوں،

تہاں وقتیکہ اس بہشت کی زنجیر میری امت کے خاکساروں کے استقبال کے ہنگام ان کی گردن میں ڈال دی جائے ان لعلۃ الجنة للمتقین غیر بعید کہا گیا عرشِ رحمانی کی طرف نظر ڈالیے کہ سقفِ جنت پر اپنے طائرِ خاطرِ خاطر نے ایک لمحہ کو ادھر پرواز فرمائیے کہ رحمتِ الہی کا معتم عرش ہے ارواحِ مشتاقان کی تنفیلِ عرش ہے مست و مدہوش دلوں کا مقل عرش ہے ، حق پرستوں کی تماشا گار عرش ہے اقرب الاجسام الی السمکوت عرش ہے انسب الاشیاء الی الجبروت عرش ہے ، فرمایا بیشک مگر عرش برائیں بہ عظمت میرے ملازمان درگاہ کی وقفا حضرت آیات سے لرزہ بر اندام ہو جاتا ہے اعتزل العرش لموت سعد بن معاذ وہ طاقت برداشت کہاں رکھتا ہے میری امت کے خاکساروں کے درمیان جب طلاق کی جدائی واقع ہوتی ہے تو وہ کانپنے لگ جاتا ہے ان الطلاق یعتز بہ العرش الرحمن وہ میری ملاقات اور وصال کا کس طرح متحمل ہو سکتا ہے بلکہ جب کوئی یتیم آہ و زاری پر اتر آتا ہے تو عرش گرامی میں لرزہ پڑ جاتا ہے واعتزل العرش ببکاء الیتیم کی بزرگ گردن اس در یتیم کی برداشت کا قلاوہ کس طرح اٹھا سکتی ہے کہا گیا پھر کس چیز کو آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا اس کی کاریگری کے جمال کو میں دیکھتا ہوں اور اس کے کمالاتِ قدرت کا مطالعہ کرتا ہوں کہ میں لفظ تھا اس کے اثرِ تربیت سے نغفہ بنا ، علقہ تھا صدقہ بنا ، جنیں تھا جنین بن گیا امی ناخاند تھا دان پڑھ تھا ، عارف راز بن گیا پسر عبد اللہ تھا محمد رسول اللہ ہو گیا صلی اللہ علیہ وسلم ، آج کا دن عالم فنا اور اس جہانِ پر مشقت میں یہ تمام فضل و اکرام حق تعالیٰ نے مجھے ارزانی فرمائے کل جب میں عالم جاودانی میں قدم رکھوں گا مقامِ محمود ، حوضِ کوثر اور شفاعت کا پرچم میرے ہاتھوں میں یا جانیگا اور خرہ و عطا کا وعدہ و لیسون یعطیک ربک فترضی کی توقع کے ساتھ مجھے پیش کیا جائیگا جس کسی کے جان و دل میں اپنی تتبع و فرماں بری کا داغ پاؤں گا اپنی ظلِ رافت اور سایہ شفاعت میں بٹھاؤں گا اور برزخ و وزخ کی سرکش آگ کے ننگ کے چنگل سے نجات دلاؤں گا اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے جوار میں مقررہ بلندیوں اور بلند منازل تک پہنچاؤں گا مصنف کتاب نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے کہا : ۱۵

اے شمعِ سراجِ الہی خورشیدِ سپہر بادشاہی

اے مسند تو فراز انجس
 از شرع تو گشتہ بر رخ روح
 ہر ذرہ ز پر تو وجودت
 بیواسطہ ات خدا مربی
 عشقت چو براق ہمت انگینت
 از نار تو گلرخسان این باغ
 ہر ذرہ تمارک ملائیک
 در مسند عزت قاب تو سین
 بنمود چو برقت بر افکنند
 در منظر ہستی تو دیدم
 در عصمت انکشاف معنی
 یک پرہ عیسوی بر افتاد
 ہفتاد ہزار پرہ دارے
 در پرہ نہفتہ بہ جمالی
 کورا نبود حبس زور شالی

بیچارہ معین کین غلامت
 از دیدہ دل کند سلامت

ان کی تعبیر و طریقوں سے بیان کی جاتی ہے، طریقہ اول اولیاء کا
 اشارات معراجیہ خاص معراج ہے۔ دوسرا طریقہ مومنین کا عام معراج ہے،
 معراج خاص یہ ہے کہ مقامات طریقت میں سلوک کی وجہ سے عالم حقیقت تک پہنچے ہیں،
 اسے درویش حبیب حضرت جلال احدیت جل و علانے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی
 بدولت آسمانوں کے طبقات پر مشرف فرمایا اور اس عزت افزائی سے تمام انبیاء پر فائق و ممتاز
 کیا اور یہ طے شدہ بات ہے کہ ہر وہ چیز جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوئی آپ کی
 اہمیت کچھ بھی اس سے حصہ عنایت فرمایا گیا، خدا رسیدہ بزرگوں نے معراج اولیاء کو آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج کا عکس ہے، اکی تحقیق میں یوں فرمایا ہے کہ اولیاد اللہ کے لیے بھی ایک معراج ہے اور اس سے مراد عقل ہے، اس معراج کے دو بازو غف اور رجاء ہیں اور درجات ہیں، درجات سے مراد عبادات اور طاعات ہیں، اس معراج کی پھلی سطح دل پر رکھی گئی ہے اور اس کی اعلیٰ سمت عرش الہی تک پہنچی ہوئی ہے، لیکن اولیاء کو وہاں تک عروج ممکن نہیں اور کامل ترین انسبیاء علیہم السلام کو طہارت کے بعد یہ درجہ میسر آ سکتا ہے چنانچہ حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا جب تک سینہ مبارک چاک کر کے آپ کے دل مبارک کو آب رحمت سے پاک اور نور ایمان سے بھر نہیں دیا گیا آسمانوں کے معراج پر نہیں لے گئے، حدیث شریف میں ہے کہ جب حق سبحانہ و تعالیٰ بندہ کو وصال قرب سے مشرف فرماتا ہے اسے تکالیف و مصائب سے آزماتا ہے اگر طلب کے راستہ پر ثابت قدم رہتا ہے، سنن کی پابندی سے انحراف نہیں کرتا، اپنی عبادات و طاعات میں سے کم نہیں کرتا بلکہ ان کو بڑھا دیتا ہے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اسے فرشتہ اتم گواہ رہو کہ میں نے اس بندہ کا نام شکر گزاروں میں لکھ دیا ہے، پھر فرماتا ہے کہ اس بندہ کے حالات کی خبر لیتے رہو اور دیکھو کہ کیا یہ اپنی طاعات اور عبادات میں کچھ کمی کرتا ہے، ہماری خدمت سے دل تنگ ہوتا ہے یا نہیں، اگر وہ بندہ ہماری خدمت میں مداومت کرتا ہے تو حق سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہذا عبد بتعاضد بالمزید، یہ بندہ مزید دولت اور عطیات طلب کرتا ہے تم گواہ رہو کہ میں اسے اس کی مراد کو پہنچاؤں گا، جب بندہ تحقیق کی راہ پر مستقل مزاجی سے گامزن رہتا ہے اور ایک عرصہ تک ثبات و استقامت اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ توفیق کے رسول کو اس تحقیق کے راستہ کے سالک پر بھیجتا ہے، تاکہ اسے خواب غفلت سے بیدار کرے اس کے بعد اس کے دل کو غیر سے قطع تعلق کی چھری سے شگاف دیتا ہے اور اسے آب غایت سے پاک و مطہر کرتا ہے، اسے ایمان، سکینہ، یقین اور طمانیت سے بھر دیتا ہے پھر اسے رشد کے براق پر بٹھاتا ہے اور تحقیق کے راستہ پر آسانی کی قوت سے چلا تا ہے یہاں تک کہ برق خاطر کی طرح سیر کرتا ہوا قطع مسافت کرتا ہے لیکن راستہ میں شیطان کی آراستگی اور نفسانی وساوس سے آزماتا ہے چنانچہ خواجه عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو شام کے راستہ میں یہود، نصاریٰ کی دعوت کے ذریعہ آزمایا گیا۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ وہ نفسانی دوسو سے اور شیطانی

تزیینات جو سالک کے دل میں اتھا کرتا ہے اس قسم کی ہوتی ہیں کہ ہوا سرد ہے اور گرم خواگاہ سے اٹھ کر طہارت کرنا اور صبح کی نماز ادا کرنا تجھ پر فرض نہیں ہے، اسے چھوڑنے سے کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، ان سے درجاتِ جنت حاصل کرنا ممکن نہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے آسانی کا خواستگار ہے یہی اللہ بکرم الیسر، اور فرمایا ہے کہ وجعل لکم الیل لتسکونوا فید، اس قسم کی تمام باتیں نفسانی و سادس اور شیطانی تخیلات ہیں، جب سالک ان دساوس و تخیلات باطلہ کی طرف التفات نہیں کرنا اور بیت المقدس کی طرف سے توجہ نہیں ہٹاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز، حمد و ثنا اور دُعائیں مشغول رہتا ہے، اس وقت حق سبحانہ و تعالیٰ کمال کرم نوازی اور بندہ پروری سے فکر کے رسول کو جبرائیل علیہ السلام کی مانند اپنے بندہ کے پاس بھیجتا ہے تاکہ اس کے دل کو نور کے پروں پر بٹھا کر عالم معنی کی فضا میں چوڑا کرے، اس وقت اس کے سامنے حجابِ نفس کا آسمان آتا ہے، رسول فکر جو سالک کے دل کا حال ہے، دروازہ کھلواتا ہے اور اس آسمان سے گزار لے جاتا ہے اور عالم ملکوت پر لے جاتا ہے اور عوالمِ جبروت کا مشاہدہ کراتا ہے اس عالم کا حجاب اس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، انبیاء و اولیاء کی ارواح اس کے استقبال کو آتی ہیں اور ہر ایک اسے ایک نئی بشارت سناتی ہیں، حق سبحانہ و تعالیٰ کے اکرام اور تمام مخلوقات پر ممتاز کرنے پر تعجب کرتی ہیں، پھر اسے اس مقام سے آگے لے جاتے ہیں یہاں تک کہ آسمان دنیا کا حجاب اس کے سامنے آتا ہے، رسول فکر دروازہ کھلواتا ہے، سالک کے دل کو وہاں سے گزار کر عالم ملکوت میں لایا جاتا ہے اور اس ملکوت کے عجائب و غرائب سے چند چیزیں اس کے سامنے پیش کرتا ہے کہ پہلی سب باتیں اسے بحول جاتی ہیں، جب وہاں سے گزارتے ہیں چوتھا آسمان آتا ہے جب وہاں سے بھی حسب دستور سابق گزر جاتا ہے تو پانچویں آسمان پر اعمالِ صالحہ پیش آتے ہیں جیسے نماز، روزہ وغیرہ، جب وہاں سے بھی گزر جاتا ہے تو آسمانِ ششم حجابِ دوزخ سامنے آتا ہے، جب اس سے گزرنا ہے ساتواں آسمان حجابِ بہشت پیش آتا ہے جس طرح تاجدارِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام آسمانوں کے طبقات میں ہر ایک مقام میں اپنے مرتبہ کے مطابق مشاہدہ فرمایا، اسی طرح قلوب سالکین کو ان کے مراتب کے تفاوت کے اعتبار سے ان ساتوں حجابات میں جن کا

بیان ہوا ٹھہرتے ہیں کہ اس مقام سے گزر نہیں سکتے۔ چنانچہ ابراہیم خلیل علیہ السلام ساتویں آسمان پر جو گزشتہ انبیاء علیہم السلام کا اعلیٰ ترین مقام ہے ٹھہرے ہوئے تھے، باقی حجابات سے ترقی کر گئے، ولی کامل کو چاہیے کہ لاحب الافلین کی رکاوٹ کا ہاتھ تمام موجودات پر مارے اور یقین کی مدد سے ولیکون من الموقنین، نص، شیطان اور مینا وغیرہ کے حجابات سے گزر جائے لیکن ایسا عارف، عاشق صادق محقق کہاں ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مانند تمام آسمانوں کے طبقات سے گزر جائے اور سرورۃ المنتہی جس سے مراد مہمانے فکرت صافی ہے ترقی کر جائے، جہاں تک مخلوق کا فہم و ادراک پہنچ سکتا ہے وہاں سے آگے نکل جائے اور رسول فکر جو جبرائیل کے قائم مقام ہے، اسی جگہ رہ جائے اور وہاں سے آگے نہ بڑھ سکے اس وقت سالک کو سلطان حق کا کشف ہوتا ہے وہاں اس کا مشاہدہ سر قوی ہو جاتا ہے، وہاں وہ میدان خاص میں اپنی قوت سر سے اڑنے لگتا ہے اور عرش مجید پر جس سے مراد تجلی صفات ہے پہنچ جاتا ہے اور سلطان ذات کی عظمت مشاہدہ کرتا ہے، بشریت کی ہر متعلقہ چیز کو وہاں لاشیٰ اور مضمل دیکھتا ہے اس وقت اس پر سلطان سمیت ظاہر ہوتا ہے سر بھی اس پر واز سے عاجز آ جاتا ہے اور فانی ہو کر فضائے سرش میں گر پڑتا ہے، وہاں یہ ہوتا ہے کہ فیض الہی کا منظور نظر ہو کر ادن منی کے خطاب سے وہ زندہ ہو جاتا ہے اور افن خداوندی سے سراپردہ عزت میں باریاب ہوتا ہے اور حقیقت دنی فتدلی فکان قاب قوسین ادا دنی اس پر کھلتی ہے اور مطلع صفات سے جو امینہ ذات ہے نور تجلی ظاہر ہوتا ہے اور عارف کی جان میں اس حقیقت کا القا ہوتا ہے۔

صفات و ذات چو از ہم ہدائے بینم	بہر چہ می نگرم جسز خدا نے بینم
زمن میرس کہ آں ماہ را کجا دیدے	چو من ز جائے بر فتم بجائے بینم
بہر بلا کہ بخوابی بیاز ما سے مرا	کہ در مشاہدہ تو بلا نے بینم
زمن بہر چہ کنی یاد را ضمیم حقا	کہ ہر چہ از تو رسد جز عطا نے بینم
بہر طرف کہ مرا می کشی بحدہ اللہ	کہ خویش را ز تو یکدم جدا نے بینم

عروج جان معینی بر اوج او ادنی

بجز متابعت مصطفیٰ نے بینم

اے درویش! جہاں مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم جسم اطہر کے ساتھ تشریف لے گئے، عارف کا دل اس آستانہ پر نہیں بوس ہوتا ہے، جامِ محبت سے اس قدر شراب انس نوش جان کرتا ہے کہ اپنے آپ کو کلیۃً فراموش کر دیتا ہے اور اس استغراق میں یہ ترانہ پڑھتا ہے، چنانچہ مولف کتاب کہتا ہے: اے

شرابِ ساقی ماستی از جہاںے دگر دارد
کہ از یک قطرہ مستان را از عالمِ بنیبر دارد
نہ از جامِ است این مستی نہ از خمِ نہ از بادہ
ولی از پاشنی گوئی براں بہا گزر دارد
برہ مقل و دین از سر نہ دل ماندہ بخان در بر
اگر آں ساقی دلبر نقاب از روے بردارد
سوے جنت ہی خاند مراد اعظا پر پسندارد
کہ عاشق بزد معشوق خود جہاںے دگر دارد
کجا از مقعد صدتش بچنت سر فرود آرد
کسی کا نذر مقرر عز جہان مستقر دارد

دولت وصال اور سعادت اتصال سے مشرف ہونے کے بعد ساقی عز و جلال کے ماتحتوں خندانہ وحدت سے لبالب جام پینے کے بعد اس خطاب سے مخاطب ہوتا ہے وہل استحق من عبادی عنی ان یفعلوا عنی لوعرفوا بالذی یفوتہم عنی لیقطعتم اکبادہم حسرة یعنی کیا یہ لائق ہے کہ کوئی بندہ مجھ سے لمحہ بھر کے لیے بھی غافل ہو، اگر انہیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان کی غفلت کی وجہ سے کس قدر عظیم شے فوت ہو گئی تو ان کے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

در طلب زان منی نمائی کاہلی
کز فروغ حسن آن مر غافل
بر کہ یکبار اندراں رو بنگر لیست
لذت عیش و طرب داند کہ چسیت
چوں تو محرومی ازاں عیش و طرب
واکثیدی پائے از کوے طلب
گر ز دست ساقی مامے خوری
رفے ساقی بینی و جان پروری
در نیابی از وصال او خبر

دل شود بریاں و خون گردد جگر

اس کے بعد جب عارف کا دل اس معنوی سراج سے واپس آتا ہے تو قبولیت کے انعامات

اور نور و دنیا کی خلعت کے ساتھ ٹوٹتا ہے، شرابِ محبت سے مخمور، صحبتِ خلق سے متنفر، کھانے پینے سے فارغ اور پروردگار کی مناجات میں مشغول ہوتا ہے سرخاقتا اللہ بفضلہ و کرمہ ما یحب و یرضی و من یفعل ویفعلی۔ شیخ رومی قدس سرہ نے فرمایا ہے : ہ

باز آدم باز آدم از پیش آن یار آدم شاد آدم شاد آدم از جملہ آزاد آدم
من مرغ لاہوتی بدم دیدی کہ ناسوتی شدم دامن بدیدم ناگہی دروے گرفتار آدم
من نور پاکم لے پس بر آب و خاک مختصر آنجا بیا با ما بہین کا بنجا سبکار آدم
یارم بہ بازار آدمہ چالاک و عیار آدمہ
ورنہ بازارم چکار اورا خسریار آدمہ

دوسرا طریقہ شریعت کی راہوں کے ساکون کا معراج ہے کہ الصلوٰۃ معراج المؤمن کے مطابق عالمِ حقیقت تک پہنچتے ہیں۔ یہ وہ معراج ہے کہ عوام و خواص اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس راستہ سے خاص بلندی پر پہنچتے ہیں، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وجعلت قرة عینی فی الصلوٰۃ، امام الانبیا، کاشف الغمر، حجة اللہ فی الخلق، فخر الملة والدین الرازی قدس سرہ العزیز نے تفسیر میں اس مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ و تعالیٰ کی بارگاہ سے واپس آتے تھے فرمایا : من این نصیب امتی من هذا الشرف، یہ دولت و سعادت جس سے میں سعادت مند ہوا ہوں، میری امت کی قسمت میں کہاں، خطاب آیا معراج امتک الجماعۃ، نماز جماعت آپ کی امت کا معراج ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دنیا میں نزول فرمایا، دوستوں کو یوں خبر دی کہ الصلوٰۃ معراج المؤمن۔ امام رازی فرماتے ہیں کہ نماز روحانی اور جسمانی معراج کی جامع ہے کیونکہ یہ ایسے افعال پر مشتمل ہے جو قالب سے تعلق رکھتے ہیں اور ایسے اذکار سے جو دل سے تعلق رکھتے ہیں، اس معراج کا بیان یوں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مبارک سفر کا پختہ ارادہ فرمایا پہلے طہارت کی کیونکہ مقامِ قدس میں داخلہ بغیر طہارت کے ممکن نہیں، لا محالہ جبرائیل علیہ السلام حوضِ کوثر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پانی لائے اس طرح کہ جبرائیل علیہ السلام نے وضو ان سے کہا دو لوٹے یا قوتِ سرخ کے آبِ کوثر سے

بھرے ہوئے اور ایک سبز زمر کا چکر اور طشت جو ایسے جواہرات سے مرتع ہو جن کی شعاعوں سے آسمان روشن ہو جائے لے کر آئیں۔ اسی طرح جب بندہ نماز کے ارادہ سے نیاز مندی کا قدم خدمت میں طاعت الہی کے لیے رکھتا ہے، اپنے ظاہر کو پانی سے پاک کرتا ہے، جس طرح شرع میں بیان ہوا ہے اور جب طہارت کا ارادہ کرتا ہے حق سبحانہ و تعالیٰ اس بندے کا ساتھی ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ کا رضوان خوف ورجاء کے دو لوٹے ایمان و عرفان کے حوض کوثر سے بھر کر اس نماز پڑھنے والے کی خدمت میں پیش کرتا ہے۔ اس کے بعد علم کا ایک طشت جس کے چار اضلاع ہیں، ایک افعال، دوسرا علم صفات، تیسرا علم اسماء اور چوتھا علم ذات، اور ان اضلاع میں سے ہر ضلع مخصوص جواہرات سے آراستہ ہے مثلاً افعال گوہر توحید، صفات جوہر وحدانیت، اسماء احدیت اور ذات کے ساتھ کوغیب ہویت کے ساتھ، جب نمازی کو ظاہری اور باطنی طہارت حاصل ہو جاتی ہے اس کے لیے براقِ محبت، مودت کی زین سے آراستہ حاضر کرتے ہیں۔ اس براق کے دوپر ہوتے ہیں ایک شوق اور دوسرا ذوق کا، پہلے کا قدم دونوں جہانوں سے آگے نکل جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے پلک جھپکنے میں اپنی توجہ کی جناب میں لے آتا ہے یہاں تک کہ اس کے اندر سے آواز آتی وجہت وجہی للذی فطر السموات والارض آتی ہے، اس کے بعد اس کی توجہ کے مطابق جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آثارِ عظمت و قدرت کی اطلاع دی کہ تمام کمونات ملکیات و ملکوتیات اس کی عظمت و کبریائی کی تجلی میں مشغول دیکھی۔ بندے کو بھی چاہیے کہ عقل کی نظر سے تمام اشیاء میں غور و فکر کرے اور طرح طرح کے حیوانات، نباتات و انسانوں کے بارے میں سوچے اور مجرور اور اس کے باشندوں کے فنا ہونے پر غور کرے، پھر عالم بالا کی طرف متوجہ ہو، آسمانوں، ملائکہ کے مختلف گروہوں، سدرۃ المنتہیٰ تک وہاں کے ساکنین، لوح و قلم، عرش، کرسی، بہشت، دوزخ، عالم اجسام، عالم ارواح دینی اور سماوی، ملک، ملکوت غیب شہادت کو نظر بہت کے احاطہ میں لائے اور ان تمام پر عظمت الہی کے انوار کے پرتو ڈالے یہاں تک کہ تمام آفتاب کے پہلو میں ستارے کی مانند نابود کر دے، تحقیق و یقین کے ساتھ دونوں جہانوں سے ہاتھ اٹھا لے اور اللہ اکبر کہے پھر

عالم سفلی اور علوی کی سرحد پر اپنے دونوں ہاتھوں سے، عالم صغیر جس سے مراد آدمی ہے، کے دل پر ایک بند باندھ دے تاکہ مشوشات لطائف روحانی اس سے تعرض نہ کر سکیں۔ نقل ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحرۃ بیت المقدس سے قدم اٹھا کر معراج پر رکھا، نمازی تکبیر تحریر کے بعد معراج ثنا پر قدم رکھتا ہے اور سبحانک اللہم وبحمدک کا کلمہ زبان سے ادا کرتا ہے کیونکہ آدم صلی اللہ علیہ السلام کی معراج یہی کلمہ تھی کہ فتلق آدم من ربہ کلمات اسی کلمہ کے متعلق وارد ہوئی ہے بلکہ مقدس ملائکہ کی معراج بھی یہی کلمہ تھی 'فصبح بحدس ربک' خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے طبقات سہوات پر قدم رکھنے کے بعد ساتوں طبقات آسمان میں دل کو شیطان کے تصرف سے محفوظ دیکھا و حفظا من کل شیطان وارد، اسی طرح نمازی معراج ثنا سے آسمان معارف پر قدم رکھتا ہے اور اس کی خواہش ہوتی ہے کہ دل کے ساتوں مراحل کو جو سات آسمانوں کی مانند ہیں شیطان کے مکرو فریب اور وسوسے پاک رکھے وہ اعوذ باللہ من الشیطان الرجید زبان سے ادا کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب یہاں سے گزر کر ایک ایک بہشت میں پہنچے، آٹھوں دروازوں میں سے ہر ایک کی ایک چابی ملاحظہ فرمائی، پہلے دروازہ کی چابی معرفت، دوسرے کی ذکر، تیسرے کی شکر، چوتھے کی رجا، پانچویں کی خوف، چھٹے کی اخلاص، ساتویں کی دعا اور آٹھویں دروازہ کی چابی اقتدا تھی، اسی طرح نمازی بندہ سہوات قلب کے طبقات کو طے کر کے بہشت مکاشفہ میں پہنچتا ہے تو اس کے اسے آٹھ دروازے دکھائی دیتے ہیں، ہر دروازہ کیلئے ایک چابی مقرر ہے پہلا بہشت کا دروازہ جو باب المعرفت ہے، کلید معرفت اور مفتاح ایمان سے دوسرا جو باب الذکر ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے کلمے سے، تیسرا الحمد للہ رب العلمین کی کلید سے، چوتھا الرحمن الرحیم سے، پانچواں مالک یوم الدین سے، چھٹا کلمہ اخلاص ایاک نعبد و ایاک نستعین، ساتواں اهدنا الصراط المستقیم سے اور آٹھواں دروازہ جو کہ باب الاقتدا ہے صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم لا الضالین کی کلید سے کھلتا ہے اور قولہ تعالیٰ جنات عدن مفتحة لهم الابواب سے یہ مراد ہے، پھر نمازی کی جان فاقروا ماتیسرومن القرآن کے فرمان سے محمد

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح قرآنی سورتوں کے باغات میں سیر کرتی ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے باغوں میں سیر فرمائی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے باغات کی سیر فرمائی حق سبحانہ و تعالیٰ نے اپنے نور تجلی میں مشغول کر دیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں کسی چیز کی رغبت پیدا نہ ہو، اسی طرح نمازی کو کلام پاک کی تلاوت کے بعد مکمل کی تجلی ظاہر ہوتی ہے اور پھر وہ اذا تعجلی اللہ بشئ خضع لہ کے تعاضد کے مطابق رکوع میں اپنی پشت جکادیتا ہے اور عظمت الہی کا عذر کرتے ہوئے سبحان ربی العظیم کے الفاظ کو ورد بناتا ہے، بزرگوں نے اس تجلی کو تجلی فعلی کہا ہے، اسی تجلی کا ظہور تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آثار کو دیکھنے لگے اور فرمایا: اللہم انی اعوذ بعفوک من عقابک، نمازی کے اپنی نماز نیاز کو رکوع کی تواضع سے پیش کرنے کے بعد عظمت الہی کی بارگاہ سے بموجب من تواضع للہ سفعہ اللہ پھر اسے مقام استقامت پر برقرار رکھتا ہے، یہاں تک کہ ٹیڑھے پن کے بعد استقامت کی نعمت پر حمد خداوندی کے شکرانہ سے زبان کھولے اور اپنی حمد کی قبولیت پر فخر کرے کہ سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمَدَہ، جب حمد محمود کے ساتھ متصل ہو گئی، تجلیات صفاتی میں سے ایک اور تجلی بندہ پر جلوہ نکلن ہوتی ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اذا قال العبد سَمِعَ اللہُ لِمَنْ حَمَدَہ نظرہ اللہ الیہ بنظر الرحمة، اور اس نظر رحمت سے مراد تجلی صفات ہے جو خشوع میں زیادتی کی مستدعی ہوتی ہے، لامحالہ بندہ سجدہ کرتا ہے، جو خشوع و تذلل کی انتہائی صورت ہے، چنانچہ تجلی فعلی کے سامنے رکوع ہو جاتا ہے اور اسی مفہوم کو خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بیان فرمایا اعوذ بضعفک و بضعفک، اور جب سجدہ سے سر اٹھاتا ہے ایک دوسری تجلی، جو تجلی ذات ہے اس پر وارد ہوتی ہے اور یہ تجلی اسی قرب سے کنایہ ہے جو شجر خشوع و خضوع و کمالت کا پھل ہے اور پہلے سجدہ پھوٹی ہوئی شاخ ہے، چنانچہ فرمایا: واِسجد واقترب، یہ سالکان طریق تحقیق کے بلند ترین مراتب ہیں۔ یہاں ایک باریک نکتہ ہے اور وہ یہ ہے کہ چونکہ تجلی صفاتی اور تجلی ذاتی میں فرق تھا، فعل اور صفت میں امتیاز کی وجہ سے لامحالہ فرق پیدا ہوا یہاں تک کہ ایک نے رکوع کی شکل اختیار کی اور دوسرے نے سجدہ کی، لیکن چونکہ ذات اور صفات کو ایک دوسرے سے امتیاز نہیں تھا بظاہر یہ تجلی ممتاز نہ ہوئی،

دو دنوں سجدے ایک ہی طرز کے ہوئے اور دونوں کو ایک ہی قسم کی تواضع تک پہنچایا، لیکن ان دونوں کے درمیان معنی کے اعتبار سے بہت فرق ہے اس کے اسرار کشف و عیاں کے وقت ظاہر ہوتے ہیں، چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد ہیں کہ اَعُوذُ بِكَ مِنْكَ دونوں خطاب ایک ہی طرز کے ہیں لیکن معنی کے اعتبار سے کاف خطاب یک میں اور کاف خطاب منک میں زمین و آسمان کا فرق ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج روح اور جسم کا معراج تھا، نماز میں دو رکعت نماز فرض ہوئی تاکہ پہلی رکعت معراج اجسام ہو اور رکعت دوم معراج اذواح و اجسام، درمیان میں بیٹھنا لازم اور شنائے الہی واجب ٹھہری۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیٰ فتنہ کی مقام پر حتی سبحانہ و تعالیٰ کی شنایا بیان کی اور ایسی شنائش کی کہ کسی شخص نے نہیں کہی تھی کہ التَّعْبِیَّاتُ لِلَّهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ، بندوں کو بھی اسی شنایا حکم دیا گیا، چونکہ ان بند و رازوں کی کشادگی اور ان بلند و بالا درجات پر رسائی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شرفِ قدم سے میر ہوئی تھی لامحالہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح پر اسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ و بركاتہ عرض کرنا چاہیے، اس کے بعد سلام کا جواب بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین، گویا کوئی سائل اس نمازی سے پوچھتا ہے کہ ان بلند و بالا درجات اور ان عمدہ ترین مقامات میں نزول کس وسیلہ اور کس علیہ سے حاصل ہوا، وہ کہتا ہے بدولت شہادت، اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدًا عبده ورسوله، پھر یہ سائل کہتا ہے کہ یہ سید بھلی کی مانند پلک جھپکنے میں ام القریٰ دکن سے مقصد اقصیٰ کی بندیوں پر پہنچا اور صنوبر کی مانند مسجد اقصیٰ کی بنیادوں سے اٹھ کر آسمانوں کی چوٹیوں تک کشمچہ طیبہ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء سرفراز ہوا، سدرۃ المنتہیٰ کی پیری سے دنیٰ فتنہ کی کامیوہ چٹا، بلبل کی مانند فکان قاب قوسین أو ادقی کے اشجار اسرار پر سبحان الذی اسری کے پروں کے ساتھ پرواز کر کے بلبل کی مانند فادحی الی عبده ما ادحی کی شاخسار پر ہزار ہا داستانوں کے ساتھ نالہ و فریاد کی اور معین دیوانہ سے طیبہ میں یہ نیاز مندی سنی: ہ

اے بلبل گلزار معانی کہ توئی دے محرم اسرار نہانی کہ توئی

ہر کس کو نشان زد دست می جبت نیت ہم از تو بیاد آن نشانی کہ توئی

حاصل یہ کہ اے مسافر معراج الصلوٰۃ معراج المومن، اس پسندیدہ سید اور دونوں آنکھوں کو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا تحفہ اور ہدیہ بھیجتا ہے، نمازی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ کے دامن کو پکڑ کر اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کتاب ہے سائل گویا پھر اسے کتاب ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا شرف تحلیل علیہ السلام کی برکت سے حاصل ہوا ہے کیونکہ آپ نے نور رسالت آن سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دعا فرمائی تھی دینا و ابعث فیہم سولا اس دعا کی جزا اور اس استدعا کی پاداش کیا ہے، نمازی کتاب ہے کما صلیت و

سلمت وبارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم انک حمید مجید، جب آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارگاہ الہی میں تمکنت حاصل کر لی اور حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے سل یعط واشفع یشفع کے خطاب سے مشرف ہوئے تو آپ نے جو استدعا کی تمام امت کی بخشش کے لیے تھی، اس جگہ نمازی بھی جب قرب الہی حاصل کرتا ہے اسی طریقہ پر ثنا و درود کے بعد مومنین و مومنات کی مغفرت کرتے ہوئے خصوصی دسترخوانوں سے خاص دوستوں کے لیے محبت و اخلاص کا لقمہ اٹھاتا ہے تاکہ التعظیم لامر اللہ وشفقۃ علی خلق اللہ کے معنی کی تحقیق ظاہر کرے، لامحالیہ دعائے استغفار پڑھتا ہے اللھم اغفر للمومنین والمومنات الی آخرہ، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام خدمات پوری کر لیں اور امت کے اہم کاموں سے فارغ ہو گئے، سفر معراج سے واپسی کا حکم ہوا پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ملائکہ ملکوت پر ہوا۔ اس کے بعد دوستوں اور ساتھیوں کی طرف رجوع ہوا، اسی طرح نمازی کو بھی معراج نماز کے سفر سے واپسی کے وقت پہلے ملائکہ علیہم السلام کی نیت سے، پھر ان تمام لوگوں کی نیت سے سلام کرنے کا حکم ہوتا ہے جو صف میں جماعت کے ساتھ شریک ہیں، چنانچہ فرمایا: تعریبھا التکبیر و تحلیبھا التسلیم۔ ان اشارات کی اس سے زیادہ تحقیق تفسیر بحر الدرر میں بیان ہوئی، فلیطالع غمہ، باقی حکیمات و تمثیلات کے وظائف گزشتہ اوراق میں قصہ معراجیہ کے مقدم میں گزر چکے ہیں۔

وہذا آخر الکلام فی معراج النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام - ۵

بہ پایاں آمد این دفتر حکایت ہمنان باقی بعد وقرنمی گنجہ حدیث در مشتاقی

قصید امیر خسرو دہلوی

ہر کہ از خداے خواہد فردوس دلکش را
 آن خوابد رسولاں کا ندر کعب کفایت
 خورشید دولت او کا دل شدہ است طالع
 چون عزم بر سما شد آن قبلہ دعا را
 جبرئیل در رسیدہ با مایہ بشارت
 پیش کش کشیدہ رختی کو حلقہ لگامش
 در شام نیم شب شد لقمہ ارشید ہم دوش
 بر شہد رسولاں چون باد برگزاشتہ
 گنبد کنان بر آتش چون کرد عزم بالا
 عیش گفتہ گرچہ جانست طینت من
 از طیب طرہ خود دادہ غذای جانی
 نعین پایے او را بر عرش گو نگہ کن
 طاق از دو قوس بہتہ استاد کبریا یس
 انوار عاریت را از خود بہتہ چشمش
 از ساقی عنایت سیراب در کشیدہ
 حرفہ بخاند روشن در پرتو الہی
 زان نور دادہ بر کف ہر دست را چراغ
 تعویذ کردہ خسرو این نعمت را کہ باشد
 قلب است نقد این دل و ان نقد قلبی را

یارب جو مصطفیٰ را من بہر تو ستودم

تو ہم بمصطفیٰ بخش این مصطفیٰ ستارا

بہم علی بنی الرحمۃ و شفیع الامۃ و کاشف النعمۃ محمد والہ و اصحابہ و سلم سلیمان کثیرا

بعثت کے بارہویں سال کے واقعات

انصار کے بارہ افراد کو رسم حج پر سیدہ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیعت عقبہ اولیٰ حاضر ہوئے ان میں سے دس اشخاص قبیلہ خزرج میں سے تھے، سعد

بن زرارہ، عوف بن مالک، رفاعہ اور اسے عوف بن عفرہ بھی کہتے ہیں۔ معاذ، معوذ
پسران عفرہ، اور ایک روایت میں معوذ کی بجائے یزید بن ثعلبہ ہے، رافع بن مالک بن
الجلخان، سعد بن عبادہ، اور ایک روایت میں اس کی جگہ ذکوان بن قیس ہے، منذر
بن عمرو، عبادہ بن صامت و عتبہ بن عامر بن بالی، قطیبہ بن عامر بن حدیدہ، دو اور شخص
قبیلہ اوس سے تھے، ابو الیشم التیمان و عویم بن ساعدہ، یہ جماعت عقبہ میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی اور اس بات پر بیعت کی کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں
کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے سرتابی نہیں کریں گے اور یہ کہ اگر اس
ہمد کو پورا کریں گے تو بہشت میں داخل ہوں گے، اور اگر کفر و شرک کے علاوہ دوسرے امور
کی پابندی نہیں کر سکیں گے تو ان کا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہوگا، چاہے گا تو بخش دے گا
نہیں تو عذاب دے گا۔ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد ۱۰۰۰
اس جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ میں بھیجا تاکہ ان کو قرآن اور دین کی تعلیم دے۔ منقول ہے کہ
مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ایک ناز پروردہ نوجوان تھے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر
ایمان لائے ان کے والدین نے انھیں بہت اذیت پہنچائی، شہب ابی طالب میں محاصرہ کے
دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، بہت سی ریاضت و مشقت برداشت
کی ہوئی تھی اور انہیں وہ آیات و بیانات جو ان دنوں نازل ہوئیں، تمام یاد تھیں، جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب الارشاد ان اہل بیعت کے ساتھ مدینہ منورہ جا کر اسعد
بن زرارہ کے گھر قیام کیا، انصار کے گھروں میں آمد و رفت ہوتی اور انہیں دین تویم اور ملت
مستقیم کی طرف راہنمائی کرتے ان میں سے کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ایک روز اسعد بن

اسید بن حصیر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کا ایمان لانا زرارہ اور مصعب

بن عبید، عبدالاشہل اور بنی ظفر (انصار کے قبائل میں سے دو قبیلے ہیں) کے محلہ میں گئے، ان دونوں قبیلوں کے لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے، ان میں سے اکثر مسلمان ہو گئے، جب سعد بن معاذ، جو سعد بن زرارہ کا خالزاد بھائی اور قبیلہ کا سردار تھا، کو یہ خبر پہنچی، اسید بن حصیر کہ یہ بھی رئیس قوم تھا کو خطاب کیا کہ اسعد بن زرارہ اس غریب آدمی کو لایا ہے اور کم عقل لوگوں کو اپنے پرانے طریقوں اور باپ دادا کے راستے سے روکتا ہے، خدا کی قسم اگر صلہ رحمی مانع نہ ہوتی تو میں اس مہم کے لیے کافی تھا، اب آپ کو جانا چاہیے اسے زبردستی سے منع کریں، اسید اپنے نیزے کے ساتھ جو اس کے ہاتھ میں تھا ان کی طرف چل دیا، جب اسعد نے اسے دیکھا، کہا: اے مصعب! یہ شخص اشرف و اخیار قوم میں سے ہے اگر یہ ایمان لے آئے تو ایک بڑی جماعت الی کے ساتھ موافقت کرے گی۔ جب اسید ان کے نزدیک گئے وہ کھڑا ہو گیا اور ہنستے ہوئے انہیں کہا کہ تم ہمارے گھر کیوں آتے اور ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف بناتے ہو۔ اسعد نے کہا اے ابو یحییٰ! تم ایسے آدمی ہو جو کمال عقل سے براستہ ہے اور زیور دانش سے مزین، تھوڑی دیر تشریف رکھیے اور میری گفتگو سننے کا شرف بخشے۔ اگر آپ کا دل مانے تو قبول فرمائیے ورنہ جو چیز آپ کو ناپسند ہوگی ہم اس کے ازالہ کی کوشش کریں گے، اسید نے کہا: تم نے انصاف کیا، چنانچہ اپنا نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور بیٹھ گیا، حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے مناسب مقدمات کی تمہید کے بعد قرآن پاک کی تلاوت کی اور اسید کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، اسید اور مصعب رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قسم بخدا ہم نے اس کے بات کرنے سے پہلے نورِ ایمان کو اس کے چہرہ پر عیاں دیکھا، جب حضرت مصعب رضی اللہ عنہ تلاوت قرآن سے فارغ ہوئے اسید نے کہا: جیب آپ لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہونا چاہتے ہیں تو کیا کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: غسل کر کے پاک کپڑے پہنتے ہیں اور کلمہ توحید پڑھ کر دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اسید نے بتائے ہوئے طریقہ پر فوراً عمل کیا اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گیا، پھر اٹھا اور سعد بن معاذ

کی طرف چل دیا، جب سعد نے اسے دیکھا، کہا خدا کی قسم اسید اس چہرہ کے ساتھ واپس نہیں آیا جس کے ساتھ وہ گیا تھا اس نے پوچھا اپنے کیا کیا پاس نے کہا میں نے انھیں ڈانٹا اور منع کیا، لیکن میں نے یوں سنا ہے کہ بنو حارثہ یہ چاہتے ہیں کہ آپ کے خالہ زاد بھائی اسعد کو قتل کر دیں اور آپ کے عہد کو توڑ دیں، اس بات سے اسید یہ چاہتا تھا کہ سعد بن مساذان کے پاس جائے تاکہ اپنے خالہ زاد بھائی کی حمایت کرے، وہ غصے میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہا تو نے کوئی کام نہیں کیا، نیزہ اس کے ہاتھ سے لے کر ان کی طرف چل دیا، جب اسعد نے سعد کو دُور سے دیکھا، مصعب سے کہا: خدا کی قسم یہ شخص قوم کا سردار ہے اگر وہ ایمان لے آئے مینہ میں کوئی شخص مخالف نہیں کر سکے گا، سعد ان کے پاس آکر کھڑا ہو گیا اور وہی باتیں اس نے کہیں جو اسید نے کہی تھیں، اسعد نے وہی جواب دیا، سعد بیٹھ گیا، مصعب رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے

ایمان پیش کیا اور یہ سورۃ تلاوت فرمائی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا خدا کی قسم اس کے اسلام لانے سے پہلے ہم نے اس کے چہرہ پر اسلام کے اثرات دیکھے، پھر سعد نے اسعد اور مصعب رضی اللہ عنہما کے اشارے سے ایک شخص کو اپنے گھر بھیجا اور دو پاک کپڑے لے آیا، غسل کر کے کپڑے پہن، زبان سے کلمہ توحید پڑھ کر دو رکعت نماز ادا کی اور اپنے قبیلہ میں واپس آیا، منادی کروا کر تمام مردوں اور عورتوں کو جمع کیا، جب لوگ اکٹھے ہو گئے تو اس نے پوچھا: اے قوم! تم مجھے کیسا سمجھتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم آپ کو اپنے میں سب سے بہترین سمجھتے ہیں اور آپ کی رائے کو درست سمجھتے ہیں، آپ کیا چاہتے ہیں؟ فرمایئے ہم آپ کے فرمانبردار ہیں، سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا تم میں سے کسی مرد اور عورت کا اس وقت تک میرے ساتھ بات کرنا حرام ہے جب تک تم خدا پر ایمان نہ لاؤ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہ کرو۔ راوی کا بیان ہے کہ خدا کی قسم اسی روز قبیلہ بنی اشہل کے تمام مرد اور عورتیں ایمان لے آئیں، پھر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کھلم کھلا اہل مدینہ کو اسلام کی دعوت دینے لگے اور لوگ فوج و فرج مسلمان ہوتے تھے، یہاں تک کہ قبیلہ اوس اور خزرج کے اکثر و بیشتر بڑے بڑے لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے، مصعب رضی اللہ عنہ تمام واقعات تفصیلاً

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے رہے، پھر خود بھی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

بعثت کا تیرھواں سال

اہل سیر رحمہم اللہ کا بیان ہے کہ جب بعثت کا تیرھواں سال شروع بیعت عقبہ ثانیہ ہوا تو ارادہ ازیلی اس بات کے ورپے ہوا کہ دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈوں کو بلندوں کرے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے ہوئے کفر و شرک کی جڑوں کو میدان دنیا سے اکھاڑ پھینکے اور کفار و مشرکین کو ذلیل و رسوا کر دے، اس حقیقت کا آغاز اس طرح ہوا کہ اس سال اہل مدینہ کی ایک بہت بڑی جماعت آشنا و بیگانہ، نیک و بد اور زن و مرد، موسم حج میں بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے آئی۔ ایک روایت میں ہے کہ تقریباً پانچ سو افراد تھے، اور ایک روایت میں تین سو افراد تھے۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ جب ہم حرم شریف میں پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی، طے ہوا کہ ایام شریق کی دوسری رات شعب عقبہ میں جمع ہو کر ایک دوسرے سے بیعت کریں گے، چونکہ ہم اپنے اسلام کو بت پرستوں سے پوشیدہ رکھتے تھے، جب رات کا تقریباً تیسرا حصہ گزر گیا ایک ایک کر کے منزل سے روانہ ہوتے اور وعدہ گاہ پر پہنچتے رہے، اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ تشریف لائے، کعب بن مالک نے فرمایا: عباس اگرچہ ابھی تک قریش کے ہی دین پر تھے، لیکن اپنے بھتیجے کے متعلق اہتمام اور شفقت کی وجہ سے اپنے بھتیجے کے ساتھ متفق تھے، چونکہ دانشمند اور صاحب تدبیر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ لے آئے تھے تاکہ آپ کے اور انصار کے درمیان عہد و پیمان کے قواعد کو استحکام بخشیں، کعب بن مالک نے کہا ہم ستر افراد مرد اور دو عورتیں ہمارے ہمراہ تھیں جنہوں نے اس رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی، سب سے پہلے حضرت عباس نے گفتگو شروع کیا فرمایا اے اہل مدینہ! تم جانتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ ہم میں کس قدر بلند ہے

آپ ہماری قوم میں سب سے زیادہ عزیز اور سب سے زیادہ محترم ہیں، ہم نے آپ کو دشمنوں کی ایذا رسانی سے اب تک محفوظ رکھا ہوا ہے اور اب بھی ہم اسی عزم و یقین کے ساتھ ان کی حفاظت کا تمہید کیے ہوئے ہیں لیکن آپ کی خواہش ہے کہ ہم سے الگ ہو کر آپ سے وابستہ ہو جائیں، اگرچہ تم اپنی جس استدعا کے ساتھ آپ کو مدینہ لے جا رہے ہو، پورا کرو گے اور دشمنوں اور منافقین کے شر سے محفوظ رکھو گے۔ اگر ایسا کر سکو تو چشم مارو شن، آپ لوگوں کے پاس تشریف لے جائیں اور اگر تمہیں اپنے آپ پر اعتماد نہیں ہے تو ابھی سے دستبردار ہو جاؤ کیونکہ وہ اپنی قوم میں عزت و احترام کی حفاظت میں محفوظ رہیں گے، انصار نے کہا، اسے عباس! جو کچھ آپ نے کہا ہم نے سُن لیا، لیکن یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ خود ارشاد فرمائیے جو شرط بھی اپنے اور اپنے خدا تعالیٰ کے متعلق چاہتے ہیں فرمائیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کا آغاز کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے قرآن مجید کی چند آیات تلاوت فرمائیں، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم سے کس قسم کی بیعت لینا چاہتے ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرے ساتھ اس بات کی بیعت کرو کہ تم ہر حالت میں راحت ہو یا تنگی، میری اطاعت و فرمانبرداری کرو گے، اپنی دولت خرچ کرنے میں کوتاہی نہیں کرو گے، امر معروف اور نہی منکر کرو گے، کلمہ حق کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرو گے، جب میں تمہارے پاس آؤں تو میری امداد کرو گے اور اسی طرح میری حفاظت کرو گے جس طرح تم اپنی اپنی اولاد اور عورتوں کی کرتے ہو تاکہ تم بہشت جاؤ داں میں داخل ہو سکو۔

روایت ہے کہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کچھ کہنے کی اجازت ہے؟ اُن سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہئے۔ اسعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہر دعوت کی ایک صفت ہوتی ہے خواہ نرم خواہ سخت، آپ بھی ایسی چیز کا حکم فرماتے ہیں جو آج لوگوں پر سخت اور دشوار ہے کیونکہ آپ نے ہمیں اپنے دین کو چھوڑنے اور ملت اسلام کی متابعت کا حکم فرمایا ہے، یہ بہت بڑا کام ہے ہم نے اپنی خواہش سے اسے قبول کیا ہے، اس کے علاوہ ہمارے درمیان پڑوسیوں کے ساتھ میل جول اور صلہ رحمی تھی آپ نے ہمیں اسے

ختم کر دینے کا حکم دیا، ہم نے پورے اخلاص سے قبول کیا یہ انتہائی دشوار امر تھا، ہم ایک ایسی جماعت تھے جس کا عزت و وقار میں اپنا ایک مقام تھا کہ کوئی شخص بھی ہم پر حکومت و سرکاری کا تصور تک نہیں کر سکتا تھا خصوصاً ایسا شخص جسے اس کی قوم نے تنہا چھوڑ دیا ہو اور اس کے چچاؤں نے اس کی حمایت و حفاظت سے ہاتھ کھینچ لیے ہوں ہم نے اپنے حسن اعتقاد کی بنا پر اس حقیقت کو اپنے اوپر لازم اور واجب قرار دے لیا ہے۔ یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں کہ ان امور کی ذمہ داری لوگوں کے نزدیک ناپسندیدہ ہے اور کوئی شخص اس قسم کے امور کا اقدام نہیں کر سکتا سوائے اس شخص کے جس کی رشد و ہدایت کا خدا تعالیٰ نے ارادہ کر لیا ہو، جو کچھ بیان ہوا ہماری زبانیں اور دل اعتراف و تصدیق میں ایک دوسرے کے موافق ہیں اور ان تمام باتوں پر آپ سے بیعت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ جو آپ کا اور ہمارا پروردگار ہے، بیعت کرتے ہیں، قدرت الہی جل و علا کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں کے اوپر ہے ہم عہد کرتے ہیں کہ ہماری جانیں آپ کی جان کی حفاظت کے لیے وقف ہوں گی، ہمارے جسم آپ کے لیے ڈھال ہوں گے، ہر وہ چیز جس کے ساتھ ہم اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں، آپ کی بھی کریں گے، اگر ہم اس عہد و پیمان کو پورا کریں گے تو اپنے پروردگار کے ساتھ عہد کو پورا کیا ہوگا اس طرح ہم سعادت مندوں کے زمرے میں شمار ہوں گے اور اگر اس عہد و پیمان کو توڑا گیا تو گویا خدا تعالیٰ کے عہد کو توڑا اس وجہ سے بد بختوں میں ہوں گے والعباد باللہ منہ، ہم اپنی ان باتوں میں سچے ہیں واللہ المستعان، جب سلسلہ سخن یہاں تک پہنچا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اپنے پروردگار کے لیے یہ شرط لگاتا ہوں کہ اس کی عبادت کرو گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرو گے اور اپنے لیے یہ کہ جس طرح تم اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہو، میری بھی کرو گے، انصار نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے قبول کیا رضی اللہ عنہم و عنی سائر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجمعین۔

سب سے پہلے براء ابن معمر نے آنحضرت مدینہ والوں کا اعلان جاں شامی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑا اور بیعت کی

اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے بیعت کرنے والے ابو عامر اور اسعد بن زرارہ تھے، اور ایک روایت میں ابو الہیثم بن التیہان تھے، کعب بن مالک نے کہا کہ ابو الہیثم نے بیعت کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً ہمارے اور لوگوں کے درمیان کچھ عہد و پیمان ہیں، ہم ان تمام کو ختم کر رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ جب خدا تعالیٰ آپ کو غلبہ و نصرت عطا فرمائے آپ اپنے قبیلہ اور قوم کے پاس واپس تشریف لے جائیں اور ہمیں مایوس و نامراد چھوڑ جائیں خواجہ عالم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا بل الدم الدم والہدم الہدم انتقمی وانا منکم احارب من

حاربتم واصلہ من سالمتہ، یعنی میرا خون تمہارا خون ہے اور میری قبر تمہاری قبر ہے یعنی میری قبر وہاں ہوگی جہاں تمہاری قبریں ہوں گی، تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو تمہارے ساتھ جنگ کرے گا اور جس کے ساتھ تم صلح کرو گے میں صلح کروں گا۔ القحطہ جب صلح کے قواعد مستحکم ہو گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اشارے سے نوفقیہ قبیلہ خزرج اور تین نقیب قبیلہ اوس سے مقرر فرمائے، قبیلہ خزرج کے یہ نقیب تھے: براء ابن معرور، رافع بن مالک بن العجلان، سعد بن عبادہ، سعد بن خثیمہ، سعد بن الربیع، عبادہ بن الصامت، عبداللہ بن رواحہ، عبداللہ بن عمرو بن حزم اور منذر بن عمرو بن خنیس۔ قبیلہ اوس کے نقباء یہ تھے ابو الہیثم بن مالک بن التیہان، السید بن حصیر اور اسعد بن زرارہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقیب مقرر کرتے وقت فرمایا: اے قوم انصار! تم میں سے کسی شخص کو یہ بات ناپسند نہیں ہونی چاہیے کہ میں نے اس کے علاوہ دوسرے کو مقرر کیا ہے کیونکہ مجھے خود اس میں کچھ اختیار نہیں ہے بلکہ جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم سے مقرر کرتے ہیں، جب نقیب مقرر ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا تم اپنی قوم کے اسی طرح کفیل ہو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری قوم عیسیٰ علیہ السلام کے کفیل تھے اور میں اپنی تمام امت کا کفیل ہوں، اور ایک روایت میں ہے کہ بیعت کی رات عباس بن عبادہ انصار میں گیا اسے بنی خزرج! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے ساتھ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو، انہوں نے کہا آپ خود ہی بیان کریں۔ اس نے کہا تمام دنیا کے ساتھ جنگ اور جان و مال کی مصیبت پر بیعت کرتے ہو، اگر تم سمجھتے ہو کہ جب تمہارے مال تلف ہوئے اور تمہارے سردار قتل ہوئے تو ان سے روگردانی کر لو گے تو ابھی سے دست بردار ہو جاؤ تاکہ دنیا و آخرت میں تم رسوا و ذلیل نہ ہو جاؤ اور اگر تمہیں اپنے مال دولت کی بربادی اور اپنے سرداروں کی ہلاکت کی کوئی پروا نہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کر لو، کیونکہ یہ دنیا و آخرت میں سب سے بہترین چیز ہے۔ انہوں نے کہا ہم آپ کو قتل رو سا اور مصیبت اموال پر ترجیح دیتے اور اختیار کرتے ہیں۔ پھر انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم اپنے اس عہد کو پورا کریں تو اس کی جزا کیا ہوگی؟ آپ نے فرمایا: بہشت۔ پھر انہوں نے درخواست کی: اپنا دست مبارک بڑھائیے تاکہ ہم بیعت کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھا دیا۔ تمام نے بیعت کی۔

کہتے ہیں کہ جب بیعت سے شیطان اہل مدینہ کے ایمان سے کانپ گیا فارغ ہو گئے، اس عہد

کے بعد شیطان عقبہ کی چوٹی پر آیا اور بلند آواز سے پکارا کہ اے اہل منی! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مدینہ کے لوگوں نے اپنے دین سے روگردانی کر کے مذمہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے اور تمہارے ساتھ جنگ کرنے پر متفق ہو گئے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جوتیوں کی آواز سن کر فرمایا: عقبہ کا ارب ہے، ارب شیطان کا نام ہے،

اے دشمن خدا! سن لے میں اب تیری خبر لوں گا۔ عباس بن عبادہ بن فضلہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم! خدا کی قسم آپ اگر حکم دیں تو کل صبح اہل منی کے ساتھ جنگ کریں گے۔ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی میں جنگ کرنے کا حکم نہیں ہوا لیکن تم اپنی قیام گاہوں کو واپس

چلے جاؤ عباس فرماتے ہیں کہ ہم اپنی خوابگاہ میں چلے گئے، دوسرے روز صبح قریش نے آکر

کہا کہ اے گروہ خزرج! ہم نے یوں سنا ہے کہ آپ لوگ ہمارے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کے پاس آئے ہو اور تمہارا ارادہ ہے کہ اسے مدینہ لے جاؤ اور اس کے ساتھ مل کر

ہمارے ساتھ جنگ کرو۔ خدا کی قسم ہمیں کسی قبیلہ کے ساتھ جنگ دشوار نہیں ہے جو، اے

سانحہ دشوار دکھائی دے ہم میں مشرکین کی ایک جماعت تھی جو ہمارے ساتھ تھی، جس نے ہماری بیعت کا علم نہ ہونے کی وجہ سے انکار کیا اور قسم کھائی کہ ہمیں اس واقعہ کی خبر نہیں ہے، اسکے بعد قریش عبداللہ ابی سلول کے پاس گئے، بیعت کا قصہ اس کے سامنے بیان کیا، اس نے کہا یہ بہت خطرناک کام ہے قوم میرے مشورہ کے بغیر ایسا کام نہیں کر سکے گی، قریش عبداللہ سے یہ بات سن کر واپس چلے گئے، کعب بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے ایک جوان کے پاؤں میں نہایت عمدہ جوتا دیکھا میں نے ابوجابر سے کہا باوجودیکہ آپ قوم کے سردار ہیں اس قسم کا جوتا پہننے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جوان نے جب یہ بات سنی تو اس نے جوتا اتار کر میرے سامنے ڈال دیا اور مجھے خدا کی قسم دی کہ اس کو پس لینے۔ ابوجابر نے کہا: تو نے اس جوان کو شرمندہ کر دیا، جوتا اسے واپس دے دے۔ میں نے کہا: خدا کی قسم میں اسے جوتا واپس نہیں دوں گا۔ یہ عمدہ نال ہے جب لوگ مکہ سے منتشر ہو گئے تو قریش نے بیعت کی خبر کی تحقیق کی تو انہیں تصدیق ہو گئی، انہیں معلوم ہو گیا کہ شیطانوں کے قاصد کی خبر درست تھی، فوراً انصار کے پیچھے روانہ ہو گئے، سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو کو انہوں نے جالیا، جنگ کی، بعض جھاگ کر نکلنے میں کامیاب ہو گئے، ناپاک مشرکین نے سعد کو قابو کر لیا اور ہاتھ اور گردن باندھ کر مکہ میں واپس لے آئے، ان میں سے بعض دانشوروں مثلاً جبیر بن مطعم اور حارث بن ابیہ نے کہا کہ ہماری تجارت کی گزرگاہ مدینہ ہے بہتری اسی میں ہے کہ ہم اسے قید سے نکال دیں اور اسے آزاد کر دیں تاکہ وہ اپنے گھر چلا جائے اس بات کو معقول سمجھتے ہوئے انہوں نے سعد سے ہاتھ اٹھایا یہاں تک کہ سعد مدینہ پہنچے گئے، اہل مدینہ مسلح ہو کر سعد کو چھڑانے کے لیے مکہ کی طرف چل دیے کہ راستہ میں ہی انہیں سعد مل گئے۔

بجرت کی اجازت جب قریش پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل مدینہ کے عمدہ دیمان ظاہر ہو گئے تو انہوں نے از سر نو مسلمانوں پر دست تصدیق دراز کر دیا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے مکہ میں ٹھہرنے کی کوئی سورت باقی نہ رہ گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستوں سے فرمایا کہ مدینہ منورہ کو ہجرت کر جاؤ، وہ یکے بعد دیگرے ہجرت کرنے لگے، جس نے سب سے پہلے ہجرت میں قدم رکھا ایک روایت

کے مطابق مصعب بن عمیر اور ایک دوسرے قول کے مطابق ابوسلمہ بن عبداللہ بن عبدالاسد
 الخزرجی تھے جو حبشہ کی ہجرت سے واپس آئے تھے، ان کے ہجرت کرنے کی کیفیت یوں تھی کہ وہ
 اپنی بیوی ام سلمہ اور بیٹی سلمہ کو اڈنٹ پر بٹھا کر اس کی مہار پکڑے مدینہ کے ارادہ سے باہر نکلے ،
 اس کی اطلاع بنی مغیرہ اور ابو جہل کو ہوئی، ام سلمہ اسی قوم کی تھی، انہوں نے ابوسلمہ کے ہاتھ سے
 مہار پکڑ لی اور اسے بیوی اور بیٹی کے پاس سے سختی سے جھکا دیا اور کہا تجھے اپنی ذات پر اختیار ہے
 اگر تو نے ہماری مخالفت کی اور ہمارے دین کو چھوڑ دیا ہے تو تو جانے تیرا کام، لیکن ام سلمہ کو جو
 ہماری رشتہ دار ہے اٹھا کر کیوں اطراف و جانب میں لیے پھرتا ہے، کبھی حبشہ کی طرف لے جاتا ہے
 اور کبھی شرب کی جانب، القصد بنی مغیرہ نے ام سلمہ کو اس کی بیٹی سلمہ کے ساتھ ابوسلمہ کے
 ساتھ جانے سے باز رکھا، ابوسلمہ کو صحرائیں تنہا چھوڑ دیا، ابوسلمہ جب بیوی اور بیٹی سے جدا ہو کر
 مدینہ منورہ پہنچے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت و مفارقت، محنت و جگر بیٹی اور انیس مہربان بیوی
 کی جدائی کے رنج اور مسافرت کی خشکات کی بنا پر جاں بلب اور کانٹوں پر لوٹنے لگے۔

دل درمیان محنت و یار از کس دور دستم بخوں نگار و دستم نگار دور
 یاراں ہمہ مراد دل آورد و کسار واں یار کو مراد من ست از کنار دور
 یاراں اگر برسم تفتد عنایتی در کار من کنند نباشد ز کار دور

ہرگز مباد یسج کس اندر جساں چو من

با درد و غم قسین و زیار و دیار دور

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ مجھے بنی مغیرہ اور میری بیٹی کو عبدالاسد جو میرے شوہر کے رشتہ دار تھے لے گئے
 مجھے اپنے شوہر اور بیٹی سے جدا کر دیا اور مجھے جگر سوز آتش فراق میں جلنے دیا، لامحالہ میں روزانہ بٹھانے لگا
 میں نکل جاتی شام تک زار و قطار روتی رہتی، لطف و رحمت اور شفقت کی خاطر ہر طرف امید لگائے
 بیٹھی دیکھتی رہتی اور کہتی رہے

غم زمانہ خورم یا فساق یار کشم

بطاقتے کو ندارم کدام بار کشم

بنی مغیرہ میں سے ایک شخص نے مجھے دیکھا، میرے متعلق اس کے دل میں شفقت و رحمت پیدا ہوئی

اس نے بنی مغیرہ سے کہا اس بیماری کے حال زار کو کیوں نہیں دیکھتے، کب تک اسے جبرہ کی کٹھالی میں گھسلائے رہو گے، پس انھوں نے میری بیٹی میرے سپرد کر دی اور مجھ سے دست بردار ہو گئے اور مجھے قیام کرنے یا پہلے جانے کا اختیار دے دیا، میں اپنی بیٹی کو چھلے کر اپنے اونٹ پر بیٹھی اور مدینہ منورہ کو چل دی، جب ہم تنعیم میں پہنچے، عثمان بن ابی طلحہ بن عبدالعزیٰ راستہ میں آنا ہوا ملا جو ابھی تک مشرک تھا، اس نے پوچھا اے ابوامیہ کی بیٹی! کہاں کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا اپنے شوہر کی طلب میں مدینہ جاتی ہوں اور خدا پر بھروسہ ہے، اس نے کہا تیرے ساتھ کوئی شخص نہیں، میں نے کہا، میری اس بیٹی کے سوا کوئی نہیں، اس نے میرے اونٹ کی مہار پکڑ لی اور چل پڑا، خدا جانتا ہے کہ میں نے کسی بھی شخص کی مصاحبت کو اس سے زیادہ پاکیزہ نہیں پایا، ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ہم قبیلہ بنی عمر بن عوف کی بستی میں پہنچے۔ اس نے کہا اس بستی میں تیرا خاندان ہے، خدا تعالیٰ کی امان میں اس بستی میں چلی جا اور وہ واپس چلا گیا۔

مہاجرین کے قافلے عبداللہ بن مظعون اور خباب بن الارت نے ہجرت کی اور مصعب بن عمیر کے گھر اترے، ابوسلمہ بھی ان سے پہلے وہاں آچکا تھا یہ تمام وہاں قیام پذیر ہوئے، اس کے بعد کنزہ شمس بن عثمان، ارقم بن ارقم بن معاذ بن عمرو، حاتم بن ابی بلتعہ، مسعود بن ربیعہ، سعد بن ابی سرج روانہ ہوئے، ان کے بعد عثمان بن عفان، ابو حلیفہ بن عتبہ بن ربیعہ اور اس کے غلام سالم نے ہجرت کی، ان کے بعد حمزہ، زید بن عاصم، ابو مرثد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابوبکر بن ہاشم نے ہجرت کی، رضی اللہ عنہم اجمعین۔

ان کے بعد عمرو بن ام مکتوم، اس کے بعد عمار بن یاسر، عبداللہ بن مسعود اور بلال رضی اللہ عنہم نے اکٹھے ہجرت کی۔ ان کے بعد حضرت عمر بن الخطاب جسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ مدینہ منورہ کا رخ کیا۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے جب

حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہجرت کرتے ہیں ہجرت کا ارادہ فرمایا تمام صحابہ نے چھپ کر ہجرت کی تھی، آپ نے اعلان ہجرت کی، ہوائوں کہ آپ نے میان میں تلوار ڈالی اور کہاں ہاتھ ہیں

پکڑ لی، تیر لیے اور کعبہ کا رخ کیا، قریش کعبہ کے پھلی طرف بیٹھے ہوئے تھے، عمر رضی اللہ عنہ نے بیت اللہ شریف کا سات مرتبہ طواف کر کے آرام کیا، پھر مقام ابراہیم میں دو رکعت نماز تصدیق ارکلان اور اطمینان سے ادا کی، پھر سردارانِ قریش کے پاس آکر کھڑے ہو گئے وہ گروہِ جس نے ان پتھروں کو اپنا خدا تصور کر رکھا تھا اسے ناخوش باد کیا۔ پھر فرمایا تم میں سے جو شخص چاہتا ہے کہ اس کی ماں اپنے بیٹے کو کم کرے، اپنے بیٹے کو یتیم چھوڑ جائے یا بیوی کو بیوہ بنا دے اسے کہو کہ ہمارے پیچھے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہاں موجود تھا، تمام سردارانِ قریش حیران رہ گئے اور کسی کو حرکت کی طاقت نہیں تھی اور کوئی بھی ان کے پیچھے نہ گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی طرح کھلم کھلا روز روشن میں مدینہ کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پندرہ روز پہلے ہوئی، پھر مسلسل ہجرت ہوتی رہی۔

سید ابراہیم کے خلاف اشرار کے مشورے اور ہجرت

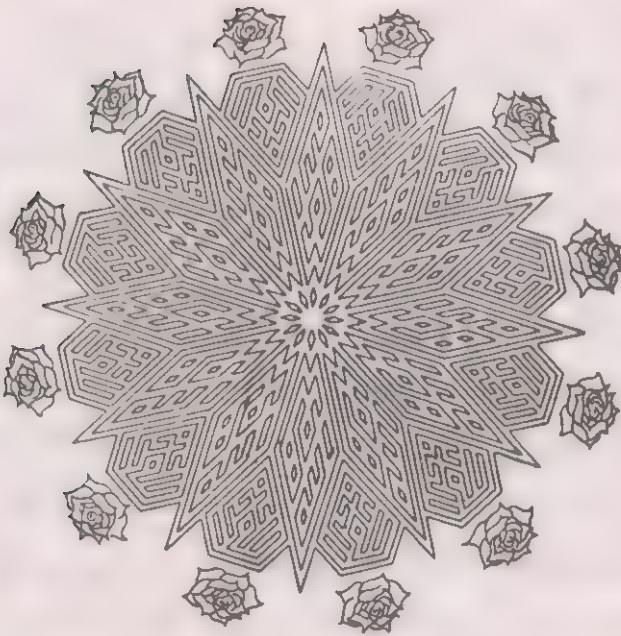
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے فرماتے تھے کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری ہجرت دو پہاڑوں کے درمیان نخلستان میں یعنی مدینہ میں ہوگی تمام دوستوں نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، چنانچہ کہتے ہیں کہ مکہ میں ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی دوسرا شخص نہ رہ گیا، جب مشرکین قریش نے دیکھا کہ مسلمانوں کے لیے ایک دوسری امن گاہ پیدا ہو گئی ہے انہیں فکر و امن گیر ہوئی کہ بھادوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے جا ملیں، دارالندوہ جسے قس بن کلاب نے بنا رکھا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مشورہ کیا، شیطان نے ایک باوقار بوڑھے کی شکل میں عصا ہاتھ میں لیے اس گھر کے دروازہ پر آکر دستک دی، اس سے انہوں نے استفسار کیا، اس نے کہا میں قبیلہ نجد سے ہوں، تمہارے حالات کا مجھے علم ہوا ہے، میں اس لیے آیا ہوں کہ تمہاری کوئی مدد کروں اور اپنی رائے کی درستی اور زمانہ کے تجربہ سے تمہاری مشکلات کو حل کروں، مشرکین نے کہا ہنرمند یہ مکہ کا باشندہ نہیں ہے اگر یہ ہمارے مشورہ میں شریک ہو تو کوئی مضائقہ نہیں القصد اس کا یہ ہے کہ آپ کو اس طرح ان کا محرم راز اور مستشار بنایا کہ انہوں نے

اس کی موجودگی کو غنیمت سمجھا، مشرکین اس کے احسان مند ہوئے، وہ اس مجلس کا سربراہ بن گیا۔ جس شخص کے دل میں کوئی تجویز گزرتی اس کے سامنے پیش کرتا، پھر ایک بات کو بنیاد بنا کر انہوں نے آپس میں کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہاں تک پہنچا ہے جسے تم دیکھ رہے ہو، خدا کی قسم وہ فوت ہو نہیں سکتا جب اس کے تابعین پیدا ہو جائیں گے ہمارے ساتھ جنگ کا ارادہ کرے گا، اور میدانِ مقابلہ و مقاتلہ میں اتر آئے گا، ابھی سے یہیں کوئی درست فیصلہ کر لینا چاہیے۔ ان میں سے ہشام بن عروہ نے کہا اسے ایک مکان میں مقید کر دینا چاہیے اور سوراخ میں سے اسے کھانا پانی دیتے رہنا چاہیے تاکہ زہر اور نابند کی طرح اسی قید خانہ میں ہلاک ہو جائے، شیخ نجدی نے کہا یہ رائے بری ہے کیونکہ اس کے وہ ساتھی جو متفرق ہیں یہ خبر سن کر جمع ہو جائیں گے بنو ہاشم ان کے ساتھ مل کر اسے قید خانہ سے نکال لیں گے اور تمہارے درمیان جنگ شروع ہو جائے گی۔ ابو البختری نے کہا اسے تختے نکال دینا چاہیے، جہاں چاہے چلا جائے۔ شیخ نجدی نے کہا یہ بھی کمزوری ہے کیونکہ مشہور ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شیریں گفتار ہیں، ان کے بیان میں لطافت ہے، ہو سکتا ہے وہ کسی ایسی قوم کے پاس چلا جائے جو اس کی باتوں پر فریفتہ و شیفتہ ہو کر اس کی متابعت کریں اور تمہارے ساتھ جنگ کے لیے نکل کھڑے ہوں اور تمہیں تباہ و برباد کر دیں، قریش اس کی باتوں کو مستحسن سمجھتے ہوئے اس کی عزت و احترام کے شرائط بجالائے، اس کے بعد ابو جہل بن ہشام نے کہا: صحیح راستے یہ ہے کہ ہر قبیلہ اپنے میں سے چند جوان اس کام کے لیے منتخب کرے تاکہ ہر ایک نوجوان ملو اپکا کر کدہ مل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ماریں اور انہیں قتل کر دیں۔ چونکہ ان کا خون تمام قبائل میں تقسیم ہو گا بنو عبد مناف کو تمام قبائل سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہوگی، لامحالہ وہ خون بہا پر راضی ہو جائیں گے۔ بنو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہا دے دیں گے اور اس دغدغہ سے چھوٹ جائیں گے، شیخ نجدی نے کہا: نیک راستے اور درست تدبیر یہی ہے جو ابو الحکم نے بیان کی ہے، اس پر متفق ہو کر مجلس برخاست کر دی اور اس کی تیاری میں مشغول ہو گئے، حتیٰ سب خانہ و نعلانی نے اس عہد و پیمان سے انحراف نہ کیا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع فرمایا، جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لائے۔ واذ یقولون

الذین کفروا لیس ببتولک اویقتلک اویخرجولک ویمکرون و

بمكر الله والله خير الماكرين -

تمت الركن الثالث بحمد الله وحسن توفيقه وسيتلون الركن الرابع
حامداً ومصلياً ومسلماً كثيراً كثيراً اللهم اغفر لكاتبه ولبانيه ولمصححه
ولقاريه ولعن نظرفيه بحق سيد المرسلين صلوة الله وسلامه عليه
وعلى آله اجمعين -



شواہد النبوة

لنقویٰ تیقین اہل الفتیحة

حضرت علامہ نور الدین عبد الرحمن جامی قدس سرہ

ترجمہ

بشیر حسین ناظم ایم اے

مقدمہ

علامہ پیرزان اقبال احمد فاروقی ایم اے

ناشر

مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ لاہور

تفسیر نبوی

مولفہ

فاضل اہل عارف کامل حضرت مولانا محمد نبی بخش علوانی نقشبندی عارفیہ

ایک بے مثال تفسیر

- اعتقادی اور نظریاتی نشوونما کا مرقع
- ایک سو دس تفاسیر کا پنچوڑ
- عقائد باطلہ کا مسکت رد
- شریعت و طریقت کے اسرار و رموز کا جامع ذخیرہ
- صوفیانہ اشارات و تنقیحات کا چہرہ

اپ اس تفسیر کو خود پڑھیں۔

احباب کو پڑھنے کی ترغیب دیں۔

اپنے کتب خانہ کی زینت بنائیں۔

یہ تفسیر آپ کو بہت سی تفاسیر کے مطالعہ سے بے نیاز کر دے گی

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ لاہور



